



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad

Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Presented by Ziaaraat.com

www.ziaaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

بینہ سے شام تک

(فی مقتل من قال ان قتیل العبرۃ)

مؤلف

محقق و حید حضرت علامہ
محمود بن السید مہدی موسوی وہ سرخی

مترجم

علامہ الطاف حسین کلاچی
پرنسپل مدرسہ باب الہم تونسہ شریف

نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ یاض حسین جعفری فاضل قم

— ناشر —

ادارہ مہتاب صحاحینؑ

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیا، بیک، لاہور

فون: 35425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ



کتاب	:	مدینہ سے شام تک
مؤلف	:	محمود بن السید مہدی موسوی وہ سرخی محقق و حید حضرت علامہ
مترجم	:	علامہ الطاف حسین کلاچی
نظر ثانی	:	جناب الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	شیر محمد عابد مولائی
ڈیزائننگ	:	محمد شہ بوتل جعفری - زہراء بوتل جعفری
اصلاح عبارت	:	چودھری محمد عمران حیدر جعفری
اشاعت	:	مارچ 2011ء
صفحات	:	488
ہر پی	:	300/- روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

الہ آباد کینٹ فرسٹ فلور مکان نمبر 20 - غزنی سٹریٹ - اردو بازار - لاہور

فون: 0301-4575120 ، 042-37225252

ترتیب

- 13 عرض مترجم *
- 14 حضرت عمر کی زوجہ ام کلثوم کا سال وفات *
- 17 حضرت ام کلثوم و دختر جناب سیدہ کا سال ولادت *
- 18 حضرت ام کلثوم بہت حضرت علی کا سال وفات *
- 23 رمز النصیبہ ایک نظر میں *
- 27 زیارت ناجیہ مقدسہ *
- 35 زیارت ناجیہ مقدسہ *
- 88 زیارت ناجیہ مقدسہ میں ذکر شدہ شہدائے کربلا کے نام *
- 93 اہل بیت کربلا سے کوفہ کی طرف *
- 93 قصہ خولی *
- 96 قصہ خولی و زن خولی *
- 98 قصہ زن خولی بطریق دیگر *
- 100 فوج کے امیروں میں سروں کی تقسیم *
- 102 اہل بیت کی کوفہ کی طرف روانگی *
- 107 پہلا خطاب *
- 108 دوسرا خطاب *
- 108 تیسرا خطاب *
- 109 چوتھا خطاب *
- 110 وداع حضرت زینبؓ بامداد از جوہری *

- 111 جوہری *
- 113 بے تابلی حضرت سید سجاد و ولیداری حضرت زینب *
- 115 حدیث ام ایمن *
- 121 حدیث حضرت صادق و ستورہ گریہ امام حسین *
- 121 دفن شہیدان کر بلا *
- 128 دفن شہداء بطریق دیگر *
- 131 دفن شہداء بطریق دیگر *
- 134 دفن شہداء بطریق دیگر *
- 137 اہل بیت نبوت کوفہ میں *
- 139 سر مقدس کا در کوفہ پر کلام کرنا *
- 141 قصہ ابن وکیدہ *
- 142 اشعار جوہری *
- 143 سہل کی ایک کوئی سے گفتگو *
- 146 عقیدہ قریش حضرت زینب کا کوفہ میں تاریخی خطاب *
- 147 عقیدہ قریش کے خطاب کا متن *
- 153 خطبہ حضرت فاطمہ صغریٰ *
- 158 خطبہ حضرت ام کلثوم علیہا السلام *
- 160 صحیحہ *
- 162 خطبہ علی بن الحسین *
- 166 مسلم معمار کا قصہ *
- 169 چوب محل پر حضرت زینب کا اپنی پیشانی مارنا *
- 169 اسلامی دنیا کا پہلا سر جو لوکستان پر سوار کیا گیا *
- 173 زبان حال زینب باسرام از جوہری *

- 175 دربار ابن زیاد میں داخلہ اہل بیت ✱
- 175 وہ کون تھا جس نے امام کا مبارک سر ابن زیاد کو پیش کیا؟ ✱
- 176 سید الشہداء کا سر ابن زیاد و لمعون کے سامنے ✱
- 178 زید بن ارقم اور ابن زیاد ✱
- 179 اعتراض انس بن مالک ✱
- 180 مشورہ کا بن ✱
- 181 انتقام علی رضی اللہ عنہ ✱
- 182 قیس بن عباد کی قضاوت ✱
- 183 جابر اور ابن زیاد ✱
- 183 مرجانہ کے ہاتھوں ابن زیاد کی سرزنش ✱
- 184 عثمان بن زیاد کی ابن زیاد کو سرزنش ✱
- 184 خون سر سید الشہداء اور مرران ابن زیاد ✱
- 185 عقیلہ قریش کی ابن زیاد سے گفتگو ✱
- 189 کلمات ام کلثوم ابن زیاد سے ✱
- 189 حضرت سجاد کی ابن زیاد سے گفتگو ✱
- 190 ابن زیاد کا امام سجاد کے قتل کا حکم دینا ✱
- 192 اہل بیت در زعمان ✱
- 194 پذیرائی در کوفہ امام زین العابدین ✱
- 195 زعمان میں خط کا پھینکا جانا ✱
- 196 خطبہ ابن زیاد ✱
- 197 عبداللہ بن حنیف کی شہادت ✱
- 209 قصر ابن زیاد میں آگ کے شعلے ✱
- 209 جعب بن عبداللہ ازدی اور ابن زیاد ✱

- 210 * عنی رقی کا زمانہ سے باہر آنا
- 211 * ابن زیاد کا عمر بن سعد سے خط کا مطالبہ
- 212 * عمر سعد کی حیرانی و پشیمانی
- 213 * ابن زیاد کا خط ابن سعد کے نام
- 213 * اہلبیان کوفہ کی پشیمانی
- 216 * ابن زیاد کے خطوط یزید اور کور مدینہ کے نام
- 217 * آگاہی عمرو بن سعید از شہادت حسینؑ
- 217 * خطبہ عمرو بن سعید در مدینہ
- 219 * عبداللہ بن سائب کا اعتراض
- 219 * جناب عبداللہ بن جعفر اور خبر شہادت سید الشہداء ام
- 220 * آگاہی ام القیمان دختر عقیل از شہادت حسینؑ
- 221 * شعر ہاتف در مدینہ
- 223 * مدینہ میں فحشی کلمات
- 224 * خبر غراب در مدینہ
- 225 * اشعار مناسبت مقام از جوہری
- 227 * جوہری
- 229 * سوال و جواب آن مظلومہ بامرغ خون آلود از جوہری
- 232 * ماقی پرندے
- 234 * امام حسینؑ کے خون کی برکت سے دختر یهودی کو خطاطی
- 236 * حضرت ام سلمہؓ اور خبر شہادت سید الشہداء ام
- 237 * شہادت امام حسینؑ پر حسن بھری کے تاثرات
- 238 * خواجہ ربیع بن عقیل کے تاثرات
- 239 * عمر بن عبدالعزیز کے تاثرات

- 239 ایک صحرائی عرب کے تاثرات *
- 239 دختر جناب عقیل کے تاثرات *
- 240 نعت بہت عقیل بن ابی طالب کے تاثرات *
- 241 مروان بن حکم کے گستاخانہ الفاظ *
- 243 عبداللہ بن زہر کے تاثرات *
- 245 جناب ابن عباس کی طرف یزید کا خط *
- 246 ابن عباس کا جواب *
- 249 نامہ یزید بن عامر ابن زیاد *
- 251 سرہائے مبارک اور اہل بیت کی شام رواگی *
- 254 اسیران اور اہل کوفہ کا وداع *
- 255 منزل اول *
- 256 بیت اللہ میں مناجات کرنے والا *
- 259 دست و قلم *
- 262 پتھر پر ایک تاریخی تحریر *
- 265 منزل قادسیہ *
- 266 منزل تکریت *
- 267 واوی نخلہ *
- 269 منزل لہا یا مرشاد *
- 270 منزل کیمہ *
- 270 منزل جہینہ *
- 270 منزل موصل *
- 271 شہدائے کربلا *
- 272 ورود اہل بیت موصل از ناخ و ابی جعفر *

273	منزل مصیبت	✱
274	منزل دعوات	✱
276	منزل قسریں	✱
277	منزل طلب	✱
277	واقعہ غریبہ و عجیبہ	✱
278	واقعہ شیریں در راوشام	✱
284	منزل معرفۃ العثمان	✱
284	منزل شیرز	✱
285	منزل کفر طاب	✱
285	منزل سیبورد	✱
287	منزل حماة	✱
288	منزل حمص	✱
290	منزل خندق الطعام یا سوق الطعام	✱
290	منزل بعلبک	✱
292	منزل دیر راہب	✱
294	احوال دیر راہب	✱
296	روحۃ الشہداء و دیر راہب	✱
302	واقعہ در راوشام	✱
303	منزل حران	✱
305	منزل عسقلان	✱
309	منزل مرزین	✱
309	منزل مبارقارقین	✱
309	منزل عہدہ	✱

- 310 منزل جو یہ (حوسبہ) *
- 310 وژدو اہل بیت بہ شام *
- 312 یوز حاشای *
- 313 قصہ کل ساعدی *
- 317 ایک خوشامدی دربارہ یزید میں *
- 318 کلام سر مبارک و مرثیہ فہمی *
- 319 ابراہیم بن طلحہ اور امام سجاد *
- 320 دربارہ یزید میں شمر کی گفتگو *
- 321 حضرت ام کلثوم کا شمر کو جواب *
- 321 مصائب کے سمندر میں اکیلا امام *
- 323 دمشق کے حالات سے ایک تالیسی کی روپوشی *
- 324 حضرت امام سجاد علیہ السلام اور نعمان بن منذر *
- 324 سات مصائب امام زین العابدین علیہ السلام *
- 327 سرسید الشہد اکا زمین کی طرف آنا *
- 328 دربارہ یزید میں زحر بن قیس کی جنگی رپورٹ *
- 329 حجر بن شبہ کی گستاخی *
- 330 دربارہ یزید میں اہل بیت کا ورود *
- 331 حضرت قاطرہ مغربی کا دربارہ یزید میں خطاب *
- 332 گستاخی یزید اور حضرت امام سجاد علیہ السلام کا جواب *
- 332 امام سجاد علیہ السلام کا جواب *
- 332 امام سجاد علیہ السلام کا یزید سے اجازت لینا *
- 333 مغربی میں امام محمد باقر علیہ السلام کا خطاب *
- 335 رکن بستہ نمی کی بیٹیاں *

- 337 یزید اپنی یزیدت میں *
- 338 یزید کا اقرار کفر *
- 339 شمر ملعون کے لیے دنیا اور آخرت کی رموائی *
- 341 یزید کی یادہ گوئی *
- 343 یزید کے لعن کے بارے حضرت امام رضا علیہ السلام کا فرمان *
- 344 گستاخی یزید *
- 345 قتل امام سجاد کے لیے یزید کی بہانہ جوئی *
- 347 یزید کے اشعار کفر *
- 348 یزید کا امام حسین علیہ السلام سے خطاب از جوہری *
- 351 قرع کا لغوی معنی *
- 353 ابو بردہ اسلمی صحابی رسول *
- 355 سرہ بن جنادہ بن جندب *
- 356 حضرت فاطمہ صغریٰ اور ایک شامی *
- 359 دربار یزید میں حقیقہ قریش کا تاریخی خطبہ *
- 371 دربار یزید میں سفیر روم *
- 373 رآس الجالوت *
- 375 جاثلیق کا مسلمان ہونا اور شہادت پانا *
- 377 عبدالوہاب سفیر روم دربار یزید میں *
- 381 خربہ شام *
- 383 مصیبت شب اول خرابہ *
- 389 یزید کا امام سجاد کے قتل کا حکم دینا *
- 390 احوال دختر سہ سالہ در زمانہ شام *
- 398 قصہ طاہر بن عبداللہ دمشقی *

- 405 حضرت رقیہؓ کی قبر مبارک میں پانی کا داخل ہونا *
- 407 یزید کے گھر میں داخلہ اہل بیت *
- 408 دربار یزید میں زوجہ یزید کا بے پردہ آنا *
- 409 کلمات امام سید سجادؑ در جواب منہال *
- 411 یزید کا گھسیٹنے کا مطالبہ *
- 411 یزیدی خطیب کا خطبہ *
- 413 حضرت امام سجادؑ کا تاریخی خطبہ *
- 423 خطبہ دیگر *
- 425 حضرت سیکندہ کا خواب *
- 428 زوجہ یزید ہند کا خواب *
- 429 اسباب سفر اہل بیتؑ برائے مراجعت الاشام *
- 430 وعدہ یزید برائے امام سجادؑ *
- 431 اہل بیتؑ کی مدینہ روانگی *
- 433 یزیدی دربار میں قاتل سید الشہداءؑ کی تلاش *
- 437 داخلہ اہل بیتؑ در کربلا اور ملاقات جابرؑ *
- 439 ہمیں سفر کی تردید کرنے والے ناقلین *
- 440 وژود اہل بیتؑ کربلا بروز اربعینؑ کی روایت کرنے والے ناقلین *
- 441 وژود اہل بیتؑ مدینہ بروز اربعینؑ کی روایت کرنے والے ناقلین *
- 442 مؤرخین جنہوں نے وژود اہل بیتؑ کی تاریخ معین نہیں کی *
- 442 روز اربعینؑ اور صاحب ناسخ - *
- 445 روز اربعینؑ اور جابر بن عبد اللہ انصاریؑ *
- 450 زبان حال عقیلہ قریشی *
- 451 وژود اہل بیتؑ در کربلا *

- 454 ورواہی بیت در مدینہ *
- 455 اہل بیت کا ساربانوں کا شہر یہ ادا کرنا *
- 455 نعمان بن بشیر سے اہل بیت کا شہر یہ *
- 456 اہل مدینہ کے لیے واپسی اہل بیت کی منادی *
- 460 خطبہ امام سجاد علیہ السلام *
- 473 جناب محمد بن حنفیہ کا استقبال اہل بیت *
- 475 ابو جحف کی روایت *
- 476 روضہ شہر علیہ السلام پر اہل بیت کی حاضری *
- 477 حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا سید الشہد آپر گریہ *
- 479 سید الشہد آکا سر مبارک کہاں دفن ہے *
- 481 چند اہم باتیں *
- 485 میدان کربلا میں دو مجاہدہ *
- 487 علی کی بیٹی *

عرض مترجم

کارمین محترم کی خدمت میں درخواست ہے فاضل مؤلف کتاب ”رمز المصیبة“ نے اپنی اس کتاب میں حضرت ام کلثوم دختر جناب امیر المومنین علیؑ کے بارے میں وہی نظریہ پیش کیا ہے جو مسلک عامہ کا ہے۔ مؤلف نے اس ضمن میں اسد الخطاب، ابن الاثر اور محمد بن طلحہ شافعی کی ان روایات پر اکتفا کیا، جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ اس موضوع پر عالم اسلام میں بہت لکھا جا چکا ہے۔

مسلک عامہ کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت امیر المومنین امام علیؑ سے حضرت ام کلثوم کا رشتہ مانگا اور آپؑ نے دے دیا لیکن کتب فریقین سے ثابت ہے، جس ام کلثوم کا عقد حضرت عمر بن خطابؓ سے ہوا تھا، وہ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب اسماء بنت مہیس سے عقد کیا، ان سے اسماء کو ایک بیٹی ہوئی جس کا نام ام کلثوم تھا۔ یہ ۱۳ ہجری میں پیدا ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت امام علیؑ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیوہ حضرت اسماء سے عقد کر لیا تھا۔ جب وہ آپؑ کے گھر آئیں تو یہ بچی بھی ساتھ تھی۔ جب یہ بچی دختر حضرت ابو بکرؓ پانچ سال کی ہوئی تو حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک روایت کے مطابق حضرت علیؑ سے اس بچی کا رشتہ مانگا کیونکہ وہ بچی آپؑ کی نمرانی میں تھی اور دوسری روایت تاریخ کامل واستیعاب کے مطابق حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کی طرف پیغام بھیجا کیونکہ ام کلثوم دختر حضرت ابو بکرؓ ان کی چھوٹی بہن تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی اس چھوٹی بہن کو حضرت عمرؓ کا پیغام دیا تو ان بچی نے اپنی بہن حضرت عائشہؓ سے کہا: حضرت عمرؓ ایک سخت آدمی ہیں۔

عورتوں پر بہت زیادہ سختی کرنے والے ہیں۔ اگر آپ لوگ میری شادی ان کے ساتھ کریں گے تو میں رسول اللہ ﷺ کی قبر پر جا کر تمہاری شکایت کروں گی۔ جب حضرت عائشہؓ نے انہیں سمجھایا تو وہ راضی ہو گئیں۔ یہ عقد ۷ ہجری کو ہوا۔ اصل واقعہ کی حقیقت یہی ہے۔ دیکھئے کتاب اعلام النساء، ج ۴، ص ۲۵۰۔

حضرت ابو بکرؓ کی بیوہ اسماءؓ کی ایک لڑکی کی کنیت ام کلثوم تھی۔ مراۃ العتول، جلد ۴ میں موجود ہے: راوی کہتا ہے: میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں سوال کیا: لوگ ہم پر حجت قائم کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیؑ نے فلاں کو اپنی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ دیا۔

ابام جعفر صادقؑ عجلئے کے سہارے بیٹھے تھے۔ پس نکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا تم اس بات کو قبول کرتے ہو؟ جس قوم نے یہ دعویٰ کیا ہے، وہ سیدھے راستہ کی ہدایت نہیں پاسکتے اور وہ لوگ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی زوجہ ام کلثوم کا سال وفات

مورخین و محدثین نے لکھا ہے: جناب ام کلثوم کے بطن سے حضرت عمرؓ کے فرزند زید اور دختر رقیہ پیدا ہوئی۔ ام کلثوم اور ان کے فرزند نے ایک ہی دن انتقال کیا۔ (اصابہ، جلد ۸، ص ۲۷۵)

مورخ علامہ دیار بکری کہتے ہیں: ام کلثوم اور ان کے فرزند زید نے ایک ہی وقت میں انتقال کیا۔ ان کا جنازہ عبداللہ بن عمرؓ نے امام حسنؑ کے کہنے پر پڑھا۔ (تاریخ قمیس، جلد ۲، ص ۲۱۸)

دنیا جانتی ہے امام حسنؑ ۴۹ یا ۵۰ ہجری تک زندہ رہے۔ اب نتیجہ یہ نکلتا ہے: یہ ام کلثوم زوجہ حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ امام حسنؑ نے ابن عمرؓ سے پڑھوائی تھی وہ ۴۹ ہجری سے قبل فوت ہوئیں۔

وکیع بن جراح نے اسماعیل سے، اُس نے عامر سے روایت کی۔ انھوں نے کہا: زید اور ان کی ماں اُم کلثوم نے ایک ہی وقت میں انتقال کیا اور ابن عمر نے ان دونوں کی نماز جنازہ پڑھی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۴۰)

اس کا مطلب بھی یہی ہوا کہ اُم کلثوم زوجہ حضرت عمر نے ۳۹ ہجری سے قبل انتقال کیا تھا۔

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے: حضرت عمر کے بیٹے زید اور ان کی زوجہ اُم کلثوم نے ایک ہی وقت میں انتقال کیا اور ان دونوں پر نماز جنازہ ابن عمر نے پڑھا۔ امام حسنؑ نے انھیں کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھایا۔ (کتاب استیعاب، ج ۲، ص ۷۹۵)

الغرض حضرت عمر کی زوجہ اُم کلثوم کے متعلق تمام کتابوں سے چند باتیں یقینی طور پر ثابت ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں:

①..... وہ ۷۱ ہجری میں دو ڈھائی سے تین چار سال کی بچی تھیں اور ایسی تھیں کہ ان پر پردہ واجب نہ تھا۔

②..... حضرت عمر کی خواستگاری پر جناب امیر مکیؓ نے ان کی بہت کم سنی کا عذر کیا اور دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کی کم سنی ہی کی وجہ سے اس شادی کے متعلق حضرت عمر پر اعتراض کیا۔

③..... حضرت عمر کے اصرار پر حضرت علیؑ نے ان کو حضرت عمر کے گھر بھیج دیا۔ انھوں نے ان کو اپنے سینے سے لگایا، ان کی پٹلی کھول کر دیکھ لی اور اُم کلثوم نے ان کو طمانچہ مارنا چاہا۔

④..... اُم کلثوم اور ان کے بیٹے زید ایک ہی وقت فوت ہوئے، جس کی وجہ سے نہ بیٹے کی میراث ماں کو ملی اور نہ ماں کی میراث بیٹے کو ملی۔

⑤..... اُم کلثوم نے عہد معاویہ میں امام حسنؓ کی زندگی میں انتقال کیا اور

انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھوائی۔

اب منزل یقین یہ ہے، یہ تمام باتیں حضرت ام کلثوم دختر جناب سیدہ کے متعلق نہیں ہو سکتیں۔ اسی سبب سے خاندان رسالت کے احباب حضرت ام کلثوم دختر امیر المومنین کے عقد سے برابر انکار کرتے رہے ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے: اہل بیت کے جاہلوں کی ایک جماعت ہمارے زمانوں میں اس عقد سے انکار کرتی ہیں، جس سے ہم لوگوں کا تعجب زیادہ ہوتا ہے۔ جب حضرت علی نے ام کلثوم کو حضرت عمر کے پاس بھیجا تو وہ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنی گود میں بٹھایا، ان کے بوسے لیے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی اور حضرت عمر نے ام کلثوم کو اپنی گود میں بٹھایا اور اپنے سینے سے لگایا اور ان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ ان کی عزت کے خیال سے کیونکہ ام کلثوم اپنی کم سنی کی وجہ سے اس عمر کو بچی ہی نہ تھی کہ ان پر شہوت ہو سکتی، جس کی وجہ سے حضرت عمر کے لیے یہ باتیں حرام ہوتیں۔ اگر وہ بہت چھوٹی بچی نہ ہوتیں تو ان کے والدین ان کو حضرت عمر کے پاس بھیجے ہی نہیں۔

علامہ ابن حجر مکی سے کون پوچھے اگر وہ تھا یہ ام کلثوم جناب سیدہ ہی کی بیٹی تھیں تو ۷ ہجری میں وہ گیارہ سال کی ہوتے ہوئے اتنی چھوٹی کس طرح ہو گئیں کہ مورخین نے ان کو مصبیہ (دودھ پیتی بچی) سے تعبیر کیا۔

حضرت علی علیہ السلام کا ان کو حضرت عمر کے پاس بھیجنا بھی درست ہو گیا اور حضرت عمر کا انہیں گود میں بٹھانا، بوسے لینا اور سینے سے لگانا بھی جائز قرار پا گیا۔ حالانکہ ان عرب اور قبیلہ قریش کی عورتوں کی یہ حالت تھی کہ حضرت عائشہ جب صرف ۹ سال کی تھیں تو ہم بستری کے قابل ہو گئیں تھیں۔ چنانچہ خود معظمہ بیان فرماتی ہیں کہ اتنی ہی عمر میں حضرت رسول خدا نے میرے ساتھ عقد کے بعد جماع کیا۔

الغرض محل و نقل دونوں ہی سے ثابت ہے۔ ۷۱ ہجری میں اُم کلثوم زوجہ حضرت عمر بالکل معصی، نادان، گود میں بٹھانے کے قابل تھیں اور وہی اُم کلثوم ۳۹ ہجری سے نقل وقات پانگیں اور ۵۰ ہجری کے بعد جو اُم کلثوم دنیا میں موجود تھیں وہ کس طرح حضرت عمر کی زوجہ ہو سکتی تھیں کیونکہ ایک ہی عورت کا ۳۹ ہجری میں مرنا اور پھر اس کے بعد ۶۱ ہجری میں یا اس کے بعد بھی زندہ رہنا محل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

حضرت اُم کلثوم دختر جناب سیدہ کا سال ولادت

اگر اس بی بی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ ۷۱ ہجری میں پانچ سال کی تھیں اور ۵۰ ہجری سے نقل وقات پانگیں تو ہمیں ان کے زوجہ حضرت عمر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر اس کے خلاف ثابت ہو تو ماننا پڑے گا کہ یہ دوسری معظمہ تھیں اور اُم کلثوم زوجہ عمر حضرت ابو بکر کی بیٹی تھیں۔ صرف دونوں کا نام ایک ہونے سے مؤرخین و محدثین نے دھوکا کھایا، یا حق کو چھپایا یا بعض کمایا اور دونوں کو ایک ہی لکھ دیا۔

علامہ ابن سعد، علامہ ابن عبد البر، علامہ ابن اثیر، علامہ ابن حجر، علامہ ابن قتیبہ، وغیرہ نے حضرت اُم کلثوم کے حالات تو لکھے مگر کسی نے سال ولادت تحریر نہ کیا لیکن یہ معلوم ہے کہ آپ اپنی بہن حضرت زینب سے چھوٹی تھیں۔ اور جناب زینب امام حسین سے چھوٹی تھیں۔ امام حسین ۴۴ ہجری میں، جناب زینب ۵۵ ہجری میں اور جناب اُم کلثوم ۶۱ ہجری میں غالباً پیدا ہوئی ہوں گی۔ کیونکہ امام حسین اپنے برادر امام حسن سے ۱۰ ماہ ۱۸ دن چھوٹے تھے۔ تو کوئی وجہ نہیں جناب زینب امام حسین سے ایک سال سے زیادہ اور جناب اُم کلثوم بھی امام حسین سے دو سال سے زیادہ چھوٹی رہی ہوں اور ۱۱ ہجری میں جناب سیدہ نے وفات پائی۔ اس طرح ماں کے انتقال کے وقت جناب اُم کلثوم پانچ سال کی ثابت ہوتی ہیں۔ صاحب شرح مواقف اور صاحب سیرۃ حلبیہ نے

جناب ام کلثوم دختر امیر المومنینؑ کو فدک کے گواہوں میں شمار کیا جس کا مقدمہ ۱۱ ہجری میں حضرت ابوبکر کے دربار میں لایا گیا۔ اور شمس الدین محمد جزری نے حدیث من کفنت مولانا کو جناب سیدہ کی زبانی انھیں جناب ام کلثوم دختر جناب سیدہ کے سلسلہ سے بیان کیا ہے۔ چونکہ پانچ سال سے کم عمر کا بچہ یا بچی گواہ دینے اور حدیث روایت کے قابل نہیں سمجھی جاتی، اس سبب سے ماننا پڑے گا حضرت ام کلثوم ۱۱ ہجری میں پانچ سال کی ضرور تھیں۔ لہذا ۱۱ ہجری میں جبکہ لوگوں نے حضرت عمر کے عقد کا واقعہ لکھا ہے۔ حضرت ام کلثوم کی عمر کیا رہے جس سے کم نہیں ہو سکتی اور اس عمر میں وہ کسی اصول سے کم سن نہیں کہی جاسکتی۔ اب ماننا پڑے گا کہ وہ ام کلثوم جو حضرت عمر کے پاس بھیجی گئیں ان کو حضرت عمر نے گود میں بٹھایا، بچے سے لگایا اور پڑلی کھول کر دیکھ ڈالی وہ ام کلثوم حضرت ابوبکر کی دختر تھیں نہ کہ امام علیؑ کی۔

حضرت ام کلثوم بنت حضرت علیؑ کا سال وقات

جب اس بی بی کی وفات پر تحقیق ہوتی ہے تو سارا اخبار چھٹ جاتا ہے۔ حقیقت سامنے آ جاتی ہے۔ واقعہ کربلا ۶۱ ہجری میں ہوا۔ یہ بی بی کربلا میں موجود تھیں۔ اپنے بھائی امام حسینؑ سے کھٹک کرنا، اپنے بھائی کی شہادت پر رونا، کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک یہ امیر ایسا ہی چلتی ہے جیسا امام حسینؑ کا بروز عاشور شہید ہونا۔

چنانچہ محل اہل تحف، مشہد ابی اسحاق اسفراہی، روحۃ الشہداء، مثلاً حسین کا شفی، روحۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں اس امر کی تمام تفصیلات موجود ہیں۔ ان کتب میں آپ کے خطبات بھی موجود ہیں۔

کتاب روحۃ الاحباب (جس کو شاہ عبدالعزیز دہلوی سیرت کی بہترین کتاب کہتے ہیں) میں ہے: وہ امام حسینؑ کی دونوں بہنوں حضرت زینبؑ اور حضرت ام کلثومؑ کو دربار یزد میں لے گئے..... تاگاہ ام کلثوم کھڑی ہوئیں اور کہا: اے یزد!

مجھے اجازت دے۔ یزید نے کہا: کیا یہ زبان دراز عورت بھی حسینؑ کی بہن ہے؟
لوگوں نے کہا: ہاں یہی حضرت ام کلثومؑ (ان کی چھوٹی بہن) ہیں۔

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی مصنف کتاب تحفہ اشعار نے کتاب
سیر المشاہدین لکھی۔ ان کے شاگرد شاہ سلامت اللہ دہلوی نے اس کتاب کی تفسیر میں
شرح لکھی جس کا نام ہے: تحریر المشاہدین۔ اس میں صریح لکھتے ہیں: لوگوں نے
روایت کی ہے جس وقت حضرات اہل بیتؑ اسیر کر کے انہیں زیاد کے پاس لائے گئے تو
اُس نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تم لوگوں کو مصائب میں مبتلا کیا۔

حضرت ام کلثومؑ نے جواب دیا: خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہم لوگوں کو حضرت
محمدؐ سے عزت دی..... الخ (کتاب تحریر المشاہدین مطبوعہ لکھنؤ، ص ۷۷)

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے: حضرت علیؑ کی (چھوٹی) صاحبزادی جناب ام
کلثومؑ نے واقعہ کربلا کے بعد کوفہ والوں سے کہا: تم جانتے بھی ہو کہ حضرت رسولؐ خدا
کے کس جگر کو تم نے پارہ پارہ کر دیا۔ (کتاب نہایۃ المفاتر، ص ۲۶۸)

علامہ شیخ محمد طاہر سمرقانی نے اپنی کتاب مجمع بحار الانوار، ج ۴، ص ۶۲ مفت فرشت
میں یہی عبارت لکھی ہے: اور جناب مولوی وحید الزمان خان صاحب حیدرآباد نے لکھا
ہے: حضرت ام کلثومؑ حضرت علیؑ کی صاحبزادی نے کوفہ والوں سے فرمایا جب
انہوں نے امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ ارے تم جانتے ہو؟ تم نے آنحضرتؐ
کے کس جگر کو پارہ پارہ کیا؟ ایسے جگر کو جس سے آنحضرتؐ کو عالم برزخ
میں پریشانی ہوئی۔ (انوار اللغات، پارہ ۲۰، ص ۳۶)

علامہ شیخ سلیمان قدوسی لکھتے ہیں: حضرت ام کلثومؑ جب کربلا، کوفہ و شام
سے واپس ہو کر مدینہ کے قریب پہنچیں تو اُس شہر کی طرف منہ کر کے رونے اور نوحہ
پڑھنے لگیں۔ (وہ نوحہ جو مشہور ترین نوحہ ہے)۔ مدینۃ جَدنا لا تقبیلنا..... الخ

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: جب أم کلثوم بالکل نادان بنی تھی تو آپ سے حضرت عمر نے شادی کی اور وہ ان کی زندگی میں انھی کے پاس رہیں اور ان سے حضرت عمر کے دو بچے زید و ورقہ پیدا ہوئے۔ پھر حضرت عمر کے بعد ان سے حون بن جعفر نے شادی کر لی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی محمد ابن جعفر نے شادی کی۔ وہ بھی انتقال کر گئے تو ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر نے شادی کر لی کیونکہ اُس وقت عبداللہ کی نکلی یہی جناب کتب انتقال کر چکی تھیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۳۹)

ان روایات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ حضرت أم کلثوم اُس وقت زندہ رہیں کہ جناب عبداللہ بن جعفر نے بھی ان سے شادی کی۔ یہ بھی معلوم ہے کہ واقعہ کربلا میں جناب ننب زندہ تھیں اُس وقت تو جناب عبداللہ سے حضرت أم کلثوم کی شادی جمع بین الاخرین حرام ہونے کی وجہ سے ہونہیں سکتی تھی۔ جب جناب ننب کا انتقال ہو گیا تب ہی حضرت أم کلثوم کی شادی جناب عبداللہ سے ہو سکی۔

اب اس امر کی تحقیق کی جائے کہ حضرت أم کلثوم کے آخری شوہر جناب عبداللہ نے کس سال میں انتقال کیا۔ علامہ محبت الدین طبری نے کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے: جب عبداللہ بن جعفر نے مدینہ میں انتقال کیا اُس وقت ان کی عمر ۸۰ سال ہو چکی تھی۔

علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے: عبداللہ بن جعفر کی کنیت ابو جعفر تھی۔ یہ ملک حبشہ میں پیدا ہوئے تھے (کیونکہ ان کے والد جناب جعفر مدینہ سے پہلے ہجرت کر کے وہیں چلے گئے تھے) یہ عرب کے سب سے زیادہ مخفی شخص تھے اور بہت بوڑھے ہو کر مدینہ میں فوت ہوئے۔

ابو القیطان کا قول ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں: آپ نے ۹۰ ہجری میں انتقال کیا اور مقام ابواء میں دفن کیے گئے۔ وفات رسول کے وقت دس سال کے تھے۔

پہلی ہجری میں پیدا ہوئے اور ۹۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ کا جنازہ سلیمان بن عبدالملک نے پڑھا۔ (کتاب العارف، ص ۶۸)

اس طرح حضرت ام کلثوم کی وفات ۹۰ ہجری سے کچھ قبل یا بعد ثابت ہوتی ہے کیونکہ ایک قول یہ بھی ہے: جناب عبداللہ نے آپ کو زعمہ چھوڑ کر انتقال کیا۔ (انساب الرجال، مشکوٰۃ محدث دہلوی، ص ۱۸)

اب فیصلہ بالکل آسان ہے۔ حضرت عمر کی بیوی ام کلثوم ۵۰ ہجری سے قبل انتقال کر چکی تھی اور جناب امیر علیؑ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم دختر سیدہ نے ۹۰ ہجری سے کچھ قبل یا بعد رحلت فرمائی تو دونوں ایک کیسے ہو سکتی ہیں؟ حضرت عمر کی زوجہ ام کلثوم حضرت ابوبکر کی بیٹی ہیں، جناب امیر علیؑ کی دختر نہیں ہیں۔

ادھر حضرت عمر کی شخصیت کا دوسرا پہلو کہ ان کا اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک رہا ہے۔ آپ نے خاندان رسالت کو بعد از انتقال رسول خلافت و حکومت ظاہری سے محروم کیا۔ آپ کی وجہ سے جناب سیدہ اپنے والد رسول اللہ کی میراث سے لائق کی گئیں۔ انہی کے حکم سے جناب سیدہ کے دروازے پر لکڑیاں اور آگ جمع کی گئی اور گھر کو جلانے کی دھمکیاں دی گئیں۔ جب ان سے کہا گیا اس گھر میں فاطمہ زہراؑ اور ان کی اولاد موجود ہے تو آپ نے کہا کوئی بھی ہو جلا دوں گا۔ جناب محسن کی شہادت واقع ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ان کے مظالم سے روتی ہوئی اس دنیا سے چلی گئیں اور وصیت فرمائی۔ میرے جنازے میں فلاں فلاں شریک نہ ہوں۔ اب اس بڑھاپے میں اُس بی بی کی اولاد سے شرف حاصل کرنے کا شوق کیسے پیدا ہو گیا تھا۔

مراۃ المعول، ج ۳، ص ۴۳۹ جناب شیخ مفید فرماتے ہیں: جو روایت حضرت امیر المومنین علیؑ کی دختر کی حضرت عمر سے تزویج کے سلسلہ میں وارد ہے وہ ثابت

نہیں ہے۔ کیونکہ اس روایت کا راوی کریم بن بکار ہے اور وہ قابل اعتبار نہیں بلکہ
امیر المومنین کی وجہ سے جو کچھ بیان کرتا ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔

(اس مقالہ کے لیے درج ذیل کتب سے مدد لی گئی: طبقات ابن سعد، عقد أم
کلثوم (مولانا سیوطی حیدر صاحب) احسن المقال، ہم سموم فی جواب عقد أم کلثوم۔

☆☆☆

رمز المصیبه ایک نظر میں

مظل سید الشہد العظیم کی عظیم الشان کتاب رمز المصیبه کی تحریر علیہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ فرزند رسول حضرت امام حسین عظیم اس کتاب کی مدد سے حق میں جن کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا:

آنکہ عقد بے یقیناں را یقین

آنکہ لرزد از سکود او زمین

آپ وہ ہستی ہیں، جن کی قربانیاں پوری کائنات پر ہماری ہیں۔
جس کسی نے آپ کی ذات سے توکل کیا وہ لازوال ہو گیا،
جس نے آپ کو چھوڑا وہ ذلت کی احمق گہرائیوں میں اتر گیا۔

غیر گرامی خط و کتابت کی بنی کے اس پر عظمت بیٹے پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے،
بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ لکھنے والے تھک سکتے ہیں، قلم ٹوٹ
سکتے ہیں لیکن یہ سب اتنا ہے جتنا سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ آب۔

عربی، فارسی اور اردو ان تینوں بین الاقوامی زبانوں میں سید الشہد العظیم پر
بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ہر مظل اپنے تئیں صاحب مظل کی لائق صد تحسین کاوش ہے۔
ہر صاحب مظل و مؤرخ نے حسنینت کو خراج تحسین پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی
ہے۔ وہ ان شاء اللہ ہر گاہ خداوندی میں ماحور ہوں گے۔

ان تمام مقال میں چاہے وہ عربی میں ہیں، یا فارسی میں یا اردو میں
مظل ”رمز المصیبه“ ایک ایسا مظل ہے جو ہر اعتبار سے ایک جامع مظل ہے۔ اس کی

موجودگی میں کسی اور عقل کی ضرورت نہیں رہتی۔ سید الشہداءؑ کی مدینہ سے روانگی کے تمام مقدمات وحوال کو شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ جب آپ مدینہ سے روانہ ہوا چاہے تھے وہاں روانہ ہو پڑے۔ مگر مدینہ سے مکہ مکرمہ تک کے مکمل احوال تک پہنچ گئے اور کربلا میں دسویں محرم کے تمام واقعات پوری تفصیل کے ساتھ پیش کیے گئے۔ شرح گیارہ محرم سے کوفہ اور کوفہ سے شام، پھر شام سے مدینہ تک تمام حالات وحوال کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ سید الشہداءؑ کے قتل کے عظیم الشان کام کو ہر زاویہ سے مکمل کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب کے مؤلف علامہ سید محمود موسوی دہ سرخی اصفہانی جن کی ذات محتاج تعارف نہیں، سرزمین ایران میں ایک بہت بڑے عالم ہیں۔ ایران میں اُن کی باقی تصانیف کے ساتھ اُن کی کتاب ”رمز المصيبة“ کو ایک بہت زیادہ شہرت ملی۔

علامہ موصوف نے اس کتاب کی تالیف میں نامور بیاسی کتب سے مدد حاصل کی۔ کہا جاسکتا ہے یہ کتاب بیاسی کتب کا نچوڑ ہے، عرق ہے۔ کتب ملاحظہ فرمائیں:

● ابصار العین سادوی نجفی ● احتجاج طبری چاپ شہید ● فخرالرقی ● ارشاد شیخ مفید ● اسرار الشہادۃ در بندگی ● ایمان الشہید ● اقبال سید بن طاووس ● امالی صدوق (التوٰی ۲۸۱) ● بحار الانوار (ج ۳۳ و ۳۵ و ۱۰۱ اسلامیہ) ● بہان قاطع ● بشارت المصطفیٰ محمد بن علی الطبری فی القرن السادس / بینہ رحمت للحاج الشیخ جواد الخراسانی المعاصر ● تذکرۃ الخواص ابن جوزی (التوٰی ۶۵۴) ● تذکرۃ الشہداء حاج شیخ حبیب اللہ کاشانی ● ترجمہ زیارت ناجیہ بقلم اسید مجتبیٰ جزائری اصفہانی دام ظلہ ● تہذیب الاحکام للشیخ الطوسی / ثمرات الحیات للامامی الاصفہانی ● جلاء العین مجلسی (ر) ● جنات الخلود ● چہرہ خرمیں آفتاب عطاردی ● حیات الحسین باقر شریف القزنی النجفی المعاصر ● خزانۃ الاشعار ● دائرۃ المعارف للاطلسی (ر) ● در کربلا چہ گذشت کمرہ دلائل الاملۃ طبرستانی چاپ

۱۲۸۳ھ • دمع الجہوم شعرانی • دیوان کپانی • الذریعہ گرمروزی • الذریعہ فی تصانیف
 الخیر • رجال کشی • رجال عماتی • رقیہ آذانی • قسطنطینی لطفی زادہ • روحۃ الشہد اکاشی
 (التونی ۹۱۰ھ) • ریاض القدس • تالیف صدرالدین واعظ قزوینی • دیوان الخواجہ مجلسی (رو)
 • سراج الایمان • ترجمہ مہر الاحزان • شہید کربلا لایعظمہ • حوالہ ج ۱۷
 • میون اخبار الرضا • فرسان البہاء • فرہنگ عمید • [مکمل] • [مکمل]
 • نظام • الکافی • کامل بہائی کہ در سنہ ۶۷۵ تالیف شدہ • [مکمل] • [مکمل]
 جہف (التونی ۱۵۷ھ) • مثل الحسین مرقم • مثل خوارزمی • مناقب ابن شہر آشوب
 • منتخب التواریخ • منتخب طریخی • غنی الآمال • المنہج • المنہج للابجدی • کامل الزیارات
 • کشف الخمر • الکتبی والاقاب للحدث اقصی • لسان العرب • لولع الاحزان للسید حسن
 الامین • لیوف للسید بن طاووس (التونی ۶۶۳ھ) • مہر الاحزان ابن نما • مجالس السید
 للسید حسن الامین • مجمع البحرین • محرق القلوب نراقی • محسن الامار • ترجمہ مثل
 بحار الانوار • تالیف محمد حسن العاصی معاصر ناصرالدین شاہ المراد • حرار صغیر مفید
 • مصباح کفعمی • مصباح المتعبد • معالی السطین • معجم البلدان • معارج الکتاب الاربعہ
 للمؤلف • ج ۱ تا ۳۷ • معراج الاحزان یزدی • تاریخ التواریخ (التونی صاحبہ ۱۳۹۷ھ) • کمانی
 الذریعہ • ج ۲۳ • نفس الجہوم للحدث اقصی • نہفت حسینی قسطنطینی زادہ دام ظلہ • یاران
 پایدار للہ کتور محمد حادی اثنی • بیاض السودۃ لسلیمان بن ابیہیم القندوزی (التونی ۱۲۹۳ھ)
 یہ کتاب جہاں ایک مثل ہے وہاں ایک کربلا کی تاریخ بھی ہے۔ ہر زاویہ نظر
 سے ایک منفرد کتاب ہے۔ اختلافی مسائل کو احسن انداز سے نبھایا گیا ہے۔ میں نے
 تقریباً تمام مقال کا مطالعہ کیا ہے۔ جب میری نگاہ اس مثل پر پڑی تو میں نے اپنے
 اوپر واجب سمجھا کہ اس کتاب کا ترجمہ اردو زبان میں ہر صورت میں ہونا چاہیے۔ جس
 وقت میں نے اس کا ترجمہ واجب جانا اسی وقت میرے پاس مختلف اداروں کی طرف

سے بھیجا ہوا اصلی کام بہت زیادہ بڑا تھا تو میں نے فوراً اپنے برادر عزیز الطاف حسین کلاچی صاحب کے ذمہ لگایا کہ وہ اپنی باقی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اس کام کو اولین حیثیت دیں، چونکہ موصوف ایک دینی ادارہ کے مسئول ہیں۔ ایک مسئول کی مصروفیات زیادہ ہوتی ہیں لیکن انہوں نے میرے مطالبہ کو فوراً قبول کیا۔ انہوں نے بھرپور محنت کی اور خوبصورت و عمدہ ترجمہ تحریر کیا۔

یہ کتاب کلاچی صاحب اور بہت سی مشائخ کی محنت کی حامل ہے۔ وہاں اس کتاب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس میں اہل بیت رسولؑ کے جن جن افراد نے کوفہ و شام یا مدینہ میں خطبے دیئے، تمام خطبات اپنے مکمل متن کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ تمام خطبات عربی زبان میں ہیں اور ان ہستیوں سے صادر ہوئے ہیں جو اُضحی العرب تھے۔ اب اس امر کی بھی ضرورت تھی کہ ان عربی خطبات کو جب اردو میں ترجمہ کیا جائے تو اس اردو ترجمہ میں خطبات کے عربی محاسن کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

برادر عزیز کلاچی صاحب نے ان خطبات کا حسین ترین ترجمہ کیا ہے۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام کا وہ خطبہ جو آپ نے دمشق کی جامع مسجد میں ہزاروں کے مجمع میں اپنے بابائے کاکوں کے سامنے دیا جب ایک انسان پڑھتا ہے تو اُس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب امامؑ نے خطبہ دیا ہوگا تو خدا جانے سا جھین پر کیا گزری ہوگی۔ اس کتاب کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان خطبات کے ترجمہ کا اعزاز بھی ہمارے برادر عزیز کلاچی صاحب کو حاصل ہے۔ خادموہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد حسن جعفری

زیارت ناحیہ مقدسہ^①

ناحیہ مقدسہ کے حوالے سے دو زیارتیں مشہور ہیں: پہلی زیارت ناحیہ مقدسہ جس میں شہداء کربلا کے اسما کا ذکر ہوا ہے۔

تاریخ نے ج ۳، ص ۷۷ پر لکھا ہے: اس زیارت ناحیہ کے راوی سید ابن طاووس ہیں۔ یہ زیارت ناحیہ مقدسہ سے برآمد ہوئی۔ اس زیارت کا سلسلہ استاد قائم آل محمدؑ پر منقشی ہوتا ہے۔

① عرض مترجم: صاحب بحر نے فرمایا ہے اس خبر کی تاریخ میں اشکال ہے کہ یہ زیارت امام زمان کی ولادت مبارک سے چار سال قبل ناحیہ مقدسہ سے برآمد ہوئی۔ اس امر کا اشکال ہے اس زیارت کا خروج حضرت امام حسن عسکری سے ہوا۔ (المعجم البصری، ص ۳۱۱)

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب "الاقبال" کے حوالے سے سید ابن طاووس سے روایت کی ہے، انھوں نے اپنے سلسلہ استاد سے روایت کی ہے کہ ابن کے چاچا ابو جعفر طوسی نے محمد بن احمد بن عباس سے سنا، انھوں نے شیخ الصادق ابو منصور بن عبدالمحسن بن عثمان بغدادی سے سنا، انھوں نے فرمایا: یہ زیارت ۲۵۲ ہجری کو شیخ محمد بن غالب الاصفہانی ناحیہ مقدسہ سے خارج ہو کر ابن کے چاچہ پر آئی۔ اس وقت میرے ہاں وہاں پانچ تھے اور میں اس وقت صفیر ابن قتادہ میں نے لکھا کہ مجھے اجازت ہو تو میں سید الشہداء اور شہداء کربلا کی زیارت کو لکھوں۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زیارت ناحیہ مقدسہ کی تاریخ خروج ۲۵۲ ہجری ہے۔ اور جب امام زمان کی تاریخ ولادت کی روایات کو دیکھا جاتا ہے تو وہ تاریخ بھی ۱۵ شعبان ۲۵۲ ہجری ہے۔ اس لیے صاحب بحر نے اشکال کیا ہے کہ زیارت ناحیہ مقدسہ امام زمان کی ولادت مبارک سے پہلے ناحیہ مقدسہ سے خارج ہوئی اور اس بات کا امکان ہے کہ اس کا خروج امام حسن عسکری سے ہوا۔ (المعجم البصری، ص ۳۱۱)

اس زیارت ناحیہ مقدسہ کے علاوہ جو عمومی طور پر عباسی تہذیب میں ملائے کرام و دروغ خوان بیان کرتے ہیں وہ زیارت ناحیہ سید مرتضیٰ علم الہدی سے منسوب ہے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلَ قَبِيلٍ مِنْ نَسْلِ غَيْرِ سَلِيلٍ مِنْ
سُلَالَةِ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْمِكَ
إِذْ قَالَ فِيكَ : قَتَلَ اللَّهُ قَوْمًا قَتَلُوكَ ، يَأْتِي مَا أَجْرُهُمْ
عَلَى الرُّعُطَيْنِ وَعَلَى إِنْهَالِ حَزْمَةِ الرُّسُولِ ، عَلَى الدُّنْيَا
بِمَلَكَةِ الْعَالَمِ ، عَلَى بَلَمِ بَيْتٍ يَدْعِيهِ مَائِلًا ، وَلِلْكَافِرِينَ
قَالِيلًا :

أَنَا عَلَى بَنِ الْحُسَيْنِ بِنِ عَلِيٍّ نَحْنُ وَبَيْنَ اللَّهِ أَوْلَى بِالنَّبِيِّ
أَطَعْتُمْ بِالرُّمَحِ حَتَّى يَتَقَنَّى أَضْرِبَكُمْ بِالسَّيْفِ أُخْبَى عَنْ أَبِي
ضَرَبَ غُلَامٌ فَاتَّخَذَنِي عَرَبِيٍّ وَاللَّهُ لَا يَخْجُمُ فِينَا ابْنُ الدَّيْهِ
حَتَّى قَضَيْتَ نَجَبَكَ وَلَقَيْتَ رَبَّكَ ، أَشْهَدُ أَنَّكَ أَوْلَى
بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ ، وَأَنَّكَ ابْنُ رَسُولِهِ ، وَأَنَّ حُجَّتَهُ
وَأَمِينَهُ ، حَكَّمَ اللَّهُ لَكَ عَلَى قَائِلِكَ مَرَّةً بِنِ مُنْقِذِ بِنِ
النُّعْمَانِ الْعَبْدِيِّ لَعَنَهُ اللَّهُ وَأَخْرَأَهُ وَمَنْ شَرَكَا فِي قَتْلِكَ
وَكَانُوا عَلَيْكَ ظَهِيرًا ، وَأَضْلَاهُمُ اللَّهُ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ
مَصِيرًا ، وَجَعَلْنَا اللَّهُ مِنْ مَلَائِكَتِكَ وَمَرِافِقِكَ
وَمَرِافِقِي جَلَدِكَ وَأَيْمِكَ ، وَعَوَكَ وَأَخِيكَ ، وَأَمَكَ
الْمُظْلُومَةِ ، وَأَبْرَأَ إِلَى اللَّهِ مِنْ قَائِلِيكَ ، وَأَسْتَلُ اللَّهَ
مُرَافَقَتَكَ فِي دَارِ الْخُلُودِ ، وَأَبْرَأَ إِلَى اللَّهِ مِنْ أَعْدَائِكَ
أَوْلَى الْجَمُودِ ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ .
السَّلَامُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بِنِ الْحُسَيْنِ الطِّفْلِ الرُّضِيِّ
الْبُرْمِيِّ الصَّرِيحِ الْمَتَشَرِّحِ كَمَا الْمَصُودِ كَمَا فِي السَّاءِ

الْمَذْبُوحِ بِالسُّهْمِ فِي حَجَرِ أَبِيهِ ، لَعَنَ اللَّهُ رَامِيَةَ حَرَمَلَةَ
بْنِ كَاهِلِ الْأَصْبَحِيِّ وَكُوَيْهِ .

السَّلَامُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مَتْلَى الْبَلَاءِ
وَالْمُنَادَى بِالْوَلَاءِ فِي عَزْمَةِ كَرْيَلَا الْكَفَّارِ وَالْمُطَهَّرِ
وَمُذْبِرًا ، لَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَهُ هَانِي بْنَ كَثِيبِ الْخَضَرِيِّ

السَّلَامُ عَلَى الْعَبَّاسِ بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ الْمَوْصِيِّ
بِنَفْسِهِ ، الْأَخِي لِغَدِيدٍ مِنْ أُمَمِهِ ، الْقَادِي لِكُلِّ الْوَالِي
السَّاعِي إِلَيْهِ بِمَائِهِ الْمُقْطُوعَةِ يَدًا ، لَعَنَ اللَّهُ قَاتِلِيهِ
يَزِيدَ بْنَ وَقَادٍ وَحَكِيمَ بْنَ الطَّغِيلِ الطَّالِي

السَّلَامُ عَلَى جَعْفَرِ بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ الصَّابِرِ نَفْسُهُ
مُخْتَسِبًا ، وَالنَّالِي عَنِ الْأَوْطَانِ مُقْتَرِبًا ، الْمُسْتَسْلِمِ
لِلْقِتَالِ ، الْمُسْتَقْدِمِ لِلْزَّكَاةِ ، الْمَكْفُورِ بِالرَّجَالِ ، لَعَنَ
اللَّهُ قَاتِلَهُ هَانِي بْنَ كَثِيبِ الْخَضَرِيِّ .

السَّلَامُ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ، مَتْلَى عُثْمَانَ
بْنِ مَطْعُونٍ ، لَعَنَ اللَّهُ رَامِيَةَ بِالسُّهْمِ خُولَى بْنَ يَزِيدَ
الْأَصْبَحِيِّ الْإِيَادِي ، وَالْأَبَانِي الدَّاهِرِي

السَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ قَتِيلِ الْأَبَانِي
الدَّاهِرِي لَعَنَهُ اللَّهُ وَضَاعَفَ عَلَيْهِ الْعَذَابَ الْكَلِيمَ ،
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدٌ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ الشُّبُرَيْنِ .

السَّلَامُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ الْحَصَنِ الرَّكْبِيِّ الْعَلِيِّ الْمَوْصِيِّ
بِالسُّهْمِ الرَّوْدِيِّ ، لَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَقْبَةَ

الْفَنَوَى.

السَّلَامُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الرَّكْبِيِّ ، لَعَنَ
اللَّهُ قَاتِلَهُ وَرَأْسَهُ حَرَمَةَ بْنَ كَاهِلٍ الْأَسَدِيَّ .

السَّلَامُ عَلَى الْقَاسِمِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْمُضَرَّبِيِّ
وَهَذِهِ الْمَضْرُوبِ لَأَمْتُهُ ، حِينَ تَلَاكَ الْحُسَيْنِ عَمَّةً ،

فَعَلَى عَمَلِهِ عَمَّةً كَالصَّقَرِ وَهُوَ يَفْحَصُ بِرِجْلِهِ التُّرَابَ
وَالْحُسَيْنِ يَقُولُ : "هَذَا الْقَوْمُ قَتَلُواكَ وَمَنْ خَصَّهُمْ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ جَذَلٌ وَأَبْرُكٌ" - ثُمَّ قَالَ : "عَلَى اللَّهِ عَلَى عَمَلِكَ
أَنْ تَذْهَبُوا فَلَا يُجِيبُكَ أَوْ يُجِيبُكَ وَأَنْتَ قَتِيلٌ جَدِيلٌ

فَلَا يَنْفَعُكَ ، هَذَا وَاللَّهُ يَوْمَ كَفَرُوا وَابْتَدَأَ وَقُلْ نَاصِرُهُ ،
جَعَلَنِي اللَّهُ مَعَكُمْ يَوْمَ جَمْعِكُمْ ، وَوَأَنَّى مُبْدَأُكُمْ ،

وَلَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَكَ عُمَرَ ابْنَ سَعْدٍ بَيْنَ تَغْيِيلِ الْأَمْوِيِّ
وَأَصْلَاهُ جَوْحِيئًا ، وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا أَلِيمًا .

السَّلَامُ عَلَى عَمَلِهِ عَمَلِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ الطَّيَّارِ فِي
الْجَنَانِ خَلِيفِ الْإِيمَانِ ، وَمَنْزِلِ الْأَقْرَانِ ، النَّاصِحِ

لِلرَّحْمَنِ ، التَّالِي لِلْمُتَأَنِّي وَالْقُرْآنِ ، لَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَهُ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قُطَيْبَةَ النَّبْهَانِيَّ .

السَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ الشَّاهِدِ
مَكَانِ أَبِيهِ ، وَالتَّالِي لِأَخِيهِ ، وَوَأَقْبِيهِ بِبَيْنِهِ ، لَعَنَ اللَّهُ

قَاتِلَهُ عَامِرَ بْنَ نَهْشَلٍ التُّوَيْمِيَّ .
السَّلَامُ عَلَى جَعْفَرِ بْنِ عَقِيلٍ ، لَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَهُ وَرَأْسَهُ

بِشَرِّ بْنِ خُوَظِ الْهَمْدَانِيِّ.
 السَّلَامُ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَقِيلٍ ، لَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَهُ
 وَرَامِيَةَ هَمَزَ بْنِ خَالِدِ بْنِ أَسَدِ الْجُهَنِيِّ
 السَّلَامُ عَلَى الْقَتِيلِ بْنِ الْقَتِيلِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ
 عَقِيلٍ ، وَلَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَهُ عَامِرَ بْنَ صَعَصَعَةَ.
 السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيلٍ وَلَعَنَ
 اللَّهُ رَامِيَةَ وَقَاتِلَهُ هَمَزُ بْنُ صَيْيَحِ الصَّنِداوِيِّ
 السَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي سَعِيدِ بْنِ عَقِيلٍ ، وَلَعَنَ
 اللَّهُ قَاتِلَهُ وَرَامِيَةَ لُقَيْطُ بْنُ نَافِرِ الْجُهَنِيِّ
 السَّلَامُ عَلَى سُلَيْمَانَ مَوْلَى الْحُسَيْنِ بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
 وَلَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَهُ سُلَيْمَانَ بْنَ خُوَظِ الْخَضِرِيِّ
 السَّلَامُ عَلَى قَارِبِ مَوْلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ
 السَّلَامُ عَلَى مُنَجِّجِ مَوْلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ
 السَّلَامُ عَلَى مُسْلِمِ بْنِ حَوْسَجَةَ الْأَسَدِيِّ الْقَائِلِ
 لِلْحُسَيْنِ وَقَدْ أُذِنَ لَهُ فِي الْأَنْصُرَةِ: نَحْنُ نَحْنُ عَنَّا
 وَبِمَ نَعْتَلِمُهُ إِلَى اللَّهِ مِنْ أَكْأَدِ حَقِّكَ ، وَلَا وَاللَّهِ حَتَّى
 أَكْمُرَ فِي صُدُورِهِمْ رُمُوحِي وَأَضْرِبَهُمْ بِسَيْفِي مَا كَبِتَ
 قَائِلُهُ فِي يَدِي وَلَا أَفَارِقُكَ ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مَعِيَ سِلَاحُ
 أَقَاتِلُهُمْ بِهِ لَقَدْ قَتَلْتُهُمْ بِالرَّحِمِ جَارُوا لَمْ أَفَارِقُكَ حَتَّى أَمُوتَ
 مَعَكَ ، وَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ شَرَى نَفْسَهُ ، وَ أَوَّلَ شَهِيدٍ مِنْ
 شُهَدَائِ اللَّهِ قَضَى نَحْبَهُ ، فَفُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ.

وَشَكَرَ اللَّهُ لَكَ اسْتِقْدَامَكَ وَمَوَاسَاتِكَ إِمَامَكَ، إِذْ مَشَى
إِلَيْكَ وَأَنْتَ صَرِيحٌ، فَقَالَ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ يَا مُسْلِمُ بْنُ
عَوْسَجَةَ وَقَرَأَ: "قَبْلَهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ
يَنْتَقِظُ وَمَا يَنْتَقِظُوا تَبْدِيلًا لَعَنَ اللَّهُ الْمُشْرِكِينَ
الْكُفْرَانِيِّينَ خ ل" فِي قَوْلِكَ عَبْدُ اللَّهِ الضَّبَّائِي
وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَفْصَةَ الْبَجَلِي.

الْسَّلَامُ عَلَى سَعْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْحَنْفِيِّ، الْقَائِلِ
لِلْحُسَيْنِ وَقَدْ أُذِنَ لَهُ فِي الْإِنْصِرَافِ: لَا وَاللَّهِ نُحْلِيكَ
حَتَّى يَغْلَمَ اللَّهُ أَنَا قَدْ حَفِظْنَا غَيْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَالِهِ فِيكَ: وَاللَّهُ لَوْ أَهْلَمَ إِلَيْنِي أَقْتُلُ ثُمَّ أَخِي ثُمَّ أُخْرَى
ثُمَّ أُذْرَى وَيُفْعَلُ ذَلِكَ بِي سَبْعِينَ مَرَّةً مَا فَارَقْتُكَ
حَتَّى أَلْقَى حِمَامِي دُونَكَ وَكَيْفَ لَا أَفْعَلُ ذَلِكَ وَإِنَّمَا
هِيَ مَوْتَةٌ أَوْ قَتْلَةٌ وَاحِدَةٌ ثُمَّ هِيَ الْكَرَامَةُ الَّتِي لَا انْقِضَاءَ
لَهَا أَبَدًا - فَقَدْ لَقِيتُ حِمَامَكَ، وَوَأَسَيْتُ إِمَامَكَ وَلَقِيتُ
مِنْ اللَّهِ الْكَرَامَةَ فِي دَارِ الْمَقَامَةِ حَشَرْنَا اللَّهُ مَعَكُمْ فِي
الْمُسْتَشْهِدِينَ، وَرَأَيْنَا مَرَأَقَتَكُمْ فِي أَعْلَى عِلِّيَّينَ -

الْسَّلَامُ عَلَى بَشِيرٍ "بَشِيرِ خ ل" بْنِ عُمَرَ الْحَضْرَمِيِّ،
شَكَرَ اللَّهُ لَكَ قَوْلَكَ لِلْحُسَيْنِ وَقَدْ أُذِنَ لَكَ فِي
الْإِنْصِرَافِ: أَكَلَيْتَنِي إِذَا السَّبَاعُ حَيًّا إِذَا فَارَقْتُكَ وَأَسْأَلُ
عَنْكَ الرُّكْبَانَ وَاحِدٌ لَكَ مَعَ لِقَاءِ الْأَخْوَانِ، لَا يَكُونُ
هَذَا أَبَدًا

السَّلامُ عَلَى يَزِيدَ بْنِ حُصَيْنٍ الْهَمْدَانِيِّ الْمَشْرِقِيِّ
الْقَارِيِّ الْمَجَلِّلِ.

السَّلامُ عَلَى عَمْرَانَ بْنِ كُفَيْبٍ الْأَنْصَارِيِّ
السَّلامُ عَلَى نُوَيْمِ بْنِ عَامِرِ الْعَجَلَانِ الْأَنْصَارِيِّ
السَّلامُ عَلَى زُهَيْرِ بْنِ الْقَيْنِ الْبَجَلِيِّ الْقَائِلِ بِالْمُحْسِنِينَ
وَقَدْ لَهَ فِي الْأَنْصَرَاءِ: لَا وَاللَّهِ لَا يَكُونُ ذَلِكَ أَبَدًا،
أَتْرَكَ بْنُ رَسُولِ اللَّهِ أُسَيْرًا فِي يَدِ الْأَعْدَاءِ وَأَنْجَوَانًا،
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ.

السَّلامُ عَلَى عَمْرِو بْنِ قُرْظَةَ (قُرْظَةُ ن ل) الْأَنْصَارِيِّ.
السَّلامُ عَلَى حَبِيبِ بْنِ مُظَاهِرِ الْأَسَدِيِّ.
السَّلامُ عَلَى حَزْرَ بْنِ يَزِيدِ الرِّيَاحِيِّ، السَّلامُ عَلَى
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَمِيرِ الْكَلْبِيِّ، السَّلامُ عَلَى نَافِعِ بْنِ هِلَالِ
الْبَجَلِيِّ الْمُرَادِيِّ، السَّلامُ عَلَى أَنَسِ بْنِ كَاهِلِ
الْأَسَدِيِّ، السَّلامُ عَلَى قَيْسِ بْنِ مَسِيرِ الصَّيْدَاوِيِّ،
السَّلامُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنَيْ عَزْوَةَ بْنِ
حَرَاقِ الْغَفَارِيِّينَ.

السَّلامُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ مَوْلَى أَبِي ذَرٍّ الْغَفَارِيِّ، السَّلامُ عَلَى
قَبِيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّهْشَلِيِّ، السَّلامُ عَلَى الْحَجَّاجِ بْنِ
زَيْدِ السَّعْدِيِّ، السَّلامُ عَلَى قَاسِطِ وَكَزْرِ بْنِ أَبِي
"عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظ" زُهَيْرِ التَّقْلِيْبِيِّينَ، السَّلامُ عَلَى كَنَانَةَ
بْنِ عَتِيْقٍ، السَّلامُ عَلَى ضَرْهَامَةَ ابْنِ مَالِكٍ.

السلام على جوعين بن مالك الضبي ، السلام على
هنرو ابن ضبيعة الضبيعي.

السلام على زيدا "يزيد" بن قنيت القيسي.
السلام على عبد الله وعبيد الله ابني قنيت القيسي.
السلام على كاهر بن مسلم ، السلام على قنن بن
هنرو والنثري.

السلام على سالم مولى كاهر بن مسلم ، السلام على
سيف بن مالك ، السلام على زهير بن بشر الخصوي.
السلام على زيدا بن مغول الجعفي ، السلام على
الحجاج ابن مسروق الجعفي.

السلام على مسعود بن الحجاج وابنه ، السلام على
مجم (مجوم) بن عبد الله العائذي ، السلام على
كاهر بن حسان ابن شريح الطائي ، السلام على حيان
بن كاهر السلمي الحميري ، السلام على مجذوب
بن حجير الغولاني ، السلام على عمر بن خالد
الصيندادي ، السلام على سويد مولا ، السلام على
يزيد بن زياد بن المظاهر الكندي ، السلام على
ظاهر "مهران ل" مولا هنرو بن الحنفي الخزاعي ،
السلام على جباله بن علي الشيباني ، السلام على سالم
مولا بني المدينة الكلبي ، السلام على أسلم بن كثير
الحميري ، السلام على زهير بن سليم الحميري.

السَّلامُ عَلَى قَاسِمِ بْنِ حَبِيبٍ الْأَكْرَدِيِّ ، السَّلامُ عَلَى
عُمَرَ بْنِ الْأَخْذَوِثِ الْحَضَرَمِيِّ ، السَّلامُ عَلَى أَبِي تَمَامَةَ
عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الصَّالِبِيِّ ، السَّلامُ عَلَى حَنْظَلَةَ بْنِ
أَسْعَدِ الشَّامِيِّ "الْقَبَاقِي ظ".

السَّلامُ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْكَكَنِ
الْأَنْجَمِيِّ "الْأَنْجَمِي ظ" ، السَّلامُ عَلَى عَنَابِ بْنِ أَبِي
سَلَامَةَ الْهَمْدَانِيِّ ، السَّلامُ عَلَى عَابِسِ بْنِ شَيْبِ
الشَّامِيِّ ، السَّلامُ عَلَى شَوْذَبِ مَوْلَى شَاكِرٍ ، السَّلامُ
عَلَى شَيْبِ بْنِ الْعَاصِي بْنِ سَرِينٍ ، السَّلامُ عَلَى مَالِكِ
بْنِ عَبْدِ بَنِ سَرِينٍ.

السَّلامُ عَلَى الْحَجَرِيِّ الْمَأْشُورِ سَوَارِ بْنِ أَبِي حَمِيرٍ
الْقَهْقَرِيِّ الْهَمْدَانِيِّ ، السَّلامُ عَلَى الْمُزَكِّي مَعَهُ عَمْرُو بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ الْجَنْدَجِيِّ ، السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا خَيْرَ أَنْصَارِ ،
السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا صَبْرُتُمْ فَرَعَمَ عَقْبَى الدَّارِ ، يَا أَكْثَرَ
اللَّهُ مُبَوًّا الْأَكْبَرَارِ ، أَشْهَدُ لَقَدْ كَشَفَ اللَّهُ لَكُمْ الْوُطَاءَ ،
وَمَهَّدَ لَكُمْ الْوُطَاءَ ، وَأَجْمَلَ لَكُمْ الْعَطَاءَ ، وَكُنْتُمْ عَنِ
الْحَقِّ غَيْرَ بَطَءٍ ، وَأَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ ، وَنَحْنُ لَكُمْ خُلَطَاءُ فِي
دَارِ الْبَقَاءِ ، وَالسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

حضرت علی اکبر پر سلام

ہمرا سلام ہوسب سے پہلے شہید پر جو سب سے بہترین سلسلہ
نسب کا بہترین فرد تھا۔ جس نسب کا مرکز حضرت ابراہیم خلیل

تھے۔ تم پر اور تمہارے بابا پر درود و سلام ہوں۔ اور آپ کے بابا مظلوم نے آپ کی شہادت پر اس انداز میں مرثیہ فرمایا تھا:

”اللہ تعالیٰ اس قوم کو قتل کرے جنہوں نے تمہیں شہید کیا۔ اے میرے دل بند! ان لوگوں نے اللہ کی ذات پر اور حرمِ رسول پر کتنی بڑی جرأت کی ہے۔ تیرے جانے کے بعد میری کائنات لٹ گئی ہے۔

اے میرے فرزند! میں حیرت و شجاعت کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ جب تو میدانِ جنگ میں ان کفار سے کہہ رہا تھا:

”میں علی ہوں، حسین بن علی کا بیٹا ہوں۔ ہم اور بیت اللہ نبی کریم ﷺ کی نسبت سے پوری کائنات پر اولویت رکھتے ہیں۔

میں تم پر اپنے نیزے سے حملہ کروں گا، اپنی تلوار کی ان ضربات سے اپنے بابا کا دفاع کروں گا، جو ایک عربی ہاشمی نوجوان کے طاقتور بازو سے صادر ہوں گی۔

خدا کی قسم! ازنا زادہ ہمارا حاکم نہیں بن سکتا۔ آخر آپ نے شہادت کی سعادت حاصل کی اور اپنے پروردگار سے ملاقات کی۔

تم رسول اللہ کے فرزند ہو، اللہ کی حجت اور اُس کے امین کے فرزند ہو۔ اللہ تعالیٰ تیرے قاتلِ مُرہ بنِ محمد بنِ نعمانِ عہدی پر لعنت فرمائے اور اُس کے ساتھیوں پر لعنت فرمائے اور ذلیل و رسوا فرمائے۔ اللہ نے ان کا ٹھکانہ جہنم بنایا ہے اور جہنم بُرا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے بتائے جو تمہارے ساتھی ہیں اور تمہارے بابا اور دادا، تمہارے چچا، تمہارے برادر اور

تمہاری مظلومہ ماں سے عقیدت رکھنے والے ہیں۔

میں اللہ کے لیے تمہارے قاتل سے ہزار ہوں، میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے لیے جنت میں اعلیٰ مقامات کی دعا کرتا ہوں اور اللہ کے لیے تمہارے اعدا سے ہزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ تم پر میرا سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہمیشہ آپ پر نازل ہوتی ہے۔“

شہزادہ علی اصغرؑ پر سلام

”میرا سلام ہو عبداللہ بن حسینؑ پر، جس کی غذا صرف ماں کا دودھ تھا۔ جس کو حیر سے اُس وقت نحر کیا گیا جس وقت وہ اپنے بابا کی گود میں تھا جس کا پاکیزہ خون آسمان کی طرف پھینکا گیا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے قاتل حرمہ بن کامل اسدی پر اور اس کے ساتھیوں پر لعنت کرے۔“

جناب عبداللہ بن جناب امیر المومنینؑ پر سلام

”میرا سلام ہو، جناب امیر المومنینؑ کے فرزند جناب عبداللہؑ پر، جس کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا، جس پر ہر طرف سے تلواروں کے حملے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس کے قاتل ہانی بن خنیس حصری پر لعنت کرے۔“

حضرت عباسؑ علمدارؑ پر سلام

”حضرت امیر المومنینؑ کے فرزند حضرت عباسؑ پر سلام ہو، جس نے اپنی عظیم الشان جان اپنے برادر امام حسینؑ پر نچھاور کر دی جو اپنے امامؑ کی فوج کے علمدار تھے اور اہل بیتؑ رسول اللہؐ

کے سقا تھے۔ میرا سلام ہو اس شہید پر جس کے دونوں ہاتھوں کو کاٹ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے قاتل یزید بن رقاد اور حکیم بن ظہیل طائی پر لعنت فرمائے۔“

حضرت جعفرؓ پر سلام

”میرا سلام ہو، حضرت امیر المومنینؓ کے فرزند حضرت جعفرؓ، جو صابر تھے، اپنے نفس کا محاسبہ کرنے والے تھے، جس کو اپنے وطن سے دور کر دیا گیا تھا۔ جس نے شہادت کو قبول کیا، جو میدان جنگ میں بڑھ چڑھ کر حملے کرنے والے تھے۔ جس کو کافروں کی ایک جماعت نے گھیر لیا اور شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے قاتل ہانی بن عصفہ حضری پر لعنت فرمائے۔“

حضرت عثمانؓ پر سلام

”میرا سلام ہو، حضرت امیر المومنینؓ کے فرزند شہید حضرت عثمانؓ پر، جس کا نام آپ کے بابا نے عثمان بن مظعونؓ کی محبت میں رکھا تھا۔ آپ کے قاتل آپ کو تیروں کا نشانہ بنانے والے غولی بن یزید احمی ایادی اور الالبانی الداری پر لعنت فرمائے۔“

حضرت محمدؓ بن امیر المومنینؓ پر سلام

”محمدؓ بن امیر المومنینؓ پر میرا سلام ہو، جس کو ابائی داری طحون نے شہید کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اے اللہ اس کے عذاب میں کمی کنا اضافہ فرما۔ اے محمدؓ آپ پر اور آپؐ کی اہل بیتؑ پر جنہوں نے صبر کیا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے۔“

جناب ابو بکرؓ پر سلام

”ابو بکر بن حسنؓ پر میرا سلام ہو، جس کو ظالم نے اپنے حیر کا نشانہ بنایا۔ خداوند تعالیٰ اُس کے قاتل عبداللہ بن عقبہ غنوی پر لعنت فرمائے۔“

جناب عبداللہؓ بن حسنؓ پر سلام

”میرا سلام ہو، عبداللہ بن حسنؓ بن علیؓ پر، اللہ تعالیٰ اس کے قاتل پر لعنت فرمائے، حملہ بن کامل اسدی پر لعنت ہو، جس نے انہیں اپنے حیر کا نشانہ بنایا۔“

جناب قاسمؓ بن حسنؓ پر سلام

”میرا سلام ہو، قاسم بن حسنؓ پر، جس کو ظالموں نے بے دردی سے شہید کر ڈالا۔“

وہ وقت آپؓ پر کتنا شدید تھا جب آپؓ نے اپنے چچا بزرگوار کو آواز دی تھی۔ آپؓ کی آواز پر آپؓ کے چچا آپؓ کے پاس اس طرح آئے تھے جیسے حکامی پرندہ اپنے حکار پر آتا ہے اور میرا سلام ہو اس پر جواڑیاں رگڑ رہا تھا اور سید الشہداءؑ روتے بھی تھے اور فرماتے بھی تھے، جس قوم نے تمہیں قتل کیا اللہ انہیں ہلاک کرے۔ قیامت کے دن تمہارے نانا اور تمہارے ہانا تمہارے قاتل سے انتقام لینے والے ہوں گے۔

سید الشہداءؑ نے فرمایا: قسم بخدا حیرے چچا پر یہ بات کتنی بھاری ہے کہ تو بلوائے اور حیرا چچا حیری مدد کے لیے بروقت نہ پہنچ سکے

اور اس وقت آئے جب تو شہید ہو جائے
 قسم بخدا یہ وہ دن ہے ہر طرف دشمن ہیں کوئی دوست ہی نہیں
 ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے تمہارے ساتھ محشور فرمائے
 گا۔ ہم سب بہشت بریں میں اکٹھے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ
 کے قاتل عمر بن سعد بن نفیل ازدی پر لعنت فرمائے اور اُسے جہنم
 رسید فرمائے اور اس کے لیے عذاب الیم تیار فرمائے۔“

جناب عون بن عبد اللہ بن جعفر طیارؑ پر سلام
 میرا سلام ہو، جناب عبد اللہ بن جعفر کے فرزند عونؑ پر، جن کے
 دادا کو اللہ نے پُر عطا کیے ہیں، جو جنت میں ملائکہ کے ساتھ
 عِوِ پرواز رہتے ہیں، جو ایمان کی بلند یوں پر قافز تھے، جو اپنے
 خدا کی طرف سے اس کے بندوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے،
 جو قرآن کریم اور مثنیٰ کے قاری اور حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ اُس
 کے قاتل عبد اللہ بن قطیبہ بھائی پر لعنت کرے۔

جناب محمد بن عبد اللہ بن جعفر طیارؑ پر سلام
 ”میرا سلام ہو، عبد اللہ بن جعفر کے فرزند شہید محمدؑ پر، جو اپنے بابا
 کی نیابت کر رہے تھے اور اپنے بھائی کے بعد منزل شہادت پر
 پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے قاتل عامر بن مہشل جیسی پر لعنت فرمائے۔“

جناب جعفر بن عقیلؑ پر سلام
 ”میرا سلام ہو، جعفر بن عقیلؑ پر، اللہ تعالیٰ اُس کے قاتل اور تیر

پہنچنے والے عمر بن خالد بن اسد عقی پر لعنت فرمائے۔

جناب عبداللہ بن مسلمؓ پر سلام

”میرا سلام ہو، شہید ابن شہید عبداللہ بن مسلمؓ بن عقیلؓ پر، اور اس کے قاتل عامر بن مصعب پر لعنت ہو۔“

جناب ابو عبداللہ بن مسلمؓ پر سلام

”میرا سلام ہو، ابو عبداللہ بن مسلمؓ پر، اور اس کے قاتل اور ان کو تیروں کا نشانہ بنانے والے عمرو بن صفیٰ صیداوی پر لعنت ہو۔“

جناب محمد بن ابی سعیدؓ بن عقیلؓ پر سلام

”میرا سلام ہو، محمد بن ابی سعیدؓ بن عقیلؓ پر، ان کے قاتل اور تیر مارنے والے لقیط بن ناضر عقی پر لعنت ہو۔“

جناب سلیمانؓ غلام امام حسینؓ پر سلام

”میرا سلام ہو، اس شہید پر، جو سید الشہداء کے غلام تھے اور ان کے قاتل سلیمان بن عوف حضری پر لعنت ہو۔“

جناب قاربؓ غلام امام حسینؓ پر سلام!

جناب مخؓ غلام امام حسینؓ پر سلام!

جناب مسلمؓ بن عوجہ اسدی پر سلام

”میرا سلام ہو، اس شہید پر، جب امام حسینؓ نے اپنے یار و انصار

① ہماری کہانیاں۔ حرار علی سلیمان نام حسن کے غلام تھے لیکن باقی تمام کتب میں امام حسینؓ کے غلام کا ذکر ہے۔

سے فرمایا تھا: سب چلے جاؤ تو آپ نے امام کی خدمت میں عرض کیا تھا: اگر آج ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں تو اپنے اللہ کے حضور کیا عذر پیش کریں گے۔ نہیں، اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا، میں اپنا نیزہ آپ کے دشمنوں کے سینوں میں توڑوں گا۔ جب تک میری تیرا میرے ہاتھ میں رہے گی، آپ کے دشمنوں کو قتل کروں گا۔ جب تک میرا اسلحہ میرے پاس رہے گا لڑتا رہوں گا، جب میرا اسلحہ میرے پاس نہ رہے گا، انہیں پتھر ماروں گا، جب تک شہادت کی منزل پر نہیں پہنچ جاتا آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔

اے مسلم! تو وہ پہلا شہید ہے، جس نے اپنے نفس کا اللہ کے ساتھ سودا کیا تھا، تو ان شہداء میں سے ہے، جو سب سے پہلا شہید ہے جنہوں نے اپنے آپ کو بارگاہِ خداوندی میں قربان کیا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اپنے آپ کو بخش کیا تھا اور اپنی ہمدردی اور وفا کا اظہار سب سے پہلے کیا تھا۔ جب آپ زمین پر گر چکے تھے سید الشہداء آپ کے پاس آئے تھے اور فرمایا تھا: اے مسلم بن حوید! اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت بھیجے اور قرآن کی آیت پڑھی تھی: ”یٰٰہی ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنی قربانی دے دی اور کچھ انتظار میں ہیں اور وہ ذرا بھی نہیں بدلتے۔“

جن لوگوں نے آپ کو شہید کیا ان پر اللہ کی لعنت ہو، آپ کے قاتل عبداللہ حبابی اور عبداللہ بن خشاکہ کلبی پر لعنت ہو۔

جناب سعید بن عبداللہ حنفیؑ پر سلام

”میرا سلام ہو سعید بن عبداللہ شہید پر جنہوں نے امام حسینؑ کے حضور عرض کیا تھا: جب سید الشہداءؑ نے اپنے دوستوں کو رخصت دی تھی۔ ”نہیں، خدا کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے رسول اللہؐ کی غیبت میں ہم نے آپؐ کو پایا ہے۔ قسم بخدا! اگر مجھے اس بات کا علم ہو جائے میں قتل ہو جاؤں پھر جلایا جاؤں پھر ہوا میں اڑ لیا جاؤں اور اس طرح ستر مرجہ میرے ساتھ کیا جائے۔ پھر بھی آپؐ سے جدا نہیں ہوں گا۔ میں اب آپؐ سے کیوں وفانہ کروں جب کہ مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے میں نے صرف ایک دلہہ قتل ہونا ہے اور ہمیشہ کی کرامت کو حاصل کرنا ہے۔“

اے شہید اتم پر میرا سلام تم نے موت پر لبیک کہا تھا، اپنے آقا سے وقاداری کی اور کرامت ابدی کو حاصل کیا، اللہ تعالیٰ ہمیں تمہارے ساتھ محشور فرمائے اور اعلیٰ علیین میں تمہارے ساتھ جگہ عطا فرمائے۔“

جناب بشر بن عمر و حضرمیؑ پر سلام

”اللہ تعالیٰ کا ہزار بار شکر ہے تمہارے ان تاریخی کلمات پر جو آپؑ نے مجلس حسینی میں ادا کیے تھے، جب سید الشہداءؑ نے فرمایا تھا: ”تم سب چلے جاؤ۔“ تم نے عرض کیا تھا: اگر میں آپؑ

① نام سحر کی روایت بھی موجود ہے لیکن سعید نام صحیح ہے۔

کو چھوڑ کر چلا جاؤں مجھے جنگل کے درندے پھاڑ کھائیں۔ (یہ سب لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں آپؐ کے دشمن ہیں) آپ کے احوال و انصار نہ ہونے کے برابر ہیں پھر آپؐ کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

جناب یزید بن حصین، ہمدانی مشرقی قاری محمدؑ پر سلام!
 جناب عمران بن جنادہ بن کعبؑ پر سلام!
 جناب فہیم بن عامر محملان انصاریؑ پر سلام!
 جناب زہیر بن قینؑ نکلیؑ پر سلام

”جب سید الشہداءؑ نے رخصت عام دی تو آپؐ نے عرض کیا تھا: ”میں، اللہ کی قسم ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ فرزند رسولؐ اللہ کو دشمن کے زہر میں چھوڑ کر چلے جائیں، اللہ تعالیٰ ایسا دن کبھی نہ دکھائے۔“

جناب عمرو بن قرطہؑ انصاریؑ پر سلام!
 جناب حبیب بن مظاہر اسدیؑ پر سلام!
 جناب خزیم بن یزید ریاحیؑ پر سلام!
 جناب عبداللہ ابن عمیر کلبیؑ پر سلام!
 جناب نافع بن ہلالؑ نکلیؑ مرادیؑ پر سلام!
 جناب انس بن کامل اسدیؑ پر سلام!
 جناب قیس بن مسہر صیداویؑ پر سلام!

جناب عبداللہ بن عروہ بن حراق غفاریؓ پر سلام!
 جناب عبدالرحمن بن عروہ بن حراق غفاریؓ پر سلام!
 جناب جون ظلام ابوذر غفاریؓ پر سلام!
 جناب شیب بن عبداللہ نہشلیؓ پر سلام!
 جناب حجاج بن زید سعدیؓ پر سلام!
 جناب قاسط بن عبداللہ بن زہیر قطعیؓ پر سلام!
 جناب کرش^① بن عبداللہ بن زہیر قطعیؓ پر سلام!
 جناب کنانہ بن قتیقؓ پر سلام!
 جناب ضرغامہ ابن مالکؓ پر سلام!
 جناب جوین بن مالک صبحیؓ پر سلام!
 جناب عمرو بن ضیعہ ضعیؓ پر سلام!
 جناب زید بن ثبیت قیسیؓ پر سلام!
 جناب عبداللہ بن عویف قیسیؓ پر سلام!
 جناب عبید اللہ بن عویف قیسیؓ پر سلام!
 جناب عامر بن مسلمؓ پر سلام!
 جناب قعنب بن عمرو ضہریؓ پر سلام!
 جناب سالم غلام عامر بن مسلمؓ پر سلام!
 جناب سیف بن مالکؓ پر سلام!
 جناب زہیر بن دھرعمیؓ پر سلام!

جناب زید بن مہملؓ پر سلام!
 جناب حجاج بن مسروقؓ پر سلام!
 جناب مسعود بن حجاج اور اس کے بیٹے پر سلام!
 جناب مجح بن عبداللہ غانڈی پر سلام!
 جناب عماد بن حسان بن شریح طائی پر سلام!
 جناب حیانؓ بن حارث سلمانی ازوی پر سلام!
 جناب جندب بن حمیر خولانی پر سلام!
 جناب عمرؓ بن خالد صیداوی پر سلام!
 جناب سعید غلام صیداوی پر سلام!
 جناب یزید بن مظاہرؓ کندی پر سلام!
 جناب طاہر غلام عمرو بن حق خزاعی پر سلام!
 جناب جبلة بن علی شیبانی پر سلام!
 جناب سالم غلام بنی المدینہ کلبی پر سلام!
 جناب اسلم بن کثیر ازوی پر سلام!
 جناب زہیر بن سلیم ازوی پر سلام!
 جناب قاسم بن حبیب ازوی پر سلام!
 جناب عمر بن احدوثؓ حضرمی پر سلام!

جناب ابو ثمامہ عمر^① بن عبد اللہ صاعدی پر سلام!
 جناب حظلہ بن اسعد شامی (شبامی) پر سلام!
 جناب عبدالرحمن بن عبد اللہ کدان ارجی پر سلام!
 جناب عمار^② بن ابی سلامہ ہمدانی پر سلام!
 جناب مابس بن ہشیب شاکری پر سلام!
 جناب شوذب غلام شاکر پر سلام!
 جناب ہشیب^③ بن حارث بن سرلج پر سلام!
 جناب مالک بن عبد بن سرلج پر سلام!
 جناب جرتج ماسور سوار بن ابی حمیر^④ ہمدانی پر سلام!
 جناب مرثع^⑤ پر سلام اور ان پر جو ان کے ساتھ تھے۔ عمرو بن عبد اللہ جندی

اے بہترین فدائیان اہم پر میرا سلام ہو، اے مصائب و آلام پر
 صبر کرنے والے میرا تم پر سلام، پس جنت میں تمہارا ٹھکانہ کتنا
 اچھا ٹھکانہ ہے۔ خداوند تعالیٰ تمہیں وہ مقام عطا فرمائے جو اس
 نے اپنے نیک بندوں کو عطا کیا ہے، میں گواہی دیتا ہوں اللہ
 تعالیٰ نے تمہارے سامنے حجاب اٹھا دیے اور تمہیں خیر کثیر عطا
 فرمایا، تم حق سے سستی کرنے والے نہ تھے، تم ہمارے لیے
 خوشی و مسرت کا باعث ہو اور ہم آپ سے آخرت میں ملنے
 والے ہیں، والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

① ثمامہ عمرو بن عبد اللہ و ثمامہ عمرو بن عبد اللہ ② عمار ③ سیف بن حارث ④ سوار بن ابی حمیر ہمدانی
 ⑤ مرثع۔ منقول کا میث ہے۔ جب انہیں غل سے اٹھایا گیا تو ڈنکی تھے اور ابھی ان کے جسم میں زہنگی
 کی رتھ باقی تھی۔

ایک اور زیارت جو ناحیہ مقدسہ کے نام سے مشہور ہے:
 مرحوم علامہ مجلسی نے بحار ج ۱۰، ص ۳۷ شیخ مفید سے نقل کیا ہے۔
 مزار کبیر، ص ۳۲۸ میں ایک اور زیارت جو زیارت ناحیہ مقدسہ کے نام کے ساتھ مشہور
 ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ روز عاشور اس زیارت کو پڑھا جائے لیکن اس
 زیارت کا روز عاشور کے ساتھ کوئی اختصاص نہیں ہے۔ یہ زیارت سید مرتضیٰ علم الہدی
 برادر معظم سید رضی مؤلف فیج البلاغہ سے جاری ہوئی ہے۔ وہ زیارت یہ ہے: اگر کوئی
 فرد پڑھنا چاہے تو روز عاشور پڑھ سکتا ہے۔

زیارت ناحیہ مقدسہ

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَکْمَ صَفْوَةِ اللّٰهِ مِنْ خَلِیْفَتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی وَثِیْقِ وَلِیِّ اللّٰهِ وَخِیْرَتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی اِذْرِیْسِ الْقَائِمِ بِحُجَّتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی نُوحٍ الْمُنْجَبِ فِیْ دَعْوَتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی هُوْدٍ الْمُنْدُوْدِ مِنَ اللّٰهِ بِمَعْوَدَتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی صَالِحٍ الَّذِیْ وَجَّهَهُ اللّٰهُ بِکَرَامَتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ الَّذِیْ اجْتَبَاهُ اللّٰهُ بِخُلُقَتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی اِسْمٰعِیْلَ الَّذِیْ فَنّٰهُ اللّٰهُ بِنَبِیْنِهِ عَظِیْمٍ مِنْ
 جَنَّتِهِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی اِسْحٰقَ الَّذِیْ جَعَلَ اللّٰهُ النُّبُوَّةَ فِیْ ذُرِّیَّتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی یَعْقُوْبَ الَّذِیْ رَزَقَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بَصَرًا بِرَحْمَتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی یُوْسَفَ الَّذِیْ نَجَّاهُ اللّٰهُ مِنَ الْجُبِّ بِعَظَمَتِهِ
 اَلسَّلَامُ عَلٰی مُوْسٰی الَّذِیْ قَلَقَ اللّٰهُ الْبَحْرَ لَهُ بِقُدْرَتِهِ

السَّلامُ عَلَى هَارُونَ الَّذِي خَصَّهُ اللَّهُ بِنُبُوَّتِهِ
 السَّلامُ عَلَى شُعَيْبٍ الَّذِي نَصَرَهُ اللَّهُ عَلَى أُمَّتِهِ
 السَّلامُ عَلَى دَاوُدَ الَّذِي تَابَ اللَّهُ مِنْ خَطِيئَتِهِ
 السَّلامُ عَلَى سُلَيْمَانَ الَّذِي فَتَتْ لَهُ الْجِنُّ بِوَرْتِهِ
 السَّلامُ عَلَى أَيُّوبَ الَّذِي شَفَّاهُ اللَّهُ مِنْ عَذَابِهِ
 السَّلامُ عَلَى يُونُسَ الَّذِي أَنْجَاهُ اللَّهُ مَضْمُونِ عَذَابِهِ
 السَّلامُ عَلَى زَكَرِيَّا الصَّابِرِ فِي مِحْنَتِهِ
 السَّلامُ عَلَى يَحْيَى الَّذِي أَنْزَلَهُ اللَّهُ بِشَهَادَتِهِ
 السَّلامُ عَلَى عِزِّيرَ الَّذِي أَحْيَاهُ اللَّهُ بَعْدَ مَيِّتِهِ
 السَّلامُ عَلَى عِيسَى رُوحِ اللَّهِ وَكَلِمَتِهِ
 السَّلامُ عَلَى مُحَمَّدٍ حَبِيبِ اللَّهِ وَصَفْوَتِهِ
 السَّلامُ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ خُصَّ
 بِالْخُفَّةِ
 السَّلامُ عَلَى فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ ائِمَّتِهِ
 السَّلامُ عَلَى مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ وَوَصِيِّ أَبِيهِ وَخَلِيفَتِهِ
 السَّلامُ عَلَى الْحُسَيْنِ الَّذِي سَوَّخَتْ نَفْسُهُ بِشَهَادَتِهِ
 السَّلامُ عَلَى مَنْ أَطَاعَ اللَّهَ فِي سِرِّهِ وَعَلَانِيَتِهِ
 السَّلامُ عَلَى مَنْ جَعَلَ اللَّهَ الْوَقْلَةَ فِي تَرْبَتِهِ
 السَّلامُ عَلَى مَنْ الْأَجَابَةِ تَحْتَ قَلْبِهِ
 السَّلامُ عَلَى مَنْ الْأَكْمَةِ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ
 السَّلامُ عَلَى مَنْ خَلَّمَ الْأَنْبِيَاءُ

السَّلَامُ عَلَى ابْنِ سَيِّدِ الْأَوْصِيَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى ابْنِ فَاطِمَةَ الرَّضَا
 السَّلَامُ عَلَى ابْنِ خَدِيجَةَ الْكُزَي
 السَّلَامُ عَلَى بَنِ سَدْرَةَ الْمُنتَهَى عَلَى الْمُرْمَلِ بِالْيَمَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى مَهْتُوكِ الرَّحْبَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى خَامِسِ أَصْحَابِ الْكِسَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى غَرِيبِ الْغُرَبَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى شَهِيدِ الشُّهَدَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى قَتِيلِ الْأَدْعِيَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى سَاكِنِ كَرْبَلَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى مَنْ بَكَتَهُ مَلَكَةُ السَّمَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى مَنْ ذُرِّيَّتُهُ الْأَكْرَمِيَاءِ
 السَّلَامُ عَلَى يَغُثُوبِ الدِّينِ
 السَّلَامُ عَلَى مَنَابِلِ الْبَرَاهِينِ
 السَّلَامُ عَلَى الْأَكِيْمَةِ السَّادَاتِ
 السَّلَامُ عَلَى الْجُيُوبِ الْمَضْرُجَاتِ
 السَّلَامُ عَلَى الْفِقَاقِ الدَّاهِلَاتِ
 السَّلَامُ عَلَى النُّفُوسِ الْمُضْطَلَّاتِ
 السَّلَامُ عَلَى الْأَرْوَاحِ الْمُخْتَلَسَاتِ
 السَّلَامُ عَلَى الدِّمَاءِ السَّالِلَاتِ
 السَّلَامُ عَلَى الْأَعْضَاءِ الْمُقَطَّعَاتِ

السَّلَامُ عَلَى الرُّؤَسِ الْمَشَالَاتِ
 السَّلَامُ عَلَى النِّسْوَةِ الْبَارِمَاتِ
 السَّلَامُ عَلَى حُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى آبَائِكَ الطَّاهِرِينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَبْنَائِكَ الْمُسْتَشْهِدِينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى ذُرِّيَّتِكَ النَّاصِرِينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُضَاجِعِينَ
 السَّلَامُ عَلَى الْقَتِيلِ الْمَظْلُومِ
 السَّلَامُ عَلَى أَخِيهِ الْمُسْتَوْمِ
 السَّلَامُ عَلَى عَلِيِّ الْكَبِيرِ
 السَّلَامُ عَلَى الرُّضِيِّمِ الصَّغِيرِ
 السَّلَامُ عَلَى الْآبَتَانِ السَّلِيلَتَيْنِ
 السَّلَامُ عَلَى الْوَعْدَةِ الْقَرِيبَةِ
 السَّلَامُ عَلَى الْمُجَلِّدَيْنِ فِي الْقَلَوَاتِ
 السَّلَامُ عَلَى النَّاهِرَيْنِ عَنِ الْأَوْطَانِ
 السَّلَامُ عَلَى الْمَدْفُونَيْنِ بِأَلْأَكْفَانِ
 السَّلَامُ عَلَى الرُّءُوسِ الْمَفْرَقَةِ عَنِ الْآبَتَانِ
 السَّلَامُ عَلَى الْمُخْتَسِبِ الصَّابِرِ
 السَّلَامُ عَلَى الْمَظْلُومِ بِأَلْأَنْصَارِ
 السَّلَامُ عَلَى سَاكِنِ التُّرْبَةِ الرَّاحِيَةِ
 السَّلَامُ عَلَى صَاحِبِ الْقُبَّةِ السَّامِيَةِ

السَّلامُ عَلَى مَنْ طَهَّرَهُ الْجَنِينُ
 السَّلامُ عَلَى مَنْ أَلْتَحَرَّيْهِ جَبْرَيْلُ
 السَّلامُ عَلَى مَنْ نَافَثَهُ فِي الْمَهْدِ مِيكَائِيلُ
 السَّلامُ عَلَى نِكْفَتِ ذُمَّةِ
 السَّلامُ عَلَى مَنْ هَوَّكْتَ حُرْمَتَهُ
 السَّلامُ عَلَى مَنْ أَرَبَقَ بِالظُّلَمِ كُمَهُ
 السَّلامُ عَلَى الْمَغْسَلِ بِدَمِ الْجَوَّاحِ
 السَّلامُ عَلَى الْمَجْرَعِ بِمَكْسَاكِ الرِّمَاحِ
 السَّلامُ عَلَى الْمُضَامِ الْمُسْتَبَاحِ
 السَّلامُ عَلَى الْمُنْخُورِ فِي الْوَرَى
 السَّلامُ عَلَى مَنْ دَفَنَهُ أَهْلُ الْقَوَى
 السَّلامُ عَلَى الْمَقْطُوعِ الْوَتَيْنِ
 السَّلامُ عَلَى الْمُحَامِي بِالْمَوْعِينِ
 السَّلامُ عَلَى الشَّيْبِ الْخَضِيبِ
 السَّلامُ عَلَى الْخَلِّ التَّرِيبِ
 السَّلامُ عَلَى الْبَدَنِ التَّرِيبِ
 السَّلامُ عَلَى التَّنْفِرِ الْمَقْرُوعِ بِالْقَضِيبِ
 السَّلامُ عَلَى الرَّاسِ الْمَرْفُوعِ
 السَّلامُ عَلَى الْأَجْسَامِ الْقَاهِرَةِ فِي الْقُلُوبِ تَنْهَشُهَا
 الذُّنَابُ الْعَادِيَاتُ وَتَخْتَلِفُ إِلَيْهَا السَّبَاعُ الضَّارِيَاتُ
 السَّلامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمَرْفُوعِينَ حَوْلَ

فَتَيْتَكَ الْخَائِفِينَ بِتُزْيِكَ الطَّائِفِينَ بِغُرَصَتِكَ الْوَارِدِينَ

لِزِيَارَتِكَ

السَّلَامُ عَلَيْكَ فَإِنِّي قَصَدْتُ إِلَيْكَ وَهَجَعْتُ الْقَوَرُ

لَدَيْكَ

السَّلَامُ عَلَيْكَ الْقَارِي بِغُرْمَتِكَ الْمُخْلِصِ فِي وَلَايَتِكَ

الْمُتَقَرِّبِ إِلَى اللَّهِ بِمَحَبَّتِكَ الْبَرِّ مِنْ أَغْدَاكَ سَلَامٌ

مَنْ عَلَيْهِ بِصَاحِبِكَ رُوحٌ وَكَمَعُهُ عِنْدَ ذِكْرِكَ مَسْفُوحٌ

سَلَامٌ الْمَفْجُوعُ الْحَزِينُ الْوَالِدُ الْمُسْتَكِينُ سَلَامٌ مَنْ لَوْ

كَانَ مَعَكَ بِالطُّفُوفِ رَحَى بِنَفْسِهِ خَلَّ الشُّيُوفِ وَبَدَلْ

خُشَاعَتَهُ دُونَكَ لِلْخُتُوفِ وَجَاهَدَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَنَصَرَكَ

عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيْكَ وَقَدْكَ بِرُوحِهِ وَجَسَدِهِ وَمَا لَهُ

وَوَلَدِهِ وَرُوحُهُ لِرُوحِكَ فِدَاءٌ وَأَهْلُهُ لِأَهْلِكَ وَقَاءٌ فَلِلَّنِ

أَخْرَجْتَنِي الدُّهُورَ وَعَاقَلْتَنِي عَنْ نَصْرِكَ الْمُقْدُورُ وَلَمْ

أَكُنْ لِمَنْ حَارَبَكَ مُكَارِبًا وَلِمَنْ نَصَبَ لَكَ الْعَدَاوَةَ

مُنَاصِبًا فَلَا تَنْهَنْكَ صَبَاحًا وَمَسَاءً وَلَا يَكِينُ لَكَ بَدَلْ

الدُّمُوعُ دِمَاءٌ حَسْرَةٌ عَلَيْكَ وَتَأْسُفًا عَلَى مَا ذَهَبَ وَتَلَهَّفًا

حَتَّى أَمُوتَ بِلَوْعَةِ الْمَصَابِ وَخُصْمَةِ الْإِكْتِسَابِ أَشْهَدُ

أَنَّكَ قَدْ أَقْنَتَ الصَّلَاةَ وَآتَيْتَ الزَّكَاةَ وَأَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ

وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْعَدْوَانِ وَأَصْنَعُ اللَّهُ وَمَا عَصَيْتَهُ

وَتَسَكَّتَ بِهِ فَأَرْضَيْتَهُ وَخَوَّيْتَهُ وَرَاقَبْتَهُ وَاسْتَجَبْتَهُ

وَسَنَنْتَ الشَّنَنَ وَأَطَقْتَ الْفِتَنَ وَكَذَعْتَ إِلَى الرِّشَادِ

وَأَوْضَحَتْ سُبُلَ السَّيِّئَاتِ وَجَاهَدَتْ فِي اللَّهِ حَتَّى النِّجَاحِ
وَكُنْتَ لِلَّهِ طَائِعًا وَلِعَبْدِكَ مُخْلِياً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
تَابِعًا وَلِقَوْلِ أَبِيكَ سَامِعًا وَآلِي وَصِيَّةِ أَخِيكَ مُسَارِعًا
وَلِعِمَادِ الدِّينِ رَافِعًا وَالطُّغْيَانِ قَائِمًا وَالطُّغَاةِ مُقَارِعًا
وَلِلْأَمَّةِ نَاصِحًا وَفِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ سَابِقًا وَلِلْفَسَاقِ
مُكَافِحًا وَبِحُجَجِ اللَّهِ قَائِمًا وَفِي السَّلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ رَاحِمًا
وَلِلْحَقِّ نَاصِرًا وَعِنْدَ الْبَلَاءِ صَابِرًا وَلِلدِّينِ كَالِمًا وَعَنْ
خَوَافِهِ مُرَافِعًا تَحُوطُ الْهُدَى وَتَنْصُرُهُ وَتَبْسُطُ الْعُدْلَ
وَتَنْصُرُ الدِّينَ وَتُظْهِرُهُ وَتَكُفُّ الْعَابِثَ وَتَرْجُرُهُ وَتَأْخُذُ
بِلِلْدَنِ مِنَ الشَّرِيفِ وَتَسَاوِي فِي الْحُكْمِ بَيْنَ الْقَوِيِّ
وَالضَّعِيفِ كُنْتَ رَهِيمَ الْإِقْتَامِ وَحِصْنَةَ الْإِنَامِ وَحِمَا
الْإِسْلَامِ وَمَعِينَ الْأَحْكَامِ وَحَلِيفَ الْإِنْعَامِ سَالِكًا
طَرِيقَ جَلَدِكَ وَأَبِيكَ مُشْبِهًا فِي الْوَصِيَّةِ لِأَخِيكَ وَفِي
الْوَصِيَّةِ لِأَخِيكَ وَفِي الْوَعْدِ رَاضِي الشَّيْمِ ظَاهِرَ الْكَرَمِ
مُتَهَجِّدًا فِي الظُّلَمِ قَوِيَّ الطَّرِيقِ كَرِيمَ الْخَلَائِقِ عَظِيمَ
السَّوَابِقِ شَرِيفَ النَّسَبِ مُزِينَ الْحَسَبِ رَفِيعَ الرُّتَبِ
كَثِيرَ الْمَنَاقِبِ مَحْبُودَ الصَّرَائِبِ جَزِيلَ الْمَوَاسِبِ حَلِيمَ
رَاشِدًا مُزِينًا جَوَادًا شَدِيدًا حَلِيمًا إِمَامًا شَهِيدًا أَوَّاهًا
مُزِينًا حَيِينًا مُهَيِّبًا كُنْتَ لِلرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَبِالْقُرْآنِ سَنَدًا وَفِي الْأَمَّةِ عَضُدًا وَفِي الطَّاعَةِ
مُجْتَهِدًا حَافِظًا لِلْعَهْدِ وَالْوَيْفَاقِ نَاكِبًا عَنْ سُبُلِ الْفُسَاقِ

بِإِذْلًا لِلْمُجْهُودِ طَوِيلَ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ تَرَاهِمًا فِي
الدُّنْيَا تَرَاهِمَ الرَّاحِلِ عَنْهَا نَاطِلًا إِلَيْهَا بِعَيْنِ
الْمُسْتَوْحِشِينَ عَنْهَا أَمَّا لَكِ عَنْهَا مَكْفُوفَةٌ وَهَمَّتْكَ عَنْ
رَبِّئَتِهَا مَضْرُوفَةٌ وَالْحَاطِلُ عَنْ بَهْجَتِهَا مَطْرُوفَةٌ
وَرَغَبَتُكَ فِي الْآخِرَةِ مَعْرُوفَةٌ حَتَّى إِذَا الْجُورُ مَلْبَاهَةٌ
وَأَسْفَرُ الظُّلُمِ قِنَاعُهُ وَذَهَى الْغَى اتِّبَاعُهُ وَأَنْتِ فِي حَرَمِ
جَدِّكَ قَاطِنٌ وَلِلظَّالِمِينَ مُبَايِنٌ جَلِيسٌ الْيَتِيمِ
وَالنَّوْحَرَابِ مُعْتَرِلٌ عَنِ اللَّذَاتِ وَالشَّهَوَاتِ تُنْكِرُ
الْمُنْكَرَ بِقَلْبِكَ وَلِسَانِكَ عَلَى حَسْبِ طَاقَتِكَ وَإِمَّاكَ
ثُمَّ اقْتَضَاكَ الْعِلْمُ لِلْإِنْكَارِ وَلَزِمَكَ أَنْ تُجَاهِدَ الْفُجَّارَ
فَسِرْتَ فِي أَوْلَادِكَ وَأَهْلِيكَ وَشَيْعَتِكَ وَمَوَالِيكَ
وَصَدَعْتَ بِالْحَقِّ وَالْيَقِينَةِ وَدَعَوْتَ إِلَى اللَّهِ بِالْحُكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَأَمَرْتَ بِإِقَامَةِ الْحُدُودِ وَالطَّلَاعَةِ
لِلْمُعْبُودِ وَنَهَيْتِ الْخَبَائِكَ وَالطُّغْيَانَ وَوَأَجْهَوْتَ بِالظُّلْمِ
وَالْعُدْوَانِ فَجَاهَدْتَهُمْ بَعْدَ الْإِيغَادِ إِلَيْهِمْ وَتَاكِيدِ الْحُجَّةِ
عَلَيْهِمْ فَكَفُّوا ذِمَامَكَ وَبَيَّعَتِكَ وَأَسْخَطُوا رَبَّكَ وَجَدَّكَ
وَبَدَّءَ ذِكَّ بِالْحَرْبِ فَشَبَّتْ لِلطُّغْيَانِ وَالضَّرْبِ وَطَحْنَتْ
مُجُنَّدُ الْفُجَّارِ وَاقْتَحْنَتْ قَسَطِلَ الْفُجَّارِ مُجَاوِلًا بِذِي
الْفَقَارِ كَأَنَّكَ عَلَى الْمُخْتَارِ فَلَمَّا رَأَوْكَ ثَابَتَ الْجَاحِشِ
غَيْرَ خَالِفٍ وَلَا خَاشٍ نَصَبُوا لَكَ حَوَائِلَ مَكْرِهِمْ
وَقَاتَلُوكَ بِكَيْدِهِمْ وَقَسَرُوهُمْ وَأَمَرَ اللَّعِينُ مُنَوَّدَةً فَمَنْعُوكَ

الْمَاءَ وَوَرْدَكَ نَاجِدُونَ الْقِتَالَ وَغَامِلُونَ النِّزَالَ
 وَرَهَقُونَ بِالْبَهَامِ وَالزُّبَالَ وَيَسْطَوْنَ إِلَيْكَ أَكْثَلَ
 الْأَسْطَلَامِ وَلَمْ يَرْهَقُوا لَكَ فَمَلَمًا وَلَا رَهَاقَبًا فِينَكَ
 أَكْثَمُهُمْ فِي قَتْلِهِمْ أَوْلِيَاكَ وَنَهَيْهِمْ رَحَالَكَ وَأَنْتَ
 مُقَدِّمٌ فِي الْهَبَوَاتِ وَمُخْتَمِلٌ لِلْأَوْتَاتِ قَدْ حَبَبْتَ مِنْ
 صَبْرِكَ مَلِكَةَ السَّنَوَاتِ فَتَحُدُّ قَوَائِكَ مِنْ كُلِّ الْجِهَاتِ
 وَاتَّخَذُونَ بِالْجَوَاحِ وَحَالُوا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الرُّوَاحِ وَلَمْ يَبْقَ
 لَكَ نَاصِرٌ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُخْتَوِّبٌ تَذُبُّ عَنْ نِيَمَتِكَ
 وَأَوْلَادِكَ حَتَّى نَكُودَكَ عَنْ جَوَادِكَ فَهَوَيْتَ إِلَى الْأَرْضِ
 جَرِيحًا تَطْلُكُ الْخُيُولُ بِحَوَافِرِهَا وَتَغْلُوكُ الطُّغَاةُ
 بِبَوَاتِرِهَا قَدْ رَشِمَ لِلْمَوْتِ جَبِينُكَ وَاخْتَلَفَتْ
 بِالْإِنْقِبَاضِ وَانْبَسَاطِ شِمَالُكَ وَنِيَمَتُكَ تُدِيرُ طَرَفًا خَفِيًّا
 إِلَى رَحْلِكَ وَنِيَمَتِكَ وَقَدْ شَغَلَتْ بِنَفْسِكَ عَنْ وَلَدِكَ
 وَأَهْلَالِكَ وَأَسْرَعَ قَرَسُكَ شَارِدًا إِلَى خِيَامِكَ مُحْسِنًا
 بِلَاكِيَا فَلَمَّا رَأَيْنِ النِّسَاءَ جَوَادَكَ مَخْزِيًّا وَسَرَجَكَ عَلَيْهِ
 مَلُوبًا بَرَزْنَ مِنَ الْخُدُورِ نَاصِرَاتِ الشُّعُورِ عَلَى
 الْخُدُورِ لِأَطْمَاتِ الْوُجُوهِ سَافِرَاتِ وَبِالْعَوِيلِ دَاعِيَاتِ
 وَبَعْدَ الْوَرْدِ مُذَلَّلَاتِ وَإِلَى مَصْرَعِكَ مَبَادِرَاتِ وَالشُّمُرُ
 جَالِسٌ عَلَى صَدْرِكَ وَمَوْلِمٌ سَيْفُهُ عَلَى نَحْوِكَ قَابِضٌ
 عَلَى شِيَمَتِكَ بِيَدِهِ ذَابِحٌ لَكَ بِمَهْنَدِهِ قَدْ سَكَنْتَ
 حَوَاسِكَ وَخَفَيْتَ أَنْفَاسَكَ وَرَفَعْتَ عَلَى الْقَنَازِ رَأْسَكَ

وَسُيِّىَ أَهْلَكَ كَالْعَيْنِيذِ وَصُفِّدُوا فِي الْحَبِيدِ فَوْقَ أَكْتَابِ
الْمَوَلِيَّاتِ تَلْفَهُمْ وَجُودُهُمْ حُرَّ الْهَاجِرَاتِ يُسَاقُونَ فِي
الْبَرَائِىِّ وَالْقَلَوَاتِ أَيْدِيهِمْ مَغْلُولَةٌ إِلَى الْأَعْنَاقِ يُطَافُ
بِهِمْ فِي الْأَسْوَاقِ قَالُوا لَيْلٌ لِلْعَصَايِ الْفَسَاقِ لَقَدْ قَتَلُوا
بِقِتْلِكَ الْإِسْلَامَ وَحَطَّلُوا الصَّلَوَاتِ وَالْعَصِيَامَ وَنَقَضُوا
الشَّنَنَ وَالْأَحْكَامَ وَهَدَمُوا قَوَاعِدَ الْإِيمَانِ وَحَرَّقُوا آيَاتِ
الْقُرْآنِ وَهَجَّجُوا فِي الْبُهَى وَالْعَدْوَانِ لَقَدْ أَصْبَحَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ أَجْلِكَ مَوْتُورًا وَعَادَ كِتَابُ
اللَّهِ مَهْجُورًا وَخُودُ الْحَقِّ إِذْ قَهَرَتْ مَقْهُورًا وَقَوَّدَ
لِفَقْدِكَ التَّكْيِيذَ وَالتَّهْلِيلَ وَالتَّخْرِيضَ وَالتَّحْلِيلَ
وَالْتَنْزِيلَ وَالتَّوِيلَ وَظَهَرَ بِغَدِكَ التَّغْيِيرُ وَالتَّبْدِيلُ
وَالْإِحَادُ وَالتَّغْيِيلُ وَالْأَهْوَاءُ وَالْأَضَالِيلُ وَالْأَبَاطِيلُ
فَقَامَ نَاعِيكَ جِنْدَ قَبْرِ جَلَدِكَ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ فَتَعَاكَ إِلَيْهِ بِالْبُحْمِ الْهَطُولُ قَائِلًا يَا رَسُولَ اللَّهِ
قُتِلَ سَبْطُكَ وَقَتَاكَ وَاسْتُيِّنَ أَهْلَكَ وَحِمَاكَ وَسُيِّئَتْ
بِعَدَّتِكَ ذُرَاهِرُكَ وَوَقَعَ الْمَحْدُورُ بِوَتْرِكَ وَذَوْرِكَ
فَانزَعَمَ الرَّسُولُ وَبَكَى قَلْبُهُ الْهَوْلَ وَعَرَّاهُ بِكَ الْمُلُوكَةُ
وَالْأَنْبِيَاءُ وَفَجَعَتْ بِكَ أُمْلَكَ الرَّهْرَاءِ وَاخْتَلَفَتْ جُنُودُ
الْمُلُوكَةِ الْمُقَرَّبِينَ تَعَزَّى أَبَاكَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَقْبَسَتْ
لَكَ الْمَائِمُ فِي أَهْلِ عِلِّيَّتَيْنِ وَلَطَمَتْ الْجُورُ الْوَعْدُ
وَبَكَتِ السَّمَاءُ وَسُكَّانُهَا وَالْجَنَانُ وَخُرَّانُهَا وَالْأَحْضَابُ

وَأَقْطَارُهَا وَالْبَحَارُ وَحَيْثَانُهَا وَمَكَّةُ وَبُنْيَانُهَا وَالْجَنَانُ
وَوَلَدَانُهَا وَالْبَيْتُ وَالْمَقَامُ وَالْمَشْعَرُ الْحَرَامُ وَالرَّحْلُ
وَاللَّهُمَّ فَبِعِزَّتِكَ هَذَا الْمَكَانِ الْمُبَارَكِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَالِ مُحَمَّدٍ وَآخِشْنِي فِي رُفْرُفَتِهِمْ وَأَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ
بِشَفَاعَتِهِمْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ يَا أَمْرَعَ الْعَالَمِينَ
وَيَا أَكْرَمَ الْأَكْرَمِينَ وَيَا أَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ بِمُحَمَّدٍ خَاتَمِ
النَّبِيِّينَ رَسُولِكَ إِلَى الْعَالَمِينَ أَجْمَعِينَ وَبِأَخِيهِ الْأَنْزِعِ
الْبُطَيْنِ الْعَالِمِ الْمَكِينِ عَلِيِّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَبِقَاطِعَةِ
سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ وَبِالْحَسَنِ الرَّكْبِيِّ حُصَّةِ الْمُتَّقِينَ
وَبِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَكْرَمِ الْمُسْتَشْهِدِينَ وَبِأَوْلَادِهِ
الْمُقْتُولِينَ وَبِعُتْرَتِهِ الْمَطْلُومِينَ وَبِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ تَمِيمِ
الْعَابِدِينَ وَبِمُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ قِبْلَةِ الْأَوَابِ وَبِحُجَّارِ بْنِ
مُحَمَّدٍ أَصْلَحِ الصَّادِقِينَ وَبِمُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ مُظْهِرِ
الْبُرَاهِينِ وَبِعَلِيِّ بْنِ مُوسَى نَاصِرِ الدِّينِ وَمُحَمَّدٍ بْنِ
عَلِيٍّ قُدُّوسِ الْمُهْتَدِينَ وَبِعَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ أَتْرَفِ
الرَّاهِبِينَ وَالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَارِثِ السُّنَّةِ الْخَالِفِينَ
وَبِالْحُجَّةِ عَلَى الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَالِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِينَ الْأَبْرَرِينَ أَلْ طَهْ وَيَسْ وَأَنْ
تَجْعَلَنِي فِي الْقِيَمَةِ مِنَ الْأَمِينَةِ الْمُطَهَّرِينَ الْقَائِمِينَ
الْفَرِحِينَ الْمُسْتَبْشِرِينَ اللَّهُمَّ اكْتُبْنِي فِي الْمُسْلِمِينَ
وَالْحَقْلِي بِالصَّالِحِينَ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي

الْأَعْرَبِينَ وَانصُرْنِي عَلَى الْبَاطِلِينَ وَأَكْفِنِي كَيْدَ
 الْخَاسِرِينَ وَاصْرِفْ عَنِّي مَكْرَ الْمَافِقِينَ وَأَقْبِضْ عَنِّي
 أَيْدِيَ الظَّالِمِينَ وَاجْعَلْ بَيْنِي وَبَيْنَ السَّادَةِ النِّيَامِينَ فِي
 أَهْلِ عِلِّيَّينَ مَعَ الْأَمِينِ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَنَ النَّبِيِّينَ
 وَالصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ
 الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَقْسِمُ عَلَيْكَ بِنَبِيِّكَ الْمَعْصُومِ
 وَبِحُكْمِكَ الْمُحْتَمِ وَنَهْيِكَ الْمُكْتُمِ وَبِهَذَا الْقَبْرِ
 الْمُسَوَّمِ الْمَوْسَدِ فِي كَفِّهِ الْإِمَامُ الْمَعْصُومُ الْمَقْتُولُ
 الْمَظْلُومُ أَنْ تَكْشِفَ مَا بَيْنِي مِنَ الْغُيُوبِ وَتَصْرِفَ عَنِّي شَرَّ
 الْقَدَرِ الْمُخْتَمِ وَتَجِيرَنِي مِنَ النَّارِ ذَاتِ السُّيُومِ اللَّهُمَّ
 جَلِّلِنِي بِمَنْعَتِكَ وَارْحَمْنِي بِرَحْمَتِكَ وَتَقَدَّسْنِي بِجَوْشَدِكَ
 وَكَرِّمَكَ وَبَاجِدْنِي مِنْ مَكْرِكَ وَنَقِّمَكَ اللَّهُمَّ اغْصِنْنِي
 مِنَ الرَّاكِلِ وَسَلِّمْنِي فِي الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَأَقْسِمْ لِي فِي
 مَدَدِ الْأَجَلِ وَأَعْقِبِي مِنَ الْأَوْجَاعِ وَالْعِلَلِ وَتَلْفِئِي
 بِمَوَالِيٍّ وَبِفَضْلِكَ أَفْضَلَ الْأَجَلِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 وَآلِ مُحَمَّدٍ وَأَقْبَلْ تَوْبَتِي وَارْحَمْ غَيْرَتِي وَأَقْبَلْ عَشْرَتِي
 وَنَفْسَ كَرِيَّتِي وَاغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي
 اللَّهُمَّ لَا تَدْعُ لِي فِي هَذَا الشَّهَادَةِ الْمُعْظَمِ وَالْمَحَلِّ
 الْمَكْرُمِ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا عَيْنًا بِرَحْمَتِكَ وَلَا غَمًّا إِلَّا
 كَشَفْتَهُ وَلَا رَهَقًا إِلَّا بَسَطْتَهُ وَلَا أَهْلًا إِلَّا حَمَرْتَهُ وَلَا
 فُسَادًا إِلَّا أَصْلَحْتَهُ وَلَا أَمَلًا إِلَّا بَلَّغْتَهُ وَلَا دَعَاءًا إِلَّا أَجَبْتَهُ

وَلَا مُضِيْقًا إِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا شَمَلًا إِلَّا جَمَعْتَهُ وَلَا أَمْرًا إِلَّا
 أَسَمْتَهُ وَلَا مَلًا إِلَّا كَفَّرْتَهُ وَلَا خَلْقًا إِلَّا أَحْسَنْتَهُ وَلَا إِنْقِلَابًا
 إِلَّا أَخْلَقْتَهُ وَلَا حَلًا إِلَّا أَعْرَضْتَهُ سُوَّةَ إِلَّا أَصْلَحْتَهُ وَلَا حُسْبًا
 إِلَّا كَفَيْتَهُ وَلَا عُدُوًّا إِلَّا أَهْنَيْتَهُ وَلَا شَرًّا إِلَّا كَفَيْتَهُ وَلَا
 مَرَضًا إِلَّا شَفَيْتَهُ وَلَا بَعْدًا إِلَّا أَكْنَيْتَهُ وَلَا شَقًّا إِلَّا
 لَمَمْتَهُ وَلَا سُوءًا إِلَّا أَغْلَيْتَهُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ
 الْعَاجِلَةِ وَكَوْنِ الْأَجَلَةِ اللَّهُمَّ أَفْضَلِي بِحَلَالِكَ عَنِ
 الْحَرَامِ وَيَغْفِرْكَ عَنِ جَوْنِ الْآثِمِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
 عِلْمًا نَاقِيًا وَقَلْبًا خَالِصًا وَبَقِيَّةً شَافِيًا وَعَمَلًا نَافِلًا
 وَصِدْقًا جَوِيدًا وَأَجْرًا جَزِيلًا اللَّهُمَّ ائْتِنِي شُكْرَ نِعْمَتِكَ
 عَلَيَّ وَبُخْلِ إِحْسَانِكَ وَكَرَمِكَ إِلَيَّ وَاجْعَلْ قَوْلِي فِي
 النَّاسِ مَسْنُومًا وَكَلْمِي مِنْكَ مَوْقُومًا وَأَثَرِي فِي
 الْخَيْرَاتِ مَتَبُومًا وَعَدُوِّي مَقْبُومًا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى
 مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ الْاَخْيَارِ فِي آثَاءِ اللَّيْلِ وَأَطْرَافِ
 النَّهَارِ وَأَكْفِنِي شَرَّ الْأَشْيَاءِ وَطَهِّرْنِي مِنَ الذُّنُوبِ
 وَالْأَوْتَارِ وَأَجْنِنِي مِنَ النَّارِ وَأَعْطِنِي كَأَرْ الْقَرَارِ
 وَأَهْوِلْنِي وَلِجَنَّتِي إِخْوَانِي فِيكَ وَأَخَوَاتِي الْمُؤْمِنَاتِ
 وَالْمُؤْمِنَاتِ بِرَحْمَتِكَ وَكَرَمِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

”سلام آدم پر جو مخلوق خدا میں سے برگزیدہ خدا اور خلیفہ خدا

ہیں۔ سلام شیث پر جو ولی خدا اور پیغمبر خدا ہیں۔ سلام

اور میں پر جو اپنی دلیل کے ساتھ (جنت میں) مقیم ہیں، سلام

نوحؑ پر جن کی دعا قبول کی گئی، سلام ہو، پر جن کی اللہ کی طرف سے مخصوص مدد کی گئی، سلام صلیٰ پر جن کو اللہ نے اپنے کرم سے ذی شان قرار دیا۔ سلام ابراہیمؑ پر جن کو اللہ نے اپنی شکست سے سرفراز کیا۔ سلام اسماعیلؑ پر جن کے لیے اللہ نے ذبح عظیم کی قربانیاں کے ساتھ اپنی جنت سے خدیجہ مجیدہ سلام صلیٰ پر جن کی ذمت میں اللہ نے نیت کا سلسلہ رکھا۔ سلام یعقوبؑ پر جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دوبارہ چھٹی دی۔ سلام یوسفؑ پر جن کو خدا نے اپنا کرم عظیم فرما کر کوئی سے نجات دی۔ سلام موسیٰؑ پر جن کے لیے خدا نے اپنی قدرت سے صلیٰ کو کھنڈ کر دیا۔ سلام یونسؑ پر جن کو خدا نے اپنی نیت سے مخصوص قرار دیا۔ سلام شعیبؑ پر جن کو خدا نے ان کی اُمت پر غالب کیا۔ سلام داؤدؑ پر جن کے ترک اولیٰ کو اللہ نے معاف کیا۔ سلام سلیمانؑ پر جن کے لیے خدا کی دی ہوئی عزت کی بدولت قوم جن تابع ہو گئی۔ سلام ایوبؑ پر جن کو خدا نے ان کی بیماری سے شفا عطا کی۔ سلام یونسؑ پر خدا نے ان کے اس وعدہ کو پورا کیا جس کی انھوں نے ضمانت کی تھی۔ سلام ذکر کیا پر جو اپنی شدید آزمائش میں بھی صابر رہے۔ سلام یحییٰؑ پر جن کا مرتبہ اللہ نے ان کی شہادت سے اور بڑھا دیا۔ سلام عزراؑ پر جن کو خدا نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔ سلام مثنیٰؑ پر جو یہاں دئی اللہ کی روح اور اللہ کا کلمہ ہیں۔ سلام محمد مصطفیٰؐ پر جو محبوب خدا اور پیغمبر خدا ہیں۔ سلام امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ پر جن کو پیغمبرؐ کے بھائی ہونے کا

مخصوص شرف دیا گیا۔ سلام قاطعہ زہرا دختر رسول اللہ پر۔ سلام
ابو محمد حسن مجتبیٰ پر جو اپنے باپ کے وحی و جاہلین ہیں۔ سلام
حسینؑ پر جنہوں نے راو خدا میں اجماعی زخمی ہونے کے بعد جو
جان جسم میں باقی رہ گئی تھی وہ بھی دے دی۔ اس پر سلام جس
نے عقلی اور آشکارا خدا کی اطاعت کی، اس پر سلام جس کی خاک
میں اللہ نے اثر و قضا قرار دیا۔ سلام اس پر جس کے قہر کے نیچے
دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس پر سلام جس کی ذریت سے قیامت
تک امام رہیں گے۔ آخری خلیفہ کے فرزند پر سلام، سردار
اوصیاء (علیؑ) کے فرزند پر سلام، قاطعہ زہرا کے فرزند پر سلام،
خدیجہ بزرگ مرتبہ کے فرزند پر سلام، سدرۃ المنتہی کے وارث پر
سلام، جنت جیسی پناہ گاہ کے وارث پر سلام، دم زم و صفا کے
وارث پر سلام، آلودہ خاک و خون پر سلام۔

سلام اس پر، جس کا خیمہ پھاڑ ڈالا گیا، چادر قطعیہ والوں کی
پانچویں فرد پر سلام، مسافروں میں سب سے زیادہ بے کس
مسافر پر سلام، شہیدوں میں سب سے زیادہ درد شہید پر سلام،
اس پر سلام جس کو مجہول القسب لوگوں نے قتل کیا، ساکن ارض
کر بلا پر سلام جس کو آسمان کے فرشتے روئے، اس پر سلام جس
کی نسل سے ائمہ اطہار ہیں۔ سلام دین کے سردار پر، سلام ان
(آئمہ) پر جو حق کی منولیں ہیں۔ سلام ان آئمہ پر جو پیشوائے
ملت ہیں، ان گریبانوں پر سلام جو خون میں بھرے ہوئے تھے،
ان ہونٹوں پر سلام جو پیاس سے سوکھے ہوئے تھے، سلام ان پر

جو کھڑے کھڑے کیے گئے، سلام ان پر جن کو قتل کے بعد فوراً لوٹ لیا گیا۔ ارض کر بلا پر پہنچنے والے خون پر سلام، جسموں سے جدا کر دیئے جانے والے اعضاء پر سلام، نيزوں پر اٹھائے جانے والے سروں پر سلام، بے ردا ہو جانے والی مستورات پر سلام، حجت پروردگار عالم پر سلام، آپؐ پر سلام اور آپؐ کے پاکیزہ آباء و اجداد پر سلام، آپؐ پر سلام اور آپؐ کے شہید ہونے والے فرزندان پر سلام، آپؐ پر سلام اور حمایت حق کرنے والی آپؐ کی ذریت پر سلام، آپؐ پر سلام اور آپؐ کے پہلو میں رہنے والے فرشتوں پر سلام، سلام ظلم و ستم سے قتل کیے جانے والے پر اور ان کے بھائی (حسنؑ) پر جن کو زہر دیا گیا۔ سلام جناب علی اکبرؑ پر، سلام کہن شیر خوار پر، سلام نیا کی قریب ترین ذریت پر، ان جسموں پر جن کو (بعد شہادت لوٹا گیا) سلام ان لاشوں پر جن کو بیابان میں پڑا چھوڑ دیا گیا۔ سلام ان مسافروں پر جو اپنے وطن سے دور تھے۔ سلام بے کفن دفن کیے جانے والوں پر، سلام ان سروں پر جن کو جسموں سے جدا کر دیا گیا۔ راو خدا میں اذیت اٹھانے والے صابر پر سلام، عالم بے کسی میں ظلم کیے جانے والے پر سلام، خاک پاک پر رہنے والے پر سلام، قہر بلند رکھنے والے پر سلام، اس پر سلام جس کو خدا نے بزرگ نے پاک و پاکیزہ قرار دیا، اس پر سلام جس پر جبرئیلؑ نے فخر کیا، اس پر سلام جس کو گہوارہ میں میکائیلؑ نے لوریاں دیں، اس پر سلام جس کے بارے میں عہد و پیمان کو توڑ دیا گیا۔

اس پر سلام جس کی حرمت کو ضائع کیا گیا، اس پر سلام جس کا خون ظلم سے بہایا گیا، اس پر سلام جس کو زخموں سے پہنچے والے خون میں غملا دیا گیا، اس پر سلام جس کو (پیاں میں) خیزوں کے گھونٹ پلائے گئے، اس پر سلام جس پر ہر ظلم و ستم روا رکھا گیا۔ اس پر سلام جس کو ہر طرف سے خیزے لگائے جاتے تھے، اس پر سلام جس کو (گرد و فواح کے) گاؤں والوں نے دفن کیا، اس پر سلام جس کی شہ رگ کو (بے دردی سے) کاٹا گیا، اس پر سلام جو یکہ و تنہا دشمنوں کی یلغار کو ہٹا رہا تھا۔ اس ریش اقدس پر سلام جو خون سے سُرخ تھی، اس زخسار پر سلام جو خاک آلود تھا، اس بدن پر سلام جو غبار آلود تھا، ان دانتوں پر سلام جن پر ظلم کی چھری چل رہی تھی، اس سر پر سلام جو نیزہ پر اٹھایا گیا، ان جسموں پر سلام جو بیابان میں برہنہ پڑے تھے، جن کو ستم گارانِ اُمت بھیڑیوں کی طرح دوڑ دوڑ کر جھجھوڑ رہے تھے اور کلکھے رونے بن کر (پامال اور لوٹ کھسوٹ کے لیے) منڈلا رہے تھے، میرے مولا آپؐ پر سلام اور آپؐ کے قبہ کے گرد جمع رہنے والے فرشتوں پر سلام، جو آپؐ کی تربت کو گمیرے رہتے ہیں اور آپؐ کے صحن اقدس کا طواف کرتے ہیں اور آپؐ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں، آپؐ پر سلام میں نے آپؐ کی جانب رُخ کیا ہے اور آپؐ کی بارگاہ سے کامیابی کا امیدوار ہوں، آپؐ پر سلام آپؐ کی حرمت کو پچھاننے والے کا سلام آپؐ سے خالص محبت رکھنے والے کا سلام آپؐ کی محبت کے ذریعہ

سے قرب خدا حاصل کرنے والے کا سلام، جو آپ کے دشمنوں سے بیزار ہے اس کا سلام جس کا دل آپ کے غم سے ڈھی ہے اور آپ کے ذکر کے وقت اس کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ جو آپ کے مصائب سے نہایت درد مند غمگین طول اور بے حال ہے اس کا سلام، جو ظلم و کربلاء میں اگر آپ کے ساتھ ہوتا تو تلواروں کی باڑھ پر اپنی جان کو ڈال دیتا اور آبداد موت ہو کر اپنے خون کا آخری قطرہ آپ پر غار کر دیتا اور باغیوں کے مقابلہ میں آپ کے سامنے جہاد کر کے آپ کی نصرت کرتا اور اپنی روح اپنا جسم اپنا مال اور اپنی اولاد سب کچھ آپ پر فدا کر دیتا، اس کی روح آپ کی روح پر غار ہوتی اور اس کے اہل آپ کے اہل پر فدا ہوتے، اب جب کہ زمانہ نے مجھے مؤخر کر دیا اور اس وقت موجود نہ ہونے کی وجہ سے میرے مقدر نے مجھے آپ کی نصرت سے روک دیا اور آپ سے لڑنے والوں سے میں نہ لڑ سکا اور آپ کے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے میدان میں آ کر کھڑا نہ ہو سکا تو صبح و شام بے قراری سے آپ کے غم میں رو دیا کروں گا اور خون کے بدلہ آنسو بہاؤں گا یہ آپ کا غم یہ آپ کے مصائب پر رنج و ملال اور آہ و درد کبھی جانے والی نہیں اسی سوزش غم اسی رنج و ملال کو ساتھ لے کر دنیا سے اٹھ جاؤں گا۔

مولاً! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز کو قائم کیا بڑی زبردست زکوٰۃ دی، نیکیوں کا حکم دیا مائیں اور سرکشی سے روکا،

آپؐ نے خدا کی اطاعت کی، کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی، آپؐ نے اپنا رابطہ خدا سے قائم رکھا اور اس کو انتہائی خوش رکھا، آپؐ ہمیشہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے، آپؐ کی نظر اسی کی طرف رہی، آپؐ نے ہمیشہ اس کی رضا کو پسند کیا۔ آپؐ نے سنت خدا و رسول کو قائم کیا اور حقوں کی آگ کو بجھایا، دوسروں کو راقی کی طرف بلایا اور حق کے راستوں کو اُجاگر کر کے دکھایا اور خدا کی راہ میں جو جہاد کا حق تھا اسے پورا کر دیا، آپؐ خدا کے مطیع رہے اور اپنے جد محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیرو رہے اور اپنے باپ کے تابع فرمان رہے اور اپنے بھائی حسن کی وصیت کو جلد پورا کیا، آپؐ ہیں ستونِ دین کو بلند کرنے والے، سرکشی کی بنیادوں کو کھود دینے والے اور سرکشوں کے سروں کو ضرب نیزہ و شمشیر سے کچل دینے والے، اُمتِ خبیثہ کو فصیحت کرنے والے اور موت کے بخنور میں پھرنے والے اور اہل فسق و فجور کا مردانہ وار مقابلہ کرنے والے، خدا کی محبتوں کے ساتھ قائم رہنے والے، اسلام اور مسلمین کے لیے دل میں رحم رکھنے والے حق کی نصرت کرنے والے، دین کی حفاظت کرنے والے اور سخت آزمائش کے وقت صبر کرنے والے، دین کی حفاظت کرنے والے اور دین پر حملہ کرنے والوں کا منہ پھیر دینے والے، آپؐ ہدایت کی حفاظت اور نصرت کرتے رہے اور عدل و انصاف کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ دین کی نصرت و حمایت کرتے رہے اور دین کی حقارت کرنے والوں کی روک ٹوک اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہے،

آپ طاقتور سے کمزور کا حق دلاتے تھے اور حکم میں طاقتور اور کمزور کو برابر رکھتے تھے۔ آپ قیہوں کی بہار تھے مخلوق کے لیے پناہ گاہ تھے، اسلام کی عزت تھے۔ آپ کے پاس احکام الہی کا سرمایہ تھا۔ آپ حاجت مندوں کو گرانقدر عطیہ دینے کا عزم کیے ہوئے تھے۔ اپنے ہدا محمد اور پدر نامدار کے طریقوں پر چلنے والے اور اپنے بھائی کی طرح امر خیر کی ہدایت فرمانے والے، اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے والے پسندیدہ خوب رکھنے والے آپ کی سخاوت اعظم من العرس آپ پردہ شب میں تہجد گزار آپ کا ہر طریقہ مضبوط و درست آپ کی ہر عادت بزرگانہ شان کی حامل، آپ کی ہر سبقت عظیم الشان، آپ کا نسب انتہائی بلند، آپ کے کمالات اور انتہائی اونچائی پر، آپ کا ہر مرتبہ بلند تر، آپ کے فضائل بہت ہی زیادہ، آپ کے فضائل سب پسندیدہ، آپ کی بخششیں نہایت قیمتی، آپ صاحب علم راہ حق پر گامزن خدا کی طرف مائل، نئی عزم کے طاقتور، صاحب علم امام، اُمت گواہ حقانیت، ملت کے لیے دردمند، خدا سے نوا گئے ہوئے، ہر صاحب دل کے محبوب خدا کے غضب سے ڈرانے والے، آپ رسول کے فرزند ہیں، قرآن کے لیے سند ہیں، اُمت کے لیے دست و بازو ہیں، اطاعت خدا میں تعجب اٹھانے والے، حمد و بیان کی حفاظت کرنے والے، بدکاروں کے راستوں سے الگ تھلک، مصیبت زدہ کو عطا کرنے والے، طولانی رکوع و سجود کرنے والے، دنیا کو اس طرح چھوڑ دینے

والے جیسے دنیا سے رخصت ہونے والا دنیا سے میر ہوتا ہے، دنیا کو آپؐ نے ہمیشہ عزت کی نظر سے دیکھا۔ آپؐ کی آرزو میں دنیا سے ہٹی ہوئی تھیں، دنیا کی آرائش سے آپؐ کو سوں دور تھے، رفیق دنیا سے آپؐ کی نگاہیں پھری ہوئی تھیں اور دنیا جاتی ہے کہ آپؐ کا میلان خاطر بس آخرت کی طرف تھا یہاں تک کہ ظلم و جور جب اپنے ہاتھ بہت بڑھانے لگا، اور ظلم کے چہرہ پر جو ہلکا سا پردہ تھا، وہ بھی نہ رہا، مگر اسی نے اپنے چیلوں کو ہر طرف سے نکالا لیا، اس وقت آپؐ اپنے جد کے حرم میں مقیم تھے، خالوں سے دور تھے، گوشہ نشین تھے اور عراب عبادت میں محو عبادت تھے، دنیا کی لذتوں اور خواہشوں سے کنارہ کش تھے اور اپنی طاعت کے مطابق اور امکان کی حد تک اپنے دل و زبان سے حرام سے بچنے کی ہدایت بھی کرتے رہتے تھے (آپؐ سے بیعت پزید کا مطالبہ ہوا) اور آپؐ کے حقیقت شناس علم نے طے کر لیا کہ بیعت سے انکار ہوا اور بیعت نہ کرنے کی وجہ سے جو لوگ قاتل کریں ان قاصدوں سے جہاد کریں فوراً آپؐ اپنی اولاد، خاندان، اپنی فرماں بردار جماعت کو لے کر چلے، آپؐ نے حق اور روشن دلائل کو واضح کر دیا اور خلق خدا کو حکمت اور پسندیدہ مرحلے کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دی اور حدود شریعت کے قائم کرنے کا نیز معبود کی فرماں برداری کا عمرات سے بچنے اور سرکشی سے باز رہنے کا حکم دیا لیکن ستم گاروں نے ظلم و عداوت سے آپؐ کا مقابلہ کیا، آپؐ نے پہلے تو ان کو

غضبِ خدا سے ڈرایا اور تجتہ ہدایت کی مضبوطی کی، آخر کار جب انہوں نے آپ کے بارے میں ہر عہد کو توڑ دیا، ہر حکمِ خدا کو پس پشت ڈال دیا اور آپ کی بیعت سے بھی پھر گئے اور اپنی شقاوت سے انہوں نے آپ کے خدا اور آپ کے خدا محمد کو غضب ناک کیا اور آپ سے لڑنے کی مکمل اپنی طرف سے کی تو پھر آپ بھی ضربِ نیزہ و شمشیر کے لیے میدان میں آ گئے اور بدکاروں کے لشکروں کو پیس ڈالا۔ آپ جنگ کے گہرے غبار میں دھنسے ہوئے ذوالقنار سے حیدر کرار کی طرح قتال کر رہے تھے۔ اہلِ اعداء نے جب آپ کو دل کا مضبوط اور بالکل بے خوف و ہراس دیکھا تو آپ کے لیے اپنے کر کے جال بچھانے لگے اور اپنی مخصوص سفیانی چالاکیوں اور شرارت کے ساتھ آپ سے قتال کرنے لگے۔ ملعون عمر بن سعد نے اپنے لشکروں کو حکم دے دیا کہ حسینؑ پانی تک نہ پہنچ سکیں سب لوگ تیزی کے ساتھ آپ سے قتال کرنے لگے اور پے در پے ملے جلے حملے ہونے لگے۔ آپ کو تیروں سے چھلنی کر دیا۔ سب نے ظلم و ستم کے ہاتھ آپ کی طرف بڑھا دیئے، نہ انہوں نے آپ کے بارے میں اپنی کسی ذمہ داری کو دیکھا، نہ یہ کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنے میں اور آپ کے سامان لوٹنے میں وہ کتنے زبردست گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ آپ غبارِ جنگ میں دھنسے ہوئے تھے اور ہر ایک اذیت اُٹھا رہے تھے۔ آپ کا مبر دیکھ کر تو ملائکہ اظلاک بھی تعجب کر رہے تھے۔ ظالموں نے ہر طرف سے آپ کو

گھیر لیا اور زخم پر زخم پہنچا کر آپ کو معصل کر دیا، دم لینے کی مہلت نہ دی، مددگار کوئی آپ کا نہ رہا۔ بے کسی کے عالم میں انتہائی صبر و ضبط کے ساتھ آپ اپنی مستورات اور بچوں کی طرف سے هجومِ اشتیاء کو ہٹا رہے تھے یہاں تک کہ انھوں نے آپ کو گھوڑے سے گرا دیا۔ آپ زخموں سے پھر پھر ہو کر زمین پر گرے۔ لشکر کے گھوڑے اپنے سموں سے آپ کو بچل رہے تھے اور سرکش ستم گر اپنی تلواریں لیے آپ پر چڑھے چلے آتے تھے۔ موت کا پینہ آپ کی پیشانی پر آیا ہوا تھا اور آپ کے دست و پا سے ادھر ادھر سے اٹھنے اور پھیلنے تھے۔ آپ چشمِ نیم وا سے اپنے کنبہ اور اپنے بچوں کو دیکھ رہے تھے حالانکہ اس وقت آپ کی خود کی حالت تو ایسی تھی کہ آپ کو اپنے کنبہ کا اور بچوں کا دھیان نہ آسکتا تھا۔ اس وقت آپ کا گھوڑا حیزی سے جھنٹا ہوا اور روتا ہوا آپ کے خیام کی طرف سے چلا، جب اہلِ حرم نے آپ کے رہوار کو بے سوار دیکھا اور زینِ اسپ کو نیچے ڈھلکا ہوا دیکھا تو بے قرار ہو کر ٹھیسوں سے نکل پڑیں اور بال بکھرائے ہوئے، منہ پر طمانچے مارتے ہوئے جبکہ پردہ کا دھیان نہ تھا، لوحہ دہکا کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کو وارثوں کو پکارتے ہوئے، جب کہ اپنی اس مخصوص عزت و شوکت کے بعد حقارت کی نظر سے دیکھے جا رہے تھے، سب کے سب آپ کی قتل گاہ کی طرف حیزی سے جا رہے تھے۔ آہِ اشمر اس وقت آپ کے سینہ پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنا منہ آنکھ کی گردن پر پھیر رہا تھا۔ ریشِ مبارک

ظالم اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے اپنی ہمدی تلوار سے آپ کو زخ
کر رہا تھا۔ آپ کے دست و پا بے حرکت ہو گئے اور سانس رک
گئی۔ نیزہ پر سر اقدس کو اٹھایا گیا اور اہل حرم کو فلاسوں کی طرح
قید کر لیا گیا اور اپنی زنجیروں میں جکڑ کر اڈٹوں پر بٹھا دیا گیا۔
دن کے دوپہر کی گرمی ان کے چہروں کو مجلسِ رعی تھی اور وہ
غریب بیابانوں اور جنگلوں میں پھرائے جا رہے تھے، ہاتھ ان
کے گردنوں سے بندھے ہوئے تھے اور بازاروں میں ان کو
پھرایا جا رہا تھا، وائے ہو ان مافرانوں، قاسقوں پر جنھوں نے
آپ کو قتل کر کے اسلام کو جاہ کر دیا۔ نمازوں کو، روزوں کو معطل
کر دیا، شریعت کے محکم کو اور احکام کو توڑ دیا، ایمان کی عمارت
کو ڈھا دیا اور قرآن کی آیتوں کو جلا دیا اور بغاوت و سرکشی میں
دھنسنے چلے گئے، آپ کے قتل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم مظلوم قرار پا گئے۔ مظلوم بھی ایسے کہ اپنے بچے کے خون کا
بدلہ نہ لے سکے، آپ کے قتل سے کتابِ خدا کی لاوارثی چھا
گئی۔ آپ کے ستائے جانے سے اصل میں حق ستایا گیا، آپ
کے نہ ہونے سے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ ان آوازوں میں کوئی
روح نہ رہی، حرام و حلال کا امتیاز قرآن اور قرآن کے معانی کا
تعیین سب ضائع ہو گیا، آپ کے بعد شریعت میں کلی ہوئی
تہدیلیاں قاسد عقیدے، حدود شریعت کا قتل، نفسانی خواہشوں
کا زور، گمراہیاں، فتنے اور غلط چیزوں کا ظہور ہوا، غرض یہ کہ
آپ کی ستانی ستانے والا آپ کے جدا محمد کی قبر کے پاس کھڑا

ہوا اور آپ کی سنانی برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنانی کہ یا رسول اللہ! آپ کا فرزند آپ کا بچہ قتل کر دیا گیا اور آپ کے گھر والوں اور جانثاروں کو مار دیا گیا اور آپ کی ذریت کو قید کیا گیا اور آپ کی ذریت و اہل بیت کو وہ دکھ دیئے گئے جن دکھوں سے ان کو بچانا اُمت پر فرض تھا روح رسول کو اٹھائی قتل ہوا، اور آنحضرت کا قلب نازک گریاں ہوا ملائکہ اور انبیاء نے ان کو آپ کا پُرسہ دیا۔ آپ کے قتل ہونے سے آپ کی ماں فاطمہ زہرا بے تاب ہو گئیں، ملائکہ مقربین کے لشکر ایک کے بعد ایک اترنے لگے جو آپ کے باپ امیر المومنین کو پُرسہ دے رہے تھے اور اہل عظیمین میں آپ پر نوحہ و ماتم کیا جا رہا تھا کہ آپ کے غم میں حورانِ جنت اپنا منہ پیٹ رہی تھیں۔ آسمان اور آسمان کے باشندے آپ پر رورہے تھے، جنت اور جنت کے خزینہ دار روئے، پہاڑ قطار در قطار روئے، دریا اور دریا کی مچھلیاں ملے اور ملے کی عمارتیں جنت اور ظہان کعبہ اور مقام ابراہیم مشعر حرام اور حل و حرم سب ہی آپ کے غم میں گریاں ہوئے۔ خداوند اس بلند مرجعہ مقام کی حرمت کا واسطہ محمد و آل محمد پر درود و سلام بھیج اور مجھ کو ان کے گردہ میں محسوس فرما اور ان کی سفارش سے مجھے داخل جنت فرما۔ اے کم سے کم وقت میں ہر ایک کا حساب کرنے والے اے ہر بزرگ سے کہیں زیادہ بزرگ تر اے تمام حاکموں سے زیادہ زور و حکومت رکھنے والے واسطہ حضرت محمد مصطفیٰ کا جو

تیرے آخری پیغمبر اور تمام عالم کی طرف تیرے رسول ہیں اور ان کے بھائی کا واسطہ جو کشادہ پیشانی اور معدنِ علم و حکمت اور ہر علم میں راسخ ہیں یعنی امیر المومنین علی مرتضیٰ اور قاطعہ زہرا کا واسطہ جو زنانِ عالم کی سردار ہیں۔ حسن مجتبیٰ کا واسطہ جو پاک و پاکیزہ اور پرہیز گاروں کی پناہ گاہ ہیں اور حضرت ابو عبد اللہ الحسین کا واسطہ جو تمام شہداء میں زیادہ بزرگ مرتبہ ہیں اور ان کی قتل ہونے والی اولاد کا واسطہ اور ان کی مظلوم ذریت کا واسطہ اور علی بن حسین زین العابدین کا واسطہ اور محمد بن علی کا واسطہ جو عبادت گزاروں کے قبلہ ہیں اور جعفر بن محمد کا واسطہ جو مجسم صداقت ہیں اور موسیٰ بن جعفر کا واسطہ جو دلائل حق کو ظاہر کرنے والے ہیں اور علی بن موسیٰ کا واسطہ جو دین کے مددگار ہیں اور محمد بن علی کا واسطہ جو اہل حق کے پیشوا ہیں اور علی بن محمد کا واسطہ جو زاہدوں سے کہیں زیادہ زاہد ہیں اور حسن بن علی کا واسطہ جو آئمہ اطہار کے وارث ہیں اور اس فرد کا واسطہ جو تمام خلق پر حجت ہیں محمد و آل محمد پر درود بھیج جو صادقین ہیں۔ بہترین نیکوں کے حامل، جن کا لقب آلِ طہ و آلِ یسین ہے اور مجھے قیامت میں امن پانے والوں میں سے، صاحبانِ اطمینان میں سے کامیاب ہونے والوں میں سے، خوش و خرم اور بشارت جنت پانے والوں میں سے قرار دے۔

خداوند! مجھے اپنے فرماں برداروں میں قرار دے اور صالحین سے وابستہ رکھ، میرے بعد نیکی اور بھلائی سے میرا ذکر ہو جو

بغاوت و سرکشی کرنے والے ہیں، ان کے مقابلہ میں مجھے فتح دے۔ مجھے حاسدوں کے شر سے بچا اور بُری تدبیر کرنے والوں کی تدبیر کا رُخ میری طرف سے پھیر دے۔ ظالموں کے ہاتھوں کو مجھ پر ظلم کرنے سے روک دے اور مجھے اور میرے بابرکت پیٹھواؤں کو (محمد و آل محمد) اعلیٰ علیین میں ایک جگہ جمع کر دے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! مجھے تیری رحمت سے آخرت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت نصیب ہو، کیونکہ ابنِ حشرات کو تو نے اپنی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے، قسم دیتا ہوں، خداوند! میں تجھ کو تیرے نبیِ موصوم کی اور تیرے حتیٰ احکام کی اور گناہوں سے بچنے کے لیے تیرے مقررہ ارشادات کی اور اس قبرِ مطہر کی جس کی زیارت کے لیے ہر طرف سے جن و انس و ملک نکلتے ہیں، جس کے پہلو میں امامِ موصوم شہیدِ ظلم و ستم آرام فرما رہے ہیں کہ میرے رنج و غم کو دُور کر دے اور میرے مقدر کی برائی کو ہٹا دے اور مجھے جہنم کی آتش سوزاں سے پناہ دے دے۔ میرے چاروں طرف اپنی نعمتوں کا اہبار لگا دے اور مجھے اتنا دے کہ میں خوش و غرم رہوں۔ مجھے اپنے جود و کرم میں چھپالے اور اپنی سزا اور عتاب سے دُور رکھ۔

خداوند! مجھے ہر لغزش سے بچا، میرے قول و عمل کو درست کر، مجھے عمر دراز دے اور امراض و اسقام سے بچا اور مجھے میرے پیٹھواؤں کے وسیلہ سے اور اپنے فضل سے میری بہترین تمناؤں

تک پہنچا۔

خداوند! رحمت خاص نازل فرما محمد و آل محمد پر اور میری توبہ کو قبول فرما اور مجھے روٹا دیکھ کر رحم فرما۔ میرے گناہ بخش دے، میرے رنج و ملال کو دور کر، میری خطا کو بخش دے، میری اولاد کو نیک اور صالح قرار دے۔

خداوند! اس عظیم المرتبہ شہادت گاہ اور اس بزرگ مرتبہ مقام پر میری حاضری کا نتیجہ ہو کہ میرے ہر گناہ کو تو بخش چکا ہو، میرے ہر عیب کو تو چھپا چکا ہو، میرے ہر غم کو تو دور کر چکا ہو، میرے رزق میں تو کشائش کر چکا ہو، میرے گھر کے آباد رہنے کا تو حکم نافذ کر چکا ہو، میرے کاموں کے ہر ہنگام کو تو درست کر چکا ہو۔ میری ہر آرزو دے دل کو تو پورا کر چکا ہو، میری ہر دعا کو قبول کر چکا ہو، میری ہر غلطی کو تو ذائل کر چکا ہو، میرے ہر انتشار کو تو اطمینان سے بدل چکا ہو، میرے ہر کام کو تو تکمیل تک پہنچا چکا ہو، میرے ہر مال کو تو زیادہ سے زیادہ کر چکا ہو، اور مجھے ہر خلق حسن تو عطا کر چکا ہو، اور میرے ہر طرف کے بعد اس کا بدل دے کر اس کی کو پورا کر چکا ہو، اور میرے ہر حال کو تو بہتر قرار دے چکا ہو اور میری ہر برائی کو تو درست کر چکا ہو، اور میرے ہر حاسد کو تباہ کر چکا ہو، اور میرے ہر دشمن کو تو ہلاک کر چکا ہو، اور مجھے ہر شر سے تو بچا چکا ہو، اور مجھے ہر بیماری سے تو شفا عطا کر چکا ہو، اور میرے ہر ایک اپنے کو جو دور ہو تو اس کو قریب کر چکا ہو، اور میری ہر پریشانی کو تو اطمینان سے بدل چکا

ہو، اور میرا ہر سوال تو مجھ کو حلال کر چکا ہو۔

خداوند! میں تجھ سے اس دنیا کی ہجری اور اس جہان باقی کے
ثواب کا سوال کرتا ہوں۔

خداوند! مجھے وجہ حلال سے انکار دے کہ میں حرام سے بے نیاز
ہو جاؤں اور اپنا فضل اس وجہ میرے شامل حال رکھ کہ مجھے پھر
کسی کی ضرورت ہی نہ ہو۔

بارالہ! میں تجھ سے اس علم کا سوال کرتا ہوں جو قطع بخل ہو اور
اس دل کا جس میں حیر خوف ہو اور اس یقین کا جو ہر شک کو دور
کردے اور اس اجر کا جو فرائض ہو۔

خداوند! مجھے توفیق دے کہ حیری نعمتوں کا شکر ادا کروں اور اپنا
احسان و کرم مجھ پر زیادہ سے زیادہ فرما اور ایسا کر کہ سب لوگ
میری بات کو مانیں اور میرا ہر عمل حیری بارگاہ میں قبولیت کی
بلندی حاصل کر لے اور نیکیوں میں لوگ میرے نقش قدم پر
چلیں (یعنی نیکیوں کے لیے میں ایک نمونہ بن جاؤں)۔

خداوند! میرے دشمن کو برباد کر دے۔

بارالہ! رحمت خاص نازل فرما محمدؐ و آلِ محمدؐ پر جو حیری تمام مخلوق
میں بہتر سے بہتر ہیں۔ سلسلہ رحمت حیران حضرات پر شب و
روز جاری رہے اور شریر لوگوں کے شر کے مقابلہ میں تو میری
حماہنگت کر اور مجھے گناہوں سے اور گناہوں کے بار سے پاک
کردے اور مجھ کو جہنم سے پناہ دے دے اور راحت و آرام کے
مقام (جنت) میں جگہ عطا فرما۔ مجھے اور میرے تمام برادران

ایمانی و خواہرات کو اپنی رحمت و کرم سے معاف کر دے۔ اے
سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

زیارت کے خاتمہ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے اور دو رکعت نماز پڑھو اس نماز کی

ترتیب یہ ہے:

پہلی رکعت میں بعد از سورۃ حمد سورۃ النہام پڑھو اور دوسری رکعت میں بعد از حمد
سورۃ حشر پڑھو اور قنوت میں کلمات فرج پڑھو:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ الْكَرِيمُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّعْدِ وَالْأَرْضَيْنِ السَّعْدِ وَمَا
فِيهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ خَلْقًا لِأَعْدَائِهِ وَتَكْنِيَةً لِمَنْ عَدَلَ
بِهِ وَاقْرَأْهَا لِرَبِّكَ وَخُضُوعًا لِعِزِّهِ الْأَوَّلِ بَغِيرِ أَوَّلِ
وَالْآخِرِ إِلَى خَيْرِ أَمْرِ الظَّالِمِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ بِقُدْرَتِهِ
الْبَاطِنِ ذُوْنِ كُلِّ شَيْءٍ بِوَلُوْهِ وَلَطْفِهِ لَا تَقُوتُ الْعُقُوْلُ
عَلَى كُنُوْهِ عَظَمَتِهِ وَلَا تُدْبِرُكَ الْأَوْقَالُ حَقِيْقَتَهُ مَا وَبَّيْتَهُ
وَلَا تَتَصَوَّرُ الْأَنْفُسُ مَعَانِي كَيْفِيَّتِهِ مُطْلَعًا عَلَى الضَّمَائِرِ
خَافِقًا بِالسَّوَابِرِ يَخْلُمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الْعُشُوْرُ

”سوائے اس معبود برحق کے کوئی عبادت کے لائق نہیں جو علیم
اور بزرگی والا ہے سوائے اس معبود برحق کے کوئی عبادت کے
لائق نہیں جو اعلیٰ بھی ہے اور عظمت والا بھی ہے۔ کوئی عبادت
کے لائق نہیں سوائے اس معبود برحق کے جو ساتوں زمینوں اور
ساتوں آسمانوں اور ان کے اندر جو کچھ ہے اور جو کچھ ان کے

درمیان ہے، سب کا پالنے والا ہے۔ برخلاف ان کے جو حق و حقیقت کے دشمن ہیں، اور برخلاف ان کے جنہوں نے اُسے جھٹلایا اور اس ذات کے شریک قرار دیئے۔

اس ذات کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کی عزت و شرافت کے سامنے خشوع و خضوع سے سرگرم ہیں۔ وہ سب سے اڈل ہے اور سب سے آخر ہے۔ جس کی کوئی اعتما نہیں۔ وہ اپنی قدرت کاملہ سے ہر چیز پر غالب ہے۔ اپنی دلائل اور لطف سے ہر چیز کے باطن سے آگاہ ہے۔ عقل بشری اس کی عظمت کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ ادھام بشری اس کی مابیت کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتے۔ اس کے معانی و کیفیت کی تصویر کسی ذہن میں نہیں آ سکتی۔ وہ اشخاص کے باطن پر مطلع ہے اور تمام مخفی امور پر آگاہ ہے۔ وہ آنکھوں کی خیانت اور تمام قلوب کے احوال و کیفیات کو خوب جانتا ہے۔“

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ عَلَى تَصْدِيقِي رَسُولَكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَآيْمَانِي بِهِ ، وَعِلْمِي بِمَنْزِلَتِهِ وَإِنِّي أَشْهَدُ أَنَّهُ النَّبِيُّ الَّذِي نَطَقْتَ الْحِكْمَةَ بِفَضْلِهِ ، وَبَشَرْتَ الْاَنْبِيَاءَ بِهِ ، وَدَعَيْتَ إِلَى الْاَكْثَرِاَ بِمَا جَاءَ بِهِ ، وَحَقَّتْ عَلَى تَصْدِيقِهِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى : ”الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجْلُ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيَنْهَوْنَهُمُ الْخَبَائِثِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِي

كَانَتْ عَلَيْهِمْ .

فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِكَ إِلَى الثَّقَلَيْنِ ، وَسَيِّدِ
الْأَنْبِيَاءِ الْمُسْتَطَفَيْنِ ، وَعَلَى أُخِيهِ وَابْنِ عَمِّهِ ، الَّذِينَ لَمْ
يَشْرُكَكَ بِكَ طَرَفَةٌ عَيْنٍ أَبَدًا ، وَعَلَى فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ
سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ، وَعَلَى سَيِّدِي شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ، صَلَواتُ خَالِدَةِ الدَّوَامِ ، عَمْدِ قَطْرِ
الرَّهَامِ ، وَبَهْجَةِ الْجِبَالِ وَالْأَكَامِرِ مَا أَوْثَقَ السَّلَامِ ،
وَاجْتَلَفَ .

الضِّيَاءِ وَالظَّلَامِ ، وَعَلَى زُلُو الطَّاهِرِينَ ، الْأَكْبَرِ
الْمُهْتَدِينَ ، الدَّائِرِينَ عَنِ الدُّنْيَانِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَجَسَّافِ
وَمُؤْنَسَى وَعَلِيٍّ وَمُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُجَّةِ الْقَوَامِ
بِالْقِسْطِ وَسَلَوةِ السَّبْطِ .

”اے میرے پروردگار! میں تجھے گواہ بناتے ہوئے میرے
رسول کی تصدیق کرتا ہوں اور اس پر ایمان رکھتا ہوں اور اس
کے مقام و مرتبہ کی آگاہی رکھتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں
کہ وہ میرے پیغمبر ہیں، قرآن مجید نے ان کی فضیلت بیان کی
ہے اور تمام انبیاء نے ان کے آنے کی بشارت دی ہے اور اپنے
لوگوں کو (ان پر ایمان لانے) کی دعوت دی اور ان کی تصدیق
کی رغبت دلائی۔ خود آپ نے اپنے قرآن میں ان کے بارے
میں فرمایا۔ وہ وہ ہے کہ جس کے نام کو وہ تورات و انجیل میں لکھا
ہوا پاتے ہیں اور وہ انھیں نکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا

ہے، پاک و طیب نعمتوں کو ان پر حلال کرتا ہے اور نجس و پلید کو ان پر حرام کرتا ہے، اویان سابق کی مشقتوں اور زحمت کو (جو ان کے لیے گردن کی زنجیر تھیں) ان کو ایک طرف رکھ دیا۔
 پس درود بھیج اپنے رسول حضرت محمدؐ پر جو عقلین کے رسول ہیں اور منتخب انبیاء کے سردار ہیں اور ان کے بھائی اور امین عم پر جنہوں نے آگہ جھپکنے کی مدت کے لحاظ سے بھی شرک نہیں کیا۔
 اور درود بھیج حضرت فاطمہ زہراؑ پر جو مالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور درود بھیج نوجوانانِ جنس کے سردار امام حسنؑ اور امام حسینؑ پر ایسی رحمت بھیج جو ابدی و سرمدی ہو، تعداد میں بارش کے قطرات کے برابر ہو، اوزان میں پہاڑوں اور ٹیلوں کے برابر ہو۔

درود و سلام ہو، ان پر اور ان کی آل پر، جب تک دن اور رات کا آنا اور جانا ہے اور ان ہدایت یافتہ آئمہ برحق پر جنہوں نے دین کی حفاظت کی، یعنی علیؑ و محمدؑ و جعفرؑ و موسیٰؑ و علیؑ و محمدؑ و علیؑ و حسنؑ و حضرت جنت جو عدل الہی کو قائم کریں گے اور خلیفہ کی بیٹی کے بیٹے ہیں۔“

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ هَذَا الْإِمَامِ قَرِيبًا، وَصَبْرًا جَمِيلًا، وَنَصْرًا عَزِيمًا، وَهِنِي عَنِ الْخُلُقِ، وَثُبَاتًا فِي الْهُدَى، وَالْتَوَفِّي لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى، وَبِرَهْنًا وَاسِعًا، خَلَا طَبِيبًا، مَرِيئًا كَارًا سَاقِيًا، فَاحْضِلَا مُفَضَّلًا صَبَابًا، مِنْ غَيْرِ كِبٍ وَلَا نَكِبٍ، وَلَا مَنَّةٍ مِنْ أَحَدٍ، وَكَافِيَةً مِنْ

كُلِّ بَلَاءٍ ، وَسَقَمٍ وَمَرَضٍ ، وَالشُّكْرِ عَلَى الْعَافِيَةِ
وَالنِّعْمَاءِ ، وَإِذَا جَاءَ الْمَوْتُ فَأَقْبِضْنَا عَلَى أَحْسَنِ مَا
يَكُونُ لَكَ طَاعَةً ، عَلَى مَا أَمَرْتَنَا مُحَافِظِينَ ، حَتَّى
تُؤَدِّيَنَا إِلَى جَنَّاتِ النَّعِيمِ ، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ،
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَأَوْحَشْنِي مِنَ
الدُّنْيَا وَأَنِسْنِي بِالْآخِرَةِ ، فَإِنَّهُ لَا يُوحَشُ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا
خَوْفَكَ ، وَلَا يُؤْنَسُ بِالْآخِرَةِ إِلَّا بِرَجَاؤِكَ ، اللَّهُمَّ لَكَ
الْحُجَّةُ لَا عَلَيْكَ ، وَإِلَيْكَ الْمُشْتَكَى لِأَمْنِكَ ، فَصَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَعِنِّي عَلَى تَفْهِمِ الظَّالِمَةِ الْعَاصِيَةِ ،
وَشَهَوَتِي الْغَالِبَةِ وَأَخْتِمْ لِي بِالْعَافِيَةِ .

اللَّهُمَّ إِنْ اسْتَغْفَرِي إِيَّاكَ وَأَنَا مُصِرٌّ عَلَى مَا نَهَيْتَ قَلَّةَ
حَيَاءٍ ، وَتَرَكِي الْإِسْتِغْفَارَ مِمَّ عَلِمْتُ بِسَعَةِ جِلْوِكَ
تَضْيِيعُ لِحَقِّ الرَّجَاءِ ، اللَّهُمَّ إِنْ ذُنُوبِي تُؤْنِسُنِي أَنْ
أَرْجُوكَ وَإِنَّ عَلَيَّ بِسَعَةِ رَحْمَتِكَ يَمْتَلِئُنِي أَنْ أَخْشَاكَ ،
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَصَدِّقِي رَجَائِي لَكَ ،
وَكَذَبُ خَوْفِي مِنْكَ وَكُنْ لِي عِنْدَ أَحْسَنِ ظَنِّي بِكَ
يَا أَكْرَمَ الْأَكْرَمِينَ .

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَأَيِّدْنِي بِالْوَصْوَةِ ،
وَانْطَلِقْ لِسَانِي بِالْحُكْمَةِ ، وَاجْعَلْنِي مِمَّنْ يَنْدَمُ عَلَى مَا
ضَيَّعَهُ فِي أَمْرِهِ ، وَلَا يَقْبِرَ حَقَّةً فِي يَوْمِهِ ، وَلَا يَهْمُ
لِرَبْرِيقِ عَلَيْهِ ، اللَّهُمَّ إِنْ الْغَنَى مَنِ اسْتَغْنَى بِكَ وَأَفْقَرُ

إِيَّاكَ، وَالْفَقِيرُ مِنْ اسْتَعْنَى بِخَلْقِكَ عَنْكَ، فَصَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَأَخْلِنِي عَنْ خَلْقِكَ بِكَ، وَأَجْعَلْنِي
مِمَّنْ لَا يَبْسُطُ كَفًّا إِلَّا إِلَيْكَ.

(اللَّهُمَّ إِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ قَطَعَ وَأَمَامَةَ التَّوْبَةِ وَوَرَاءَ
الرَّحْمَةِ، وَإِنْ كُنْتُ ضَعِيفَ الْعَمَلِ فَلْنُنِي فِي رَحْمَتِكَ
قَوِي الْأَمَلِ، فَهَبْ لِي ضَعْفَ عَمَلِي لِقُوَّةِ أَمَلِي.

اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ مَا فِي عِبَادِكَ مِنْ هُوَ أَقْسَى قَلْبًا
مِنِّي وَأَعْظَمُ مِنْنِي ذَنْبًا فَلْنُنِي أَكْثَرَ أَنَّهُ لَا مَوْلَى أَكْثَرُ
مِنْكَ طَوْلًا، وَأَوْسَمُ رَحْمَةً وَكَفَرًا فَيَأْمَنْ هُوَ أَوْحَدُ فِي
رَحْمَتِهِ إِخْفَرُ لِمَنْ لَيْسَ بِأَوْحَدٍ فِي خَطِيئَتِهِ)

”اے پالنے والے! تجھے اس امام بزرگوار کے حق کا واسطہ دینا
ہوں، ان کا ظہور جلد از جلد فرما، صبر جمیل عطا فرما، فتح و نصرت
عطا فرما، لوگوں سے بے نیازی عطا فرما، اور ہدایت میں کتابت
قدیمی عطا فرما، اس چیز کی توفیق عطا فرما، جو تجھے پسند ہے اور
جس پر تو راضی ہے، رزق واسع اور حلال و طیب عطا فرما، جو
خوشگوار ہو، جو بہت زیادہ ہو اور لمحہ بہ لمحہ بڑھنے والا ہو، جس کے
حصول میں محنت اور مشقت نہ ہو، اور اس رزق کے آنے میں
کسی ایک کا احسان و منت نہ ہو، ہر بلا سے تندرستی عطا فرما، ہر
عافیت و نعمت پر شکر گزاری کی توفیق عطا فرما، جب موت آئے تو
تیری اطاعت و بندگی پر آئے، تیری اطاعت کی تابعداری میں
موت آئے تاکہ تو ہمیں جنت میں ٹھکانہ عطا فرمائے، اے تمام

مہربانوں سے سب سے بڑھ کر مہربان! اپنی رحمت سے دعا قبول فرما۔

اے میرے اللہ! محمدؐ اور اس کی آلؑ پر درود بھیج، مجھے دنیا سے دُوری اور آخرت سے قرب و مالویت عطا فرما، صرف تیرا خوف مجھے دنیا سے دُور لے جاسکتا ہے، تیری ذات پر اُمید ہی آخرت سے مالوس کر سکتی ہے۔

بارِ خدایا! حجت اور دلیل تیرے ساتھ ہے، تیرے خلاف نہیں ہے۔ دنیا کے مصائب کا کھوہ و شکایت تیری طرف کیا جاتا ہے، تیری ذات سے نہیں۔ پس محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود نازل فرما، پس میرے اس ظالم و سرکش نفس کے خلاف نصرت فرما، اس کی شہوت کے خلاف نصرت فرماتے ہوئے میرا انجام کار عافیت پر فرما۔

خدایا! یہ میری کوتاہی ہے کہ میں تیرے دروازے پر استغفار کرتا ہوں، پھر تیرے منافی پر مُصر رہتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تیرا حلم بکراں ہے، اس لیے میرا استغفار بہت قلیل ہے، اس اُمید میں کہ تیری ذات حلیم ہے۔ انتقام میں جلدی نہیں کرتا۔

بارِ الہا! میرے گناہ اتنے ہیں جو مجھے تجھ سے اُمید رکھنے میں مالوس کر دیتے ہیں، لیکن تیری واسع رحمت کو خوب جانتا ہوں، یہی امر میرے حوصلوں کو بڑھا دیتا ہے اس لیے خطائیں ہو جاتی ہیں، محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیج، مجھے اپنی ذات پر اُمید و دلہندی عطا فرما اور خوف سے نجات عطا فرما، مجھے وہ منزل عطا فرما کہ

میں تجھ سے حسن ظن کی امید رکھوں، اے تمام بخشے والوں کے
سید و سردار بارخدا یا! محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و رحمت بھیج! مجھے
گناہوں سے بچا! میری زبان پر حکمت کو جاری فرما! مجھے ماضی
کی بد اعمالیوں پر نادم ہونے کی توفیق عطا فرما، میرے ناقص
اعمال کو احسن بنادے، مجھے رزق فردا کی پریشانیوں میں مبتلا نہ
فرما۔

بار الہا! تو گمراہ ہے جو تیرے ذریعے تو گمراہی تلاش کرے اور
اپنی احتیاج تجھ سے بیان کرے، وہ فقیر و ناچار ہے، جو تجھ سے
زور گردانی کرے اور مخلوق سے اپنی ضروریات طلب کرے، پس
تو محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج۔

پروردگار! مجھے اپنی مخلوق سے بے نیاز فرما، مجھے وہ فرد بنادے جو
صرف تیری طرف اپنے ہاتھوں کو پھیلائے، تیرے سوا کسی اور
کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔

اے پروردگار! وہ بد بخت ہے جو تیری درگاہ سے مایوس ہے
حالانکہ اس کے آگے تیرا دروازہ کھلا ہے، تیری رحمت اس کے
پیچھے پیچھے ہو، اگرچہ میرا عمل کمزور و ناچیز ہے لیکن میری آرزو
تیری رحمت کی وجہ سے قوی و محکم ہے، پس میرے کمزور عمل کو
میری قوت و امید سے مضبوط فرما۔

اے پروردگار! تو جانتا ہے تیرے تمام بندوں میں سے قسامت
قلب کے اعتبار سے مجھ سے کون شدید تر ہے اور گناہوں کے
اعتبار سے مجھ سے کون بڑھ کر ہے لیکن میں صرف یہ جانتا ہوں،

تمام بادشاہوں میں فضل و کرم سے تو سب سے بڑھ کر ہے،
اے وہ ذات جو رحمت کے اعتبار سے یکتا ہے، تو اس بندے کو
معاف فرما جو تیری خطاؤں کے اعتبار سے اپنا مثل نہیں رکھتا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَمَرْتَنَا فَعَصَيْنَا ، وَنَهَيْتَ فَمَا اَنْتَهَيْنَا
وَذَكَّرْتَ فَتَنَّا سَيِّئًا ، وَبَصَّرْتَ فَتَعَامَيْنَا ، وَحَذَرْتَ
فَتَعَدَّيْنَا ، وَمَا كَانَ ذَلِكَ جَزَاءَ اِحْسَانِكَ اِلَيْنَا ، وَاَنْتَ
اَعْلَمُ بِمَا اَعْلَنَّا وَاَخْفَيْنَا ، وَاَخْبَرُ بِمَا نَايِي وَمَا اَتَيْنَا ،
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَلَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا اَخْطَاْنَا
وَنَسِينَا وَهَبْ لَنَا حَقُّوْكَ لَدَيْنَا وَاْتِمِّ اِحْسَانَكَ اِلَيْنَا
وَاَسْبِلْ رَحْمَتَكَ عَلَيْنَا

اَللّٰهُمَّ انا نتوسل اليك بهذا الصديق الامام، ونسلك
بالحق الذي جعلته له ولجده رسولك ولا يويه على
وفاطمة ، اهل بيت الرحمة، ادراهم الرقيق الذي به
قوام حياتنا ، وصلاح احوال عيالنا ، فانت الكريم
الذي تعطي من سعة ، وتمنم من قدرة ، ونحن
نسئلك من الرقيق ما يكون صلاحًا للدنيا ، وبلاغًا
للاخرة

”اے میرے اللہ! تو نے ہمیں نیکی کا حکم دیا، ہم نے گناہ کیے، تو
نے گناہوں سے روکاء ہم نہ رکے۔ تو نے ہمیں یاد دلایا، ہم نے
بھلا دیا۔ تو نے بصارت عطا فرمائی ہم نے آکھیں بند کر لیں۔
تو نے ڈرایا ہم سرکش رہے۔ جب ہم نے ایسا کیا تو اب ہمیں

عمری ذات سے احسانات کی امید نہیں رکھنا چاہیے تھا۔ تو خوب جانتا ہے ہمارے ظاہر اور باطن کو جو اعمال ہم بجالا چکے ہیں ان کو بھی تو خوب جانتا ہے۔ پس محمد و آل محمد پر درود بھیج! جو خطائیں اور نسیان ہم سے صادر ہو چکے ہیں مواخذہ نہ فرما! ہم نے جو حقوق ضائع کیے وہ بخش دے، اپنے احسانات ہم پر تمام فرما اور ہم پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے۔

اے میرے اللہ! اس صدیق امام کے قوسل سے آپ کی ذات تک رسائی چاہتا ہوں اور میں تیرے حضور اس حق کا واسطہ دیتا ہوں جو تو نے اسی امام کو بخشا ہے اور اس حق کا جو تو نے اس کے جد کو جو تیرا رسول ہے اور اس کے والدین کو اور اس کے اہل بیت کو بخشا ہے کا واسطہ دیتا ہوں۔ تیرا رزق میری زندگی کا قوام ہے اور میرے اہل و عیال کی زندگی ہے تو کریم ہے۔ یہ رزق واسع عطا فرما اور جو میرے اس رزق میں مانع ہو اس مانع کو بید قدرت سے دور فرما۔

اے میرے اللہ! مجھے وہ رزق عطا فرما جو میرے لیے اس دنیا میں موجب صلاح ہو اور آخرت کے لیے کفایت کرنے والا ہو۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَافْزِلْنَا وَلَوْلَا دِينُنَا
وَلَجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ
الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ وَأَتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي
الْآخِرَةِ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ
 ”اے میرے اللہ! محمد و آل محمد پر درود بھیج، ہمارے والدین کو
 بخش دے اور تمام مومنین و مومنات، مسلمین و مسلمات کو بخش
 دے، جو زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں، اس دنیا میں اور آخرت
 میں سب سے بہتر عطا فرما اور عذاب جہنم سے بچا۔

پھر رکوع کر اور سجدہ کر پھر تشهد پڑھو اور سلام پڑھو۔ بعد از تسبیح
 زہرا اپنے رخساروں کو خاک پر رکھ اور چالیس مرتبہ سُبْحَانَ
 اللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پڑھو۔
 خداوند تعالیٰ سے دعا مانگ، تاکہ تیرے گناہ معاف ہو جائیں۔
 اور تجھے اپنے عذاب سے نجات دے اور تجھے نیک عمل کی توفیق
 دے۔ اور تیرے اعمال کو قبول فرمائے۔ پھر اپنے آپ کو ضریح
 سے چسپاں کر اور یوں دے اور کہ: رَبِّ اَللّٰهُمَّ فِیْ هٰذِهِ صَلَاتُكَ
 وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہ۔ اللہ تعالیٰ
 تیرے شرف کو بڑھا دے، تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی برکت و
 رحمت کا نزول ہو۔ پھر اپنے لیے اور اپنے والدین اور اپنے
 احباب کے لیے دعائیں مانگو۔

(نوٹ: امام کی یہ دعا و استغفار ایک عام انسان کے لیے ہے، ورنہ معصوم

گناہ اور معصیت کا اور کتاب نہیں کرتا۔ ناشر)

زیارت ناحیہ مقدسہ میں ذکر شدہ شہدائے کربلا کے نام

حروفِ حجبی کی ترتیب سے ان کے اسما یہ ہیں:

- ۱- ابنِ مسعود بن حجاج، بخاری ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۲- ابو بکر بن حسن، بخاری ج ۴۵، ص ۷۷ و اقبال، ص ۵۷۴
- ۳- ابو ثمامہ، بخاری ج ۴۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۴- ابو عبیدہ بن مسلم بن عقیل، بخاری ج ۴۵، ص ۶۸
- ۵- ابو الفضل بن حنان حضرت عباس بن امیر المومنین
- ۶- اسلم بن کثیر، بخاری ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۷- انس بن کمال، بخاری ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۸- بشر بن عمر (عمرو) بخاری ج ۴۵، ص ۷۰ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۹- جبلیہ بن علی، بخاری ج ۴۵، ص ۷۰ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۱۰- جعفر بن امیر المومنین، بخاری ج ۴۵، ص ۶۶ و اقبال، ص ۵۷۴
- ۱۱- جعفر بن عقیل، بخاری ج ۴۵، ص ۶۸ و اقبال، ص ۵۷۵
- ۱۲- جندب بن جحر (خجر)، بخاری ج ۴۵، ص ۶۸ و اقبال، ص ۵۷۵
- ۱۳- جون بن حوی، بخاری ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال و ناخ و ناخ حون بن حوی
- ۱۴- حباب بن حارث، بخاری ج ۴۵، ص ۷۲ و ناخ و اقبال (حیان بن حارث)
- ۱۵- حبیب بن مظاہر (مظہر)، بخاری ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۱۶- حجاج بن زید، بخاری ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۱۷- حجاج بن مسروق، بخاری ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶

- ۱۸- خرمین یزید ریاحی، بحار ج ۴۵، ص ۷۱، و اقبال، ص ۵۷۶
- ۱۹- حنظلہ بن سعد (اسعد)، بحار ج ۴۵، ص ۷۳، و اقبال، ص ۵۷۷
- ۲۰- حوین بن مالک، بحار ج ۴۵، ص ۷۲، و اقبال، ص ۵۷۶
- ۲۱- حیان بن حارث، و ناخ ج ۳، و اقبال، ص ۵۷۶ و بحار (حباب بن حارث)
- ۲۲- زاہد (زاہر)، عمرو کے غلام، بحار ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۲۳- زہیر بن دہر، بحار ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۲۴- زہیر بن شلم، بحار ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۲۵- زہیر بن قین، بحار ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۲۶- زید بن لیبیت (لیبط)، بحار ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶ و ناخ (یزید بن لیبیت)
- ۲۷- زید بن معقل، بحار ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۲۸- "سالم" بنی الدینہ کے غلام، بحار ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۲۹- "سالم" عامر بن مسلم کے غلام، بحار ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۳۰- سعد بن عبداللہ، بحار ج ۴۵ و اقبال، ص ۵۷۵
- ۳۱- "سعید" غلام سعد بن عبداللہ، بحار ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۳۲- "سلیمان" امام حسینؑ کے غلام، بحار ج ۴۵، ص ۶۹ و اقبال، ص ۵۷۵
- ۳۳- سوار بن ابی خیر (خیر)، بحار ج ۴۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۳۴- سیف بن مالک، بحار ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۳۵- شہب بن الحارث، بحار ج ۴۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۳۶- شہب بن عبداللہ، بحار ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۳۷- شوزب مولیٰ شاکر، بحار ج ۴۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۳۸- ضرعمۃ بن مالک، بحار ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶

- ۳۹- عابس بن ابی حمیب شاکری، بحار ج ۳۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۴۰- عامر بن مسلم، بحار ج ۳۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۴۱- عباس بن امیر المومنین، بحار ج ۳۵، ص ۶۶ و اقبال، ص ۵۷۴
- ۴۲- عبدالرحمن بن عبدالله الکدیری، بحار ج ۳۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۴۳- عبدالرحمن بن عروہ، بحار ج ۵۴، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۴۴- عبدالرحمن بن عقیل، بحار ج ۳۵، ص ۶۸ و اقبال، ص ۵۷۵
- ۴۵- عبدالله بن امیر المومنین، بحار ج ۳۵، ص ۶۶ و اقبال، ص ۵۷۴
- ۴۶- عبدالله بن الحسن، بحار ج ۳۵، ص ۶۷ و اقبال، ص ۵۷۴
- ۴۷- عبدالله بن الحسین الرضیع، بحار ج ۳۵ و اقبال، ص ۵۷۴
- ۴۸- عبدالله بن عروہ، بحار ج ۳۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۴۹- عبدالله بن عمیر، بحار ج ۳۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۵۰- عبدالله بن مسلم، بحار ج ۳۵، ص ۶۸ و اقبال، ص ۵۷۵
- ۵۱- عبدالله بن یزید، بحار ج ۳۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۵۲- عبیدالله بن مسلم بن عقیل، اقبال، ص ۵۷۵ (عبدالله بن مسلم)
- ۵۳- عبیدالله بن یزید قمی، بحار ج ۳۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۴
- ۵۴- عثمان بن امیر المومنین، بحار ج ۳۵، ص ۶۷ و اقبال، ص ۵۷۴
- ۵۵- علی بن الحسین الاکبر، بحار ج ۳۵، ص ۶۵ و اقبال، ص ۵۷۳
- ۵۶- عمار بن ابی سلمه، بحار ج ۳۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷
- ۵۷- عمار بن حسان، بحار ج ۳۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶
- ۵۸- عمر بن خالد ناخ، ج ۳
- ۵۹- عمرو (عمر) بن ضحیہ، بحار ج ۳۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۶

۶۰- عمرو بن عبداللہ الجعفی، بخاری ج ۴۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷

۶۱- عمرو (عمرو بن قرظہ، بخاری ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۷

۶۲- عمر بن حنظل، بخاری ج ۴۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷

۶۳- عمر (عمرو) بن خالد، بخاری ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۷

۶۴- عمر بن ضحیہ، اقبال، ص ۵۷۶ و بخاری (عمرو بن ضحیہ)

۶۵- عمر (عمرو) بن عبداللہ بعنوان ابو ثامہ (نام پہلے بھی آچکا ہے)

۶۶- عمر بن قرظہ بعنوان عمرو بن قرظہ (نام گزر چکا ہے)

۶۷- عمر بن کعب، بخاری ج ۴۵، ص ۷۰

۶۸- عون بن حوی، تاریخ، ج ۳ و اقبال، ص ۵۷۶، بخاری (عون بن حوی)

۶۹- عون بن عبداللہ بن جعفر، بخاری ج ۴۵، ص ۶۸ و اقبال، ص ۵۷۷

۷۰- اقارب مولیٰ الحسین، بخاری ج ۴۵، ص ۴۹ و اقبال، ص ۵۷۷

۷۱- قاسط بن ظمیر (زبیر)، بخاری ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶

۷۲- قاسم بن حبیب، بخاری ج ۴۵، ص ۷۳ و اقبال، ص ۵۷۷

۷۳- قاسم بن الحسن، بخاری ج ۴۵، ص ۶۷ و اقبال، ص ۵۷۷

۷۴- قنصل بن عمرو، بخاری ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶

۷۵- قیس بن مسر، بخاری ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶

۷۶- کرش بن ظمیر (زبیر)، ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶

۷۷- کنانہ بن قتیق، ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶

۷۸- مالک بن عید بن سریح، ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۷

۷۹- معج بن عبداللہ، بخاری ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶

۸۰- محمد بن ابی سعید، بخاری ج ۴۵، ص ۶۹ و اقبال، ص ۵۷۷

۸۱- محمد بن امیر المومنین، بخار، ج ۴۵، ص ۶۷ و اقبال، ص ۵۷۴

۸۲- محمد بن عبداللہ بن جعفر، بخار، ج ۴۵، ص ۶۸ و اقبال، ص ۵۷۵

۸۳- مسعود بن الحجاج، بخار، ج ۴۵، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۶

۸۴- مسلم بن عوجہ، بخار، ج ۴۵، ص ۶۹ و اقبال، ص ۵۷۵

۸۵- یحییٰ بن مولیٰ الحسین، بخار، ج ۴۵، ص ۶۹ و اقبال، ص ۵۷۵

۸۶- نافع بن نافع، ناسخ، ج ۳

۸۷- نافع بن ہلال، بخار، ج ۴۵، ص ۷۱ و اقبال، ص ۵۷۶

۸۸- نعیم بن محمدان، بخار، ج ۴۵، ص ۷۰ و اقبال، ص ۵۷۶

۸۹- یزید بن شوعب، ناسخ، ج ۳

۹۰- یزید بن حصین، ناسخ، ج ۳، ص ۷۰ و اقبال، ص ۵۷۷

۹۱- یزید بن زیاد، بخار، ج ۴۰، ص ۷۲ و اقبال، ص ۵۷۷

اہل بیتؑ کو بلا سے کوفہ کی طرف

احوالِ رُذوسِ شہداء

قصہ خولیؑ

عمر بن سعد جو نبی امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے فارغ ہوا تو کوفہ کی روانگی کی طرف متوجہ ہوا۔ امام حسینؑ کا سر مبارک خولی بن یزید المصعبی اور حمید بن مسلم ازدی کے حوالے کیا کہ وہ عید اللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں۔ خولی نے سر کو اٹھایا اور بڑی جلدی کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گیا۔ جب دارالامارہ پہنچا تو اس وقت دروازے بند تھے۔ ناچار سر مبارک کو اپنے گھر لایا اور ایک مٹی کے برتن میں رکھ دیا۔^①

خولی ملعون کی دو بیویاں تھیں۔ ایک بیوی بنو اسد قبیلہ کی تھی اور دوسری حصریہ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی اور وہ حصر موت کے لوگوں میں سے تھی، اس کا نام 'نوار' تھا۔ خولی نوار کے پاس آیا۔ نوار نے پوچھا: کوئی نئی تازہ خبر ہے؟ اس نے کہا: میں تیرے لیے سونا اور زرسرخ لایا ہوں۔ یہ حسین کا سر ہے جو تیرے گھر لایا ہوں۔ نوار خوف زدہ ہوئی اور کہا: تو برباد ہو جائے لوگ سبم و زلزلے ہیں اور تو فرزندِ رسولؐ کا سر لایا ہے، قسم بخدا! آج کے بعد تیرا سر اور میرا سر ایک سر ہانے پر جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ کہا اور بسترِ خولی سے دُور چلی گئی اور خولی کی دوسری بیوی اسدیہ سے گفتگو کی اور اس برتن

① تاریخ، ج ۳، ص ۲۵ و شیر الاحزان، ص ۸۵ و جلاء الجنون، ص ۵۹۸ و نفس المہوم، ص ۳۸۲۔ ان تمام نے طبری سے نقل کیا ہے اور حقیقہ نے تاریخ سے نقل کیا ہے۔

② یزدی نے صحیح الاحزان، ص ۳۶۵ پر نقل کیا ہے کہ سر مبارک کو بغداد میں چھپایا۔ روحۃ الشہداء میں بھی یہی لکھا ہے۔

کے قریب آئی جس میں سر مبارک تھا۔ نوار نے جب سر پر اپنی نگاہ مرکوز کی تو دیکھا سر مبارک سے ایک نور ہے جو عمومی صورت میں آسمان کی طرف جا رہا ہے۔ ملائکہ کی تسبیح کی آواز سنائی دے رہی ہے، سفید رنگ کے پرندوں کو دیکھا جو اس سر کے ارد گرد اڑ رہے تھے اور سر مبارک سے قرآن کی تلاوت کی آواز آرہی تھی: وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ”انہیں جلد معلوم ہو جائے گا جنہوں نے ظلم کیا۔“

صحیح الاحزان، ص ۲۶۵ پر ہے: بعض علمائے کرام نے ذکر کیا ہے کہ زن خولی کا بیان ہے: میں نے اچانک دیکھا کہ آسمان کی طرف سے پانچ مستورات سر کے قریب اتریں، ان میں سے ایک نے سر کو اٹھایا اس کے پوسے لیے اور اپنے سینے سے لگایا اور رونا شروع کیا اور فرمایا: ”اے ہمہ مادر اے فرحب مادر خداوند تعالیٰ تیرے قاتلوں کو اپنے انجام تک پہنچائے، پھر سر مطہر کو رکھا اور چلی گئیں۔“

اے سرت سر خداوند و رحمت آیہ نور
تو عجا خانہ خولی تو عجا خاک نور
جو این مطبخ ویرانہ مبارک باشد
منزل تازہ و این خانہ مبارک باشد
مگر این وادی طور و زن خویت کلیم
ارنی گوشہ این زن بخداوند کریم
اعمد این خانہ مگر آمدہ موسیٰ دیگر
یا کہ حق کردہ دگر بارہ جلالی دگر
(جوہری)

”اے مبارک سرا تو خداوند تعالیٰ کا راز ہے اور آفت نور ہے،
نور جو دیران تھا تیری وجہ سے بابرکت بن گیا۔ ابھی آپ آئے

سفر سے جگے مانعے تھے اس گھر کو اپنی آمد سے مبارک کر دیا۔
 مظلوم ہوتا ہے یہ نور وادی طور ہے اور ذرا خولی موسیٰ کلیم
 ہے۔ اس نے بھی جناب موسیٰ کلیم کی طرح کلام کیا۔ جناب
 موسیٰ نے بھی کہا تھا: ارئی، اس طرح اس خاتون نے بھی کہا:
 ارئی، یا یہ کہوں کہ اس گھر کے اندر ایک اور موسیٰ آئے ہیں یا یہ
 کہوں کہ حق تعالیٰ نے دوبارہ اپنی تجلی دکھائی ہے۔“

مادرت با آہ و فغان آمدہ
 تا نمود از باغ رضوان آمدہ
 از چہ رُو خولی شوم پُر غرور
 کردہ مہمانی تو را اندر حمور
 گیسوانی را کہ دریم جبرئیل
 از وفا ہستی بہ آب سلسیل
 حیف از این گیسو کہ از خون تر شدہ
 از جفا پر خاک و خاکستر شدہ
 گوچہ شد ای سرکہ! اینجا آمدی؟
 از چہ رُو در کوفہ تھا آمدی؟
 ای شاہ بے کس علمدارت کہا است؟
 محرم راز و سپاہ دارت کہا است؟
 (جوہری)

”اے حسین! تو نور خولی کے اندر منزل کیے ہوئے ہے، تیری
 مظلومہ ماں باغ جنت کو چھوڑ چھاڑ کر آہ و فغان کے ساتھ حیرتی

ملاقات کے لیے حیرے پاس تشریف لائی ہیں، اے مبارک سر تو
اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، اپنے خون مقدس
سے تو رنگین کر دیا گیا ہے۔

یہ ملعون خولی غرور و تکبر کا قلام کس منہ سے تجھے اپنے گھر لے آیا
ہے، آپ کی مہمانی کے لیے اس نے تور کو استعمال کیا۔ حیرے
گیسو تو وہ گیسو ہیں جن کو جبریل امینؑ آپ سلسبیل سے دھویا کرتا
تھا، آج یہ گیسو امت نے خون سے تر کر دیئے ہیں، ظلم و جفا سے
ان گیسو میں خاک ملی ہوئی ہے۔

اے مبارک سر! کیا ہوا ہے جو یہاں چلے آئے ہو اور پھر کوفہ
میں اور اکیلے چلے آئے ہو، اے شاہ بے کس! تمہارا عہدار
کہاں ہے، تمہارا محرم راز عباس کہاں ہے؟“

قصہ خولی وزن خولی

مرحوم کاشفی نے روضۃ المشہداء، ص ۲۸۸ میں نقل کیا ہے: جب خولی امام حسین
علیہ السلام کے مبارک سر کو لے کر کربلا سے کوفہ کی طرف روانہ تھا، اس کا گھر کوفہ سے
ایک فرسخ کے فاصلے پر تھا، وہ اپنے گھر آیا، اس کی بیوی انصار سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ
اہل بیت سے شدید عہت رکھتی تھی، خولی نے اس کے ڈر کی وجہ سے مبارک کو اپنے گھر کے
تور میں رکھ دیا اور پھر اپنی بیوی کے پاس آیا۔ عورت نے پوچھا: اتنے دن گھر نہیں آیا
کہاں رہ گیا تھا۔ اس ملعون نے کہا: ایک آدمی نے یزید کے خلاف بغاوت کی، اس
کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ عورت نے مزید استفسار نہ کیا۔ اس کے
لیے کھانا لائی، خولی نے کھانا کھایا اور سو گیا۔

اس کی بیوی شب زندہ دار تھی تہجد کے لیے اٹھی اور گھر کے اس مقام پر آئی

جہاں نور تھا، کیا دیکھا؟ ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے، پورا ماحول بخند نور بنا ہوا ہے۔ جیسے ہزاروں شمعیں اور چراغ روشن ہوں لیکن جب اُس نے اچھی طرح سے اپنی نگاہیں مرکوز کیں تو اُس نے دیکھا اس روشنی کا مرکز نور ہے۔ اس نور سے یہ روشنی نکل رہی ہے۔ اذروئے تعجب کہا: سبحان اللہ! نہ تو میں نے اس نور کو روشن کیا ہے اور نہ کسی اور کو نور کے روشن کرنے کی بات کی ہے، اب یہ روشنی کیوں ہے؟ اور کہاں سے آ رہی ہے؟ اس وقت اس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی جب اُس نے دیکھا روشنی نور سے پیدا ہوا آسمان کی طرف عمودی شکل میں جا رہی ہے۔ پھر اُس نے اچانک دیکھا، آسمان سے چار خواتین آئیں اور اُس سر مبارک کو نور سے باہر نکالا، اس سر کے پوسے لیے، اپنے سینوں کے ساتھ لگایا اور پھر نالہ و فریاد شروع کیا اور کہا:

اے اپنی ماں کے شہید اے اپنی ماں کے غریب اے اپنی ماں کے مظلوم! خداوند تعالیٰ بدوز قیامت میری طرف سے تیرے دشمنوں سے انتقام لے۔ جب تک وہ ذات تیرے قاتلوں سے انتقام نہ لے گا اُس وقت تک پایائے عرش کو نہ چھوڑوں گی۔ دوسری خواتین نے خوب گریہ کیا۔ پھر انھوں نے سر مبارک کو نور میں رکھا اور غائب ہو گئیں۔

یہ خاتون نور کے قریب آئی، سر کو نور سے باہر نکالا اور اچھی طرح سے دیکھا کیونکہ وہ امام حسینؑ کو خوب جانتی تھی۔ جب اُسے پتہ چلا کہ امامؑ کا سر ہے تو ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اس بے ہوشی کے دوران غیب سے آواز سنی کہ اٹھ تیرے شوہر کے ظلم و عدوان کا مواخذہ تجھ سے نہ کیا جائے گا۔ اس عورت نے اس آواز غیبی سے سوال کیا۔ یہ چار مستورات جو نور کے قریب آئی تھیں وہ کون تھیں؟ آواز آئی: جس خاتون نے سر کو اٹھایا، اپنے سینے سے لگایا یہ اُن کی والدہ گرامی جناب فاطمہ زہراؑ تھیں اور دوسری خاتون ان کی والدہ حضرت خدیجہؑ تھیں، تیسری

جناب مریم مادر مہیٰ تھیں اور چوتھی زین فرعون جناب آسیہ تھیں۔

جب اسے اتفاق ہوا اپنی جگہ سے اٹھی، سر مبارک کو اٹھایا، اس کے بوسے لیے، ملک و گلاب سے اُسے غسل دیا، حطر اور کافور لگایا، کیسے مبارک کو نگہیں کے ساتھ سنوارا اور پاکیزہ مقام پر رکھا۔ پھر خولی طہون کو بیدار کیا اور پوچھا: یہ کس کا سر مبارک ہے جو تو نے غور میں رکھ چھوڑا تھا، تجھے شرم نہیں آئی؟ یہی فرزند رسول اللہ کا سر مقدس ہے۔ اٹھ اُحد و یکہ زمین سے تا آسمان ملا کہ فوج و فوج زیارت کے لیے آرہے ہیں اور وہ گریہ کتھیں ہیں اور وہ تجھ پر لعنت کرتے ہیں اور آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ میں اب تم سے اور اس دنیا سے ہزار ہو چکی ہوں، بس چادر اٹھائی اور گھر سے باہر نکل۔

خولی نے کہا: اے میری بھئی کہاں جاتی ہے؟ اور اپنے بیٹوں کو کیوں جہنم کرتی

ہے؟

اُس نے جواب میں کہا: تو نے فرزند ان مصطفیٰ کو جہنم کر دیا ہے، تجھے ذرا بھرنہ خوف ہوا اور نہ حیا آئی۔ اب مجھے حیرت کوئی پرواہ نہیں ہے تو جان اور تیرا کام جانے۔ بس وہ خاتون چلی گئی اور پھر کسی نے اس کو نہ دیکھا کہ وہ کدھر گئی اور کہاں گئی۔

قصہ زین خولی بطریق دیگر

ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۰۵، زین خولی نے کہا: میں نے ایک پُرورد آواز سنی: اَنَا الْقَرِيبُ۔ وہ کہتی ہے یہ سن کر میں بے ہوش ہو گئی۔ اس عالم مدہوشی میں، میں نے دیکھا میرا ہورچی خانہ بہت وسیع ہو گیا ہے، جنت کی حوریں اور خوبصورت کینریں اس میں پکڑ لگا رہی ہیں اور چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں: ”راستہ دو، راستہ دو“۔ حضرت زہراؑ اپنے فرزند امام حسینؑ کی زیارت کے لیے تشریف لا رہی ہیں۔ میں نے اچانک دیکھا پانچ صودج آسمان سے زمین پر اترے۔ اس میں سیاہ پوش بیٹیاں تھیں جو باہر آئیں اور انھوں نے غور کے ارد گرد ایک ماتمی حلقہ بنایا۔ میں نے ان میں ایک خاتون کو دیکھا

جس کی عمر ان تمام بیبیوں سے کم تھی۔ اس نے اپنا گریبان چاک کیا اور گریبہ کرتے ہوئے غور میں ہاتھ ڈالا اور ایک سر جو خون سے بڑھا تھا جس کی رگوں سے تازہ خون جاری تھا۔ باہر نکالا اُسے اپنے سینہ سے لٹایا اور آہ و بکا شروع کیا اور فرمایا:

وَلَيْدِي وَلَيْدِي يَا حَسْبَيْنِ اَيْهَا الشَّهِيدُ اَيْهَا الْمَظْلُومُ قَتَلُوكَ
وَمَا هُوَ فَوْقَ وَمِنْ شَرِّبِ الْمُلُوْ مَقْتُولَكَ

”اے میرے فردِ زخمِ حسین! اے میرے شہید و مظلوم بیٹے! ان ظالموں نے آپ کو قتل کر دیا اور میرے حق کو نہ پہچانا تجھے پیاسا شہید کر ڈالا۔“

جہاں شہیدِ حالت کا بیان یہ ہے: غولی کی بھئی نے کہا: اس خاتون نے سرِ مبارک کو اٹھایا اور اپنے زانوِ مبارک پر رکھا اور اپنے منہ کے گوشے سے اس سر کو صاف کرنا شروع کیا۔ سرِ خاک اور خون میں غطان تھا۔ وہ صاف بھی کر رہی تھی، گریبہ بھی کرتی تھی اور بین بھی کرتی تھی:

”اے نورِ دیدہ من! اے ہر جان! کیا اللہ کی اتنی وسیع زمین آپ پر تنگ کر دی گئی تھی۔“

اے میرے نورِ دیدہ! میں نے حیرتی پردوش میں کتنی مشتیں کاٹی ہیں، میں نے تو تجھے چکیاں نہیں دیں کر پالا تھا۔“

شمعون یہودی کی حردہی کرتی، تجھے پاتی رہی، اپنی چادر گروی رکھی، کدم قرض کے طوطہ پر لی، اس کا آغا بٹایا کر تجھے کلاتی رہی۔ جب تجھے بھوک لگی تو اپنے ہاتھوں نوالے بٹایا کر تجھے کلاتی، میں تو اتنا بھی برداشت نہ کر سکتی تھی کہ بارش کے قطرات میرے بدن پر آئیں اور تجھے تکلیف ہو، ہائے تمہ پر تو حیدروں کی بارش ہوتی رہی تو پتھروں کا نشانہ بننا رہا۔

حیرے سر کو کھنسی کرتی، اگر کوئی بال ٹوٹا تو میں پریشان ہو جایا کرتی تھی، آج میں کیا دیکھ رہی ہوں، خالوں نے تمہارا گلا بھی کاٹ دیا، حیرے سر میں گرد و غبار کونہ دیکھ سکتی تھی۔ آج تیرا سر خاک و خون میں غلٹا دیکھ رہی ہوں، حیرا مقدس جسم صحرائے کربلا کی گرم زمیں پر پڑا ہوا ہے، خداوند تعالیٰ حیرا انتقام لے۔ خولی کی بھی کتنی ہے: جب میں ہوش میں آئی تو وہ سب جا چکی تھیں۔

میں عہد کے پاس گئی اور سر کو باہر نکالا اور اسی کو پچھاننے کی کوشش کی تو میری چھین کل گئیں۔ یہ تو میرے آقا حسینؑ کا سر مہارک تھا۔ کیونکہ میں اپنے آقا کو کئی بار کوفہ میں دیکھ چکی تھی، میں نے کہا: اے میرے آقا! تو حسینؑ ہے؟ تو میں نے اپنے منہ پر طمانچے مارے اور پھر بے ہوش ہو گئی۔

اسی بے ہوشی کے عالم میں میں نے آواز سنی: وہ کہہ رہا تھا: اے خاتون! تو نے حضرت فاطمہ زہراؑ کی زیارت کی ہے۔ جناب خدیجہ کبریٰ حضرت مریم و حضرت آسیہؑ اور حضرت حواؑ کی زیارت کی ہے۔

ثمرات الحیات آخری جلد، مجلس اول، ص ۱۰، مدحہ ساکبہ و مخون، صاحب حمرا لہد اب میں قتل ہے، شمر ملعون سر کو اپنے گمراہ لایا اور اپنے گھر میں کپڑے دھونے کے برتن کے نیچے رکھ دیا۔

فَخَرَجَتْ اِمْرَاَتُهُ لَيْلًا قَوَاتٍ نُّوْرًا مَّاسِيَةً حَيْثُ الرِّاسِ اِلٰى
عَنَانَ السَّمَاءِ

”جب اس کی بھی رات کو باہر آئی تو دیکھا اس برتن کے نیچے
سے ایک نور ہے جو آسمان کی طرف جا رہا ہے۔“

فوج کے امیروں میں سروں کی تقسیم

ناخ، ج ۳، ص ۲۶ و نظام، ص ۴۷۳ میں نقل ہے: جب عمر بن سعد نے

سید الشہداء کا مبارک سر غولی کے حوالے کیا تو باقی سروں کو غسل دینے کا حکم دیا۔ جب خاک و خون سے شہداء کے سر پاک ہو گئے تو اپنے لشکر کے امراء کے حوالے کیے تاکہ وہ ان سروں کو دربار ابن زیاد میں لے جائیں۔

قبیلہ کنندہ کے امیر قیس بن اصف کنندہ کو حیرہ سر دیئے، بنو ہوازن کے امیر شمر بن ذی الجوشن ملحون کو بارہ سر دیئے، بنو قحیم کو سترہ سر دیئے^① بنو اسد کو سولہ سر دیئے^② قبیلہ مذحج کو سات سر دیئے۔

باقی جتنے قبائل تھے ان میں سے ہر ایک کو سولہ سولہ سر دیئے۔ اس طرح سروں کی کل تعداد ۷۸ بنتی ہے۔ قلعہ امس ۳۷۳ اور لہوف میں بھی ایسی دوج ہے: ان تمام مبارک سروں کو کوفہ بھیجا اور خود کر بلا گیا رہ محرم تک رہ گیا۔ کیا رہ محرم کو اپنے مشغول کی نماز جنازہ پڑھی، دفن کیا اور کوفہ کی طرف چلا گیا۔ امام حسینؑ، ان کے اہل بیتؑ اور ان کے اصحاب کے سر نہ یہ اجسام بغیر دفن کے زمین پر پڑے رہ گئے۔

روضۃ الشہداء، ص ۱۸۸ کی روایت کچھ اس طرح ہے: بنو ہوازن کو بائیس سر دیئے، بنو قحیم کو چودہ سر دیئے، ان کا سردار حصین بن نمیر تمیمی تھا۔ حیرہ سر بنو کنندہ کے حوالے کیے، ان کا سردار اصف بن قیس تھا۔ چھ سر بنو اسد کے حوالے کیے، ان کا امیر ہلال بن اعمور تھا۔ قبیلہ ازد کو پانچ سر دیئے۔ بنو قحیف کو بارہ سر دیئے، ان تمام کا مجموعہ ۷۲ بنتا ہے۔ لیکن بحار، ج ۴۵، ص ۱۷۷ اور لہوف، ص ۱۴۲ و ارشاد مفید، ص ۱۴۳ و مشعل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۹ میں یہ روایت کچھ مختلف ہے۔

عمر سعد نے روز عاشورا امام حسینؑ کا مبارک سر خون کے حوالے کیا۔ حمید بن مسلم ازدی اس کے ساتھ تھا کہ وہ فوراً ابن زیاد کے حوالے کریں۔ باقی شہداء کے

① قلعہ امس ۳۷۳ انھیں باسترہ کا حوالہ ہے۔ ② قلعہ امس ۳۷۳ انھیں باسترہ کا حوالہ ہے۔

شمر و قیس بن اصف اور عمرو بن قحاحؓ کے حوالے کیے۔

تھام (ص ۲۷۳) نے فرمایا ہے: عمر بن سعد نے تیرہ سر قیس ابن اصف اور قبیلہ کنندہ کے حوالے کیے اور میں سر شمر بن ذی الجوشن کے اور قبیلہ بنو ہوازن کے حوالے کیے اور سترہ سر جویم کے حوالے کیے، چھ سر بخاسد کے حوالے کیے، سا۔۔۔ سر مزینج والوں کے سپرد کیے۔ جلیا سات سر ہانی لشکر میں تقسیم کیے۔ اس طرح یہ تعداد سر بنتی ہے۔

صاحب تھام نے ص ۲۷۴ میں زبدۃ الفکر سے روایت کی ہے۔ بنو کنندہ کے حوالے میں سر کیے گئے، جس کا امیر قیس بن اصف تھا۔ بنو ہوازن کو میں سر دیئے گئے جس کا امیر شمر تھا۔ جویم کو سترہ سر دیئے گئے، بخاسد کو چھ سر دیئے گئے، بنو مزینج کو سات سر دیئے گئے۔ یہ مجموعہ اتنی بنتا ہے۔

سر ہائے شہداء میں پانچ اقوال ہیں: ایک قول کے مطابق سروں کی تعداد ۶۸ بنتی ہے۔ ایک دوسرے قول کے مطابق ۷۲ بنتی ہے۔ ایک اور قول کے مطابق ۸۷ بنتی ہے۔ ایک اور قول کے مطابق ۸۰ بنتی ہے۔

اہل بیتؑ کی کوفہ کی طرف روانگی

تاریخ ج ۳، ص ۳۰ عمر بن سعد نے حکم دیا کہ اہل بیت کو مثل سید الشہداء سے دُور کرو اور سوار یوں پر سوار کرو۔ ان ملائین نے اہل بیت عظام کو خوف و ہراس کے ساتھ مثل سے دُور کیا۔

جناب سیدنا اپنے بابا کے مقدس جسم کے ساتھ چھٹ جاتی تھی۔ ان ملائین نے بھی کوزہ و قوطع کے ذریعے بڑی مشکل سے اپنے بابا کے جسم سے جدا کیا۔ ان ملائین نے اہل بیت رسول اللہ کو بے مقصد و چادر بے پلان اڈنوں پر بغیر کپادوں کے سوار کیا

① قس لہو ص ۲۸۱ (عمرو بن قحاح و عمر بن قیس)

اور بعض کو ان محملوں پر سوار کیا جن پر کجاوے تھے لیکن بے پردہ تھے۔ جناب امام سجاد علیہ السلام کی گردن، ہاتھوں اور پاؤں کو زنجیر کے ساتھ جکڑ دیا، شدت مرض کی وجہ سے آپ اُٹھ پر نہیں بیٹھ سکتے تھے تو ان کافروں نے اُٹھ کے حکم کے نیچے سے آپ کے دونوں پاؤں کو ہانچ دیا اور انھیں ترک دردم کے اسیروں کی طرح روانہ کیا۔

بحار ج ۳۵، ص ۱۰۷ اولہوف میں یہ شعر اس مہر کی یاد دلاتے ہیں:

يُصَلِّي عَلَى الْمَبْعُوثِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
وَيَغْزِي بَنُوًا إِنَّ ذَا لَعَجِيبٌ

”خداوند تعالیٰ تو اس پشیمرد و دود بھجنا ہے جو آل ہاشم کا سردار ہے، اس کی امت اس کے اہل بیت کے ساتھ جگ کرے۔ یہ امر کتنا عجیب ہے۔“

اتَّوَجَّوْا أُمَّةً قَلَّتْ حُسَيْنًا
شَفَاقَةً جَلِيمٍ يَفْعَرُ الْحَسَابِ

”وہ کیسی امت ہے جنہوں نے امام حسینؑ کو اسے رسول اللہ کو شہید کر دیا۔ پھر بھی اپنے نبی سے شفاعت کی امید رکھتی ہے۔“

ارشاد مفید، ص ۳۳ میں روایت ہے: جب عمر بن سعد ملعون نے کوفہ کی منادی کرائی، سب کوفہ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس وقت امام حسینؑ کی بیٹیں، بیٹیاں اور دوسری خواتین اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ساتھ تھے۔

حضرت امام سید سجاد علیہ السلام سخت طویل تھے بلکہ جان بلب تھے۔ مثل خوازی، ج ۲، ص ۳۹ کے مطابق عمر بن سعد نے جب کوفہ کا حکم دیا تو اہل بیت کی مستورات اور بچے سوار یوں پر سوار کیے گئے اور ان سوار یوں کو امام حسینؑ کے مبارک جسم کے ساتھ گزارا گیا تو اس دردناک مہر کو دیکھ کر خندراتِ صحت و طہارت کی نالہ

دشمن کی آوازیں بلند ہوئیں اور اپنے رخساروں پر طمانچہ رسید کیے۔ جناب نعت عالیہ نے ہر دُعا و آواز میں فریادی:

يَا مُحَمَّدًا صَلِّ عَلَيْكَ فَلَيْتَ السَّمَاءُ هَذَا حَسِينٌ
بِالْعَرَاءِ مَرْمَلٌ بِاللَّيْمَاءِ مَقَطَّرٌ بِالتُّرَابِ مَقَطَّمٌ الْأَكْضَاءُ
يَا مُحَمَّدًا بِذَاتِكَ فِي الْعُسْكَرِ سَبَابَا وَ ذُرِّيَّتِكَ قَتْلَى
تَسْفَى عَلَيْهِمُ الصَّبَاءُ هَذَا إِيْنُكَ مَجْرُورُ الرَّاسِ وَنَ
السَّقَاوِ لَا هُوَ غَالِبٌ فَيَرْجِي وَلَا يَجْرِي فَيَكَاوِي وَمَا
كَانَتْ تَقُولُ هَذَا الْقَوْلَ حَتَّى أَبْكَتَ وَاللَّهُ كُلَّ صَدِيقِي
وَعَدُوِّ وَحَتَّى رَأَيْنَا دُمُوعَ الْخَيْلِ تَنْحَلِي عَلَى حَوَافِرِهَا
”اے نانا محمد! آسمان کے ملائکہ آپ پر درود و سلام بھیجے ہیں،
یہ تمہارا نواسہ حسینؑ ہے جس کے جسم کے اعضاء جدا ہو چکے ہیں،
جو اپنے خون میں فطان ہے اور کربلا کی گرم زمین پر پڑا ہے۔
ادھر حیرتی بیٹیاں ابن زیاد کے لشکر کے ہاتھوں اسیر کر دی گئی
ہیں۔ حیرتی ذریعہ قتل کر دی گئی ہے۔ ان پر بادِ صبا مل رہی
ہے۔ یہ تمہارا فرزند حسینؑ جس کو پس گردنِ ذبح کیا گیا۔ نہ تو وہ
اب مسافر ہے کہ جس کی واپسی کی امید کی جائے، نہ وہ زخمی ہے
کہ علاج کے ذریعے اس کی زخمی کی امید رکھی جائے۔“

جناب نعت عالیہ اس طرح نالہ و زاری کر رہی تھیں۔ دوست و دشمن سب
آنسو بہا رہے تھے۔ گھوڑوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جو ان کے سُنوں پر بہہ
رہے تھے۔

تقاریر ص ۲۷۳ میں ہے: جناب سیکندہ طاہرہ اپنے بابا کے مبارک جسم پر فودو

شیون کر رہی تھی۔ سپاہیوں نے زبردستی اس مظلومہ کو اپنے بابا سے جدا کیا۔
لہو، مترجم، ص ۱۳۳ میں ہے: جناب یکینہ نے اپنے بابا کے پاکیزہ جسم کو
آغوش میں لیا ہوا تھا۔ کچھ عرب آپ کے پاس آئے، انھوں نے اس محصورہ سے ہلکا
کالا شاپنی طرف کھینچ لیا اور بیٹی کو جدا کر لیا۔

محالی السطین، ج ۲، ص ۳۱ و ص ۳۲ کے ساتھ میں ہے: جناب یکینہ نے اپنے
آپ کو اپنے بابا کے مقدس جسم پر گرا دیا اور فریاد بلند کی اور اپنے ہلکا کے جسم پر بے ہوش
ہو گئیں۔ اس مدہوشی کے عالم میں سنا کہ میرے بابا فرما رہے تھے:

شِيعَتِي مَا اِنْ شَرِيتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْكُرُونِي
اَوْ سَوِّعْتُمْ بِغَرِيبٍ اَوْ شَهِدْتُمْ فَاَنْذِرُونِي
وَاَنَا رَسِيْلُ الَّذِي مِنْ غَيْرِ جَزْمٍ قَتَلْتَنِي
وَبَجَرْتُمُ الْغَيْلِ بَعْدَ الْقَتْلِ هَذَا مَسْحُوْنِي
لَيْتَكُمْ فِيْ يَغِيْرٍ عَاشُوْهَا جَمِيْعًا تَنْظُرُوْنِي
كَيْفَ اسْتَسْقَى لِعَاطِلِيْ قَلْبُوْ اَنْ يَّرْحَمُوْنِي
وَسَقَوْا سَهْمَ بَغْيٍ عَوْضَ الْمَاءِ الْبَهِيمِ
يَالْزَنْهَ وَمُصَابٍ هَذَا اَرْكَانَ الْحُجُوْنِ
وَيَلَهُمْ قَدْ جَرَحُوا قَلْبَ رَسُوْلِ الثَّقَلَيْنِ
فَالْعَنُوْهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ شِيعَتِيْ فِيْ كُلِّ حِيْنٍ

”جب مدہوشی سے افاقہ ہوا تو اپنے رخساروں پر ہلچے
مارے۔ اے میرے شیعو! جب شہدا پانی پیا تو میری پیاس کو یاد
رکھنا۔ جب کبھی کسی مسافر مظلوم یا شہید کی مظلومیت کی داستان
سنا تو مجھے رونا۔

کاش احم روز عاشورا ہوتے تو اس خوبی مظر کو دیکھتے جب میں نے اپنے طفل صغیر علی اصغرؑ کے لیے پانی مانگا تھا۔ انھوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور طفل صغیر کو اپنے حیرت م کا نشانہ بنایا تھا۔ ہائے وہ مصائب کی کوہ گرائی کہ ان ظالموں نے ارکان ہدایت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان ظالموں کے ظلم پر انھوں کہ رسول تھکین کے قلب مبارک کو زخمی زخمی کر دیا۔

اے میرے شیوا اپنی توانائیں کے مطابق بھر پور طریقے سے ان ظالموں پر لعن و نفرین کرتے رہنا۔

حرق القلوب، علامہ فرائی، ص ۲۷۸ آخری سطر میں لکھتا ہے: جب اہل بیتؑ کو قتل سے گزارا گیا اور ان کی لکائی شہداء کے مقدس اجسام پر پڑیں جو خاک و خون میں غطایا تھے اور ان کے اجسام پارہ پارہ تھے اور ان کے سر ان کافروں نے نیزوں پر اٹھا رکھے تھے۔ مستورات اور بچوں کی آہ و فغاں، نالہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوئیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زمین کر بلا میں زلزلہ آ گیا ہو۔ جب بیٹیوں نے امام حسینؑ کے مقدس جسم کی حالت دیکھی تو صدائے شیون بلند کی اور آؤٹوں سے اپنے آپ کو گرا دیا اور اس انداز میں نوحہ کیا کہ ساکنان عالم بالا اور قدسیان طہ اعلیٰ میں کھرام بچا ہوا۔ ہر دوست و دشمن چشم گریاں اور قلب بر میان ہو گیا۔

اے برادران محترم! یہ غریب بے وطن مسافر جن کا کوئی نہیں رہا۔ وہ اس وقت نوحہ و گریہ نہ کریں تو پھر کیا کریں۔ ان کے سامنے سید الشہداء اور ان کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجیوں، بھانجوں اور یار و انصار کے لاشے گرم زمین پر بے کفن پڑے ہیں۔ دوسری طرف ان شہداء کے سر نیزوں کی نوکوں پر فضا میں بلند ہیں۔ اب کوئی باقی نہیں بچا جو انھیں دفن کرے۔ وہ اہل بیتؑ جو حج گئے ہیں انھیں اسیر بنا دیا گیا ہے جنھیں

دہ باہوں اور بازوؤں میں لے جاتا ہے۔

مردی ہے اس وقت چلب لچب عالیہ نے چار خطاب فرمائے:

پہلا خطاب

پہلا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا مہینے کی طرف رخ کیا اور

فرمایا:

يَا مُحَمَّدُكَ صَلِّ عَلَىكَ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ هَذَا حَسِينُكَ

مَنْبُودٌ بِأَقْرَابٍ مَوْجِلٍ بِالْوَعَاوِ

”اے رسول! خلا خداوند تعالیٰ اور اس کے فرشتے تجھ پر درود

سلام بھیجے ہیں۔ یہ حیرا فرید حسین ہے جو صحرا میں خاک و خون

میں غلام بن چکا ہے۔“

مَقْلُومُ الْأَقْبَاوِ مَنْبُودٌ زُورِ الرَّاسِ مِنَ السَّقَاوِ

”یہ وہ حیرا حسین ہے جس کے اعضاء پارہ پارہ ہو چکے ہیں۔

اُسے ہاں گردن رخ کیا گیا ہے۔“

مَنْسُوبُ الْوَسَاوِ وَالزَّكَاوِ شَيْبَةُ يَقْطُرُ الْوَعَاوِ

”یہ حسین ہے جو بے شمار دے رہا خاک کو بہتر بنا کر سوچا

ہے اس کی ریشی مقدس اس کے سر کے خون سے رنگین ہو چکی

ہے۔“

قَبِيلُ أَوْلَادِ الْبَقَاوِ يَنْفُخُ عَلَيْهِ رِيحُ السَّيَاوِ

”یہ حیرا حسین جس کو زبان اداوں نے شہید کر دیا ہے۔ اس کا

مقدس جسم صحرائے کربلا میں پڑا ہوا ہے۔ ہر طرف کی ہوائیں ہر

طرف سے خاک اڑا اڑا کر اس پر ڈال رہی ہیں۔

یا رسول اللہ! یہ وہی حیرا حسین ہے جس کے بوسے لیتے آپ
 جھکتے نہ تھے، جس کو اپنے سینے پر سلاتے تھے۔ اب ریت گرم پر
 سوچا ہے۔“

وَنَعْمُ بَنَاتُكَ سَبَّيَا وَ أَوْلَادُكَ فِي أَيْدِي الظَّالِمِينَ
 اُسامہی
 ”یا رسول اللہ! ہم حیری بچیاں ہیں، خالوں نے ہمیں قیدی بنا
 لیا ہے۔ یہ تیرے بیٹے زین العابدین ہیں جنہیں اسیر بنا لیا گیا
 ہے۔“

دوسرا خطاب

جناب زینبؓ عالیہ نے دوسرا خطاب اپنی والدہ معظمہ کو کیا:
 ”اماں جان! ذرا ادھر کر بلا کی طرف دیکھ تو خیر البشر کی بیٹی
 ہے۔ حیرا حسینؑ کر بلا کے میدان میں بے دردی سے خالوں
 نے شہید کر ڈالا ہے۔ اس کا سر مبارک ٹوک سناں پر بلند ہے اور
 اس کا مقدس جسم خاک و خون میں غلطان گرم ریت پر پڑا ہے۔
 یہ حیرے جگر کا ٹکڑا ہے جس پر صحرا کا گرد و غبار پڑا ہوا ہے۔
 اپنی بیٹیوں کی طرف دیکھ جن کے خیاں کو جلا دیا گیا اور انہیں
 قیدی بنا کر بے پلان و بے کجاوہ اڈوٹوں پر سوار کر دیا گیا۔ تیرے
 بیٹوں کو کوفہ و شام کا اسیر بنا دیا گیا۔“

تیسرا خطاب

جناب زینبؓ عالیہ نے تیسرا خطاب باہشیم خون نشان و جگر بریان اپنے برادر

مظلوم کو خطاب فرمایا:

”اے فرزندِ رسول اللہ! تیری مظلومہ بہن تجھ پر قربان جائے تو
 علی مرتضیٰ کا جگر گوشہ ہے تو قاطعہ زہراءؑ کا نور دیدہ ہے۔
 خدہٴ اکبرؐ کی کا پارہ تن ہے۔

اے شہیدِ آلِ عباس! اے مظلوموں کے قائلہ کے سالارا
 يَا بَيْتِي الْعَطْفَانِ حَتَّى مَضَى بِأَيْتِي الْمَهْمُومِ حَتَّى قَضَى
 ”عیری بہن تجھ پر قربان! تجھے تین دن کا یا سا شہید کیا گیا،
 تجھے بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔“

يَا بَيْتِي مَنْ قَسَطَطُهُ مَقْعُطُ الْعُرَى بِأَيْتِي مَنْ لَا هُوَ غَالِبٌ
 قَيْدُ تَجَلِي وَلَا حَرِيمٌ فَتَدَاوَى

”اے میرے برادرِ ہمشیر! تجھ پر قربان جائے تیرے جانے کے
 بعد تیرے خیام کو لوٹا گیا۔ تیرے خیام کو جلادیا گیا۔ اب تو ایسے
 سفر پر چلا گیا ہے جس سفر سے مسافر کے واپس آنے کی امید
 نہیں۔ (کاش تو زخمی ہو جاتا تیرا علاج ہو جاتا) لیکن تو تو ہمیشہ
 کے لیے جا چکا ہے۔ جہاں سے محشر سے قتل لوٹا نہیں۔“

چوتھا خطاب

عقلمند قریش نے چوتھا خطاب اہل کوفہ و شام کی بے حیا و عالم فوج سے کیا۔

آپؐ نے فرمایا:

يَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ هَؤُلَاءِ ذُرِّيَّةُ الْمُصْطَفَى يُسَاقُونَ سَوَى
 السَّبَايَا .

”اے میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والو! ہم اس عظیمہ کی اولاد ہیں

جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو ہم اس کی بیڑیاں ہیں جن کو تم نے قیدی
 بنایا ہے۔

وَأَحْزَانًا ۖ وَلَوْ لَئِلًا لَّيَقْدَرَنَّ مَاتَ بَعْلَانَا مُعْتَدِلًا ۖ وَالْمُعْتَدِلُ
 وَالْيَقْدَرُ مَاتَ أَهْوَانًا عَلَى الْمُرْتَضَى
 "ہمیں ملوم ہوتا ہے آج ہی مارے گا عمر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے کوفہ کیا اب آج ہی میرے باپ صلی اللہ علیہ وسلم
 گئی۔"

حیدر قریش کے بڑے مد خطاب کو سن کر یہی فرج کی چٹیں گل گئیں۔ ان کے
 رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ باہر جنگل میں لہو دیاؤں میں مچھلیاں، فغاؤں میں
 پرندے تار و فراو بلند کر رہے تھے۔

مادی کہتا ہے نبی نبی کے اس خطاب سے گھوٹے آنسو بہا رہے تھے۔ لوگوں
 نے دیکھا ان کے آنسو ان کے سونوں پر بہہ رہے تھے۔ چاہے یکدنہ ڈھڑکرائیں اور
 اپنے پاؤں کے مقدس جسم سے لپٹ گئیں۔ اپنے رخسار اپنے پیٹ کے جسم سے ٹس کرنے
 گئیں اب تار و فراو بلند کی۔ کالم سپاہی بھی پھوٹ پھوٹ کر زور رہے تھے۔

وداعِ حضرت زینبؓ باہر اب از جوہری

اے ہم سر زینب! رقیعِ خا خا خا

اے تاجِ سر زینب! رقیعِ خا خا خا

ما بچ پر حاتم سرگود و حیرانما

ما تاد حیرانم رقیعِ خا خا خا

ما ہی سر حاتم ما مگر ممدما

ہاں ہر حاتم رقیعِ خا خا خا

مانی تو دراین صحرا با اکبر مہ سیما
 تا شام من و لیلای رفیق خدا حافظا
 ”اے ہم سفر نصیب تیری ہمشیر میرے ساتھ مدینہ سے کربلا
 آئی تھی اب اکیلی جا رہی ہے۔ اے میرے حسینؑ، اے میری
 جان! میں اکیلی جا رہی ہوں، تیرا خدا حافظا
 ہم سب اسیر بنائے جا چکے ہیں، ہم حیران و پریشان ہیں۔
 میرے حسینؑ اذرا! دھڑکے ہمارے سروں سے ہماری چادریں
 چھین لی گئی ہیں۔ ہم ننگے سر محلوں پر سوار ہیں۔
 اے برادر جان! مدینہ سے کربلا تک تیری نگرانی میں یہ سفر طے
 ہوا۔ اب تو اس سفر میں ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ ہم ناخروہوں
 کے ساتھ سفر کر رہی ہیں۔
 میرے مظلوم بھائی! تو اس صحرا میں اپنے تختہ جگر علی اکبرؑ کے
 ساتھ ہے تو میرے اس سفر میں علی اکبرؑ کی مظلومہ ماں میرے
 ساتھ ہے۔ اے برادر خدا حافظا!

جوہری

ذکوہت رفیق اے میرے قہاں
 بشام از کربلا محفل محفل
 من از داغ غمت اے شاہ ہستم
 برگ خوشن امروز ہاں
 برون را نیم شاید کہ دیگر
 نہ نیم قاتلے را در مقابل

زبا نیر و عین لعنہ غریب ست
 اسیر و غدار اندر چنگ قاتل
 زبا نیر و لیل را جا کن
 زبش اکبر شیرین شہل
 عین بر گردن چار دست
 کہ از زنجیر کین مار سلاسل
 زکوت ملام شام خلام
 زبا نیر و ہانم بھل

”اے میر کارواں تیرے کوچے کربلا سے شام کی طرف جاری
 ہوں۔ تو نے اب کربلا میں ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ اب ہم
 اکیلے سفر پر جا رہے ہیں۔ تیرا سفر ختم ہو گیا ہے، ہمارا سفر شروع
 ہو چکا ہے۔

اے حسین! میری جان ایسے تیرے درد نہ دیکھتی خود مر جاتی، مر جانا
 آسان ہے۔ تیرے مصائب کو برداشت کرنا مشکل ہے۔ تیری
 شہادت کے بعد تیری شہادت کا غم برداشت تھا لیکن اب قدم
 قدم پر تیری شہادت دیکھ رہی ہوں۔ تیرا قاتل ہر وقت میری
 آنکھوں کے سامنے ہے کیونکہ میں اس کی قیدی ہوں۔ ہائے
 کاش! تیرا قاتل میرے سامنے نہ آتا۔

میرے حسین! دیکھ تیری مسافرہ بہن آمادۂ سفر ہے، اب اٹھ
 اپنی بہن کو محل پر سوار کر، تیرے قاتل کی اسیر ہو چکی ہوں۔
 اے میرے مظلوم برادر! اٹھ! علی اکبر کے لاشے سے لپٹی

ہوتی ہے، لہٰذا کو چاند سے بچنے کے لاشے سے جدا کر۔
 اے میرے حسین! اپنے بیمار بچے کی طرف نگاہ فرماؤ۔ بیمار کو تو
 آرام کی ضرورت ہوتی ہے لیکن نانا کی اُمت نے میرے بیمار
 بچے کو زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔
 اب حیرت انگیزی سے سرشام کی طرف روانہ ہونے والی ہوں۔
 اے میرے ماں جائے اگر م ریت کے بستر کو چھوڑ، اپنی قیدی
 بہن کو محفل پر سوار کر۔“

بے تابانی حضرت سید سجاد و ولداری حضرت نعت
 بحار، ج ۴۵، ص ۱۷۹ و ناخ، ج ۳، ص ۳۰، نظام، ص ۴۷، کمال زیارات،
 ص ۳۳۰ ان تمام احباب نے سلسلہ سند کے ساتھ حضرت امام زین العابدینؑ سے
 روایت کیا ہے، آپؑ نے فرمایا:

روز عاشورا ہم پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر گرے۔ مصائب و آلام کے
 دروازے ہم پر کھل پڑے۔ میرے سامنے میرے والد خاک و خون میں غلطان تھے۔
 میرے بھائی مارے جا چکے تھے۔ میرے چچے وہ بھی سب منزل شہادت پر پہنچ چکے
 تھے۔ میری مائیں، بہنیں، پھوپھیاں اور باقی تمام خواتین قیدی بنائے جا چکے تھے۔ ان
 کے ساتھ اس طرح سلوک ہو رہا تھا جیسے ترک و روم کے قیدیوں کے ساتھ سلوک کیا
 جاتا ہے۔ یہ دردناک خونی مہر مجھ پر بھاری گزرا۔ میرا دم گھٹنے لگا، قریب تھا کہ میری
 روح پرواز کر جائے۔ میری پھوپھی جناب نعتؑ عالیہ نے جب میری یہ دگرگوں
 حالت دیکھی تو فرمایا:

مَا لِي أَرَاكَ تَجُودُ بِنَفْسِكَ؟ يَا بَقِيَّةَ جَدِّي وَ أَيْمِي
 وَ أَخَوَتِي؟ فَقُلْتُ: وَ كَيْفَ لَا أَجْعَلُ وَأَهْلَهُمْ وَ قَدْ أَرَانِي

سَيِّدِي وَ إِخْوَتِي وَ عَهْدَتِي وَ وَلَدَ عَتِي وَ أَهْلِي
مُضَرَّجِينَ بِدِمَائِهِمْ مُزْمَلِينَ بِالْعَرَاوِ مُسْلَبِينَ لَا
يَكْفُونُ وَلَا يُؤَامِنُونَ وَلَا يَفْرِجُ عَنْهُمْ أَحَدٌ وَلَا يَقْرَبُهُمْ
بِشِيرٍ؟ كَانَتْهُمْ أَهْلُ بَيْتِ بْنِ الدَّيْلَمِ وَالْخَزَرِ

”جناب نعتبؑ عالیہ نے فرمایا: اے میرے جد و پدر و برادران
کی یادگار! میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ آپؑ کو کیا ہو رہا ہے؟ میں
نے عرض کیا: اے میری چھوٹی جان! میں جزع و فزع کیوں نہ
کروں ہر طرف ہم پر مصائب کے طوفان چل رہے ہیں۔ میں
کیسے ان مصائب پر صبر کر سکتا ہوں؟ میرے سید و سردار و میرے
برادران و میرے تمام چچا جان اور ان کے بیٹے اور میرے قبیلہ
کے تمام جوان مارے جا چکے ہیں۔ ان سب میں سے کوئی باقی
نہیں ہے۔ وہ سب خاک و خون میں غلطان بے کفن صحرائے
کربلا میں پڑے ہوئے ہیں۔ نہ ان کی کوئی حفاظت کرنے والا
ہے اور نہ ان کی طرف کوئی مہربانی کرنے والا ہے۔ ان کے
قریب بھی کوئی نہیں جاتا جیسے وہ دلیلم اور خزر کے افراد ہوں۔“

میری چھوٹی نے فرمایا: اے میرے فرزند! اتنا حیران و سرگرداں نہ ہو، قسم
بخدا! یہ تمام مصائب و آلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہارے جد امجد
تمہارے بابا و تمہارے چچا کے لیے ایک عہد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آباؤ اجداد اور
ہمارے اہل بیتؑ سے عیاق لیا تھا۔ اس عیاق کے ذریعے امت کے فراعنہ کا احسان
لیا مقصود تھا تا کہ امت محمدیہ کے سرکش فراعنہ مشخص ہو جائیں۔ ہمارے اہل بیتؑ
کو اہل آسمان خوب جانتے ہیں، وہ آئیں گے اور ان نکمرے ہوئے اعضاء کو دفن

کریں گے۔ تمہارے بابا کا حرار بنائیں گے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ یہ کافرو مشرک ان کے آثار کو مٹانے کی کوشش کریں گے لیکن مٹانہ سکیں گے۔

حدیث ام ایمن

عقیدہ قریش نے امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ سلسلہ کلام جاری رکھے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! آپ کو معلوم ہے کہ اس عہد کا قطع کس زمانے سے ہے اور کس کس کے ساتھ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ حدیث عہد مجھے ام ایمن نے بتائی تھی۔ ام ایمن کا بیان ہے: ایک دن رسول اللہ اپنی بیٹی حضرت زہراؑ کو طے کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ جب حضرت رسول اللہ اپنی بیٹی کے گھر میں آئے تو اس وقت حضرت فاطمہ زہراؑ حریہ بنا رہی تھیں۔ اس وقت حضرت علیؑ ایک طبق میں خرے لے آئے۔ ام ایمن کہتی ہیں: اس کھانے کے علاوہ ایک پیالہ دودھ پالسی کا بھی تھا، کھن بھی تھا۔ حضرت رسول خدا، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرات حسنؑ و حسینؑ نے یہ حریہ نوش جان فرمایا۔ دودھ پالسی کو پیا، خرے اور کھن کو بھی تناول فرمایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد حضرت امام علیؑ علیہ السلام نے حضرت رسول اللہ کے ہاتھ ڈھلائے۔ ہاتھ دھونے کے بعد آپؑ نے اپنے مبارک ہاتھوں کو اپنے مبارک چہرے پر پھیرا اور ایک شفقت و محبت سے لبریز نگاہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ پر فرمائی۔ اس وقت آپؑ کا چہرہ مبارک آفتاب کی طرح تابناک تھا۔ پھر آسمان کی طرف نگاہ کی اور قبلہ رخ ہو گئے۔ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور دعا فرمائی۔ پھر سجدہ میں چلے گئے۔ سجدے میں آپؑ نے رونا شروع کیا، آپؑ کی اس کیفیت نے طول پکڑا۔ پھر آپؑ نے اس حالت میں زور زور سے رونا شروع کیا۔ بعد ازیں آپؑ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ زمین کی طرف دیکھا۔ آپؑ کی آنکھیں ساون کی جھڑی لگ رہی تھیں۔ پیغمبرؐ کی

اس کیفیت نے ان تمام حضرات اہل بیتؑ کو پریشان کر دیا۔ ان کی پریشانی سے میں بھی پریشان ہوئی لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ ذخیرہ سے سوال کریں کہ آپؑ کی یہ حالت کیوں ہوئی ہے؟

ایک لمبے عرصے بعد حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ آپؑ کی آنکھوں کو نہ رلائے، آپؑ کے گریہ کا سبب کیا ہے کہ جس نے ہمارے قلوب کو زخمی کر دیا؟

آپؑ نے فرمایا: اے میرے بھائی علیؑ! جب میں نے تم سب پر نگاہ کی تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ خداوند تعالیٰ کی حمد کی کہ اُس ذات نے مجھے اتنی عظیم نعمات سے نوازا ہے، اس دوران اچانک جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ نے آپؑ کی خوش حالی و مسرت کو دیکھا کہ آپؑ کی یہ تمام خوش حالی اپنے بھائی، اپنی بیٹی اور نواسوں سے حلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمات کو آپؑ پر کمال کر دیا ہے۔ آپؑ کے سبب حیرتی یہ اولاد و اہل بیتؑ اور ان کی اولاد اور ان کے تمام دوست آپؑ کے ساتھ ہر وقت برین میں ہوں گے۔ جس طرح نعمات آپؑ پر حلا ہوں گی اس طرح کی نعمات ان کو ودیعت کی جائیں گی تاکہ تو راضی ہو جائے۔

اتنی بڑی کرامات کا سبب وہ امتحان اور آزمائش ہوگی جس اعتلاء میں ان سب کو جلا کیا جائے گا۔ یہ تمام مصائب و آلام حیرتی اُمت کے مکار و حیار لوگوں کی طرف سے پہنچیں گے۔ وہ اپنے آپؑ کو آپؑ کا اُمتی خیال کریں گے حالانکہ وہ مجموعے ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور تجھ سے بُری ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اور تو ان سے بُری ہوں گے۔ وہ لوگ تیری اولاد کو شہید کریں گے۔ انھیں وطن سے دُور کریں گے۔ ان کی قبور ایک دوسرے سے بہت دُور بنیں گی۔ خداوند تعالیٰ نے ان مصائب کو ان کا مقدر بنا دیا ہے۔ پس اے محمدؐ! جو کچھ اللہ نے ان کے لیے لکھ دیا ہے اس پر اس کی حمد بجالا اور غلظہ پر

کے اس فیصلے پر راضی ہو جا۔ پس اے میری اہل بیت! میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کے فیصلے پر اپنی رضایت کا اظہار کیا۔

پھر جبرئیلؑ نے عرض کیا: اے محمدؐ! تیرے جانے کے بعد تیرے بھائی پر ظلم کیا جائے گا۔ امت اُسے مغلوب کر دے گی۔ وہ اپنے دشمنوں سے رنج و مصائب اٹھائیں گے۔ امت کا بدترین اور شقی ترین آدمی ناقہ صلیح کی طرح اُسے شہید کر دے گا۔ اس کی شہادت اس شہر میں ہوگی جس شہر میں اس نے ہجرت کی ہوگی اور وہ شہر اس کے شیعوں اور فرزندانوں کا مرکز و محل ہوگا۔ اس شہر میں اس کے شیعوں اور اس کی اہل بیت پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں گے۔

پھر جبرئیلؑ نے حضرت حسینؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ تمہارا نواسہ فرات کنارے شہید کیا جائے گا۔ اس جگہ کا نام کر بلا ہے۔ اس کا نام کر بلا اس لیے ہے وہاں اس پر بہت زیادہ کرب اور بلائیں نازل ہوں گی۔ تیرے اور تیری اولاد کے دشمن وہاں ان پر مصائب کے پہاڑ توڑیں گے۔ وہ زمین سب سے بھترین زمین ہے اور اس کی حرمت بزرگ ہے۔ اس زمین پر تیرا یہ نواسہ اور اس کے اہل بیت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیے جائیں گے۔ وہ زمین بہشت کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ جب وہ دن آئے گا جس دن تیرے اس نواسہ کی شہادت ہوگی۔ اس دن یہ کافر تیرے نواسے اور اس کی اہل بیت کا احاطہ کریں گے تو زمین کو زلزلہ آئے گا۔ پہاڑ کانپ اٹھیں گے۔ دریاؤں میں طغیانی آئے گی۔ اہل آسمان مضطرب ہوں گے۔ یہ سب کچھ تیرے لیے اور تیری اہل بیت کی خاطر ہوگا۔ ان کی عزت و حرمت، اکرام و احترام کی وجہ سے ان کافروں پر اپنے حصہ کا اظہار کر رہے ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ سے اجازت لے گی: اے پروردگار! ہمیں اجازت دے تاکہ تیری حجت اور تیرے رسولؐ کی اہل بیت کی مدد کریں۔

اس وقت خداوند تعالیٰ تمام آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، دریاؤں اور جو کچھ ان پر ہے یا ان کے اندر ہے، پر وحی فرمائے گا:

اے میری مخلوق میں قادر و توانا بادشاہ ہوں۔ کوئی چیز میری قدرت سے خارج نہیں ہے۔ نہ کوئی مجھ سے فرار کر سکتا ہے اور نہ کوئی میرے سامنے رکاوٹ کھڑی کر سکتا ہے۔ میں تم سے نصرت و انتقام میں بڑھ کر ہوں۔ میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم جو میرے رسولوں پر ظلم کرے گا میں اُسے معذب کروں گا، جو ان کی ہچک عزت کرے گا، انہیں قتل کروں گا، ان کے عہد کو توڑے گا۔ ان پر اور ان کے اہل بیتؑ پر ظلم کرے گا، میں ان لوگوں پر ایسا عذاب نازل کروں گا کہ ایسا عذاب آج تک کسی پر نہ ہوا ہوگا۔ پس آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں سے اور ان کے اندر اور باہر رہنے والی مخلوق کے رونے کی آواز بلند ہوئی اور انہوں نے مل کر حیرے اہل بیتؑ پر مظالم ڈھانے والوں پر لعنت کی۔ جب امام حسینؑ اور ان کے اصحاب شہید ہوں گے تو خداوند تعالیٰ اپنے وسیع قدرت سے ان کی ارواح کو قبض فرمائے گا۔ ساتویں آسمان سے ملائکہ زمین کو بلا پر اتریں گے۔ ان کے ہاتھوں میں یا قوت اور زمرہ کے برتن ہوں گے، جس کے اندر آب حیات، بہشتی لباس اور بہشتی عطر ہوں گے۔ وہ ملائکہ ان شہداء کو آب حیات سے غسل دیں گے۔ اسی بہشتی کپڑوں میں انہیں کفن دیں گے۔ بہشتی عطر سے انہیں حلوٰۃ کریں گے۔

پھر ملائکہ فوج اندر فوج نازل ہوں گے اور ان پر نماز پڑھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ حیرتی امت سے کچھ لوگوں کو کر بلا بھیجے گا، یہ کفار ان کو نہ پہچانیں گے اور وہ لوگ خون شہداء گرانے میں ان کے شریک نہیں ہوں گے۔ وہ ان کافروں سے گنتار و کردار اور نیت و ارادہ کے لحاظ سے پاک و پاکیزہ ہوں گے۔ وہ ان شہداء کو دفن کریں گے۔ اس جنگِ بیابان میں سید الشہداء کی قبر پر ظلم نصب کریں گے جو اہل حق کے لیے طاعت

ہوگی اور موتیوں کے لیے نجات کا سبب ہوگا۔ ہر آسان سے شانہ روز ایک لاکھ ملائکہ ان کی قبر کا طواف کریں گے اور ان پر درود بھیجیں گے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ اسی تسبیح کا ثواب ان کے زائرین کے ہمہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ ان ملائکہ کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ زائرین ان کے والدین، ان کے قبائل اور ان کے شہروں کے نام بھی لکھیں۔ خداوند تعالیٰ ان کے زائرین کی پیشانیوں پر اپنے عرش کے نور سے نشان کرتا ہے اور وہ نشان اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ فرزند رسول اللہ سید الشہداء کے زائرین جب قیامت کا دن ہوگا تو زائرین حسنی کے چہرے اس علامت کی وجہ سے درخشاں ہوں گے، ان کے چہروں کی یہ روشنی اہل محشر کو خیرہ کر دے گی، اہل محشر ان لوگوں کو اس علامت سے پہچان لیں گے۔

اے محمد! تو میرے اور میکائیل کے درمیان میں ہوگا اور علی ہمارے آگے ہوں گے، اس کے ساتھ ملائکہ ہوں گے، جن کی تعداد کو شمار نہ کیا جاسکے گا۔ جن لوگوں کی پیشانیوں پر تیری اہل بیت سے محبت کرنے کی علامت ہوگی۔ ہم ان لوگوں کو حرمہ محشر کے مصائب سے نجات دلائیں گے۔

یہ انعامات ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو آپ کی قبر کی زیارت کرے یا آپ کے بھائی یا آپ کے نواسوں کی قبور کی زیارت کرے اور ان کی نیت صرف رضائے پروردگار پر ہو۔

وہ جماعت کہ جن پر خدا کی لعنت ثابت ہے اس کی تجدید ہوتی ہے۔ ان کے اور ان کی قبور کے آثار ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے ہیں جتنا خدا چاہتا ہے۔

مختصر نے اپنے اہل بیت سے فرمایا: یہ وہ بات تھی جس کی وجہ سے میں معزون ہو گیا اور میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔

عقیدہ قریش نے جناب سید سجاد سے فرمایا: اے بیٹے سجاد! جس دن امن ملے

نے میرے بابا کے سر پر تلوار کی ضرب لگائی تھی اور میں نے اپنے بابا کے چہرے پر شہادت کے آثار دیکھے تھے تو عرض کیا تھا: اے بابا جان! اُم ایمن نے مجھے یہ حدیث بیان کی تھی اور اس حدیث میں یہ یہ باتیں تھیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کو سناؤں، میرے بابا نے فرمایا تھا: اے میری بیٹی! اُم ایمن نے کچھ کہا تھا جس طرح اس نے کہا ہے، واقعی بات اسی طرح ہے۔ اے میری بیٹی! میں تمہیں اور اپنے اہل بیت کی مستورات کو اس شہر میں اسیر دیکھ رہا ہوں۔ تم حیران و پریشان ہو، تمہیں مصائب میں مبتلا کر دیا گیا ہے، لوگ تم پر مظالم و احاسنیں گے۔ میری بیٹی صبر کرنا، جسم بخدا! اس دن زمین کے اوپر تمہاری سواری اور تمہارے دوستوں کی سواری کے علاوہ کوئی حق پر نہیں ہوگا۔

جب جبریل امینؑ نے رسول اللہ کو یہ خبر دی تھی تو آپؐ نے مجھے یہ خبر بتلائی تھی۔ اُس دن ابلیس اپنے تمام شیاطین کے ساتھ اللہ کی زمین پر جشن مناتے ہوئے پرواز کرے گا اور اپنے دوستوں سے کہے گا: اے کروہ شیاطین! آج میں نے بخود تم سے انتقام لیا ہے، ان کو ہلاکت ابدی کے حوالے کر دیا ہے۔ یہ سب جہنم کا ایسا منہ ہیں گے، سوائے ان لوگوں کے جو خیر کے خاندان سے محبت رکھتے ہوں گے۔

اب حریدہ کو شش کروان لوگوں کو شک و تردید میں مبتلا کرنا کہ ان کی دشمنی اہل بیت کے ساتھ اور مضبوط ہو جائے۔

وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ اٰیٰتُنَا وَهُوَ كٰذِبٌ

”حالانکہ ابلیس بہت جھوٹا ہے لیکن اپنی اس بات میں سچا ہے۔“

کیونکہ دشمنی اہل بیت کے ساتھ اطاعت پروردگار قبول ہی نہیں ہے اور اہل بیت کی محبت کے ساتھ گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔

جب عقیدہ قریش کی زبانی حضرت سہاد علیہ السلام نے یہ حدیث سنی تو فرمایا: یہودی کی اماں! اس حدیث کو حریدہ بیان کرو۔ اگر اس کے طلب میں مجھے سال

بھر بھی کوشش کرنا پڑے تو پھر بھی یہ کوشش کم ہے اور حدیث کی منزلت بہت زیادہ ہے۔
آخر کار وہی ہوا جو ہونا تھا۔ امت نے رسول اللہ کے اہل بیت کو زحمت و
زیادتی کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ وہ سفر بھی کرتے تھے، منازل بھی کرتے تھے
لیکن ماتم اور گریہ کے ساتھ۔

حدیث حضرت صادق دستور در گریہ امام حسین

ناخ، ج ۳، ص ۳۳ میں ہے: حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا: اہل بیت
نبوت سید الشہداء کی شہادت کے بعد ہر وقت معروف گریہ رہتے تھے، گریہ کی کثرت
سے ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ہو گئے تھے۔ اہل بیت کی مستورات میں ایک
خاتون تھی، جس کا تعلق قبیلہ کلاب سے تھا۔ اس نے ایک کینز کو دیکھا جو آنکھوں کا
سیلاب بہا رہی تھی۔ اس نے پوچھا: ہماری آنکھیں خشک ہو گئی ہیں اور تمہارے آنسو
جاری و ساری ہیں۔ اس نے کہا: میں ستو کا شربت بنا کر پیتی ہوں۔ اس لیے میری
آنکھیں آنسو کی بارش برساتی ہیں۔ پھر ان تمام مستورات نے بھی عمل کیا اور ان کے
اس عمل کا مقصد صرف فرزند رسول اللہ پر گریہ تھا۔ (شاید یہ عمل واپسی مدینہ میں کیا گیا ہو)
دفن شہیدان کر بلا^①

تعام، ص ۴۷۸، جب ابن سعد طہون کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا تو بنو اسد کے
لوگ غاصریہ آئے اور امام حسین کو اسی مقام پر دفن کیا جہاں اب آپ کا روضہ مقدس
ہے۔ آپ کے فرزند حضرت علی اکبر کو آپ کے پاؤں مبارک کی طرف دفن کیا اور باقی
شہداء کو بھی آپ کے پاؤں مبارک کے رخ دفن کیا۔ حضرت عباس کو غاصریہ کے
راستے پر جہاں اب آپ کا مقبرہ ہے دفن کیا۔

① ناخ، ج ۳، ص ۳۳ و تعام، ص ۴۷۸ و فی المحرم، ص ۳۸۸ و در کربلا چہ گذشت، ص ۴۹۳ و لوف

حرم، ص ۱۴۳ و بحار، ج ۴۵، ص ۷۷ و مناقب، ج ۴، ص ۱۱۲، تذکرہ سہل ابن جری، ص ۲۶۶

مسعودی کی روایت کے مطابق بخواسد کی ایک جماعت جو عامریہ کے نام سے مشہور تھی۔ انھوں نے امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو ان کی شہادت کے دوسرے دن دفن کیا۔

مناقب، ج ۴، ص ۱۱۲، بخواسد کے لوگوں نے شہادت کے دوسرے دن ان شہداء کو دفن کیا۔ اکثر شہداء کی قبریں پہلے سے تیار ملیں۔ وہاں بوقت دفن سفید پرندوں کو دیکھا گیا۔

ثمرات الہیاء، ص ۱۲۰، مجلس نمبر ۲۰ میں حضرت ام سلمہؓ کا خواب نقل کیا گیا ہے۔ خیر نے حضرت ام سلمہؓ کو فرمایا: اے ام سلمہؓ! حسینؑ اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں، آج رات میں نے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو دفن کیا ہے۔..... الخ۔

لہوف، ص ۱۳۳ میں ہے: جب عمر بن سعدؓ کو فہ روانہ ہوا تو بخواسد کے لوگ کربلا آئے اور انھوں نے شہداء کے اجسام پر نماز پڑھی اور دفن کیا جہاں اب ان کے مزارات ہیں۔

محالی السطین، ج ۲، ص ۳۸ پر ہے: ابن زیاد نے ابن سعدؓ کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کرو، حسینؑ اور ان کے اصحاب کے اجسام کو پڑا رہنے دو۔ ابن سعدؓ نے ابن زیاد کو لکھا: یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ مقتولین کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے برابر ہے تو اس نے کہا: لشکر کے امرا کو دفن کر، باقی کو رہنے دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

بخواسد کی عورتیں تین روز بعد کربلا آئیں۔ جب انھوں نے یہ منظر دیکھا تو واپس گئیں اور اپنے مردوں سے بات کی۔

تذکرہ سبط ابن جوزیؒ ص ۲۶۶ پر ہے: جب زہیر بن قینؓ امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہو گئے تو اس کی بیوی نے اپنے غلام سے کہا: جاؤ اور اپنے آقا کو کفن پہناؤ۔ جب غلام کربلا آیا تو امام حسینؑ کو بے کفن دیکھا تو اپنے آپ سے کہا: امام حسینؑ کو

بے کفن رہنے دوں اور اپنے آقا کو کفن پہناؤں ایسا نہیں ہو سکا۔ اس نے پہلے امام حسین کو کفن پہنایا پھر اپنے آقا زبیر بن عقیل کو کفن دیا۔

کابل بھائی ص ۱۸۷ پر ہے: جب عمر سعد کوفہ کی طرف چلا گیا تو بخاسد کے لوگ کر بلا آئے تو شہدا کی حالت دیکھی تو حضرت امام حسین کو اکیلا دفن کیا، حضرت علی اکبر کو ان کے پاؤں کی طرف دفن کیا۔ حضرت عباس کو دہائے فرات کے کنارے دفن کیا، جہاں ان کی شہادت ہوئی تھی۔ باقی تمام شہدا کے لیے ایک اجتماعی قبر بنائی گئی اور اس قبر میں سب کو دفن کیا۔

خرین یزید کو اس کے رشتہ داروں نے وہاں دفن کیا جہاں انھیں شہید کیا گیا تھا۔ شہداء کی قبور معین نہیں کہ کون شہید کہاں ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب حاضر حسینی کے اعدا ہیں اور سید الشہداءؑ کے پائین جانب دفن ہیں۔ ہاں شہزادہ علی اکبر سید الشہداءؑ کے پائین جانب بالکل قریب ہی دفن ہیں۔ بخاسد قبائل عرب پر فخر کرتے تھے کہ انھوں نے امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر نازل پرچی اور دفن کیا۔

ایک روایت ہے: جب خیر فتح ہوا تو بہت سے یہودی وہاں سے بھاگ کر عراق آئے اور کر بلا کے نزدیک آباد ہو گئے۔ ان کے دو بزرگ تھے جن کے نام ابراہیم اور زویل تھے۔ جب لشکر یزیدی کر بلا سے چلا گیا یہ دونوں اپنے گھر کی چھت پر سوئے ہوئے تھے۔ ان کی نظر اچانک کر بلا کی طرف لگی وہاں نور دیکھا جو سید الشہداءؑ اور ان کے ساتھیوں کے ابدان پر نازل ہو رہا تھا۔ انھوں نے اپنے لوگوں کو جمع کیا اور انھیں کہا: یہ سب لوگ جو مارے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا ایک بہت بڑا مقام ہے۔ اسی لیے ان کے ابدان پر ساری رات نور نازل ہوتا رہا۔ آئیے اور ان کو دفن کریں۔ یہ لوگ وہاں گئے اور شہداء کو دفن کیا۔

ناخ، ج ۳، ص ۳۳ نے روایت نقل کی ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ تمام شہداء

ایک ہی مقام پر دفن ہیں۔ اخبار و احادیث سے یہی کچھ ظاہر ہے۔ حبیب بن مظاہر اور خرمین بزیڈ کے دفن جدا گانہ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ شہداء کو بارہ محرم کو دفن کیا گیا، یعنی روزِ دفن شہادت سے تیسرا دن بنتا ہے۔ لیکن جہاں تک بات ہے امامیہ احادیث کی اس کے مطابق امام کو صرف امام ہی کفن دے سکتا ہے اور دفن کر سکتا ہے۔ جب امام حسینؑ شہید ہوئے اس وقت امام صرف امام زین العابدینؑ تھے۔ امام کا کفن اور دفن ان کا فریضہ تھا۔

کتاب جلا میں عبداللہ بن محمد رضا حسینی نے امام باقر علیہ السلام کی روایت درج کی ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

امام زین العابدینؑ اپنے علم امامت کے ذریعے جانتے تھے جب دفن کا وقت آیا تو آپؑ اپنے والد سید الشہداء کے دفن کے وقت حاضر تھے۔ آپؑ نے ان پر نماز پڑھی، دفن کیا، پھر واپس چلے آئے۔

فاضل مجلسی نے سند کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی: امام سجادؑ لوگوں سے پشیدہ ہو کر کر بلا آئے، اپنے بابا کی جمجمہ و عین کے امور کو انجام دیا، پھر واپس پھرتا لے گئے۔

شیخ کشی نے اپنے رجال میں فرمایا: واقعہ^① فرات کے کچھ لوگ جن کے نام یہ ہیں: علی بن ابی حمزہ، ابن سراج اور ابن الکاری حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں پہنچے اور آپؑ کی امامت کے بارے میں گفتگو کی۔ انھوں نے کہا: ہم نے آپؑ کے آباء اجداد سے سُن رکھا ہے کہ امامؑ کی جمجمہ و عین امامؑ کے بغیر کوئی اور نہیں کر سکتا۔ ان کا اشارہ اس جملے سے ہے کہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کی شہادت بغداد میں ہوئی اور آپؑ مدینہ میں تھے۔ (آپؑ نے ان کی جمجمہ و عین نہیں کی اس لیے آپؑ امام نہیں ہیں)

① واقعہ: ایک فرقہ ہے جو امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد جبرائیل کو امام نہیں مانتے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم امام حسینؑ کو امام مانتے ہو یا نہیں؟
انہوں نے کہا: ہاں وہ امام تھے۔

آپؑ نے فرمایا: جس وقت وہ شہید کیے گئے تو ان کے وہ امور جو بعد از
شہادت درپیش آئے ان کو کس نے ادا کیا؟
انہوں نے کہا: علی بن الحسینؑ نے۔

آپؑ نے فرمایا: اس وقت امام علی بن الحسینؑ لندن زیاد کی قید میں تھے۔ تو
انہوں نے جواب دیا: وہ امامت کی قوت کے ساتھ کوفہ کے زمان سے کربلا آئے اور
اپنے بابا امام حسینؑ کے امور چھیرو پھین کو ادا کیا۔ پھر واپس چلے گئے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: یہ تو ممکن ہے کہ امام زین العابدینؑ زمان کوفہ سے کربلا
آئیں اور اپنے والد امام کے امور کو مکمل کریں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ صاحب امر مدینہ
سے بغداد جائے اور اپنا وظیفہ ادا کرے (حالانکہ وہ نہ اسیر ہوا اور نہ زمان میں ہو)۔

مرحوم محدث قمی نے فہرست المومنین ص ۳۹۱ میں بیان کیا ہے۔ کتب معجمہ میں
امام حسینؑ کے فتن کی کیفیت بطور تفصیل موجود نہیں ہے۔ شیخ طوسی کی روایت سے معلوم
ہوتا ہے۔ بخاری ایک نئی اور تازہ چٹائی لے آئے، اس کو بطور فرش بچھایا اور اس کے
اوپر امام حسینؑ کا جسم مبارک رکھا کیونکہ اس بات کی تائید بیہج^(۱) کی روایت سے ہوتی
ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میں مخصوص قلاموں کے ساتھ امام حسینؑ کی قبر پر آیا اور قبر کو
گھردیا۔ میں نے وہاں قبر کے اندر ایک تر تازہ چٹائی کو دیکھا جو امام حسینؑ کے
مبارک جسم کے نیچے بچھائی گئی تھی اور قبر کے اندر سے ٹھک کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے

① دیبج: امام دین علیؑ پہلے بیہجی قہر بعد میں مسلمان ہو، حاکم مہاسی کا مال تھا۔ اس نے اسے حم دیا
کہ امام حسینؑ کی قبر کو سار کرے۔ یہ قہر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ قلام ص ۶۰ و ۶۱، ج ۳، ص ۳۲۳ میں موجود ہے۔

چٹائی کو وہاں چھوڑا کہ وہ امام کے بدن کے نیچے تھی۔ پھر قبر شریف کو بند کر دیا اور پھر پانی کا چھڑکاؤ کر لیا۔

مرحوم مرقم نے اپنے قتل کے ص ۴۱۴ پر اور چہرہ غمیں ص ۳۸۷ پر یہ بیان دیا ہے۔ امام زین العابدینؑ حیرہ محرم کو قوتِ امامت کے ساتھ کر بلا آئے اور اپنے پدر شہید کو دفن کیا۔

در صفحہ ص ۴۱۵ جس وقت امام سجادؑ کر بلا میں تشریف لائے تو اس وقت بنو اسد شہداء کے ارد گرد اکٹھے تھے، وہ حیران و پریشان تھے کہ ان شہداء کو کس طرح اور کیسے دفن کریں۔ کیونکہ ان کے سر کوڑھ میں تھے۔ امام سجادؑ نے ان اجسام شہداء کی نشان دہی فرمائی اور ان کے اجسام پر ان کے اسماء کی تعیین فرمائی۔ بنو ہاشم کی علیحدہ تعیین کی اور اصحاب کی علیحدہ تعیین فرمائی۔ اس دوران خوب گریہ و زاری ہوئی۔ آہ و نالہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ آنکھوں سے آنکھوں کے سیلاب جاری ہوئے۔ بنو اسد کی خواتین اپنے سر و سینہ پر ماتم کر رہی تھیں۔

پس امام سجادؑ اپنے بابا کے پاس آئے اور ان کے بظلوں میں اپنے ہاتھ ڈالے اور با صدائے بلند گریہ کیا۔ بدن اقدس کو قبر کے کنارے پر لائے، تھوڑی سی مٹی پھائی تو نیچے ایک تیار شدہ قبر برآمد ہوئی۔ آپؑ نے اپنے مظلوم بابا کو اٹھایا اور قبر میں لٹا دیا اور فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَهَلِيْ وَلَوْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ مَا ضَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

امامؑ نے اپنے بابا کو اکیلے قبر میں اُتارا اور کسی سے مدد حاصل نہ کی اور فرمایا: میرے ساتھ میرے معاون ہیں جو میری مدد کر رہے ہیں۔ جس وقت آپؑ نے اپنے بابا کو قبر کے اُرد گرد خاک پر رکھا تو اپنے رخسارے کو

اپنے مظلوم بابا کے گلے پر رکھا دیا اور فرمایا: کتنی خوش قسمت زمین ہے کہ جس کے دامن میں آپ جاگزیں ہوئے۔

اے بابا جان! تمہارے جانے کے بعد اب دنیا حیرہ و تاریک ہے اور حیرے نور سے آخرت منور ہے۔ اَمَّا اللَّيْلُ فَمُشْهُدٌ "اب رات کا سونا ختم ہو چلا۔" وَالْحُزْنُ سَرْمَدٌ "اب غم و اندوہ ہمیشہ کے لیے ہے۔" اب جس گھر میں آپ نے منزل کر لی ہے، اے فرزند رسول! تجھ پر اللہ کی طرف سے درود و سلام اور برکات نازل ہوں۔

آپ کی قبر پر یہ عبارت تحریر کی:

هَذَا قَبْرُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ الَّذِي قَتَلُوا
عَطَشًا غَرِيبًا

"یہ حسین بن علی بن ابی طالب کی مبارک قبر ہے جس کو عالم سفر میں پیاسا شہید کیا گیا۔"

آپ اپنے پدر عالی قدر کے دفن کے بعد اپنے چچا حضرت عباسؓ کے جسم مبارک کی طرف تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے ملائکہ اور حواریین کو ان کے جسم مبارک پر روتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اپنا مبارک ہاتھ ان کے گلوئے بریدہ پر رکھا اور فرمایا: اے قرینی ہاشم! اے شہید راہِ خدا! اب تیرے بعد دنیا پر خاک! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ آپ نے قبر کھودی اور انھیں قبر میں اتارا۔

بعد ازیں آپ نے بنو ساعد سے فرمایا: دو انتہائی وسیع قبریں بنائیں۔ ایک وسیع قبر میں بنو ہاشم کو رکھا اور دوسری ایسی ہی قبریں اصحابِ حسنیٰ کو دفن کیا۔ ان شہداء کے دفن کرنے میں آپ نے بنو ساعد سے مدد حاصل کی۔ حضرت خُ کے لاشے کو ان کے قرعی میدانِ جنگ سے اٹھا کر باہر لے آئے اور وہیں دفن کیا جہاں اب آپ کی قبر ہے۔

ایک روایت میں ہے: واقعہ کربلا میں ان کی والدہ موجود تھیں۔ جب وہ آب کے لاشے پر آئی تو دیکھا جسم پارہ پارہ ہے اور سر موجود نہیں ہے تو اس نے اپنے کی لاش کو میدان جنگ سے اٹھوا کر باہر لے گئیں۔

دفن شہداء بطریق دیگر

محالی السطین، ج ۲، ص ۲۸ و ذکر شہداء ص ۲۸۳، سید نعمت اللہ جزائری سے روایت ہے: جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو ابن سعد نے چاہا کہ شہداء کے سر کو دفن بھجوائے تو ابن زیاد کا اُسے حکم ملا کہ اپنے لشکر کے محتولین کو دفن کرو اور حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے اجسام کو رہنے دو۔

ابن سعد نے جواب میں لکھا کہ اپنے محتولین کی کثرت کی وجہ سے انہیں دفن کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے برابر ہے۔ ابن زیاد نے کہا: تو پھر امرائے لشکر کو دفن کر دو، ہاتھوں کو بلا دفن رہنے دو اور اہل بیت کے اسیروں کو کوفہ لے آؤ۔

نہر علقمہ کے قریب بنو اسد قبیلہ آباد تھا۔ جب ان کی خواتین میدان کربلا میں آئیں تو انہوں نے اہل بیت رسولؐ کے شہداء کو زمین پر پڑا ہوا دیکھا، ان کے اجسام سے خون بہہ رہا تھا جیسے انہیں ابھی قتل کیا گیا ہو۔ یہ خواتین یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

تذکرہ شہداء، ص ۲۸۳ پر اشعار درج ہیں:

ہناک پانچہ جسد خدای کشمکش بے سر
 خصوص لعل علی اکبر و علی اصغر
 کسی نبرد کہ اجساد آن شہیدان را
 کند حوط در دشت آن غربان را

”سر بریدہ لاشے خاک و خون میں فطان میدان میں پڑے

ہوئے تھے۔ علی اکبر اور علی اصغر کی مظلومیت پر چار سو آہ و فغان
کے آوازے بلند تھے۔ وہاں ایسا کوئی بھی نہ تھا جو ان مظلوموں
کے لاشوں کو دفن کر دے۔ بلا دفن خاک و خون میں غلطان
پڑے تھے۔“

بخواسد کی مستورات جب گھروں کو لوٹیں تو انھوں نے سارا حال اپنے مردوں
کو دیا اور کہا: تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم نے امیر المومنین اور حضرت فاطمہ زہرا کی اولاد کی
مدد نہ کی۔ وہ سب بے دردی کے ساتھ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اب انھوں اور ان کو دفن
کرو۔ پس وہ میدان کر بلا میں آئے اور امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو دفن کیا۔
لیکن ان کے لیے ایک مسئلہ پیدا ہوا۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ لاش کس کا
ہے اور وہ کس کا ہے۔

اچانک انھوں نے ایک سوار کو دیکھا جو ان کے پاس آ کر ٹوک گیا۔ اُس نے
سوال کیا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا: وہ ان لاشوں کو دفن کرنے کے لیے
آئے ہیں۔ لیکن وہ ان کو تیز نہیں دے سکتے۔ کون سا لاشہ کس کا ہے۔

اس سوار نے جب ان کی بات سنی تو نالہ و فریاد بلند کیا اور کہا: اے میرے بابا!
کاش آپ زندہ ہوتے، آپ دیکھتے کس طرح ان لوگوں نے مجھے اسیر بنایا اور رسوا
کیا۔ آپ ٹھوڑے سے اترے اور فرمایا: میں تمہاری رہنمائی کروں گا۔ آپ نے شہداء
کے درمیان نگاہ فرمائی۔ آپ کی نظر سید الشہداءؑ پر پڑی تو آپ فوراً اپنے بابا کے
مبارک جسم پر گئے اور اپنے بابا کے بغل میں ہاتھ ڈالے اور عرض کیا:

بابا! آپ کی شہادت سے حیراد میں خوش ہوا ہے، اب بخواسد میں عید منار ہے

ہیں۔

اے بابا جان! آپ کے جانے کے بعد ہمارا حزن و اندوہ طولانی ہو گیا ہے۔

تذکرۃ الشہداء، ص ۳۸۵ میں روایت ہے، آپؐ کے گلوئے بریدہ سے آواز آ رہی تھی جس کو فارسی شاعر نے نظم کیا۔

خوش آمدی کہ چہ مشتاق دیدنت بودم
ہمیشہ شائق در بر کشیدنت بودم
لب سوال بددگاہ دوست باز بکن
بہ کشتہ پھر حکمت نماز بکن

”اے میرے بیٹے! خوش آمدید میں تیرے دیدار کا مشتاق تھا۔
مجھے معلوم ہے کہ تمہیں اسیر بنا لیا گیا ہے۔ اب میرے بیٹے!
میرا تم پر صرف ایک سوال ہے۔ اب اپنے بے کس بابا پر نماز
جنازہ پڑھ لو۔“

ایک اور روایت میں ہے: بخبرؑ نے آپؐ کا گلوئے بریدہ سنا۔ امام علیؑ نے
آپؐ کی کمر میں اپنا ہاتھ ڈالا اور امام حسنؑ نے آپؐ کے پاؤں مبارک کو حام کر قبر میں
اُتارا اور آپؐ کو دفن کیا۔ امام زین العابدینؑ نے ہر شہید کا تعارف کرایا۔ اس طرح تمام
شہداء دفن کیے گئے۔

پھر آپؑ حضرت عباسؑ کے مبارک جسم کی طرف آئے اور آپؑ ان کے لاشے
پر بٹکے اور گریہ کیا اور فرمایا:

يَا عَبَّاسُ يَتَذَكَّرُ حَالِ الْحَرَمِ وَالْبَاتِ وَهَنْ يَنْتَابِينِ
وَاعْطَشَاءَ وَاهْزَبَتَاءَ

”اے چچا جان! کاش آپؑ ہوتے اور اہل حرم اور چھوٹے
بچوں کے ہائے بیاس، ہائے غربت، کے دردناک آوازوں کو
سننے۔ پس وہاں آپؑ نے ایک قبر بخوائی اور انھیں دفن فرمایا۔

پھر آپ انصار کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک اجتماعی قبر بنوائی گئی۔ اس میں تمام اصحاب کو دفن کیا گیا۔ (تذکرۃ الشہداء ص ۲۸۵) آپ کا جسم مبارک رطلوں سے بکھور پور تھا اس لیے آپ کو جہاں آپ تھے وہیں دفن کر دیا گیا)

جناب حبیب بن مظاہرؓ کو ایک علیحدہ مقام پر دفن کیا گیا کیونکہ ان کے کچھ چچا زاد بھائی انھیں علیحدہ لے گئے اور دفن کر دیا۔ جب یہاں سے فراغت ہوئی تو آپ نے ان تمام لوگوں کو جناب خ کے لاشے پر لے آئے۔ بخواسد نے کہا: انھیں وہاں سے اٹھا کر شہداء کے قریب دفن کریں لیکن امام جہاڑ نے فرمایا: نہیں انھیں یہیں دفن کر دو جہاں اب جناب خ کا روضہ ہے۔

جب شہداء کے دفن کا کام ختم ہو گیا تو یہ سوار واپس جانے لگا تو بخواسد نے کہا: اے سوار! ان شہداء کا واسطہ تو یہ تھا تو کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: میں حبیب خدا علی بن الحسین ہوں۔ میں یہاں آیا تاکہ اپنے والد، برادران، اقربا اور اصحاب کو دفن کروں۔ اب میں واپس اتنے زیادہ کے پاس لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے ان کا شکریہ ادا کیا، وصال کیا اور واپس کوفہ چلے آئے۔

دفن شہداء بطریق دیگر

شاہ عبدالعظیمی نے روایت نقل کی ہے۔ بخواسد جب میدان کربلا میں آئے کہ ان شہداء کو دفن کریں تو انھیں خوف ہوا کہیں اتنے زیادہ کی طرف سے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ تو انھوں نے کوفہ کے راستے پر اپنے آدمی مگرانی کے لیے چھوڑے اور خود شہداء کے دفن میں مصروف ہو گئے۔ یہ لوگ امام حسینؑ کے مبارک جسم کے پاس آئے کہ انھیں یہاں سے اٹھائیں لیکن ان کی بسیار کوشش کے باوجود آپ کا مبارک جسم نہ اٹھ سکا۔

ان کے بزرگ نے کہا: اب یہ ایک رات ہے انھیں رہنے دو۔ پہلے باقی شہداء کو

دفن کرو۔ ابھی ان کی یہ گفتگو جاری تھی کہ ایک عرب کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو غلاب پوش تھا۔ اس کو دیکھتے ہی یہ ادھر ادھر ہو گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ وہ سوار اپنی سواری سے اترا اور امام حسینؑ کے جسم کی طرف رخ کیا اور جب ان کے قریب گئے تو اپنے آپ کو ان پر گرا دیا اور ان کے پوسے لینے شروع کیے۔

پھر آپؑ نے ان لوگوں سے پوچھا: تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ادھر چکر لگانے کے لیے آئے تھے۔ سوار نے کہا: یہ بات نہیں ہے۔ تو انہوں نے کہا: ہاں سچ یہ ہے، ہم ان اہل ان کو دفن کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ابھی ہم اس سلسلہ کی بات کر رہے تھے کہ آپؑ آ گئے۔

تو اس عرب نے ایک خط کھینچا اور فرمایا: اس جگہ کو کھودو۔ جب جگہ بن گئی تو سترہ شہداء کو اس میں دفن کیا۔ پھر اس نے ایک اور خط کھینچا اور کہا: اس جگہ کو کھودو۔ جب وہ جگہ بن گئی تو اس میں باقی اہل ان کو دفن کیا۔ بعد ازیں ایک جسم باقی رہ گیا تو آپؑ نے حکم دیا: اس قبر کے سر کی طرف قبر کھودو۔

جب قبر بن گئی تو بخاسد کہتے ہیں: ہم آگے بڑھے کہ آپؑ کی مدد کریں تو سوار نے روک دیا کہ میں تمہاری مدد کے بغیر انہیں دفن کروں گا۔

ہم نے عرض کیا: اے برادر عرب! آپؑ کیسے اکیلے انہیں دفن کریں گے حالانکہ ہم نے مل کر کوشش کی کہ ان کے جسم کو حرکت دیں لیکن ہم سب کی شدید کوشش کے باوجود ان کا جسم نہ مل سکا۔ آپؑ تو اکیلے ہیں؟

سوار نے جب یہ سنا تو زور زور سے رونے لگا اور فرمایا:

میرے ساتھ کوئی ہے جو میری مدد کر رہا ہے۔ اس اثناء میں اس جسم کے نیچے دو

ہاتھ ظاہر ہوئے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ
اللّٰهِ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ
مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ

راوی کہتا ہے: آپؐ نے اکیلے سید الشہداء کے جسد مبارک کو اٹھایا اور ہم میں
سے کوئی ایک ان کے اس کام میں شریک نہ ہوا۔ ہم نے دیکھا اس سوار نے اپنے
رخسارے سید الشہداء کے گلوئے مبارک پر رکھ کر خوب گریہ کیا اور کہا:

وہ زمین کتنی خوش قسمت ہے جس کے اندر آپؐ کا جسد مبارک دفن ہو رہا ہے۔

أَمَّا الدُّنْيَا فَبَيْعُكَ مُظْلِمَةٌ وَالْآخِرَةُ بِنُورِكَ مُشْرِقَةٌ أَمَّا
الْحَزَنُ مَسْرُومٌ وَأَمَّا اللَّيْلُ فَمَشْهُدٌ حَتَّىٰ يَخْتَارَ اللّٰهُ
لِأَهْلِ بَيْتِكَ ذَاكَ الَّتِي أَنْتَ مُقِيمٌ بِهَا وَعَلَيْكَ مِنِّي
السَّلَامُ يَا بَنَ رَسُولِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

”تمہارے بعد یہ دنیا ہم پر تاریک ہو گئی ہے اور ہماری آخرت
تمہارے نور سے روشن ہو گئی ہے، ہمارے مصائب و آلام طولانی
ہو گئے ہیں۔ اب راتوں کا سونا ختم ہو گیا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ
آپؐ کے اہل بیتؑ کے لیے اس گھر کا انتخاب کرے جس میں
آپؐ مقیم ہیں۔ اے فرزند رسول اللہ! آپؐ پر ہمارے سلام
ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت نازل ہو۔“

اس سوار نے اینٹوں سے لحد کو بند کیا اور پھر مٹی ڈالی اور قبر تیار کی۔ اور قبر کے
اوپر اپنی انگلیوں کے ساتھ خط کھینچا۔ بعض صالحین کی روایت کے مطابق قبر کے اوپر
لکھا: ”یہ قبر حسین بن علی بن ابی طالبؑ کی ہے کہ جس کو پیا سا شہید کیا گیا اور حلیہ
مسافرت میں ذبح کیا گیا۔“

مگر وہ سوار ہماری طرف حوجہ ہوا اور فرمایا: کیا اب کوئی اور شہید بھی ہے جس کو دفن کرنا ہے تو ہم نے کہا: جی ہاں ایک یہاں اور وہماز سید آب کے قریب ہیں اور ان کے ارد گرد وہ اور شہید بھی پڑے ہوئے ہیں۔

سوار نے فرمایا: مگر اُسر چلے۔ جب وہ اس لاشے کے قریب گئے تو اپنے آب کو ان پر گرا دیا اور ان کے پوسے لیے اور فرمایا: اے قرنی ہاشم! تمہارے جانے سے بعد دنیا پر خاک، تم پر سلام ہو کہ تم نے اللہ کی رضا میں شہادت کو قبول کیا اور مصائب پر صبر کیا۔

آپؐ نے فرمایا: یہاں قبر ملاؤ، ہم نے قبر نکالی اور آپؐ نے انہیں بھی اکیلے دفن کیا اور یہ فرمایا: ان دو شہیدوں کو بھی ان کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ جیسے انہوں نے کہا: ہم نے دیسے ہی کیا۔ مگر وہ سوار اپنے گھڑے پر سوار ہوا، ہم نے چاہا ان سے پوچھیں، ہمارے پوچھنے سے پہلے انہوں نے فرمایا: آپ لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے، یہ وہ قبر ہے جو امام حسینؑ کی ہے اور وہ انجائی قبر اہل بیتؑ رسولؐ کی ہے اور وہ قبر جو سید الشہداءؑ کے پائین ہے وہ علی اکبرؑ کی قبر ہے اور دوسری بڑی قبر اصحابِ حسنی کی ہے۔ وہ قبر جو سر شریف کے بالائی طرف کچھ فاصلے پر ہے حبیب بن مظاہرؑ کی ہے اور وہ قبر جو سید آب کے قریب ہے، وہ حضرت عباسؑ کی ہے اور ان کے نزدیک پہلو میں جو دو نفروں ہیں وہ امیر المومنینؑ کی اولاد ہیں۔

جب کوئی تم سے سوال کرے تو انہیں آگاہ کرنا۔ مگر ہم نے سوال کیا۔ آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں علی بن الحسین ہوں۔ ہم نے کہا: اچھا آپ علی بن الحسین ہیں تو آپ اسی وقت ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔

دفن شہداء بطریق دیگر

تذکرہ شہداء، ص ۲۸۵ کی روایت کے مطابق بخاطر ایک ایک لاشے کو اٹھا

لاتے اور وہ سوار فرماتے: یہ فلاں شہید ہے، یہ فلاں شہید ہے۔ جو پہلا لاشہ لایا گیا وہ حضرت علی اکبر کا لاشہ تھا، ان کے بعد حضرت قاسم کا لاشہ لایا گیا۔ ان کے بعد حضرت علی اصغر کا لاشہ لایا گیا، آپؑ نے حضرت علی اصغرؑ کے لاشے کو اپنے ہاتھوں پر لیا، پھر دیا اور فرمایا:

علی اصغرؑ بے شیر سرور دین است
شکافہ از ضرب ناوک کین است

آپؑ نے اس ترتیب سے تمام شہداء کو دفن کیا اور جب اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو بغاسدان سے لپٹ گئے اور آپؑ کے دامن کو پکڑ لیا اور کہا: اس بدن مہارک کا واسطہ آپؑ کون ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا:

أَنَا حُجَّةُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ جِئْتُ أَوَّارِي
بِحُجَّةِ أَبِي وَمَنْ مَعَهُ وَالْآنَ أَنَا رَاجِعٌ إِلَى وَسْجِنِ ابْنِ مَرْثَدٍ
”میں حجۃ خدا علی بن الحسینؑ ہوں، میں کوفہ سے آیا ہوں کہ ان
شہداء کو دفن کروں، اب میں واپس ابن زیاد کے زعمان کی
طرف جا رہا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: امامؑ کے جسم کو صرف امامؑ
ہی دفن کر سکتا ہے، اس لیے میں خود کوفہ سے آیا، اب واپس
رہا ہوں۔“

تذکرۃ الشہداء، ص ۳۸۹ میں یہ روایت موجود ہے۔ بارہ محرم کی شب اسیران
آل محمدؑ کوفہ کے قریب پہنچے تو انھیں کوفہ سے باہر روک دیا گیا۔ کیونکہ ابن زیاد نے حکم
دیا تھا کہ کوفہ کو سہایا جائے اور شہر کی آئینہ بندی کی جائے اور لوگوں سے کہا جائے وہ حج
کا جشن منائیں کیونکہ کل اسیران آل محمدؑ اس شہر میں لائے جائیں گے۔
روایت کے مطابق آل احمدؑ کو آؤٹوں پر سوار کیا گیا اور کوفہ لایا گیا۔ سہیل بن

مریخ ملعون اُنڈوں کو دوڑانے کے لیے ان کے اجسام میں لوہے کی بیخ زور سے مارتا تو اُنڈے دوڑنے لگتے، مستورات اور بچے گر پڑتے۔ عمار ثقفی نے اپنے دور حکومت میں اس ملعون کے ہاتھوں اور پاؤں کو قطع کروا کر تیل کے کھولتے ہوئے کڑاھا میں ڈلوا دیا۔ یوں یہ لعین واصل جہنم ہوا۔

جب ۱۲ محرم کی صبح ہوئی تو شہر کوفہ میں جشن عید کا سماں تھا۔ شہر کی آئینہ بندی کی گئی تھی، ہر شخص کا رخ لباس میں ملیں تھا۔ ڈھول بیل بج رہے تھے۔ لوگ آلِ محمد کے قیدیوں کا تماشا دیکھنے کے لیے بازار میں آچکے تھے۔

مجدیلہ اسدی کہتا ہے:

رَأَيْتُ أَهْلَ الْبَيْتِ مُهْتَكًااتِ الْجَيُوبِ مُخَفَّشَاتِ الْوُجُوهِ
يَلْطَمَنَّ الْخُدُودَ دَاخِلَاتٍ إِلَى الْكُوفَةِ وَرَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ
الْحُسَيْنِ يَبْكِي لِسُوءِ حَالِهِ وَفَقْدِ رِجَالِهِ

”میں نے دیکھا اہل بیت رسول کی مستورات اس حال میں کوفہ داخل ہوئیں کہ ان کے گریبان چاک تھے اور اپنے چہروں پر طمانچے مار رہی تھیں، حضرت امام سجادؑ اپنی اسیری اور اپنے جوانوں کی شہادت پر گریہ کنان تھے۔“

اہل بیت نبوت کوفہ میں^①

جلالہ العیون، ص ۵۹۳ از سید بن طاووس (لہوف، مترجم، ص ۱۳۳) کی روایت کے مطابق جب اہل بیت رسالت علیہم السلام کوفہ کے نزدیک پہنچے تو اہل کوفہ تماشا دیکھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ کوفہ کی کسی عورت نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ اہل بیت رسولؐ نے فرمایا: ہم اسیران آل محمدؐ ہیں۔

جب اس نے غور سے دیکھا تو پہچان گئی۔ وہ فوراً اپنے گھر گئی اور گھر سے چادریں لے آئی اور مستورات آل محمدؐ کو پیش کیں۔ خواتین نے ان چادروں سے اپنا پردہ ہٹایا۔ جب یہ قافلہ کوفہ داخل ہوا تو کوفیوں نے حضرت امام زین العابدینؑ کو دیکھا تو ان کی چھین کل گئیں۔ اس وقت آپؑ نہایت کمزور اور لاغر ہو چکے تھے اور آپ کے دست مبارک زنجیر سے پس گردن بندھے ہوئے تھے اور مندرجاتِ صحت و طہارت بے پلان و کجاوہ اڈوں پر سوار تھیں۔ جب کوفیوں کے نالہ و فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں تو امام سجادؑ نے فرمایا: ہمیں قتل کر کے اب گرہ دزاری کرتے ہو؟

بشیر بن حزیم اسدی کا بیان ہے: اس وقت حضرت نضرب بنت علیؑ نے اشارہ فرمایا: سب خاموش ہو جاؤ، آپ کے اشارہ کرنے سے ہر طرف سناٹا چھا گیا۔

① تذکرۃ الشہداء، ص ۳۸۸، بعض روایات میں ہے کہ درود کوفہ گیارہ محرم کو ہے، یہ قول محال ہے۔ گیارہ محرم بعد از ظہر تک عربین سجدہ کر بلا میں موجود تھا۔ وہ اس وقت اپنے مٹولین کے دفن کرنے میں مصروف رہا تھا۔ کر بلا سے کوفہ کا راستہ ۱۲ فرسخ ہے جو چالیس کلومیٹر بنتا ہے۔ یہ قول محال ہے کہ بعد از ظہر دعا کی کر بلا ہو اور اسی روز درود کوفہ ہو۔

② تاریخ، ج ۳، ص ۳۵، نظام، ص ۵۱۵، لہوف، مترجم، ص ۱۳۳، فصل غار زوی، ج ۲، ص ۳۰، لیس المہوم، ص ۳۹۱، سجدہ، ج ۴۵، ص ۱۰۸، محرق، اہل بیت، ص ۲۹۳، چہ گزشتہ در کر بلا، نای کتاب، ص ۵۰۱، فصل مرقم، ص ۳۰۰، تہذیب الامال، ص ۳۰۶، جلالہ العیون، ص ۵۹۳

حضرت زید بن ارقم کا بیان ہے: میں اپنے گھر کے بالائی کمرے میں تھا کہ میں نے اچانک شور و غوغا کی آواز سنی، جونہی میں نے اپنا سراپہ کمرے سے باہر نکالا تو میں نے دیکھا، نیزوں پر سر ہیں جن کو کچھ لوگ اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان سروں میں سے ایک سر جو آفتاب کی طرح درخشاں تھا اس سے نور ساطع تھا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو وہ امام حسینؑ کا تھا اور میرے کمرے کے بالکل قریب تھا۔ اس کے نور نے میرے کمرے کو منور کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ کے لب متحرک ہوئے۔ میں نے سنا، آپؑ سورہ کہف کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آخر آپؑ اس آیت پر پہنچے: اَمْرٌ حَسْبُنَا اَنْ اَصْلَحَ الْكُفْرُ وَالْزُفْرُ كَانُوا مِنْ اٰيَاتِنَا حَجَبًا ”کیا آپؑ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار اور کتبے والے ہماری قافلہ قہجہ نشانوں میں سے تھے۔“

اس واقعہ کی ہیبت نے مجھے لرزادیا، میرے جسم کے بال کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا: جی ہاں! اے فرزند رسول! حیران و غریب تو عجیب تر ہے۔

ایک اور شخص کا بیان ہے: میں نے دیکھا: کوفہ میں ایک درخت کے ساتھ سید الشہداءؑ کا سر مقدس آویختہ تھا۔ میں نزدیک کھڑا ہوا تھا۔ آپؑ کے مبارک لب سے میں نے سنا: وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ خَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُونَ ، وَ سَيَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنّٰی مُنْقَلَبٌ یَّنْقَلِبُوْنَ ”یہ گمان مت کر کہ خداوند تعالیٰ ظالمین کے عمل سے غافل ہے۔ بہت جلد ظالم جان لیں گے کہ ان کا ٹھکانہ کہاں ہے۔“ (ناخ، ج ۳، ص ۸۴)

کچھ دوسرے لوگوں کا بیان ہے: جب سید الشہداءؑ کا سر بازار کوفہ میں ٹوک سنان پر بلند تھا تو آپؑ نے سورہ کہف کی تلاوت فرمائی۔ آپؑ اس آیت پر پہنچے: اِنَّهُمْ فِتْنَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّیْهِمْ وَرِثُوْهُمْ هٰذِیْ ”وہ جو ان مرد تھے جو خدا پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کے ایمان اور ہدایت کو اور پڑھا دیا۔“

ناخ، ج ۳، ص ۷۲، مناقب ابن شہر آشوب اور عقل مقرر، ص ۴۳۳ نے ایک روایت کی ہے: جب سر مبارک کو ایک مارکیٹ میں نصب کیا گیا جہاں لوگوں کی آمد و رفت زیادہ تھی اور شور شرابہ بھی تھا۔ امام حسینؑ نے چاہا کہ لوگوں کو اپنے وعظ و نصیحت سے متوجہ کریں تو آپؑ نے تصحیح کیا (گلے کو صاف کرنے کی آواز بلند کی)۔ آپؑ کی اس کیفیت سے لوگ خوف زدہ ہوئے کیونکہ آج تک کئے ہوئے سر سے ایسی آوازیں سنی گئی (مقرر)۔ آپؑ نے سورہ کہف کی تلاوت شروع کی۔ آخر آپؑ اس آیت پر پہنچے: **إِنَّهُمْ فِتْنَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَرِثَتْهُمْ مُطْرِبٌ هَدَىٰ ، وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا۔**

عقل مقرر، ص ۴۳۳ میں ایک روایت بیان ہوئی ہے۔ ہلال بن معاویہ کا بیان ہے: میں نے ایک آدمی کو سید الشہداء کا سر اٹھائے ہوئے دیکھا۔ اسی اثنا میں سر مبارک نے اسی آدمی کے ساتھ ظلم کیا۔ **فَرَفَعْتُ بَيْنَ رَأْسِي وَبَيْنِي فَرَّقَى اللَّهُ بَيْنَ لَحْمِكَ وَحَقْلِكَ وَجَعَلَكَ آيَةً وَنَكَالًا لِلظَّالِمِينَ** ”تو نے میرے سر اور بدن کے درمیان جدائی ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے گوشت اور ہڈیوں کے درمیان جدائی ڈالے، تجھے رسوا کرے اور تجھے ظالمین کے لیے درس عبرت بنائے۔“ اس لمحوں نے تازیانہ لیا اور سر مقدس پر ضربات لگانی شروع کیں، مبارک سر خاموش ہو گیا۔

سلمہ بن کھیل کا بیان ہے کہ سر مقدس نوکِ ستان پر تھا۔ میں نے سنا آپؑ نے **فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** کی قرأت فرمائی۔

قصہ ابن وکیدہ

عقل مقرر، ص ۴۳۳، معراج الاحزان، ص ۲۷۶ اور ناخ، ج ۳، ص ۷۲ ان احباب نے شرح شافعیہ اور کتاب ”تظلم الزہرا“ سے روایت کی ہے: حادثہ ابن وکیدہ کا بیان ہے کہ جب سر مبارک سے میں نے سورہ مبارکہ کہف کی قرأت سنی تو میں حیرت

کے سمندر میں ڈوب گیا۔ مجھے تو وہ ملے کیا یہ سر عام حسین کا ہے؟ انہی میں اس حال میں تھا کہ سر مقدس کو پا ہوا احد میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے:

”اے اللہ دیکھنا کیا تو نہیں جانتا ہم آئمہ ہدایت و قردعائن
 رسول اللہ ﷺ بارگاہِ رسالت میں دعوہ ہیں اور رزق کھاتے ہیں۔
 ہم ہرگز غرہ نہیں ہیں۔“

اشعار و جہری

کجاست که در میهنش کشته
 کجاست که در کین سنگ برایش کشته
 کجاست که گزافش بخدی و درخت
 کجاست که با جرم بالای درخت

گاہ اعد کوچہ حای شہر شام میزدش سنگ کین از پشت بام
 باید این سر بادف و چنگ و زباب گردد آخر زنت بزم شراب
 عاقبت از چپ بیداد یزید برب لو صدمہ حا خواہد رسید
 بگذر اے ذاکرا تو از این گفتگو بیش از این از خدای این سرگو

”امت نے سید الشہداء کے سر مبارک کی کتنی بے غرضی کی، کوئی ایک مقام ہو تو بیان کیا جائے۔ اے سر مبارک! کبھی تو راہب کے ذہیر میں مہمان رہا تو کبھی تجھے درخت پر لٹکایا گیا۔ کبھی شام کے گلی و بازار تھے اور تو لوگ ستان پر تھا اور شامی اپنی چٹوں سے تجھ پر پتھر برساتے تھے۔ اے سر مقدس! تجھے چنگ و زباب کے ساتھ یزید ملعون کی قتل شراب میں لایا گیا۔ آخر کار حشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا اے سر مقدس! تو طشت میں تھا اور یزید ملعون اپنی چٹری آپ کے ہونٹوں پر مار رہا تھا۔ اے ذاکر حسین! تو حسینؑ سید الشہداء کے کتنے مصائب پڑے گا جتنے بھی پڑے پھر بھی کم ہیں۔“

سہل کی ایک کوئی سے گفتگو

ناخ، ج ۳، ص ۳۶ سہل شہر دہلی کا بیان ہے: میں جو نبی مکہ سے کوذ پہنچا تو کوذ کے بازاروں کی آئینہ بندی کو دیکھ کر حیران رہ گیا، جب میری نگاہ لوگوں کے اڑدہام پر لگی تو دیکھا کچھ لوگ شاداں و فرحاں ہیں اور ذرق و برق لباس میں ملیں ہیں اور کچھ لوگ حیران و پریشان گریہ کی صورت و کیفیت میں ہیں۔

میری نگاہ اچانک ایک کہن سال بوڑھے پر پڑی، اس کے قریب گیا تاکہ حالات کی خبر لوں۔ جب میں نے اس پر سوال کیا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک

طرف لے گیا اور خوب رو دیا اور روتے ہوئے کہا: یہ لوگ جو خنداں و فرحان ہیں۔ یہ ابن زیاد کے لشکر کا فتح کا جشن منا رہے ہیں اور بعض اپنے سپاہیوں کی شکست پر افسردہ خاطر ہیں۔ میں نے پوچھا: کون سا لشکر اور کون سے سپاہی؟ اس نے کہا: ابن زیاد لشکر اور امام حسین کی مٹی بھر سپاہ۔ اور پھر وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا اور پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

مَرَرْتُ عَلَى آيَاتِ آلِ مُحَمَّدٍ قَلْبِي أَرَاهَا أَمَقَّهَا يَوْمَ حَلَّتْ
فَلَا يَبْعُدُ اللَّهُ اللَّيَّاتِ وَأَهْلَهَا وَلَنْ أَضْبَحَتْ مِنْهُمْ بَرْقَعِي تَخَلَّتْ

”ایک دن میرا آل محمد کے گمروں سے گزر ہوا، وہ گم بھی آباد و شاد تھے اور گمروں والے بھی شادان و فرحان تھے۔ ایسے آباد و شاد گم میں نے کبھی نہیں دیکھے، خداوند تعالیٰ ان گمروں اور ان کے کینوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے لیکن ہائے اظہار بات و زمانہ آج ان گمروں کو دیران کر دیا گیا ہے، گمروں والے مارے گئے ہیں۔“

أَلَمْ تَرَ لَئِنْ الشُّنْسَ أَضْحَكَ مَرِيضَةً لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَالْبِلَادِ اضْوَ حَلَّتْ
”کیا تم نے آفتاب کو نہیں دیکھا کہ وہ جب طلوع ہوا تو بے نور طلوع ہوا۔ اس کی یہ حالت امام حسین کی شہادت کی وجہ سے ہوئی۔“

وَكُنَّا هَيَاتًا ثُمَّ أَضْحَا رَهْبَةً لَقَدْ كَفَلْتِ تِلْكَ الزَّوْجَاتِا وَحَلَّتْ
”حالانکہ فرزند رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ مسلمانوں اور اسلام کے ناصر تھے۔ اب ان کا قتل اہل اسلام کے لیے ایک بہت بڑی مصیبت بن گیا ہے۔“

أَلَمْ تَرَ إِنَّ الْبَدَنَ أَطْعَمِي قَتْرُوحًا لِقَتْلِي رَسُولِ اللَّهِ لَمَّا تَوَلَّوْا
 ”ارے کیا تم نے نہیں دیکھا چھوڑوں کے چادر کو کر کے تنگ کیا
 قاجاب رسول اللہ کے جانے کے بعد اس کی اہل بیت کو شہید
 کیا گیا۔“

فَلَمَّا قَتِلَ الْعُلَیِّیْنَ مِنْ آلِ عَلِیٍّ أَقْبَلَ بِرَقَابَتِی التَّسْلِیْمِیْنِ فَلَمَّوْا
 ”آگاہ باش افرات کے کنارے جو ہاشم کا قتل قیامت تک کے
 مسلمانوں کے لیے تک و حار کا سبب بن گیا ہے اور ان پر مظالم
 ڈھا کر ہمیشہ کی رسوائی حاصل کر لی ہے۔“

فَتَبَيَّلَا حَمَاقًا عَلَّاهُ الْقَوْمَ شُرُجَةً وَقَدْ فَتَكَتْ مِنْهُ الرِّمَاحُ وَكَلَبَتْ
 ”اہل بیت رسول اللہ کے جوانوں کو ایک دفعہ اور یک دم قتل نہیں
 کیا گیا بلکہ اس طرح موت انہیں پلائی گئی جس طرح ایک
 شہید بچہ سے کو پانی قطروں کی صورت میں پلایا جاتا ہے۔ پہلے
 نيزوں سے مارا گیا پھر تیزوں سے پھر تلواروں سے۔ ان
 کافروں سے جتنے ظلم ہو سکتے تھے کرتے رہے۔“

فَلَمَّتِ النَّحْبَ الْأَهْوَى إِلَيْهِ بِسَيْفِهِ أَصَابَ بِهِ يَمْنَى يَمِينِهِ فَقَلَبَتْ
 ”اے کاش! جب شمشیر قاتل کے دائیں ہاتھ میں فرزند رسول
 کے قتل کے لیے آئی تھی وہ ہاتھ ٹھل ہو جاتا وہ قتل سے بچ
 جاتے۔“

کھل کہتا ہے: اب وہ یوزخا بات مکمل نہ کر پلایا تھا بلکہ بچے لگے فوجی پریم
 سامنے نمودار ہوئے، شہداء کے سر نيزوں پر سوار تھے اور ان کے پیچھے امیر ابن ابی طالب
 بے کادہ آؤٹوں پر سوار تھے اور کچھ جوان تھے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ساتھ

ساتھ مل رہے تھے۔

اس صحت میں یہ قافلہ کوفہ کے دروازے پر پہنچا۔ کوفہ کی مستورات اپنے مکانوں کی چٹوں پر سہارا شاد کپڑے کی شہر تھیں۔ جب آل حمزہ کے اسیروں کا قافلہ ان کے نزدیک پہنچا تو ایک عورت نے بالائے پام آواز دی: **مِنْ أَيْ الْأَسْرَاءِ أَتَتْكُمْ** "تم کس قبیلے کے قیدی ہو؟" دوسرے آواز آئی: **نَحْنُ أَسْرَاءُ آلِ مُعَاوِيَةَ** "ہم اسیران آل حمزہ ہیں۔" جب اس عورت نے سنا تو فوراً اُتری اور اپنے گھر سے لباس بچھے اور چادریں لے آئی اور اہل بیتؑ کے حوالے کیے۔

حیات الحسین، ج ۳، ص ۳۳۳ کی روایت کے مطابق ایک دوسری عورت اپنے گھر گئی، طعام اور کھور لے آئی اور بچوں میں تقسیم کیں۔ جناب ام کلثومؑ نے فرمایا: ہم اہل بیتؑ ہیں، ہم پر صدقہ حرام ہے۔ جب بچوں نے اپنی پوچھی کی آواز سنی تو اپنے منہ سے کچھ یہی نکال کر باہر پھینک دیں اور ساتھ کہا: پوچھی فرماتی ہیں: ہم پر صدقہ حرام ہے۔

حقیلہ قریشِ نصرتِ ننبؐ کا کوفہ میں تاریخی خطاب

ناخ، ج ۳، ص ۳۸ میں بشر بن خویم راوی ہیں: علیؑ کی بیٹی کا وہ عظیم و تاریخی و انتہائی خطاب جو انھوں نے کوفہ والوں سے کیا آج تک میں نے اس جیسا فصیح و بلیغ بیان کبھی نہ سنا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی زبانِ لہانت گویا ہے۔

سب سے پہلے "حانی" ذہراء حقیلہ قریشِ نصرتِ ننبؐ کی کبریٰ نے لوگوں کو خاموش ہو جانے کی تاکید کی۔ علیؑ کی بیٹی کے ایک اشارے پر ہر طرف پُر جھوم بازار میں سناٹا چھا گیا، سانسوں کی آمد و رفت ٹھہر گئی، اذانوں کے گلے کی گھنٹیاں بھی جام ہو گئیں۔ جب کوفہ کے بازار کے انسانوں کا شاخیں مارتا ہوا سمندر برف کی طرح ٹھہر ہوا۔

فانی زہراء کے خطاب سننے کی ہر طرف آمادگی ہوئی تو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑی ہوئی رسولِ زامی نے خطاب فرمایا۔ جس میں اپنی خاموشی عظمتوں کا اظہار کیا، اپنے مقدس مشن کے موقف کی تشریح و توضیح کی اور نئی امید کی اسلام و مٹی کو آشکار کر دیا۔

عقیدہ قریش کے خطاب کا متن

سب سے پہلے آپؐ نے خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء فرمائی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا، پھر یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اَمَّا هَذَا يَا اَهْلَ الْكُوفَةِ يَا اَهْلَ الْخِثْلِ وَالْقَدِيبِ
وَالْخِثْلِ، اَلَا فَلَا رَقَاتٍ الْعَبْرَةَ وَلَا هَدَنَتِ الرَّفْرَفَةُ، اِنَّمَا
مَعْلُكُمْ كَمَقْلٍ اَلَّتِي تَقْضَتْ حَرْثُهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةِ اُنْكَاثٍ
تَتْرَكُونَ اَيْمَانَكُمْ دَحْلًا بَيْنَكُمْ، هَلْ فِيكُمْ اِلَّا الصَّلَافُ
وَالْعَجَبُ وَاشْتَدَّ وَالْكَذِبُ وَمَلَأَ الْاِمَاءُ وَغَمَزَا الْاَعْمَاءُ
، اَوْ كَمَزَعِي عَلَى وَمَنْزِعَةٍ كَوْضَعَةٍ عَلَى مَلْعُودَةٍ، اَلَا يَنْسَا
قَدَمْتُ لَكُمْ اَنْفُسَكُمْ اَنْ مَسَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَفِي
الْعَذَابِ اَنْتُمْ خَالِدُونَ

اَنْتُمْ كُنْتُمْ اُخِي اَهْلُ وَاللَّهِ فَابْكُوا فَاِنْ كُنْتُمْ اُخْرِيَاءُ
"اُخْرِي خ" بِالْبِكَا، فَابْكُوا كَوْنًا وَاضْحَكُوا قَلِيلًا
فَقَدْ بَلَيْتُمْ بَعَارَهَا، وَمُنِيَّتُمْ بِشَنَائِهَا، وَلَنْ تَرْضَوْهَا
اَبَدًا، وَاَنْتُمْ تَرْضَوْنَ قَتْلَ سَلِيلِ خَاتِمِ النَّبِيِّ، وَمَعْنِي
الرِّسَالَةِ مَوْسِيْدِ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَلَاذِ حَزْبِكُمْ،
وَمَعَاذِ حَزْبِكُمْ، وَمَقَرِّ مِلْكِكُمْ، وَاسَى كَلْبِكُمْ، وَمَقَرِّ
نَابِلِكُمْ، وَالْمَرْجَمِ اِلَيْهِ عِنْدَ مَقَالَتِكُمْ، وَمَدْرَا

حَسْبُكُمْ، وَمَنَّا مَحْبُوبُكُمْ
 الْأَسَاءَ مَا قَلَمْتُمْ لِأَفْضَوْتُمْ، وَسَاءَ مَا تَرْمُونَ لِأَوْدِ
 بَعُوتُمْ، قَتَمْنَا نَفْسًا، وَتَكَمْنَا نَكَمًا، لَقَدْ غَابَ الشُّغَى،
 وَتَكَبَّتِ الْأَيْدِي وَخَسِرَتِ الصَّفَقَةُ، وَوُتِمَ بِغَضَبٍ مِنَ
 اللَّهِ، وَخَسِرَتْ عَلَيْكُمْ الذِّكَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ، أَتَدْرُونَ
 وَنَلَكُمْ أَيْ كَبِدٍ لِمَحْبُودِ قَرْتُمْ، وَأَيُّ عَهْدٍ نَكَلْتُمْ، وَأَيُّ
 كَرِيَمَةٍ لَهُ أَبْرَزْتُمْ، وَأَيُّ حُرْمَةٍ لَهُ هَتَكْتُمْ، وَأَيُّ كَرَمٍ لَهُ
 سَفَكْتُمْ، لَقَدْ جِئْتُمْ فِينَا إِذَا، تَكَاذُ السَّمَوَاتِ يَنْقَطِرُونَ
 مِنْهُ وَتَنْشَلُ الْأَرْضُ وَتَخْرُ الْجِبَالُ هَذَا، لَقَدْ جِئْتُمْ بِهَا
 شَوْهَاءَ، صَلَاحًا، عَنَقَاءَ، سَوَكَاءَ، فَقَاءَ، خَرْقَاءَ
 كَيْطِلَاعِ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ، أَفَجِئْتُمْ أَنْ قَطَرَتِ السَّمَاءُ
 دَمًا، وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَغْرَى وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ، فَلَا
 يَسْتَعْرِضُكُمْ النَّهْلُ فَإِنَّهُ عَرَاوَجٌ لَا يُخَفِّرُهُ الْبِدَارُ، وَلَا
 يُخَفِّضِي عَلَيْهِ قُوَّةَ النَّارِ، كَلَّا إِنَّ رَبَّكَ لَنَا وَلَهُمْ لِبَابُونَ
 صَادٍ، ثُمَّ أَنْشَأَتْ تَقُولُ:

ماذا تقولین إذ قال الذی لکم
 ماہل بیٹی واولادی و تکرمتی
 ماہل کات جزائی إذ نصحت لکم
 انی لاعشی علیکم ان یحل بکم
 ماذا صنعتم و انتم آخر الامم
 منهم اساری و منهم خبر جوابدہ
 ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم
 مثل العذاب الذی اودی علی امرہ

”سحر پروردگار کے بعد! اے کوفہ کے رہنے والو!

اے وہ لوگ جو مکر و فریب، دھوکہ و جمل کے پیکر اور بے ہودہ

کوئی کے عادی ہو، کیا تم لوگ اب ہمارے مصائب و آلام پر گریہ کناں ہو؟ یہ تمہاری آنکھیں کبھی آنسوؤں سے خشک نہ ہونے پائیں، تمہارے یہ انگ و آہ کبھی ختم نہ ہوں۔ تمہاری داستان تو اس نادان و احمق عورت کی سی ہے جس نے اپنے رشتہ و تعلق کو حکم کرنے کے بعد توڑ ڈالا۔

تم نے بھی ہمارے ساتھ اپنے رشتہ کو مضبوط باندھنے کے بعد توڑ دیا۔ کیا تم میں فتنہ و فساد، خوشامد و خود بینی و نخوت و تکبر کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟

تم جاہلیت کے اخلاق و صفات کی طرف پلٹ گئے ہو۔ تمہارے کردار میں اب کثیر زادوں کی طرح چال چلنی اور دشمنانِ دین کے نازخروے اٹھانے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

کیا تم اس گھاس کی طرح نہیں ہو جو کوڑی کے ڈمیر پر اگتی ہے۔ یا تم اس کے سوا کچھ نہیں گویا چاندی کی کان مٹی میں چھپی ہوئی ہو۔

آگاہ رہو اور اچھی طرح سے جان لو! تم نے اپنی طرف ابدی بدبختی کو دعوت دی ہے۔ مطمئن رہو اللہ تعالیٰ کا عذاب پورے شد و د کے ساتھ تم پر آچکا اور تم عذابِ خداوندی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گرفتار ہو چکے ہو۔ (تمہارے خمیر پر بھی حیرت ہے) ہمیں قتل بھی کرتے ہو اور پھر ہم پر روتے بھی ہو؟ یقیناً بخدا! تمہیں رونا ہی چاہیے۔ اب تم زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔

تم نے اپنے لیے ننگ و عار خرید کیا اور اپنے دامن میں ننگ و

مار کا بھڑکایا، ایک ایسا بھڑکایا دھبہ کہ جس کو اپنے دامن سے
دھوا لیا تھا ہمارے لیے ہرگز ممکن نہیں۔

اب تم سے کیسے ممکن ہے کہ نامِ امین کے نامان کے قتل کے
جرم کو اپنے سے جدا کر سکو۔ وہ ظہیرِ جو رسالت کی جان اور عظیم
ترین رسالت کے مصلح ہیں اور (قل نام حسینؑ) جو جاناں
محبت کے سردار ہیں۔ تم نے اُسے شہید کر ڈالا جو تمہارے لیے
پناہ اور تمہاری حمایت کا چراغ تھے۔ جو تمہارے اپنے ہاؤ
مصیبت کے طوفانوں میں تمہاری ضرورت و سکون کا منبع تھا۔ وہ
تمہارے لیے روشنی بٹھنے والا چراغ اور تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت
تھا۔ وہ تمہاری سسٹوں کا مرکز و گل ہے۔

جان لو! تمہارا جرم بہت سنگین ہے (خدا کرے) تم خیر و سعادت
سے محروم ہو۔ تمہارے ہاتھ ٹوٹ گریں۔ اس گناہِ عظیم و شدید
قصصان سے دو چار ہو۔ تم نے اپنے آپ کو غضبِ الہی کا حق
دار ٹھہرایا۔ ذلت و شکست کے تازیانے ہمیشہ ہمیشہ تمہارے
سروں پر پڑتے رہیں گے۔ تم نے بدترین کام انجام دیا۔ جس
کے باعث خوف ہے کہ آسمانوں میں گھٹ پڑ جائیں، زمین
پھٹ جائے اور پہاڑ گر پڑیں۔

اے اہلِ کوفہ! دے دو تم پر۔ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسولِ خدا
کے جگر کو زخمی کیا۔ تم نے کس طرح ان کی جگہ حرمت کی؟ کیسے
تم نے ان کا خون بہایا؟ کس طرح تم نے ان کے پردہِ حرمت
کو پھاڑ ڈالا؟ تم ایک بہت بڑے گناہ اور جرم کے مرکب

ہوئے ہو؟

پریشان و حیران کن۔ ایسے گناہ جس نے زمین کو بھر دیا۔ جنہوں نے آسمانوں کو اپنی پیٹ میں لے لیا اور اُسے حیرہ و تاریک کر دیا۔ اگر اس فہم میں آسمان سے ٹخن برسنے لگے تو کیا تم تعجب کرو گے؟ ظاہر خدا آخرت میں شدید تر اور ذلت آور ہوگا۔ اُس دن کوئی تمہاری مدد کرنے والا نہ ہوگا۔ اب تمہیں اللہ نے اپنے ظاہر سے جو مہلت دے دی ہے یہ خیال نہ کرو کہ اُس ذات نے تمہارے گناہوں کو چھوٹا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

اس امر میں اس کو پرواہ نہیں کہ مظلوم کے انتقام میں تاخیر ہو جائے، تاہم پروردگار ہمارے اور ان کے لیے قریب اور کھات میں ہے۔

(پھر آپؐ نے فرمایا) جب خضرؑ مدو قیامت تم سے پہنچیں کہ تم آخری اُمت تھے، تم نے میری آل کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ اُن کے جانوں کو قتل کر دیا تھا اور ان کی خواتین اور بچوں کو اپنا قیدی بنایا تھا۔ تاؤ اے اہل کوفہ! تم اپنے رسول کو کیا حجاب دو گے؟ میں نے تم کو وحی و نصیحت کیا تھا، تم تک اللہ کا دین پہنچایا تھا، تم نے میرے جانے کے بعد میری اہل بیتؑ کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا میرے کار و رسالت کی جی جڑا ہے جو تم نے دی ہے۔ میری رسالت کا اجر میرے اہل بیتؑ سے نمودت تھی؟ لیکن تم نے عہد کی خلاف ورزی کی، مجھے خوف ہے تم پر

عذابِ ارم ① نازل ہو جائے۔

غیر میں حرمِ اسدی کا بیان ہے: طائی زہراء کی تقریریں کر لوگوں پر جو کیفیت طاری ہوئی تھا کی قسم! میں نے ایسی حالت کبھی نہ دیکھی تھی۔ ہر شخص حیرت زدہ، اپنے کیے پر تادمِ انگشت بدعاں نظر آ رہا تھا اور سب کی آنکھیں اشک ریز تھیں۔ میں نے ایک بڑے کو دیکھا جو ایک طرف کھڑا تھا۔ روتے روتے اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی اور وہ آہیں بھرتا ہوا ہوا کہہ رہا تھا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ وَآلِهِ خَيْرُ الْكَوْثَلِ وَضَبَابُهُمْ خَيْرُ شَبَابٍ
وَنَسْلُهُمْ نَسْلٌ كَرِيمٌ وَفَضْلُهُمْ فَضْلٌ عَظِيمٌ

”اے اہل بیت رسول اللہ! تمہارے بزرگِ عظمت و کردار میں دنیا بھر کے بزرگوں سے افضل ہیں اور تمہارے جوانوں کی شرافت و پاک پاری کائنات کے جوانوں میں کہیں نہیں ملتی۔ تمہاری خواتینِ محنت و پاک دامنی میں دنیائے بشریت کی تمام مستورات میں ممتاز مقام رکھتی ہیں (ناخ)۔ اور تمہاری پاک و پاکیزہ نسل کا قیاس دنیا کی کسی نسل و خاندان سے نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی کوئی طاقت ان عظمتوں پر پردہ ڈال کر ان کی نورانی اثر آفرینی ختم نہیں کر سکتی۔“

كُھُوْلُهُمْ خَيْرُ الْكُھُوْلِ وَنَسْلُهُمْ اِذَا هَلَّا نَسْلٌ لَا يَبُوْر وَلَا يُخُوْر

① ارم: ایک بارغ تھا جس میں شہوانے اپنی بیعت طائی تھی، اس کی غیر میں تیس سال گئے، اس کی غیرات میں سونا، چاندی، زبرجد، یاقوت کا استعمال ہوا تھا۔ اس میں ہر قسم کے درخت لگائے گئے تھے۔ جب کام مکمل ہوا تو شہوانے اپنے امرا کو ساتھ لیا کہ وہ اپنی بیعت کو دیکھیں ابھی ایک دن اور رات کا فاصلہ باقی تھا، آسمان سے ایک آواز آئی اور سب ہلاک ہو گئے۔

امام جہاد علیہ السلام نے اپنی بھوپکی سے فرمایا: اے بھوپکی جان! ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے اب حربہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، آپؑ عالمہ غیر معطلہ ہیں، آپؑ عقیدہ قریش ہیں۔

خطبہ حضرت فاطمہؓ صغریٰ

حضرت زید بن حضرت امام موسیٰ کاظمؑ بن امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: کوفہ میں حضرت قاطمہ صغریٰ نے غلبہ دیا ہے۔ حضرت قاطمہ صغریٰ نے کوفہ میں جو خطاب فرمایا اس کا متن یہ ہے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ عِنْدَ الرُّمْلِ وَالرَّحْلِ (أَلَيْ أَنْ قَالَتْ):
أَمَّا هَذَا يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ يَا أَهْلَ الْمَكْرِ وَالْغَدْرِ وَالْخِيَلِ
إِنَّا أَهْلُ بَيْتِ ابْتِلَاءِ اللَّهِ بِكُمْ وَابْتِلَاءِكُمْ بِنَا ، فَجَعَلَ
بِلَاءَنَا حَسَنًا ، وَجَعَلَ عِلْمَهُ عِنْدَنَا ، وَفَهَّمَهُ لَدَيْنَا ،
فَنَحْنُ غَيْبَةٌ عَلَيْهِ وَوَعَاءٌ فِيهِ وَحُكْمُهُ وَحُجَّتُهُ فِي
الْأَرْضِ فِي بِلَاؤِ إِبْرَاهِيمَ ، أَكْرَمَنَا اللَّهُ بِكَرَامَتِهِ وَفَضَّلَنَا
بِنَبِيِّهِ عَلَى كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِهِ تَفْخِيْلًا ، فَكَذَّبْتُمُونَا ،
وَكَفَرْتُمُونَا ، وَرَأَيْتُمْ قِتَالَنَا حَلَالًا وَأَمْوَالَنَا نَهَبًا كَانَا
أَوْلَادَ تَرْكِ أَوْ كَاهِلٍ

قَتَلْتُمْ مَا بَيْنَنَا وَالْأَنْفُسَ وَسِوَاكُمْ تَقْتُلُونَ وَمَا نَحْنُ
بِالنَّبِيِّاتِ، لِحَقِّهِ مُتَقَاتِلِينَ، قَرَّبْتُ بِذَلِكَ عُيُونَكُمْ، وَفَرَحْتُ
قُلُوبَكُمْ اجْتِرَاءً مِنْكُمْ عَلَى اللَّهِ، وَمَكْرًا مَكْرَتُمْ وَاللَّهُ
خَيْرُ الْمَاكِرِينَ، فَلَا تَدْعُونَكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِلَى الْجَهَنَّمَ بِمَا
أَصَبْتُمْ مِنْ دِمَائِنَا، وَنَالَتْ أَيْدِيكُمْ مِنْ أَمْوَالِنَا، فَلَنْ مَا

أَصَابَنَا مِنَ النَّصَائِبِ الْجَلِيلَةِ ، وَالزُّرِّيَا الْعَظِيمَةِ فِي
كِتَابِ اللَّهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَكَ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ،
لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا
يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَلٍ فَخُورٍ .

تَبَا لَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّعْنَةَ وَالْعَذَابَ ، فَكُنْ قَدْ خَلَتْ ،
(حَلْ خ) بِكُمْ ، وَتَوَاتَرَتْ مِنَ السَّمَاءِ نَقَمَاتٌ
فَيُسْرِحُكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ ، وَيُلَيِّقُ بَعْضُكُمْ بِأَسْ بَعْضٍ ،
ثُمَّ تُخَلَّدُونَ فِي الْعَذَابِ الْأَلِيمِ يَعْرِ الْقِيَمَةُ بِمَا
ظَلَمْتُمْونا ، أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ .

وَيَلَكُمْ أَتَدْرُونَ آيَةً يَدِ طَاعَتِنَا (طَاعَتَنَا خ) مِنْكُمْ؟ أَوْ
آيَةً نَفْسٍ تَرْغَبُ (نُرْعَثُ خ) إِلَى قِتَالِنَا؟ أَمْ بَلِيَّةٌ بِرَجُلٍ
مَشِينَةٍ إِلَيْنَا؟ تَبْتَغُونَ (تَبْغُونَ خ) مُحَارَبَتَنَا ، فَسَتْ
قُوتُكُمْ ، وَخَلَطَتْ أَكْبَادُكُمْ ، وَطَبِعَ عَلَى أَفْئِدَتِكُمْ ،
وَحُمِتَ عَلَى سَنُوكُمْ وَبَصَرُكُمْ وَسَوَّلَ لَكُمْ الشَّيْطَانُ
وَأَمْلَى لَكُمْ ، وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِكُمْ حِشَاوَةً فَلَتُّكُمْ لَا
تَهْتَدُونَ ، تَبَا لَكُمْ يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ كَمْ تَرَاتِ لِرَسُولِ
اللَّهِ قَبْلَكُمْ ، وَدُخُولَ لَهُ لَدَيْكُمْ ، ثُمَّ خَدَرْتُمْ بِأَعْيُوهِ عَلَى
بَنِ أَبِي طَالِبٍ جَلِيٍّ وَبَنِيهِ عَتَرَةِ النَّبِيِّ الطَّاهِرِينَ الْأَخْيَارِ
فَاذْكُرُوا بِذَلِكَ مَفْتَحِرُ فَقَالَ :

نحن قتلنا علياً وبنى علي بسيف منديّة و رهاج
وسيينا نسالهم سبى ترك ونطحنهم وأنى نطاح

فَقَالَتْ: بِقِيَّتِكَ أَيُّهَا الْقَائِلُ الْكَفَّكَتُ . وَلَكَ الْكَتَبُ .
 افْتَعَرَتْ بِقَتْلِ قَتِيرٍ رَكَّاعُ اللَّهِ وَطَهَّرَهُمْ وَأَذْكَبَ
 عَنْهُمْ الرِّجْسَ . فَاعْتَمَلُوا وَأَكَمِ كَمَا أَقْبَى أَبُوكَ . وَإِنَّمَا
 لِكُلِّ شَيْءٍ مَا قُلْتُمْ يَدَاهُ حَسْبُكُمْ وَتِلْكَ لَكُمْ عَلَى
 مَا فَضَّلَ اللَّهُ

کَما فَضَّلَنا اَنْ جَعلَ کُفرا بِمُحَمَّدَنا
 وَتَعْمُورَنا سَاحَ لَا يَظُنُّوا اَنَّ اَللّٰهَ
 فَضَّلَ اَللّٰهُ : يُؤَيِّدُ مَنْ يَّهْدٰهُ وَمَنْ لَمْ يَهْدِ اَللّٰهُ لَهٗ
 نُورًا فَما لَهٗ مِنْ نُورٍ (بخاری مع ۳۳ ج ۳۲ - لیب مترجم
 ص ۱۳۹ - ص ۱۴۰ ج ۳۲)

”میں خداوند: حق کی سرائوں، ریکی ستاروں کی ریک اور کائنات
 میں بکھرے سب ریزوں کی تعداد اور عرش سے لے کر تحت
 البرائی تک کے تمام اوزان کے برابر حمد و ثنا کرتی ہوں۔ میں اس
 ذات پر ایمان رکھتی ہوں اور اس کی طاعت و عبادت کی گواہی دیتی
 ہوں۔ میں اس ذات پر بھروسہ رکھتی ہوں اور اس امر پر خدا کو
 گواہ کرتی ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ اس کے عبد ہیں اور اس کے
 رسول ہیں۔

لَا یُضِلُّ اِلَّا کُفْرًا اِلَّا خَدَّاهُ اور مکارا اِلَّا کِبَرٌ و حِلٌّ کے
 پرستار اور اللہ تعالیٰ نے ہماری تمہارے ساتھ آزمائش کی ہے اور
 تمہاری تمہارے ساتھ آزمائش کی ہے۔ ہماری آزمائش کو
 تمہارے لیے نعمت الٰہی قرار دیا ہے۔ اس ذات نے اپنے علم کو

ہمارے ساتھ خاص کر حیا ہے۔ اس نے ہمارے لیے ہم و
 اوراک کے دلیا جاری کر دیے۔ ہم ہی اس کے علم و حکمت کے
 مخزن ہیں۔ ہم اس کی ذلت پر اس کے شہروں میں، اس کی
 مخلوق کے لیے جنت ہیں۔ اس نے اپنی کرامت سے ہمیں
 محترم و مکرم بنایا اور ہم کو اپنے رسول کی برکت سے تمام مخلوقات
 پر فضیلت و عزت بخشی۔ تم نے ہمیں جھٹلایا، ہمیں کافر سمجھا (اور
 خود کافر ہوئے) ہم پر قتال کو حلال جانا، ہمیں لوٹا اور ہمیں ٹوک
 و کاٹل کی ممانعت اسیر بنایا۔ ماضی قریب میں تم نے ہمارے
 جد بزرگوار کو قتل کیا۔ تمہارے سینوں میں جو کینہ دیرینہ ہے اس
 کے سبب ہم اہل بیت رسول اللہ کا خون تمہاری تلواریں سے
 چھتا رہا۔ ہمارے قتل کرنے سے تمہاری خوشیاں دو بالا ہوئیں۔
 دیر نہیں جب تم اپنے انجام کو پہنچو گے، وہ دن آنے والا ہے
 جس دن اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان اپنا فیصلہ کرے
 ۔ ہماری خونریزی اور لوٹ مار پر جشن نہ مناؤ۔ یہ سب کچھ
 جلدی لیے ابدی سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان
 مصائب کے بدلے ہمیشہ کی سرداری و بزرگوار کی عطا کی ہے۔
 وائے ہو تم پر، اب خدا کی ابدی نعمت اور عذاب کا انتظار کرو،
 بہت جلد تم پر نازل ہونے والا ہے۔ یہ الہی عذاب مسلسل نازل
 ہوں گے جو تمہیں جہنم وارد کریں گے۔ وہ وقت بھی قریب ہے
 جب تم اپنی تلواریں سے ایک دوسرے کی گروئیں کاٹو گے اور
 آخرت میں دردناک عذاب کے مزے لو گے۔ یہ سب کچھ حوض

ہوگا ان مظالم کا، جو تم نے ہم پر ڈھائے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ عَلَّمَ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝۱۰۰
 تم پر، تم نے کن کن باتوں سے غمزدہ کر دیے اور تمہارے کس
 کس آدمی نے ہمیں قتل کیا۔ کن قدموں پر تم چل کر آئے اور
 ہمارا قتل کیا۔ تمہارے دل پتھر ہو چکے ہیں، تمہارے جگر میں
 فلاحیت بھر چکی ہے۔ تمہارے قلوب پر ابدی بدبختی کی نمر جوت
 ہو چکی ہے۔ تمہیں حق و حقیقت دکھائی دیتا ہے اور نہ اس کی آواز
 کی طرف متوجہ ہوتے ہو۔ شیطان نے تمہاری بد اعمالیوں کو
 زینت دے کر تمہارے سامنے پیش کر دیا جس کی وجہ سے تمہیں
 اپنے کیے پر پریشانی نہیں۔ تمہاری آنکھوں پر ظلمات کے دیہ
 پردے ڈال دیئے گئے، جس کی وجہ سے تمہیں حق و حق کا راستہ
 دکھائی نہیں دیتا۔

اے اہل کوفہ! بلاکت و بربادی تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے۔
 رسالت مآبؐ تم سے کن کن خوں کا قصاص لیں گے اور
 تمہارے کن کن مظالم کا انتقام لیں گے؟ اس مکاری و عیاری کا
 بدلہ لیں گے، جو تم نے میرے جد بزرگوار علی بن ابی طالبؑ کے
 ساتھ کیا یا ان مظالم کا بدلہ لیں گے، جو تم نے رسول اللہؐ کے
 بیٹوں پر کیے۔

کتنا بد بخت ہے وہ تمہارا فرد، جس نے ازراہِ فقر کہا: ”میں وہ
 ہوں جس نے علیؑ اور فرد عیان علیؑ کو ہندی کھواروں سے قتل کیا۔
 اور ان کی خواتین کو اسیر بنایا۔“

اے فخر کرنے والے حیرے اس تمہیں حد پر خاک اتم لوگ ان
لوگوں کو قتل پر فخر کرتے ہیں جن لوگوں کی اللہ نے اپنے قرآن
میں تعریف کی ہے اور ہر عرب و خطا سے پاک و پاکیزہ کیا ہے۔
تم اپنے آباء و اجداد کی طرح کافر ہو، اپنے افعال و کردار پر فخر
کرو۔ اپنی عاقبت پر بھٹ بھٹ کر روک۔ تم کینہ پرور اور حاسد
ہو۔ ہماری جلالت و عظمت پر حسد کیا، ہمارے احرام و اکرام پر
بچہ و تاب کمانے لگے۔ آگاہ ہاں شاید یہ سب فضل پروردگار ہے وہ
جسے چاہتا ہے مٹا کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے جسے نور ہدایت مٹا
نہیں کیا وہ دنیا و آخرت میں اندھا ہے۔

جب اس منظر کی پُر جوش خطابت ختم ہوئی تو کوفہ کے درو دیوار سے صدائے
نوحہ و گریہ و زاری بلند ہوئی، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوفہ کی سر زمین میں زلزلہ آ گیا ہو۔
ہر شخص کی زبان پر تھا اے دختر صمت! تو نے اپنے خطاب سے ہمارے قلوب کو
خاکستر کر دیا ہے۔ ہمارے سینوں میں آتش حسرت روشن کر دی۔ ہمارے جگر کہاں
بن گئے ہیں۔ اب بس کرو و مرید تاب و برداشت نہیں رہی۔

خطبہ حضرت ام کلثوم علیہا السلام

سید ابن طاووس نے لہف میں ذکر کیا ہے حضرت ام کلثومؓ نے حضرت فاطمہؓ
منبری کے بعد خطبہ دیا، گریہ و زاری بلندی اور رورود کر خطبہ دیا:

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ سَوِّتُهُ لَكُمْ ، مَا لَكُمْ خَذَلْتُمْ حَسِينًا
وَقَتَلْتُمُوهُ ، وَأَتَيْتُمُ أَمْوَالَهُ وَوَرِثْتُمُوهُ ، وَسَيِّئْتُمْ
بِسَانَهُ وَنَكَبْتُمُوهُ فَكَبَا لَكُمْ وَسَخَقَا ، وَبَلَغْتُمْ أَتَدْمُونُ
أَيُّ كَوَاوِدَ كَفَّيْتُمْ؟ وَأَيُّ وَهْرٍ عَلَى ظُهُورِكُمْ حَمَلْتُمْ؟ وَأَيُّ

وَمَا سَفَعْتُمْوهَا؟ وَأَيَّ كَرِيْمَةٍ اصْبَحْتُمْوهَا؟ وَأَيَّ صِنِيَّةٍ
سَلَبْتُمْوهَا؟ وَأَيَّ اَمْوَالٍ اتَّهَبْتُمْوهَا؟ قَتَلْتُمْ خَيْرَ رِجَالِ
بَعْدِ النَّبِيِّ، وَنَزَعْتِ الرَّحْمَةَ مِنْ قُلُوبِكُمْ، اَلَا اِنْ حِزْبِ
اللّٰهِ هُمْ الْقَائِلُونَ وَحِزْبِ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ، ثُمَّ
قَالَتْ:

سَتَجَزُونَ نَارًا حَرُّهَا يَتَوَقَّدُ	قَتَلْتُمْ اَخِي صَبْرًا فَوَيْلَ لَكُمْ
وَحَزَمَهَا الْقُرْآنُ ثُمَّ مُحَمَّدٌ	سَفَعْتُمْ دِمَاءَ حَزْمِ اللّٰهِ سَفَعَهَا
لَفِي سَقَرٍ حَقًّا يَقْبِضُنَا تَخْلَدُوا	اَلَا فَاَبْشِرُوا بِالنَّارِ اِنَّكُمْ غَدًا
عَلَى خَيْرٍ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ سَيُولَدُ	وَلَنِي لَآبِكِي فِي حَيَاتِي عَلَى اَخِي
عَلَى الْخُذْ مَنِي كَاثِمًا لَيْسَ يَجِدُ	بِدَمْعٍ غَزِيرٍ مُسْتَهْلٍ مَكْفُكٍ

”اے اہل کوفہ! تمہارا حال و مال بُرا ہو، تم نے میرے برادر حسین کو قتل کیا تھا! کیلا چھوڑ دیا۔ پہلے اُسے قتل کیا، پھر اس کا مال و متاع لوٹ لیا۔ ان کے خمدرات و عصمت و طہارت کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تم نے کیا ظلم و ستم کیا اور کیسے گناہوں کے انبار اپنی پشت پر لا دے اور کیسے کیسے محترم انسانوں کا خون کیا اور حضرت محمد کی عینوں کو محروم و مغنوم کیا اور کن بزرگواروں کے اموال کو لوٹا۔ بعد از رسول اللہ تم نے کائنات کی سب سے محترم خلق کو قتل کیا۔ تمہارے دلوں میں رحم نام کی کوئی چیز موجود ہی نہیں۔ یہ حقیقت ہے حزب اللہ ہمیشہ کامیاب ہے اور حزب شیطان ہمیشہ خسارے میں ہے۔“

بعد ازیں آپؐ نے سید الشہداءؑ کے لیے مرنے کے چھ اعداد پڑھے جن کا

مفہوم یہ ہے:

”تم نے میرے بھائی کو شہید کر ڈالا۔ اب تمہاری سزا یہ ہے
 یہو جہنم کی آگ میں جلا ہے۔ تم نے اس خون کو گرایا ہے جس
 خون کا کرنا اللہ نے اپنے قرآن میں اور اس کے رسولؐ نے
 حرام قرار دیا تھا۔

آگاہ بائید افراد نے قیامت آتش جہنم تمہارا مقدمہ ہے۔
 جب تک میں زندہ رہوں گی اپنے برادر کی مظلومیت پر روتی
 رہوں گی۔ رسول اللہؐ کے بعد وہ کائنات میں اپنے فضائل میں
 کوئی ثانی نہ رکھتا تھا۔ میری آنکھیں سادوں کے بادل کی طرح
 برقی رہیں گی۔ آنسوؤں سے کبھی خشک نہ ہوں گی۔“

بریزند اہلی چنان دیدگانم

کہ ہرگز نہ خشکد چوں چشماں ساران

راوی کہتا ہے: لوگوں کے گریہ اور نوحہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مستورات نے
 اپنے بال کھول دیئے تھے اور وہ ان میں خاک ڈالتی تھیں اور اپنے زخموں کو ناختوں
 کے ساتھ نوحہ رقی تھیں اور اپنے منہ پر طاسے مار مار کر ماتم کر رہی تھیں۔ مرد و عورتیں
 مار مار کر رو رہے تھے۔ اپنی ڈالیمیں کو نوحہ رہے تھے۔ میں نے زندگی بھر مردوں اور
 عورتوں کا گریہ و زاری، نالہ و فریاد اس طرح کانٹیں دیکھا تھا۔

نتیجہ

صاحب نظام نے اپنی کتاب کے ص ۵۳۳ پر لکھا ہے: کیونکہ اس کتاب میں
 حضرت ام کلثومؑ کا ذکر آیا ہے تو اس مناسبت سے حضرت ام کلثومؑ کے بارے میں

محققین کی تحقیق اور ان کے تہمیدوں کا حاصل بیان کردوں۔ حضرت ام کلثوم کبریٰ دُختر صدیقہ طاہرہ امام حسنؑ کی زمانہ امامت میں وفات پا گئی تھیں۔ ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہے۔ وہ کربلا میں موجود نہ تھیں۔

اسد الغابہ کی روایت کے مطابق حضرت ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید کی وفات ایک ہی وقت میں ہوئی تھی۔

جس ام کلثوم کا ذکر کربلا کے عنوان سے آتا ہے وہ حضرت امام علی علیہ السلام کی بیٹی کسی اور زوجہ سے ہے۔ حضرت صدیقہ طاہرہ سے نہیں ہے کیونکہ اکثر مؤرخین نے لکھا ہے: حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی کئی ایک بیٹیوں کی کنیت ام کلثوم تھی۔ ابن اثیر نے کامل تاریخ میں اس امر کی تصریح کی ہے۔ حضرت امیر المومنین نے سب سے پہلے جس خاتون سے تزویج کیا وہ حضرت فاطمہ زہراءؑ ہیں جو رسول اللہ کی بیٹی ہیں۔ ان کے بطن اقدس سے امام حسنؑ، امام حسینؑ، شہزادہ محسنؑ، حضرت زینب کبریٰ و حضرت ام کلثوم کبریٰ متولد ہوئے۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی ام سعید سے عقد کیا، ان کے بطن سے ام الحسن، رملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ ان کے علاوہ امیر المومنین کی اور بیٹیاں بھی تھیں جو دوسری ازدواج سے پیدا ہوئیں، ان کے نام یہ ہیں: ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، رملۃ الصغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ۔

محمد بن طلحہ ثانی نے مطالب اسول میں بیان کیا ہے: حضرت امام علیؑ کی بیٹیوں کے اسماء یہ ہیں: زینب کبریٰ، ام کلثوم کبریٰ، ام الحسن رملۃ الکبریٰ، ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، رملۃ الصغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، رقیہ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام (ام سلمہ) ام جعفر، حمانہ، نفیسہ۔ ان کے علاوہ آپ کی ایک اور بیٹی بھی تھی جو بچپن میں فوت ہو گئی تھی۔ اس کا نام مؤرخین کو معلوم نہیں ہو سکا۔

مؤلف کہتا ہے: اُم کلثوم جو کربلا میں موجود تھیں وہ حضرت صدیقہ طاہرہ کے بلن سے تھیں بلکہ حضرت امام علی کی کسی اور بیوی کے بلن سے تھیں۔

خلبہ علی بن الحسین

وفيه أيضا قال حذام بن ستير خرج نهرين العابدین
إلى الناس وأوما إليهم أن اسكتوا ، فسكتوا وهو قائم
فحمد الله وأننى عليه وصلى عليه نيته ثم قال:
أيها الناس من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني
فأنا علي بن الحسين المذبذب بشط الفرات، ومن غير
دخل ولا بركات ، أنا ابن من هلك حرمة ، وسلب
نعيمه ، وانتهب ماله ، وسبي عياله ، أنا ابن من قتل
صبرا وكفى بذلك فخرا ، أيها الناس ناهدتكم بالله
هل تعلمون أنكم كتبتُم إلى أبي وخدعتموه ،
وأعطيتُموه من أنفسكم العهد والوفاق والبيعة
وقتلتموه (قاتلتموه خ) ، فكتبنا لكم ما قلتمتم لاتفسدكم
وسنة لربكم بآية عين تنظرون إلى رسول الله إذ
يقول لكم قتلتم عترتي ، وانتهدتكم حرمتي فليستُم من
أمتي بالبكاء ويدعو بعضهم بعضا هلكتُم وما تعلمون:
رحم الله أمرا قبل نصيحتي وحفظ وصيحتي في الله
وفي رسوله وفي أهل بيته فإن لنا في رسول الله
أسوة حسنة ، فقالوا بأجمعهم: نحن كلنا يا ابن رسول
الله سامعون مطيعون ، حافظون لأمرك غير

راہدین فیک ، ولا راہیین عنک ، فمرنا بأمرك
رحمک اللہ فانّا حرب لحرک ، وسلم لسلک ،
للاخذین ترتک وترتنا ، ممن ظلمک وظلمنا فقال علی
بن الحسین :

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ إِلَيْهَا الْقَدَرَةُ الْمَكْرَةُ حِيلَ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَ شَهَوَاتِ أَنْفُسِكُمْ ، أَتُرِيدُونَ أَنْ تَأْتُوا إِلَيَّ كَمَا
أَتَيْتُمْ إِلَى آبَائِي مِنْ قَبْلُ ، كَلَّا وَرَبِّ الرَّاقِصَاتِ إِلَى
مِنَى فَلَنْ الْجُرْحَ لَنَا يَنْدَوِلُ قُتِلَ أَبِي بِالْأَمْسِ وَأَهْلُ
بَيْتِهِ مَعَهُ فَلَمْ يَنْسَنِ تَكُلُّ رَسُولِ اللَّهِ وَتَكُلُّ أَبِي
وَبَنِي أَبِي وَوَجْدُهُ بَيْنَ "سَبْئِ لَهَارِمِي خ" لَهَاتِي ،
وَمَرَارَتِهِ بَيْنَ خَنَاجِرِي وَخَلْقِي ، وَهَضْبُهُ تَجْرِي فِي
فِرَاشِ صَدْرِي ، وَمَسْئَلَتِي أَنْ لَا تَكُونُوا لَنَا وَلَا عَلَيْنَا ،
ثُمَّ قَالَ :

لاخرو ان قتل الحسین وشيخه قد كان خيراً من حسين وأكرما
فلا تفرحوا يا أهل كوفان بالليلى أصيب حسين كان ذلك أعظما
قتيل بشط النهر نفسى فداؤه جزاء الذى أهداه نار جهنما

”حزام بن ستم کا بیان ہے کہ حضرت امام زین العابدین علی بن
الحسین کمرے ہوئے اور لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا: خاموش
ہو جاؤ، پس ہر طرف سناٹا چھا گیا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء
بیان کی اور رسول اللہ پر درود و سلام بھیجا اور فرمایا:
اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے تو پہچانتا ہے جو نہیں پہچانتا تو وہ

پھانے: میں حسینؑ کا بیٹا علی ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں، مجھے بے جرم و بے قصور کنارۂ فرائد پر ذبح کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی جگہ و حرمت کی گئی۔ میں اس کا بیٹا ہوں، جس کا مال و متاع لوٹ لیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں، جس کے اہل بیت کو قیدی بنایا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں، جس کو ظلم و جبر اور بے دردی سے قتل کیا گیا۔ ان کی شہادت کی سعادت میرے لیے فخر و مباہات ہے۔

اے لوگو! بخدا! تم لوگوں نے میرے والد گرامی کو خطوط لکھے، اپنی طرف دعوت دی۔ اس بات کو تم بخوبی جانتے ہو۔ (جب وہ تمہاری دعوت پر تشریف لائے) تو تم نے اُن سے غداری کی، اُن کو فریب دیا، حالانکہ تم اُن سے عہد و پیمان کر چکے تھے۔ ان کی بیعت کر چکے تھے۔ تم نے اُن سے جنگ کی، اُن کے دشمن کو اُن پر مسلط کیا۔ پس تم پر لعنت اور پھٹکار ہوا تم نے جہنم کی راہ کو اختیار کیا، بدترین راستے کا انتخاب کیا۔

آخر وہ دن آئے گا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زودیر و ہوں گے، وہ تم سے پوچھیں گے: اچھا تم نے میرے بعد میری حرمت کو قتل کر دیا اور میری جگہ و حرمت کی قحی۔ کیا تم میری اُمت سے نہ تھے؟“

جب آپؐ کا خطاب اس مقام پر پہنچا تو چار سو صدائے گریہ بلند ہوئی۔ لوگ ایک دوسرے کو کہنے لگے: ارے یہ ہم نے کیا کر دیا۔ ہم تو مارے گئے اور برباد ہو کر رہ گئے۔ جب آہ و فغان کے آوازے ذرا دم ہوئے تو حضرتؐ نے فرمایا:

”خدا اس پر رحمت نازل فرمائے جو میری صحت کو قبول کرے
اور میری وصیت کو خدا اور رسول اور اس کی اہل بیت کا حق
جانتے ہوئے یاد رکھے۔ کیونکہ مجھے تلخ رسالت میں حسرت
رسول اللہ کی جیرونی لازمی ہے۔“

اس مقام پر پورے جہم سے آوازیں اٹھیں۔ اے فرزند رسول اللہ! ہم نے
آپ کا کلام سنا، ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ ہم آپ کی حرمت کو بچاتے ہیں۔
جو کچھ آپ فرمائیں گے عمل کریں گے۔ جو آپ سے جنگ کرے گا اس سے جنگ
کریں گے، جو آپ سے صلح کرے گا، ہم اس سے صلح کریں گے، اگر آپ کہیں جن
لوگوں نے آپ پر ظلم کیا ہم ان سے قصاص لیں۔
ان کوفلوں کے کلمات سن کر آپ نے فرمایا:

ہیہات ہیہات اے خداو! اے مکارو! میرے ساتھ وہی سلوک کرو گے
جو تم میرے بزرگوں کے ساتھ کر چکے ہو۔ تمہاری بے وقائی و مکاری کو زمانہ جانتا ہے۔
اب کون ہے جو تمہاری باتوں پر احماد کرے۔ متحرک آسمانوں کے پروردگار کی قسم! اب
احقاد والی بات اٹھ گئی ہے۔ ابھی میرے دل کے زخموں سے خون بہہ رہا ہے۔ کل ہی
کی بات ہے تمہاری مکاری و فریب کاری سے میرے پدر بزرگوار و برادران و عزیز و
اقارب قتل ہوئے۔ میں نہ تو ابھی رسول اللہ کا غم بھولا ہوں اور نہ اپنے بزرگواروں اور
عزیزوں کے غم بھولا ہوں۔ ابھی تک ان مصائب کی تکلیاں میرے حلق میں موجود
ہیں۔ ان کے فراق کی آتش میرے سینے میں بھڑک رہی ہے۔

بعد ازیں آپ نے امام مظلوم پر مرثیہ پڑھا اور قاتلانِ امام کے عذاب اور ان
کی بدبختی کو بیان فرمایا۔

① مؤلف لکھتا ہے (واقعات) کا سنی مرحوم مجلسی نے علماء اہل حق میں آسان ہائے دوار کیا ہے۔ پس الہجوم
والے نے اس کا ترجمہ شتران با ناطقہ حاجیان کیا ہے۔

کوفیوں نے اگر میرے بابا سید الشہداء امام حسینؑ کو قتل کیا۔ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس سے پہلے انھوں نے ان کے پدر عالی قدر کو شہید کیا تھا، یہ تمہارے جشن ایسے عرصے تک نہ چلیں گے۔ جلد آتش چہنم تمہارا ٹھکانہ بنے والا ہے۔

مسلم معمار کا قصہ^①

علامہ خرقی نے ”محرق القلوب“ علامہ یزدی نے صحیح الاحزان، ص ۲۷۰ میں مسلم معمار کی روایت درج کی ہے۔

مسلم کہتا ہے: میں دارالامارہ میں اس کی دیواروں کی سفیدی میں مصروف تھا۔ اچانک اطراف کوفہ سے صدائے نالہ و فریاد سنی۔ ایک خادم سے میں نے پوچھا: یہ کیسی آواز ہے؟ اس نے کہا: کسی نے یزید پر خروج کیا تھا۔ ابن زیاد کے لشکر نے اس کے ساتھ جنگ کی۔ آج اس کا سر اور اس کے اہل بیت کو کوفہ لایا جا رہا ہے۔

میں نے پوچھا: وہ کون تھا؟ اس نے کہا: وہ حسین بن علیؑ تھے۔ جب میں نے یہ سنا تو میرے قدموں تلے زمین کل گئی لیکن اس کے خوف سے کچھ کہہ نہ سکا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنے منہ پر طمانچے مارنے شروع کیے اور اس قدر طمانچے مارے قریب تھا کہ میری آنکھیں کل کر باہر آ پڑیں۔ میں فوراً دارالامارہ سے باہر آیا۔ جب میں کوفہ سے باہر نکلا تو کوفہ کے باہر لوگوں کا جھوم ہے جو سرہائے شہداء اور اسیروں کا انتظار کر رہے تھے۔ اس اثناء میں میں نے چالیس محل دیکھے جس میں سید الشہداءؑ کے حرم محترم و فرزندانِ فاطمہ زہراءؑ ان محلوں میں سوار تھے۔ پھر اچانک میری نگاہ امام زین العابدین علیہ السلام پر پڑی۔ آپ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور بے پلان اونٹ پر سوار تھے۔ آپ بہت زیادہ نحیف و زرار اور طویل تھے۔ آپ کے

① تاریخ، ج ۳، ص ۵۲۔ مفسر المہوم، ص ۳۹۹ و ۴۰۰، ص ۱۱۳، کربلا چہ گشت، ص ۵۱۵، عرق القلوب، ص ۲۹۶ و جلاء الحسین، ص ۵۹۷، و تاریخ المہوم، ص ۳۲۱۔

مبارک بدن سے خون لپک رہا تھا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں دواں تھے۔ اپنے غم و حزن کا اظہار ان اشعار سے فرما رہے تھے:

يَا أُمَّةَ السُّوَا لَا سَقِيَا لِوُجْهِكُمْ

يَا أُمَّةَ لَمْ تَرِ اِجْبِي بَحْلَنَا فِينَا

”اے بدترین امت! خداوند تعالیٰ ہر اچھائی تم سے دُور رکھے تم نے ہماری اس قربت کا بھی خیال نہ کیا جو ہمیں رسول اللہ سے حاصل ہے۔“

لَوْ اَنَّنا وَرَسُولُ اللّٰهِ يَجْتَمِعُنَا

يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَا

”کل قیامت کا دن ہوگا، ہمارے رسالت میں تم نے بھی اور ہم نے بھی جمع ہونا ہے (جب وہ تم سے ہمارے بارے میں پوچھیں گے) تو تم کیا جواب دو گے؟“

تَكْسِرُونَا عَلَى الْاَقْتَابِ حَامِيَةً

كَانَنَا لَمْ نَحْيِي فِينَكُمْ وِينَا

”تم نے ہمیں بے کادہ اڈٹوں پر سوار کیا ہے، اسیر بنا کر لیے چلتے ہو، جیسے ہم امیرِ دین میں تمہارے ساتھ کبھی شریک ہی نہ رہے ہوں۔“

بَنِي اُمِّيهِ مَا هَذَا الْوُقُوفِ عَلَى

تِلْكَ الْمَصَائِبِ لَا تَلْكُونُ دَارِ حِينَا

تَصِفَقُونَ عَلَيْنَا كَهْكُمُ قَرْحَا

وَأَنْتُمْ فُجَاجِ الْاَرْضِ تَسْبُونَا

”اے امویو! جو مظالم تم نے ہم پر ڈھائے ہیں جب ہماری طرف سے تم کو کوئی پوچھنے والا پوچھے گا تم نے ہم پر یہ ظلم کیوں کیے تو تم کیا جواب دو گے؟ اس دنیا کی تمام خوشیاں تم نے ہم سے چھین لیں، اب ہمیں اپنا قیدی بنا دیا ہے۔“

الْیَسَّ بِحَقِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَیَلْکُمْ
اَهْلَیْ اَبْرَئِیْمَۃٌ مِنْ سُبُلِ النُّضَلِیْنَ

”تم پر ہزار بار انہوں نے کیا تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ کے رسول ہمارے جد بزرگوار ہیں جس نے لوگوں کو گمراہی سے نکال کر راہِ نجات دکھائی۔“

یَا وَفَّیۃَ الطَّلَبِ قَدْ اَوْرَثْتَنِیْ حُرّاً
وَاللّٰہُ یَهْذِلُکَ اَسْتَاثَرُ الْمُؤْمِنِیْنَ

”اے کربلا! تو نے مجھ کو میرا مقدر بنا دیا ہے، اب سکون نام کی چیز ہم سے بہت دور چلی گئی ہے۔ اپنے غما سے دعا ہے ان بدکاروں کی پردہ دہی فرما۔“

علامہ زرقانی نے عرق القلوب، ص ۲۹۶ میں ان کے علاوہ جلاء الضمیر، نفس المکھوم، تاریخ اور دیگر کتب میں یہ روایت درج ہے۔ مسلم معمار راوی ہے: اس وقت میں نے دیکھا اہل کوفہ ازراہ رحم اہل بیت کے بچوں کو خرے اور روٹیاں دینے لگے۔ حضرت ام کلثومؓ نے انھیں منع کیا:

اے اہل کوفہ! ہم اہل بیت رسول اللہ ہیں، ہم پر صدقہ حرام ہے، آپؐ نے وہ ربیٰ خرے بچوں کے ہاتھ سے لے کر پھینک دیئے۔

جب اہل کوفہ نے اہل بیتؑ کے اس حال کو دیکھا تو چیخے اور چلانے لگے۔

جب ام کلثومؓ نے ان کی اس حالت کو دیکھا تو فرمایا: اے کوٹھوا تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے، اب تمہاری عورتیں ہم پر گریہ کرتی ہیں۔ قیامت کے دن ہمارے تمہارے درمیان خداوند تعالیٰ فیصلہ ہوگا۔^①

چب محل پر حضرت زینبؓ کا اپنی بیٹھانی مارنا

مسلم کہتا ہے: اچانک میں نے دیکھا کہ سرہائے شہداء فخریوں پر ظاہر ہوئے اور ان سروں کے درمیان ایک سر تھا جو حسن و جمال میں غور شدہ تاجاں اور ماو درخشاں نظر آتا تھا۔ اور وہ سر جناب رسول خداؐ سے بہت مشابہ تھا۔ ریش مبارک سے خضاب ظاہر تھا۔ ہوا ان کی ریش مبارک کو دائیں بائیں حرکت دے رہی تھی۔

اسلامی دنیا کا پہلا سر جو لوکستان پر سوار کیا گیا

سید ابن حجرؒ نے تذکرہ ص ۲۶۹ میں لکھا ہے: زمانہ اسلام میں جناب مسلمؓ اور جناب ہاشمیؓ کے سروں کے بعد امام حسینؑ کا وہ پہلا سر ہے جس کو لوکستان پر سوار کیا گیا۔
فہرست المہوم ص ۴۰۲ مامم کی روایت کے مطابق امام حسینؑ علیہ السلام کا سر وہ پہلا سر ہے، جو لوکستان پر بلند کیا گیا۔

تاریخ ج ۳ ص ۵۴ پر بیان کیا ہے اور ان کے علاوہ دوسری کتب میں بھی ہے۔
جب لوکستان پر حضرت امام حسینؑ کا سر بلند ہوا تو حضرت زینبؓ کی نگاہ اپنے بھائی

① اگر کوئی کہے کہ اہل کفر قیدیوں کا قاتلہ دیکھنے آئے تھے تو ان کے پاس جان و دھما کہاں سے آئے تھے، اس امر کا جواب یہ ہے وہ قیدیوں کے قاتلہ کے لیے آئے تھے۔ ان کے ساتھ چھوٹے بچے بھی ساتھ تھے۔ انہیں معلوم تھا اس قاتلہ کے لیے کتنا وقت انہیں ٹھہرنا پڑے گا۔ اس لیے وہ اپنے بچوں کے لیے جان و دھما اپنے ساتھ لائے تھے تاکہ ہوک کے وقت انہیں کھائیں اور ان کے لذتہ قاتلہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

② تاریخ ج ۳ ص ۵۴، حوالہ اربعین ص ۵۹۸، کربلا چہ گزشتہ ص ۵۱۶، بحار ج ۴ ص ۱۱۵، فہرست المہوم ص ۴۰۰ و طبری ص ۴۷۸

کے سر پر پڑی تو اپنی پیشانی کو محل کی چوب پر دے مارا، جس سے آپ کی پیشانی شکست ہوئی اور خون جاری ہوا اور درد بھرے اشعار زبان مبارک پر جاری فرمائے۔

يَا هَلَالًا لَنَا اِسْتَقْتَمَ كَمَالًا
غَالَةً حَسَفُهُ فَانْدَا غُرُونَا

”اے فلک امامت کے ماہتاب! ابھی تو طلوع ہوا کائنات کو
بھٹے نور بتایا۔ ابھی بدر کمال کی منزل تک نہ پہنچا تھا کہ ظلم و حرم کی
گرہن نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور تو ہمیشہ کے لیے
غروب ہو گیا۔“

مَا تَوَلَّيْتُ يَا شَوْقِي قَوَادِي
كَانَ هَذَا مَقْلَدًا مَكْتُوبًا

”اے میرے پارہ دل! میں نے تو کبھی ایسا گمان ہی نہ کیا تھا۔
ہماری سرنوشت اس طرح کی ہوگی۔“

يَا اَخِي فَاطِمَةُ الصَّغِيرَا كَلِمَ
هَا فَقَدْ كَاذَ قَلْبُهَا اَنْ يَلُوْنَا

”اے قاطبہ صغیرہ کے برادر میرے ساتھ کچھ تو بولوا میری
دلداری کرو قریب ہے کہ میرا دل پھٹ جائے۔“ (مختبہ طریقی،

ص ۴۷۸، یا اخی فاطمہ الصغریٰ کلمہا

يَا اَخِي قَلْبُكَ الشَّوْقِي حَلَيْنَا
مَالَهُ قَدْ قَسَى وَصَارَ صَلِيْبًا

”اے میرے بھائی! تو تو ہم پر بہت زیادہ مہربان تھا۔ اب کیا
ہو گیا ہے میں تمہیں پکار رہی ہوں، کیوں جواب نہیں دیتے، اپنی

بچن پر ناراض ہو۔ بچن کو دیکھ بچن دشمن کی اسیر ہوگئی ہے۔ تم اپنا دل سخت نہ کرو کچھ تو بولا۔

ان دو بچوں میں پہلی مارقاندہ کو ادا کیا گیا ہے۔ علم بدیع کی معوی خواہشوں میں سے خواہش صحت اعلا ہے۔ حالانکہ حیدر قریش جانتی ہیں۔ ان کے بھائی کا ان کے ساتھ بات نہ کرنا نظر بے ہوشی نہیں ہے۔ وہ تو شہید ہو چکے ہیں۔ کنگو کا ایک خواہش صحت اعلا ہے جس طرح خداوند تعالیٰ نے جناب موسیٰ سے فرمایا:

مَا يَنْفَكُ بِرَبِّكَ يَا مُوسَى
”اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟“
حالانکہ خداوند عالم وطم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِي تَرَى عَلَيْنَا لَدَى الْأَوْد
مَعَ الْيَتِيمِ لَا يُلَاقِي وَجْهًا
”اے میرے بھائی! کاش تم اپنے بچے علی بن ابی طالب کو دیکھتے۔ وہ علی ہیں، اسیر ہیں، یتیم ہیں۔ نہ ان میں اٹھنے کی طاقت رہی ہے نہ بچنے کی طاقت رہی ہے۔“

كُلَّمَا لَوْ جَعَلْنَا بِالضُّرْبِ نَكَاحًا
لَ تَبَدَّلَ يَتِيمُنْ كَمَثَلِ سَكُونَا
”جب دشمن اس کو مارنے ہیں تو وہ تیرے نام کی صدا نہیں دے گا۔ اے میرے بابا! اے میرے بابا! کی آواز میں لگتا ہے اور زور و کھیر نام لیا ہے۔“

يَا أَيُّهَا حَنْفَةُ إِلَيْكَ وَكَرْبَةُ
وَسَكُونِ قَوْلَاكَ الْمَرْهُومَا

”اے برادرِ دل کو آرام و سکون دے دو۔“

مَا أَكَلُ الْيَقِيمَ حِينَ يَتَلَوْنِي

بَابِيذُ وَلَا يَرَاكَ مُجِيبًا

”ہائے اس یتیم کی بچی کہ وہ اپنے بابا کو پکارے اور اُسے جواب دے۔“

کتاب کریمہ چمکشت کے ص ۵۱۶ پر اسی مضمون کے قاری کے کچھ اشعار کارین کرام کے غزل کیے جاتے ہیں:

اے برادرِ دل بے عمر و مقامے تو کہا است

از چہ بے عمر شد و کرد فراموشِ حیا

اے برادرِ دل تو عریضی کہ طلی گشت اسیر

بے پدر بود و جوانی عوانست و غافل

اے ضعیف و تنہا کہ صبر آورد فریاد

اے پدر جان و حجاب از پدرش دستِ عامل

”اے میرے بھائی! حیرے دل میں ہمارے لیے بے پناہ محبت

تھی۔ اب ہمارا یہ حال حیرے سامنے ہے۔ ہم حیرے قائل کی

اسیری میں ہیں۔ ہم تجھے پکار رہے ہیں تو حجاب نہیں دیتا۔ کیا تو

نے انہوں کو بھلا دیا ہے۔“

اے برادرِ جان! حیرا بیٹا طلی دین العابدین رتنِ بست ہے۔ طلی

ہے، یتیم ہے، وہ تجھے بلاتا ہے، حیرے طرف سے جواب نہیں

آتا۔ ہائے اس یتیم کی تنہا! وہ اپنے بابا کو بلاتے اور اُسے

مجاہد نے ①

زبان حال نعت باسرا نام از جوہری

تو اندر کر بلا با جسم عریان شدی گر پائیل سُم اسپان
مرا شہر لعین پر پشت و شانہ ہندا کعب سنان و تازیانہ
تبد گر سارہاں جور و جفا کرد دوست نازنینست را جدا کرد
بین باہروی من اندر طاعت بحال من دل دشمن کبابست
ترا ای سر محسن فرقہ خونست مرا درد و خم و محنت نازونست
چرا درد و سخن نازون نباشد چرا گیسوی من پُرخون نباشد

”اے برادر من! تیرے مصائب بہت زیادہ ہیں اگر حیرا

مبارک بدن صرائے کربلا میں بے گن ہے اور سُم اسپان سے

پامال ہے۔ ادھر اپنی یکن کی طرف دیکھ، شریحون کے تازیانے

ہیں اور حیرا نعت کی پشت دہانے ہیں۔

① چون ادب عربی میں مرثیہ کوئی بھی ایک لہ ہے۔ دیانے مرثیہ میں ہمارے جو حیلہ قریش نے
سمجھا تھا کہ اس کی حال دنیا میں نہیں ہے۔ ماضی کہتا ہے: ایسا اسلام مرثیہ سوائے حیلہ قریش کے
کہیں اور کسی سے نہیں ملے۔ ابن اشعار پر غور کریں آپ کو ہر مقام پر طاقت کے قلعے ملیں گے۔
یاعلموا انہم کہہ کر آپ نے اپنے بھائی کے سر کو ہال دلوں سے چھینا ہے۔ نہ طاقت کی ایک
ان کی حال ہے۔ اس تعبیر میں ہے پھر اسرار صاحب علم کے لیے موجود ہیں۔ جب کلی کا چارہ سامنے
آتا ہے تو لوگ اس کو دیکھنے کے لیے جھمکتے ہیں۔ جب دیکھ لیتے ہیں تو دوسروں کو ہال دلوں کے ہال دلوں کے
کے لیے ہال کی طرف اٹھایا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ کلی کا چارہ اٹھانے پر ہر بار ہال دلوں کے
آپ نے سمجھا تھا کہ اس کو اس اسلام میں خطاب کیا۔ تو ہال ہے کلی کا چارہ لوگ تجھے دیکھنے کے
لیے اکٹھے ہو چکے ہیں۔ جس طرح ہال دلوں کے تو بھی دوسرے۔ نہ اسلام میں جس کو کلی مرحوم
نیز ہے بلکہ کیا گیا۔ اس وقت صلیب سے عالم اسلام میں جو تاریکی چھا گئی تھی حیرا شہادت سے وہ
تاریکی دور میں ہل گئی۔ حقیقت اسلام واضح ہو گئی۔

اے میرے بھروسہ میدان کریم میں جمال حسین نے میرے
ہاتھوں کو بچر کے ساتھ کاتھوں سے جدا کیا تھا اور میرے نازنین
ہاتھوں پر غم کے پھاڑا حائل تھے۔

ادھر اپنی بہن کے بازو کی طرف نگاہ فرما، میرے ہاتھ بھی
رنگوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ اے حسین جان! میرے
مصائب میرے مصائب سے بہت زیادہ ہیں۔

اے حسین جان! میری مہارک ریش میرے غم سے اگر رنگین
ہے لیکن میرا غم بھی میرا غم ہے اور جو مصائب میرے حلقے کے
ہیں وہ اور ہیں۔ میرے درد و غم کیل زیادہ نہیں؟ اور میرے
سر کی طرف نہ کھو میرا سر بھی شکستہ ہے اور خون آلود ہے۔

کتاب زلت الایمان کی آخری مجلس کے کچھ اشعار یہاں صبح کیے جاتے ہیں:

اے ہلال مہ نعب بہ کہا بھدی تو
دلچسپ از خواہر خود از چہ جا بھدی تو
پر خداد است چہا صورت اے آیہ نور
گوینا محول تو بھدے روئے خاک عود
مگر آخر تو بہ نعب کہ چہاں بھدے
از غم ڈھدی تو زار و زمین گیر شدہ

”اے اپنی بہن نعب کے بھلی کے چاند تو کہاں ہے؟ آج
رات تو اپنی خواہر سے کیوں ڈور چلا گیا ہے۔ میرا چہرہ تو آفت
نور کا صداق ہے۔ جس سے کائنات منور تھی۔ اب تو وہ
غبار آلود ہو چکا ہے۔ تو کہاں؟ عود غولی کہاں؟ میں نے تو سنا
ہے تو نے غولی کے عود میں محول کی ہے۔“

دربار ابن زیاد میں داخلہ اہل بیت^①

ناخ، ج ۳، ص ۵۶ جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ اہل بیت کوفہ میں داخل ہو چکے ہیں تو اس نے حکم دیا: تمام لوگ اس کے دربار میں جمع ہوں۔ اس طرح اس ملعون کا دربار اطراف و اکناف اور اہل شہر سے کچا کچ بھر گیا۔ اس دوران اس نے حکم دیا: شہداء کے سروں کو حاضر کیا جائے۔ سب سے پہلے امام حسینؑ کے مبارک سر کو سونے کے طشت میں رکھ کر ابن زیاد کو پیش کیا گیا۔

وہ کون تھا جس نے امامؑ کا مبارک سر ابن زیاد کو پیش کیا؟

روضۃ الاحباب میں مرحوم مکھر نقل کرتے ہیں: غولی اور بشیر بن مالک نے سر مبارک کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔ اس دوران بشیر نے یہ اشعار پڑھے:

إِمْلَا رَقَائِي فِضَّةً وَخَفْئًا إِنِّي قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحِبَّ
وَمَنْ يُصَلِّي الْقِبْلَتَيْنِ فِي الصُّبْحِ قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أُمًّا وَآبَا
وَخَيْرَهُمْ إِذَا يَنْفُسُونَ النَّسَبَا

”میرے برتن کو سونے اور چاندی سے پُر کر دے، میں نے ایک بہت بڑے بادشاہ کو بے جرم و خطا قتل کیا ہے، میں نے اُس کو قتل کیا ہے، جس نے اپنے بچپن میں دو قلوب کی طرف نماز پڑھی۔ میں نے اس کو قتل کیا ہے جو اپنے والدین کی نسبت سے

① ناخ، ج ۳، ص ۵۶۔ جلاء الامم، ص ۵۹۸۔ عرق القلوب فراتی، ص ۲۹۷۔ قس الامم، ص ۳۸۳۔

تہام، ص ۵۲۶۔ تذکرہ سبط ابن جوزی، ص ۳۹۷۔ بحار، ج ۳۵، ص ۱۱۵۔ ابلی صدوق، مجلس ۳۰، ص ۱۳۲۔

کائنات کا سب سے بھترین انسان تھا۔

یہ سن کر ابن زیاد ملعون نے اُسے کہا: وائے بد تو! جب تو جانتا تھا کہ حسین کائنات کا سب سے بھترین انسان تھا، اپنے والدین کے اعتبار سے تو تو نے اُسے کیوں قتل کیا تھا؟ بھلا تجھے مجھ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ میں تمہیں اُس کے ساتھ ملحق کرتا ہوں۔ اس نے حکم دیا اور اس ملعون شیریں مالک کا سرتن سے جدا کر دیا گیا۔ فضول الجہد میں ہے: شان بن انس نے ابن زیاد کے دربار میں سید الشہداء کا سر پیش کیا۔ پھر یہ مذکورہ اشعار پڑھے اور ابن زیاد کے حکم سے قتل کیا گیا۔

صواعق محرقة میں ابن جبر نے قتل کیا ہے: ابن زیاد نے حامل سر کو اور شاعر کو قتل کر دیا تھا لیکن حامل سر اور شاعر کا نام بیان نہیں کیا گیا۔

مسعودی نے روایت کیا ہے: قبیلہ ہمدج کے ایک آدمی نے سید الشہداء کو سر مبارک ابن زیاد کو پیش کیا اور مذکورہ اشعار پڑھے، ابن زیاد نے اس آدمی کو سر کے ساتھ یزید کی طرف روانہ کر دیا لیکن پہلا قول سچ ہے۔

سید الشہداء کا سر ابن زیاد ملعون کے سامنے

جب سید الشہداء کا سر اس ملعون کے سامنے رکھا گیا تو بہت خوش ہوا، اس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ اس ملعون نے وہ چھری آپ کے مبارک دھماں پر ماری اور کہا: اے حسین! حیرے دانت بہت خوبصورت ہیں۔

مذکورہ سہل ابن حمزہ، م ۱۷۰ میں یہ روایت موجود ہے۔ جب سر مبارک کو ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو اس ملعون نے حجام کو طلب کیا اور کہا: سید الشہداء کے گلے کے ساتھ جو چھڑا اور گوشت لٹک رہا ہے اس کو قہقی کے ساتھ کاٹ دے۔ جب حجام نے اپنا کام کر لیا تو چھڑا اور گوشت کے ٹکڑے زمین پر پڑے تھے تو مرد بن حریث

نے اتن زیاد سے کہا کہ یہ کھڑے مجھے بخش دے۔ اس نے پوچھا: کیا کرے گا۔ اس نے کہا: دفن کروں گا۔ اتن زیاد طعون نے اجازت دی اس نے وہ کھڑے رومال میں اٹھائے اور اپنے گھر لے آیا۔ وہاں غسل دیا، حشر لگایا، کفن دیا اور اپنے گھر دفن کر دیا۔ تو پھر یہ گھر ”دارالفرع مروین حریت مخدومی“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

حیاء الحسین، ج ۳، ص ۳۵۳ نے اس قصہ کو ”مراۃ البہمان فی تواریخ الاممیان، ص ۹۷ اور ”مراۃ البہمان“ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: جب اس امر کے لیے کہا گیا تو کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ ایسا کرے۔ طارق بن مبارک اٹھا، اس نے سر کو لیا، اس کا منہ کیا اور بعض اجزا کو قطع کیا۔

بھول ناخ، ج ۳، ص ۹۸ ایک حجام کو بلایا گیا اور اس نے گلے کے اطراف سے چنڑا اور گوشت کے کھڑے قح کے ذریعے کاٹے۔

صاحب تذکرہ نے روایت کی ہے امام حسینؑ کی زوجہ جناب رہا ب نے سر کو اٹھایا اور اپنے دامن میں رکھا اور یوں سے لیے اور فرمایا:

وَاحْسِنَانَا فَلَا نَسِيئُ حُسَيْنَا أَقْصَدَتْهُ أَسِنَّةُ الْإِخْلَاءِ

خَادِرَتْنَا بِكَزَمَتْنَا صَبْرَتُنَا لَا سَقَى اللَّهُ جَانِبِي تَكْزَمَتْنَا

”ہائے میرے حسین! میں اپنے حسینؑ کو کبھی بھول نہیں سکتی۔

دشمن کے نیزے ان کی طرف بڑھے، انھیں کر بلا میں شہید کر دیا

گیا۔ خداوند تعالیٰ ان لوگوں کو کبھی اپنی رحمت سے سیراب نہ

کرتے۔“

تقغام، ص ۵۳۰ نے یاقوت حموی کے حوالے سے بات کی ہے کہ یہ مرثیہ امام حسینؑ کی ایک اور زوجہ کا ہے، جن کا نام مانکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ہے۔

فہم المہوم، ص ۴۰۳ میں ایک روایت ”ازدی“ سے مروی ہے۔ اس نے کہا:

سلیمان بن راشد نے حمید بن مسلم سے سنا، اس نے کہا: کربلا کی جنگ کے خاتمہ پر عمر بن سعد نے مجھے بلایا اور کہا کہ وہ کوفہ جا کر اس کے گمراہوں کو اس کی فتح و سلامتی کی خبر دے۔

جب میں کوفہ آیا اور دارالامارہ پہنچا۔ اس وقت ابن زیاد کی طرف سے اذن دخول کا اعلان ہو چکا تھا۔ میں نے دیکھا ابن زیاد کے سامنے امام حسینؑ کا سر رکھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ وہ ایک ساعت امام حسینؑ کے دھماں مبارک پر مارتا رہا۔

زید بن ارقم اور ابن زیاد

جب زید بن ارقم نے اس منظر کو دیکھا تو برداشت نہ کر سکا اور ابن زیاد سے کہا: اپنی چھری ابن دانتوں سے ہٹالے۔ اُس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے رسول اللہؐ کو حسینؑ کے ان دانتوں کے پوسے لیے خود ان آنکھوں سے دیکھا ہے، جن دانتوں کی تو اب بے ادبی کر رہا ہے۔ پھر صحابی زید بن ارقم زور زور سے رونے لگا۔

ابن زیاد نے کہا: خدا تجھے زلائے تو بوڑھا ہو گیا ہے، حیرتی عقل چلی گئی ہے ورنہ میں تجھے قتل کر دیتا۔ راوی کہتا ہے: زید بن ارقم وہاں سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ راوی کہتا ہے: میں بھی دارالامارہ سے باہر آیا۔ باہر کچھ لوگ کہہ رہے تھے: بخدا زید بن ارقم نے ابن زیاد کے بارے میں جو یہاں باتیں کی ہیں اگر وہ سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا۔ راوی کہتا ہے میں نے ان لوگوں سے پوچھا: ابن ارقم نے کیا کہا؟ تو لوگوں نے کہا: اُس نے ابن زیاد کے بارے میں کہا: مَلَكَ عَبْدُكَ عَبْدًا فَاتَّخَذَهُم لَدَا "ایک ظلام ظلاموں کا آقا بن گیا ہے، اب وہ سب کو اپنا محکوم جانتا ہے۔"

حرید وضاحت یہ ہے: ابن ارقم نے کہا: اے عرب! آج تم ظلام بن چکے ہو،

تم نے قاطعہ زہراءؑ کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنایا ہے۔ اب وہ تمہارے نیک لوگوں کو قتل کرتا ہے اور بُرے لوگوں کو اپنا قلام بناتا ہے۔ اس ذلت سے موت بہتر ہے۔

تذکرہ سبط ابن جوزی، ص ۳۶۷ کی روایت کے مطابق زید بن ارقم اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور کہا: آج تم قلام بن چکے ہو، قاطعہ زہراءؑ کے بیٹے کو قتل کر دیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا حاکم بنا دیا۔ بخدا اب وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کرے گا اور بُرے لوگوں کو اپنا قلام بنائے گا، پس بہتر ہے کہ موت آجائے یا انسان اس ذلت و خواری کے ماحول سے دُور چلا جائے۔ پھر ابن زیاد کی طرف منہ کیا اور کہا: تجھے ایک حدیث سناؤں جو میری پہلی بات سے شدید تر ہے۔

میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا۔ آپ نے اپنی دائیں ران پر حسنؑ کو بٹھایا اور بائیں ران پر حسینؑ کو بٹھایا اور اُن کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعا مانگی:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَوْدِعُكَ إِنِّيَاهُمَا وَصَالِيكَ الْمُؤْمِنِينَ

”اے میرے اللہ! میں ان کو صالح مؤمنین (علی بن ابی طالبؑ)

کے ساتھ تیرے حوالے کرتا ہوں۔“

اے ابن زیاد! یہ شہزادہ حسینؑ رسول اللہؐ کی امانت تھی تو نے رسولؐ کی امانت کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ (تقاریم، ص ۵۲۷۔ فہم المہوم، ص ۴۰۳۔ کامل بھائی، ج ۲، ص ۲۸۸۔ ناخ، ج ۳، ص ۵۹۔ بحار، ج ۳۵، ص ۱۱۶)

اعتراض انس بن مالک

تذکرہ سبط ابن جوزی، ص ۲۶۷، ناخ، ج ۳، ص ۵۸، دمع الحجوم، ص ۲۲۳، کر بلا چہ گزشت، ص ۵۲۲ اور فہم المہوم، ص ۴۰۳ کی روایات کے مطابق جب امام حسینؑ علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس ملعون نے سید الشہداءؑ

کے دُعائِ مبارک پر چٹری مارنا شروع کی اور کہا: حسینؑ تیرے دانت کتنے خوبصورت ہیں۔ انس بن مالک قریب بیٹے تھے، یہ دیکھ کر گرہ کیا اور کہا: یہ تو وہ ہیں جو رسول اللہ کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

آنحضرتؐ نے دسمہ لگایا ہوا تھا۔ ایک روایت ہے خطابؓ لگا رکھا تھا لیکن بعض روایات یہ ہیں عباسؓ کی یہ سیاہی خطابؓ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ سورج کی تمازت سے رنگ میں فرق آ گیا تھا۔

ابن نمائے شیر الاحزان، ص ۱۷ میں بیان کیا ہے: انس بن مالک کہتے ہیں: میں اس وقت حاضر تھا جب ابن زیاد نے اپنی چٹری سید الشہداء کے دُعائِ مبارک پر ماری اور کہا: حسینؑ تیرے دانت کتنے خوبصورت ہیں۔ جس میں نے کہا: بخدا اچھے یہ زیب نہیں دیتا، میں نے اسی مقام پر رسول اللہ کو حسینؑ کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا جس جگہ پر تو چٹری مار رہا ہے۔

صاحب الفس المہوم، ص ۴۰۲ نے صواعق عرقہ ابن حجر سے نقل کیا ہے۔ جب امام حسینؑ کے مبارک سر کو ابن زیاد کے گمراہ لایا گیا تو اس کے گھر کی دیواروں سے خون جاری ہو گیا تھا۔

مشورہ کا ہن

ناخ، ج ۳، ص ۵۹، تذکرہ سبط ابن جوزی، ص ۲۶۷، الفس المہوم، ص ۴۰۵ و دمع السحوم، ص ۲۳۳ و کربلا چہ گزشتہ، ص ۵۲۳ ان تمام کتب میں روایت ہے: ہشام بن محمد نے بیان کیا: جب امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کو پیش کیا گیا تو ایک کاہن جو اس کے ساتھ رہتا تھا وہ بیٹھا تھا، اس نے ابن زیاد سے کہا: کھڑے ہو جاؤ اور اپنا پاؤں اپنے اس دشمن کے منہ پر مارو۔ ابن زیاد نے اٹھ کر اپنا قدم سید الشہداء کے چہرہ مبارک پر دے مارا۔

صاحب کربلا چہ گزشت کہتے ہیں: عربی زبان میں ”کاہن“ اس کو کہا جاتا ہے جو ”غیب سے خبریں دے“ اور یہ کاہن ابن زیاد کے خواص میں سے تھا جو مذہب اسلام کا بدترین دشمن تھا اور دشمن اسلام کا جاسوس تھا۔ ان لوگوں کا کام مسلمانوں میں پھوٹ اور نفرت پیدا کرنا تھا اور اسلامی حکومت کو کمزور اور تباہ کرنا ان کے فرائض میں شامل تھا۔ یہ لوگ موقع کی انتظار میں رہتے تھے۔ جو نبی اُن کو موقع ملتا یہ اپنا کام کر جاتے تھے۔ یہ کاہن سرجون رومی کی قتل کا آدمی تھا۔ سرجون رومی کافر تھا، جو معاویہ اور یزید کا مشیر خاص تھا۔ اسی سرجون کی مشاورت سے ابن زیاد کو کوفہ کی حکومت دی گئی تھی۔ آلِ عمرؓ پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کے پیچھے جو عوامل تھے ان عوامل میں ایک عامل سرجون بھی تھا۔ جس کے مشورہ سے زنا زادہ ابن زیاد کو حکومت ملی اور اُس نے رسول اللہ کے گھرانے کے جوانوں کو قتل کر دیا۔ بچوں اور مستورات کو قیدی بنا کر ویرانہ بھرا۔

صہار شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَيُعْظَمُونَ لَهُ الْهَوَاكَ وَمَنْبَرَهُ

وَتَحْتِ أَنْحَالِهِمْ أَوْلَادُكَ وَصَفْوَا

”یہ کیسی اُمت کے لوگ ہیں، پیغمبر اکرمؐ کے اُس منبر کا تو بیڑا

احرام کرتے ہیں، جو لکڑی سے بنایا گیا ہے اور اُسی پیغمبرؐ کی

اولاد جن کے اجسام میں اُسی پیغمبرؐ کا خون دوڑ رہا ہے انھیں

پاؤں میں بٹھاتے ہیں۔“

انعام بخاری ثقیفی

فہم الموم ہس ۴۰۵ پر بیان کرتے ہیں: خداوند تعالیٰ امیرِ عزا کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُس نے ابن زیاد سے انعام لیا جیسا کہ شیخ طوسی اور ابنِ قزمانے روایت

کی ہے۔

عقار ثقیف دارالامارہ میں تھے ابن زیاد ملعون کا جس سران کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس نے اسی خوشی میں میر ہو کر کھانا کھایا اور خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور کہا: جب امام حسینؑ کا مقدس سر ابن زیاد کے پاس پہنچا تھا تو اس ملعون نے خوشی میں .. ہو کر کھانا کھایا تھا، اس لیے میں نے ابن زیاد کے قتل کی خوشی میں کھانا کھایا ہے۔ جب عقار کھانے سے فارغ ہوا تو اپنا جوتا پاؤں سے اتار کر ابن زیاد ملعون کے جس منہ پر مارا۔ پھر اپنے ظلام کو دیا کہ وہ اس جوئے کو پانی سے پاک کرے کیونکہ اس کافر کے سر سے لگ کر جس ہو گیا ہے۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ ص ۲۶۸ پر لکھا ہے: ابن زیاد نے اس گستاخی کے وقت زید بن ارقم کو اپنی طرف حوجہ دیکھا تو کہا: اس طرح کیوں دیکھ رہا ہے؟ اس نے کہا: اس لیے دیکھ رہا ہوں اس مقام پر میں نے رسول اللہ کو بوسے لیتے ہوئے دیکھا تھا جہاں تو نے اب اپنا قدم رکھا ہوا ہے۔

بعض روایات میں ہے: یہ واقعہ زید بن ارقم اور یزید کے درمیان واقع ہوا تھا لیکن ابن جریر کے بقول یزید اور ابوہریرہ اسلمی کے درمیان یہ واقعہ ہوا تھا نہ کہ زید بن ارقم کے درمیان یہ واقعہ ہوا۔

قیس بن عباد کی قصاصت

قصی سے روایت ہے کہ قیس بن عباد ابن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ابن زیاد نے پوچھا تو میرے اور حسینؑ کے بارے کیا رائے رکھتا ہے؟ اس نے کہا: قیامت کا دن ہوگا، اس دن حسینؑ کے نانا اور اس کے والدہ اور اس کی والدہ اس کی شفاعت کریں گے اور حیرانا، حیرا باپ اور حیری ماں حیری شفاعت کریں گے۔ یہ سن کر ابن زیاد آگ بگولا ہوا اور قیس کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔

جابر اور ابن زیاد

مدائنی نے کہا ہے: جس وقت ابن زیاد نے سرسیدالعہدہ سے اس طرح کی گستاخی کی تو اس وقت قبیلہ بکر بن وائل کا ایک آدمی جس کا نام جابر یا بجر تھا وہ ابن زیاد کی حرکت کو دیکھ رہا تھا، اس نے اپنے دل میں نذر مانی۔ اگر کسی وقت وہ مسلمان ابن زیاد کے خلاف خروج کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو میں ان کی مدد کروں گا۔

حیاء الحسین، ج ۳، ص ۳۳۳ نے مرآۃ الزمان فی تواریخ الایمان کے حوالے سے لکھا ہے: اس شخص نے کہا: بخدا! میں نے نذر مانی ہے اے ابن زیاد! اگر وہ آدمی تیرے خلاف خروج کریں تو ان کا دھواں میں ہوں گا۔ جب عکاظ نے خروج کیا اور دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو وہی جابر میدان میں آیا تو ابن زیاد کے سامنے یہ شعر پڑھا:

وَكُلُّ شَيْءٍ قَدْ أَرَاهَا فَلَيْسَ بِي

إِلَّا مَقَامَ الزُّمَامِ فِي ظِلِّ الْقُرْسِ

”میں نے ہر چیز کو اب بے کار پایا ہے سوائے اس نیزہ کے جو گھوڑے کے سایہ میں اٹھایا جائے۔“

ابن زیاد کے لشکر پر حملہ کر دیا اور ابن زیاد طحون کے نام کی آواز بلند کیا۔ اے طحون! اے پسر طحون! اے جاعین طحون! لوگ اس کے اس انداز سے خوفزدہ ہو کر ابن زیاد کو چھوڑ کر ادھر ادھر ہو گئے۔ پھر اس جابر اور ابن زیاد کے درمیان نیزوں کا جاولہ ہوا اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے لیکن ایک دوسری روایت کے مطابق ابن زیاد کو ابراہیم بن مالک اشتر نے قتل کیا تھا۔ یہ واقعہ تاریخ، ج ۳، ص ۵۹، نفس المہموم، ص ۳۰۵ و تقام، ص ۵۲۸ اور دوسری کتب میں مذکور ہے۔

مرجانہ کے ہاتھوں ابن زیاد کی سرزنش

تذکرہ، ص ۲۶۹، تاریخ، ج ۳، ص ۷۲، طبقات ابن سعد راوی ہے۔ ابن زیاد

کی ماں مرجانہ نے ابن زیاد کی سرزنش کی اور کہا: اے غبیث تو نے فرزند رسولؐ کو قتل کیا تو جنت کو کبھی دیکھ نہیں پائے گا۔

ہر سیالہ دل چہ سود خواندن وعظ

نرود میخ آہنین ہر سنگ

اس کے علاوہ اس کے بھائی عثمان بن زیاد نے بھی اس کی سرزنش کی۔ (حیاء
الحسین، ج ۲، ص ۳۵۹ اور مفسر المہوم، ص ۴۴)

عثمان بن زیاد کی ابن زیاد کو سرزنش

ناخ، ج ۳، ص ۷۵ میں روایت ہے: عثمان بن زیاد برادر ابن زیاد نے ابن
زیاد سے کہا: بخدا اقامت تک زیاد کی سب اولاد خواتین ہوتیں اور ان کے ناک میں
مہار ہوتی، اے کاش وہ حسین کی قاتل نہ ہوتیں۔

محل بن یسار نے بھی اس کی سخت سرزنش کی۔ ابن زیاد پر سب سے زیادہ تنقید
کرنے والا یہی آدمی تھا اور پھر وہ اس سے ڈور چلا گیا۔ (حیاء الحسین، ج ۳، ص ۲۵۹)

خون سر سید الشہدائے برادران ابن زیاد

ناخ، ج ۳، ص ۵۹ اور تقام، ص ۵۲ نے روایت الاحباب کی روایت بیان کی
ہے کہ جن کا تعلق اہل سنت سے ہے، ابن زیاد نے سید الشہدائے سر کی چھری کے
ساتھ بے ادبی کرنے کے بعد اس مبارک سر کو اٹھایا اور نگارہ کرنے کے لیے اپنے
سامنے کیا۔ اچانک اس کے ہاتھوں میں لرزہ پیدا ہوا اور سر مبارک اس کے زانو پر آیا
اور ایک قطرہ خون اس کی ران پر گرا جو اس کی ران میں سوراخ کر کے دوسری طرف
نکل گیا۔ اس طعون نے اس دھم کا بہت علاج کیا لیکن وہ ٹھیک نہ ہو سکا اور پھر اس دھم
میں تشن پیدا ہو گیا، اس بدبو کو دور کرنے کے لیے اس میں مشک بھرتا تھا کہ اس کی بدبو

دوسرے لوگوں تک نہ پہنچے۔

کہنے والے کہتے ہیں: جب ابراہیم بن مالک اشتر نے تاریکی شب میں کسی کو قتل کیا تو دورانِ قتل مکہ کی یوحسوں کی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابھی میں نے کسی کو قتل کیا ہے اس کے جسم سے مکہ کی پو پھوٹ رہی تھی۔ جب اس مقتول کی تحقیق کی گئی تو وہ ابن زیاد ملعون تھا۔

عقیلہ قریش کی ابن زیاد سے گفتگو^①

ناخ، ج ۳، ص ۶۰ پر روایت کی گئی ہے۔ ابن زیاد نے حکم دیا: اسیران اہل بیت کو دربار میں پیش کیا جائے۔ ابن زیاد کے سپاہیوں نے اہل بیت کو اس طرح دربار میں پیش کیا، جس طرح کفار کے اسیران کو پیش کیا جاتا تھا۔ عقیلہ قریش غیر معروف صورت میں دربار میں آئیں اور ایک طرف بیٹھ گئیں۔ کنیزوں نے انھیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔

ابن زیاد نے کہا: وہ عورت کون ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر اس نے پوچھا لیکن اسے جواب نہ ملا۔ تیسری بار پوچھنے پر اس کے کسی غلام نے کہا: وہ زینب بنت علی بن ابی طالب ہیں۔^②

اس ملعون نے حضرت زینب کی طرف رخ کر کے کہا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَحَكُمْ وَقَتْلَكُمْ وَأَخَذَ أَخْذَهُ فَتَتَكُمُ
”سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں، جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہیں

① تذکرہ، ص ۳۶۹۔ کمال بہائی، ج ۲، ص ۱۸۸۔ بحار، ج ۴۵، ص ۱۵۵۔ نظام، ص ۵۳۸۔ ابن نما، ص ۹۰۔

لہف، مترجم، ص ۱۶۰۔ مغل خوارزمی، ج ۲، ص ۴۲۔ امالی صدوق، ص ۳۶۶۔

② نظام میں ہے: کسی کنیز نے جواب دیا: نبی کی بیٹی عاترہ زہراء کی دختر زینب ہیں۔ مغل خوارزمی میں ہے: ابن زیاد کے کسی ساتھی نے کہا: یہ زینب ہے۔

قتل کیا اور تمہارے جھوٹ کو واضح کیا۔

یہ سن کر عقلیہ قریش نے فرمایا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اٰتٰنَا مِنْهُ حَیٰثُہٗ مُحَمَّدٌ وَطَهَّرَنَا مِنْ
الرِّجْسِ تَطْهِیْرًا ، اِنَّا یَقْتَضِیْهِ الْقَاسِقُ وَیُکَذِّبُ الْفَاجِرُ
وَهُوَ غَیْرُنَا

”تمام تعزیریں اس مجبور حق کے لیے ہیں جس نے ہمیں اپنے
خبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب مکرم و محترم بنایا اور ہمیں
ہر قسم کے رجس و آلائش سے پاک و پاکیزہ بنایا۔ اسی خدا نے
فاسق و گناہ گار کو ذلیل و زسوا کیا اور فاجر کو جھٹلایا ہے۔ وہ ہم نہیں
ہیں بلکہ وہ ہمارا فیر ہے۔

اسی زیاد نے کہا:

کَیْفَ رَأَیْتَ صَنَعَ اللّٰہُ بِاَعِیْنِکَ؟

”اللہ نے میرے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟“

عقلیہ قریش نے فرمایا:

مَا رَأَیْتَ اِلَّا جَمِیْعًا هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْهِمُ الْقَتْلَ
فَبَرُّوْا اِلَیْ مَضَاجِیْهِمْ وَسَیَجْمَعُ اللّٰہُ بَیْنَکَ وَبَیْنَهُمْ
وَتَتَحَاجُّوْنَ وَتَتَخَاصُّوْنَ عِنْدَہٗ وَاِنَّ لَکَ یَا اِبْنَ رِبَیْعَ
مَوْظِعًا ، فَاسْتَوْدِ لَہٗ جَوَابًا وَاَنْتَی لَکَ بِرَّہٗ؟ فَانْظُرْ لِمَنِ
الْقُلُوبُ یَوْمَئِذٍ؟ فَکَلَّمَکَ اَمَلُکَ یَا اِبْنَ مَرْجَانِہٖ

”میں نے تجھ کے سوا کچھ اور نہیں دیکھا۔ آل رسول ایک
جماعت تھی، خداوند تعالیٰ نے ان کے مقدر میں شہادت لکھ دی

تھی۔ اب وہ اپنی ابدی خواب گاہ کی طرف چلے گئے ہیں لیکن بہت جلد خداوند تعالیٰ تمہیں اور انہیں ایک جگہ جمع فرمائے گا۔ بارگاہِ خداوندی میں وہ سب اور تم ایک دوسرے پر احتجاج کرو گے۔

اے ابن زیاد! تمہیں اللہ کے حضور جواب دینا ہے۔ اب جواب کی تیاری کر۔ ہاں اب حیرے پاس جواب کہاں سے آئے گا؟ پھر اس دن دیکھنا کہ کامیابی و ناکامی کس کو حاصل ہوتی ہے۔ حیرے ماں حیرے ماتم میں بیٹھے۔

جب حلیہ قریش کی گھنگو اس منزل تک پہنچی تو یہ ملعون خنوعے سے لال پھلا ہو گیا اور حلیہ قریش کے قتل کا ارادہ کیا، اس کی مجلس میں عمرو بن حریث بیٹھا تھا، اس نے اپنی فراست سے اس مسئلہ کو حل کیا۔ اس نے کہا: اے ابن زیاد!

إِنَّهَا إِبْرَاءُ لَا تَوَاجِدُ بَقِيَّةً وَمِنْ مَذَلَّةٍ

”وہ ایک خاتون ہیں کوئی شخص بھی عورت کی گفتار پر اس کا مواخذہ نہیں کرتا۔“

ابن زیاد نے پھر اپنا رخ حلیہ قریش کی طرف کیا۔

ابن زیاد نے کہا:

فَقَاتَنَا اللَّهُ مِنْ طَائِفَتِكَ الْحَسَنِ وَالْقَصَاةِ التَّوَدَّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ

”خداوند تعالیٰ نے میرے دل کو حیرے سرکش و ماحسی بھائی کے قتل سے غلط کر بیٹھائی ہے، وہ حیرے اہل بیت میں سے اپنی حدود سے تجاوز کرنے والا تھا۔“

حقیلہ قریش نے سنا تو آپؐ نے زود دیا اور فرمایا:

لَعَنَرِي لَقَدْ قَتَلْتُ كَهْلِيْ وَأَبْوَنَتِ أَهْلِيْ وَقَطَعْتُ فُرَاجِيْ
وَأَجْتَنَفْتُ أَصْلِيْ، فَلَنْ كَانَ هَذَا شَفَاكَ فَقَدْ اسْتَوَيْتُ
”مجھے اپنی جان کی قسم! تو نے میرے بزرگوں کو قتل کر دیا اور
میرے پردہ داروں کو بے پردہ کیا، میری شاخ و برگ و بار کو قطع
کیا ہے۔ میری اصل کی بچ کئی کر دی ہے۔ اگر ان امور سے
تیرے دل کو خشک ملی ہے تو پھر یہ سب کچھ تیرے دل کی
خشک کا سامان ہے۔“

ابن زیاد نے کہا:

هَذِهِ سَجَاةٌ وَلَعَنَرِي لَقَدْ كَانَ أَبُوكَ سَجَاةً شَاوِرًا
”یہ عورت سہام ہے یعنی کہنہ سخن ہے۔ مسیح قطع گفتگو کرتی ہے۔
مجھے اپنی جان کی قسم! تیرا باپ بھی سجاج اور شاعر تھا۔“

حقیلہ قریش نے فرمایا:

يَا ابْنَ زَيْدٍ إِنَّ لِيْ عِنَ السَّجَاةِ لَشُعْلًا وَلِيْنِيْ لَا حِجْبُ
مِنْ يَشْتَقِي لِقَتْلِ أُمِّتِهِ وَيَعْلَمُ إِنَّهُمْ مُنْتَقِمُونَ مِنْهُ فِي
آخِرَتِهِ

”اے ابن زیاد! مجھے قافیہ پرداز سے کیا کام، مصائب و آلام
میں گمراہ ہوا انسان کہاں اور قافیہ پرداز کہاں۔ میں تو اُس
آدی پر تعجب کر رہی ہوں جس نے اپنے امام کو قتل کر کے دل کی
خشک کا سامان کیا ہے، حالانکہ اُسے اچھی طرح سے معلوم ہے
کہ قیامت کے دن اُس سے اس قتل کا انتقام لیا جائے گا۔“

کلمات اُم کلثوم ابن زیاد سے

جلالہ الخیون، ص ۵۹۹ اور تاریخ، ج ۳، ص ۶۲ اس وقت جناب اُم کلثوم نے

فرمایا:

يَا اِنَّ مِثْلًا اِنْ كَانَ قُرْتُ عَيْنُكَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ فَقَدْ
كَانَ عَيْنُ رَسُولِ اللّٰهِ تَقْرُ بِرُؤْيَايَ وَكَانَ يَقْبَلُهُ وَيَنْصُ
شَفِيعَتِهِ وَيَحْمِلُ هُوَ وَآخُوهُ عَلٰى ظَهْرِهِ فَاسْتَعُوْا خَدًا
لِلْجَوَابِ

”اے ابن زیاد! اگر قتل حسین سے میری آنکھ روشن ہوئی ہے تو
یہ امر عجیب ہے لیکن مجھ کو حسین تھے، جس کے دیدار سے رسول
اللہ کی مبارک آنکھیں منور ہوتی تھیں۔ اللہ کے رسول ان کے
پسے لیتے تھے اور اُس کے ہونٹوں کو چمتے تھے۔ اُسے اور
اُس کے بھائی کو اپنے شانوں پر بٹھاتے تھے۔ اب جواب کے
لیے تیار ہو جا۔ (امالی صدوق، مجلس ۳۰، ص ۱۴۳)

ابن زیاد نے اپنا قاصد جناب اُم کلثوم کی طرف بھیجا اور کہا: اللہ کا شکر ہے کہ
اللہ نے تمہارے مردوں کو قتل کیا۔ اب میری کیا رائے ہے کہ اللہ نے تمہارے ساتھ یہ
سلوک کیا تو جناب اُم کلثوم نے جو جواب دیا وہ اُدھر ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت سجاد کی ابن زیاد سے گفتگو

جلالہ الخیون، ص ۵۹۹ اور تاریخ، ج ۳، ص ۶۳ اس دوران ابن زیاد نے امام

سجاد کی طرف منہ کیا اور کہا: یہ کس کا بیٹا ہے؟ کہا گیا: یہ علی بن الحسین ہیں۔ اس نے
کہا: کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کیا؟ تو اس وقت آپ نے فرمایا: وہ میرا بھائی

امام سجادؑ نے فرمایا: چھوڑی جان! مجھے چھوڑیے اور ابن زیاد سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے ابن زیاد! تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے؟ کیا تو یہ نہیں جانتا راؤ خدا میں قتل ہونا ہماری عادت ہے، دین خداوندی کی بلمدی و سرفرازی کے لیے قتل ہونا ہمارے لیے ابدی کرامت و سعادت ہے۔

ناخ نے ج ۳، ص ۶۳ میں بیان کیا: طائی زہراءؑ بے چین ہو گئیں اور فرمایا:

يَا بَنَیْ نَهْدَاؤَ حَسْبِیْكَ مِنْ دِمَائِنَا وَاعْتَنَقَتْهُ وَقَالَتْ وَاللّٰهِ
لَا اَقَارِکَ، فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَاَقْتُلْنِیْ مَعَهُ

”اے ابن زیاد! ابھی تک ہمارا اتنا خون گرایا جانا تیرے لیے کافی نہیں ہوا جو تو اب اس کی گردن مارنا چاہتا ہے۔ پھر آپؑ اپنے بھتیجے امام سجادؑ کے ساتھ لپٹ گئیں اور فرمایا: میں ان سے کبھی جدا نہیں ہوں گی، ہاں پہلے مجھے قتل کر دو پھر انھیں قتل کرنا۔“

ابن زیاد نے حذیلہ قریش کے ان محبت بھرے جذبات کو محسوس کیا تو کہا:

وَاصْبِرْ يَا لِرَّحْمٍ؟ وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا اَعْلَنُهَا کَوْدًا اَنْ اَقْتُلَهَا کَوْدًا
کَعُوًا

”حلق و طلاق و رشتہ کتنا عجیب ہے۔ خدا میں نے دیکھا: نہ ب اپنے بھتیجے علیؑ کی جگہ خود آپؑ قتل ہونے پر تیار ہو گئی ہے۔ بس چھوڑیں انھیں قتل نہ کریں۔“

حیاء الحسین، ج ۳، ص ۳۳۷ نے حافظہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے: ”ابن زیاد نے کہا: میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ حسینؑ کی باقی مائید نسل ہے، میں اس شاخ کو جڑ سے اکھیڑنا چاہتا ہوں۔ اس بیماری کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنا

چاہتا ہوں۔ لیکن اس کے اصحاب نے روکا اور کہا: اس کا مرض اس کی جان لینے کے لیے کافی ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا: ”اگر میرے اور ان خواتین کے درمیان کوئی علاقہ ہے ازراہ رحم و رشتہ تو پھر کسی کو ان کے ساتھ بھیج جو انھیں اپنی منزل تک پہنچا دے۔“ امام سجادؑ کی اس گفتگو نے اسے شرمسار کر دیا۔

اہل بیتؑ در زندان

ابن زیاد نے حکم دیا امام سجادؑ اور اہل بیتؑ کو مسجد کے پہلو میں جو زندان ہے اس میں قید کر دیں۔^①

امالی صدوق، مجلس اول، ص ۱۳۶، ابن زیاد نے حکم دیا: امام زین العابدینؑ کو زنجیروں میں بند کر کے خواتین کے ساتھ زندان میں بند کر دو۔ ابن زیاد کا دربان کہتا ہے: جب میں ان اسیروں کو لے کر باہر آیا تو جس کو چہ و بازار میں پہنچاؤ و عورتوں اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔ جب انھوں نے اہل بیتؑ کی یہ حالت دیکھی تو سب اپنے چہروں پر طمانچہ مارنے لگے اور رونے لگے۔ آخر کار میں انھیں زندان میں لے آیا اور دروازہ زندان ان پر بند کر دیا۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا: میرے پاس اگر کوئی عورت بھیجو تو وہ عورت یا تو ام ولد ہو، یعنی کنیز ہو کیونکہ انھوں نے اسیری دیکھی ہے۔ کوئی آزاد عورت نہ بھیجو۔ عرق القلوب زرقی، ص ۲۹۹ میں کہتے ہیں: جب امام زین العابدینؑ نے فرمایا: قتل ہونا ہماری عادت ہے تو ابن زیاد نے ایک لکھ اپنا سر جھکایا، تامل کیا پھر کہا: مجھے اس قوم کی باتوں سے نجات دلائیے۔ انھیں زندان لے جائیے۔“

① ریاض القدس نے ج ۲، ص ۱۳۹ از روحہ الشہداء ص ۲۹۲ ذکر کیا ہے۔ ابن زیاد نے اپنے آدمیوں سے کہا: مجھے ان لوگوں کی گفتار سے نجات دلائیے۔ انھیں مسجد کے پہلو میں قلاں زندان میں بند کر دیجیے۔

پھر اس نے کہا: حسین کا سر نیزہ پر اٹھائیے اور بازار میں پھرائیے تاکہ لوگ دیکھیں۔ جب سر کو بازار لے جایا گیا تو غیب سے آواز بلند ہوئی جس کو تمام محل کو فہ نے سنا۔

رَأْسُ ابْنِ بَنِي مُكْتَبٍ وَوَصِيَّةٍ
لِلْمُسْلِمِينَ عَلَى قَتْلٍ يَزُومُ ①

”اے دنیا والو! کتنی حیرانی و پریشانی کی بات ہے۔ سید الانبیاء کی بیٹی کے بیٹے اور سید الامویاء کے بیٹے (حسین) کا مبارک سر لوگستان پر بلند ہے۔“

وَالْمُسْلِمُونَ يَنْظُرُونَ وَيَسْتَسْمِعُونَ
لَا ضَارِعَ مِنْهُمْ وَلَا مَنَعُومَ ②

”یہ مسلمان کتنے سنگ دل ہیں (کہ ان کے رسول کے نواسے کے ساتھ یہ سلوک ہوا) پھر بھی صرف تماشاخیوں کی صورت میں ظاہر کر رہے ہیں۔ اس امر سے نہ انہیں کوئی دکھ ہوا ہے اور نہ حیرانی و پریشانی، اس لیے وہ بغیر کی اتنی بڑی مصیبت پر خاموش ہیں۔“

فس المہوم والے نے ان ایماہ کو اضافے کے ساتھ پیش کیا ہے:

كَحَلَّتْ يَنْظُرَكَ الْعَيْنُونَ حَمَاتِيَّةً
وَأَصَمَّ سَمْعُكَ كُلُّ مَنْزِلٍ يَسْتَمِعُ

”اے حسین جان! حیرے مصائب کو دیکھ کر میری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔ حیرتی عزاکوں نے ہر مصیبت پہ نظر آتی ہے۔“

① فس المہوم، ص ۳۰۹۔ (النظرون علی قتلی یزوم)

② فس المہوم، ص ۳۰۹۔ (لا منکر منہم ولا منکر منہم)

اَيَقْنُكَ اَهْلَانَا وَكُنْتُ لَهَا كَوْنِي
وَأَنْتَ هَيْلَا لَمْ تَكُنْ بِكَ تَهْجَمُ
”وہ آنکھیں جو حیرے دیدار سے سرور حاصل کرتی تھیں اور
حرے کی غیر سوتی تھیں، اب حیرے مصائب کی وجہ سے کبھی نہ
سوئیں گی۔“

مَا رَوْضَةٌ إِلَّا كُنْتُ إِهْهَا
لَكَ جُفْرًا وَلَقَدْ قَبْرَكَ مَطْبَعُ
”ہر باغ وچمن کی آرزو یہ ہے کہ حیرا مکن اُس کے پاس ہو اور
وہ حیری آرام گاہ ہے۔“

پندیرائی در کوفہ امام زین العابدینؑ

حیاء الحسین، ج ۳، ص ۳۵۶ نے روایت پیش کی ہے۔ ایک کوئی امام سجادؑ کو
اپنے کمرے آیا اور خدمت خاطر کرنے لگا۔ ہر وقت آپ کی تواضع میں مصروف رہتا۔
جب آپ کے پاس آتا تو رونے لگتا۔ جب آپ سے جدا ہوتا تو گریہ کرتا اور بہت
زیادہ اُلفت و محبت سے پیش آتا۔ امام اُس کے اس سلوک سے اسے حائر ہوئے اور
کھینے لگے: یہ ایک اچھا انسان ہے لیکن ایک دن امین زیاد کی طرف سے منادی ہوئی جو
امام سجادؑ کی اطلاع دے گا اُسے تین سو دینار انعام دیا جائے گا۔ جب اُس کوئی نے یہ
منادی سنی تو امام سجادؑ کے پاس آیا، آپ کے دلوں ہاتھوں کو اور گردن کو رشتی سے
باندھا اور امین زیاد کی تحویل میں دے دیا اور تین سو درہم انعام حاصل کیا۔

اس واقعہ کو مرآۃ الزمان فی تواریخ الاممیان نے ص ۹۸ پر بیان کیا ہے۔ تذکرۃ
الاشہاد، ص ۴۰۳ میں یہ روایت مذکور ہے سبط ابن جوزی سے نقل کیا گیا ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا: ان دلوں جب میں کوفہ میں اسیر تھا تو ایک آدمی مجھے اپنے

گھر لے گیا۔ وہ ہر وقت میری خدمت میں مصروف رہتا، جب وہ اپنے گھر آتا تو مجھے دیکھ کر رو دیتا۔ جب گھر سے باہر جاتا تو رو دیتا۔ میں نے خیال کیا اگر کوفہ میں سب سے بہترین آدمی ہے تو یحییٰ آدمی ہے۔ ایک دن میں اس کے گھر بیٹھا تھا تو لیکن زیاد کی طرف سے ممانی سنی جو شخص علی بن حسین کو اس کے پاس لے آئے تو تین سو درہم انعام دیا جائے گا۔ پس وہی آدمی میرے پاس رہتا ہوا آیا اور کہا: مجھے لیکن زیاد سے ڈر لگتا ہے۔ اگر میں نے تمہیں اس کے حوالے نہ کیا تو وہ مجھے قصاص پہنچائے گا۔ پس اس آدمی نے میرے ہاتھوں کو میری گردن کے ساتھ باعہر ادا لیکن زیاد کے پاس لے گیا اور انعام حاصل کیا۔

یہ روایت طاہرین کی طرف سے گھڑی گئی ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے حالانکہ آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ اسیر تھے اور آپ کو ان کے ساتھ شام روانہ کر دیا گیا تھا۔ (مترجم)

زعان میں خط کا پھینکا جانا

فصل المہوم، ص ۴۱۳، دمع الحوم، ص ۴۲۹، نظام، ص ۵۳۳، حیاۃ الحسنین، ج ۳، ص ۳۵۵، مثل مرقم، ص ۴۷۵، ان تمام اصحاب نے اس واقعہ کو اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

طبری نے شام سے اس نے عوانہ بن حکم کلبی سے روایت کی ہے: جب امام حسین علیہ السلام شہید کر دیے گئے تو اہل بیت کو اسیر کر کے کوفہ لایا گیا اور انہیں زعان میں بند کر دیا گیا۔ جب اہل بیت زعان میں تھے تو زعان میں اچانک ایک پتھر گرا، اس کے ساتھ ایک خط تھا۔ اس خط کی تحریر تھی: ایک حیزہ رو کا صد یزید کی طرف بھیجا گیا ہے اور اس خط میں تمہارے بارے لکھا گیا ہے۔ وہ کا صد فلاں دن روانہ ہوا ہے اور فلاں روز یزید کے پاس پہنچے گا اور پھر وہ فلاں روز کوفہ پہنچے گا۔ اگر تم صدائے

خطبہ امین زیادہ

وَأَشْيَاعُهُ وَفُتِلَ الْكَذَّابُ ابْنُ الْكَذَّابِ

Presented by Ziaraat.Com

”تمام حمد و ثناء کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اُس ذات نے حق کو غالب کیا اور امیر المومنین یزید بن معاویہ کی اور اُس کے حامیوں کی مدد کی۔ کذاب ابن کذاب (یعنی حسین بن علی علیہما السلام کو قتل کیا)۔ (قتل کفر کفر باشد)

صاحب شیر الاحزان ابن نما، ص ۹۲ کا بیان ہے: ابن زیاد کے خطبہ کے الفاظ

یہ تھے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَظْهَرَ الْحَقَّ وَاهْلَهٗ وَنَصَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَحَزَبَهُ وَقَتَلَ الْكَذَّابَ بِنَ الْكَذَّابِ وَشِيعَتَهُ (ارشاد:
نصر امیر المومنین یزید وحزبہ..... الخ)

عبداللہ بن عقیف کی شہادت

جلالہ العیون، ص ۶۰۰ اور تاریخ، ج ۳، ص ۶۶ کی روایت کے مطابق جس وقت ابن زیاد نے خطبہ دیا اُس وقت مسجد میں عبداللہ بن عقیف اردی عبادت میں مصروف تھے۔ ان کا شمار امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے شیعوں میں ہوتا تھا۔ یہ اس وقت تاویلا تھے کیونکہ ان کی ایک آکھ جگہ محل میں اور دوسری آکھ جگہ مطمئن میں ضائع ہو چکی تھی۔ ① جب انھوں نے ابن زیاد کے یہ گستاخانہ الفاظ سنے تو کھڑے ہو گئے اور کہا: اے مرجانہ کے بیٹے! کذاب ہے تو اور وہ جس نے تجھے حاکم بنایا اور اُس کا باپ! اے دشمن خدا! تو نے خبیثہ کے بیٹوں کو قتل کیا اور پھر مسلمانوں کے منبر پر جا کر ایسی بکواس کرتا ہے جو اسلام کے خلاف ہے۔ ابن زیاد یہ سن کر آگ بکولا ہو گیا اور کہنے لگا: یہ گفتگو کرنے والا کون ہے؟

① تاریخ کے مطابق اس کی بائیں طرف مالی آکھ جگہ محل میں ضائع ہوئی اور دائیں طرف مالی جگہ مطمئن میں ضائع ہوئی۔

جناب عبداللہ بن حنیف نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو نے خیمہ کی پاک و پاکیزہ اولاد کو قتل کر دیا۔ یہ ذرعت تو وہ تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے رجس کو دور کر دیا۔ اچھے بڑے جرم کے بعد اپنے آپ کو دین اسلام پر لگتا ہے؟ واھوٹا! مہاجرین و انصار کی اولاد کہاں ہیں جو اس طاغوت و سرکش نصیٰ بڑیہ پلید سے اقام لے۔ رسول خدا نے اس پر اور اس کے والد پر کئی مروجہ لعنت فرمائی۔

حق و حقیقت کی پُر زور آواز نے ابن زیاد کو لرزاکر رکھ دیا، اس کی دنیا حیر و تاریک کر دی۔ اس کی غیض و غضب کی آگ بھڑک اٹھی، اس کی گردن کی رگیں فٹنے سے پھول گئیں۔ اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا: اسے گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ اس کے سپاہی دوڑے آئے اور ابن حنیف کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے گئے۔^① جب قبیلہ اذہ کو اطلاع ملی تو وہ سارے اکٹھے ہو گئے۔ ان کی تعداد سات سو تک جا پہنچی۔ قبائل یمن بھی ان سے آئے۔ جب ان کے لشکر کی اطلاع ابن زیاد کو ملی تو اس نے قبائل معر کو جمع کیا اور محمد بن اصف کی کمان میں جنگ کے لیے بھیجا۔ محمدسان کا زن پڑا۔ اطراف سے بہت سے لوگ قمرہ اجل بنے۔ ابن زیاد کے لشکر کو قلبہ حاصل ہوا اور اس کے سپاہی عبداللہ بن حنیف کے دروازے پر پہنچے اور دروازے کو توڑ ڈالا اور گھر میں داخل ہو گئے۔ عبداللہ بن حنیف بوڑھے بھی تھے، نابینا بھی تھے۔ ان کی ایک جہان بیٹی تھی اس نے اپنے والد کو اطلاع دی کہ ان کے دشمن گھر کے اندر داخل

① ھل معزم ص ۳۷۷ کے مطابق ابن حنیف نے اپنے قبیلے کا نذر لگایا: یا میرور! تو قبیلہ اذہ کے لوگ دوڑ کر آئے اور سپاہیوں سے اسے گھیر کر گھر لے گئے۔ عبدالرحمن بن جعد اذہی نے کہا: آپ نے یہ کیا کر دیا۔ اپنے قبیلہ کو بلا کشت میں ڈال دیا۔

اور شوہر ص ۳۳۷ کے مطابق ابن زیاد نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس کے سپاہی اس کو گرفتار کرنے کے لیے دوڑے۔ عبداللہ نے "یا میرور" اپنے قبیلے کا نذر لگایا تو سات سو اذہی جمع ہو گئے اور اسے پھڑپھڑایا۔

ہو چکے ہیں۔ آپ نے کہا: کوئی بات نہیں میری تگوار مجھے دو۔ جب اس یوڑے بہار کے ہاتھ میں تگوار آئی تو رجز خوانی کی:

انا ابن ذی الفضل العفیف الطاهر
 عفیف شیخی و ابن امر عامر
 ”میں اس کا بیٹا ہوں جو صاحبِ فضیلت تھا اور دامن کے اعتبار
 سے پاک و پاکیزہ تھا۔ میرے باپ کا نام عفیف ہے۔ ام عامر
 کا بیٹا ہوں۔“

کم دارع من جمعکم وحاسر
 و بطل جملتہ معاور^②
 ”میں نے کتنے بہادر جنگجو زور میں لمبوس اور بے زور کو اپنی
 شمشیر کی کاٹ سے زمین پر ترہتا چھوڑا ہے۔“

جب یہ یوڑا اور آنکھوں سے محذور بہادر نصرتِ حسیٹی میں بڑھ بڑھ کر اپنی
 تگوار سے یزیدی سپاہیوں کی ہڈی پللی ایک کر رہا تھا تو اس کی بہادر وغیرہ بیٹی اپنے
 یوڑے اور محذور باپ کی جرأت و شجاعت کی داد بھی دے رہی تھی اور کہہ رہی تھی: کاش
 میں مرد ہوتی، میں ان قاسق و قاجر کا سلطانِ عزت و خیر سے جنگ کرتی۔“

① لکن لمانے اس سے زیادہ کا ذکر نہیں کیا۔

② لوف، ص ۱۶۷ ان ابیات کا فارسی میں ترجمہ نظم میں کیا ہے:

فوزندا فاضلم عفیف و طاهر بہم عفیف و مامم امر عامر
 پس قہرمان چلمک و دلاور کافکنندہ امر شمایخون شندور
 کتاب کر بلا چہ گزشت واسلے نے ان اشعار کو اس طرح نقل کیا ہے:

پسر صاحبِ فضل کہ عفیف است بنام باپ او باشند و امر عامر خوشنم نام
 امر شامرد تہرہ پوش و قبادوش ویلان ندر و کشتن و ہر خاک ابرہہ مقام

اس دھان میں وہ اپنے باپ کی رہنمائی کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی: بابا جان اب دشمن دائیں طرف حملہ آور ہے، اب بائیں طرف ہے، اب سامنے ہے۔ یہ بوڑھا جلد اپنی بیٹی کی ہدایات پر اپنی تلوار سے لائن پڑھ یوں کو جنم پہنچا رہا تھا۔

آخر ایک اکیلا بوڑھا اور مظلوم انسان کب تک لڑتا ماحر امن زیادہ کے سپاہیوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ آخر ابن حنیف کو گھیر لیا گیا۔ اس وقت اس کی بیٹی فریاد کر رہی تھی: واظلام۔ اے لوگو! دشمن نے میرے بابا کو گھیر لیا ہے۔ ہمارا کوئی ناصر نہیں ہے۔ کوئی ہوتا جو ابن خالوں سے میرے بابا کو نجات دلاتا۔ لیکن پھر بھی ابن حنیف اپنی تلوار چلا رہے تھے اور رجز پڑھ رہے تھے۔

اقسم لو ينصم لي عن بصرى	ضاق عليك موهدي ومصدري
وكنتم منكم قد شفيت علتى	ان لم يكن ذا اليد قومى تخفري
أمر كيف لي والاصبحى قلداتى	بالجيش يكسر كل غضنفر
لو انصفونى واحداً فواحداً	افلتيم بموهدي ومصدري
ياويهم والسيف ابدا مشرفاً	لا ينبغى الا مقر الحنجر
ويح ابن مرجان الدحى وقلداتى	ويزيد اذ يوتى بهم فى المحشر
والحكم فيه لا اله وخصهم	خير البرية احمد مع حيدر

”اگر میری آنکھیں ہوں تو میدان جنگ کو تم پر نگہ کر دیتا اور تمہیں خاک و خون میں ملا کر اپنے دل کو شعلہ تک پہنچاتا۔ اگر میدان جنگ ہوتا اور بڑے بڑے بہادر میرے مقابلے میں ہوتے تو میں سب کو قہر اجل بناتا۔ اگر تم میں انصاف ہوتا تو ایک کے مقابلے میں ایک آتا تو میں ہاری ہاری ہر ایک کو اس کے مرگٹ تک پہنچاتا۔“

ہائے افسوس! یہ تلوار شرر بار ہمیشہ تم پر چمکتی رہی ہے اور اس کا
ہدف تمہارے گلوں کے علاوہ کوئی اور مقام نہ ہوتا۔

اے ابنِ مرجانہ! تمہارے لیے بربادی ہے۔ اس دن کو یاد رکھو
جس دن تمہیں اور یزید کو میدانِ حشر میں لایا جائے گا۔ وہاں
حاکم لا الہ الا اللہ ہوگا۔ خلیفہ اکرم اور امام علیؑ تمہارے خلاف
صلواتِ الہی میں دعویٰ دائر کر رہے ہوں گے۔“ (ناخ، ج ۳،

ص ۶۸)

ناخ کے جنرل جناب عبداللہ بن حنیف نے پچاس سوار اور تیس پیادوں کو قتل
کیا۔ آخر کار آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور ابنِ زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب ابنِ زیاد
کی ان پر نظر پڑی تو اپنی کھٹکوکا آواز کیا:

ابنِ زیاد: اللہ کی حمد ہے جس نے تجھے ذلیل و رسوا کیا۔

ابنِ حنیف: اے دشمنِ خدا! خداوند تعالیٰ نے مجھے کس وجہ سے ذلیل و رسوا
کیا۔ بخدا! اگر میری آنکھیں روشن ہوتیں تو یہ زمین تجھ پر تیرہ دتار یک کر دیتا۔

ابنِ زیاد: اے اللہ کے دشمن! عثمان بن عفان کے بارے میں کیا رائے ہے؟
اب یہ تمکار و عیار اپنے کرد و چلہ سے اس مجاہد کو قتل کرنا چاہتا تھا کیونکہ اُسے معلوم تھا
عبداللہ امام علیؑ کا شیعہ ہے۔ وہ عثمان کے بارے کوئی ایسی بات کرے جو قابلِ گرفت
ہو اور پھر ان کا قتل اس پر آسان ہو جائے۔ پھر لعنت و طاعت کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

ابنِ حنیف: اے مجوسیوں کے غلام بیٹے! (اس کلمہ کا مخاطب عبید اللہ کا باپ
یزید بن ابیہ تھا کیونکہ وہ حرام زادہ تھا اور عبید کے نطفہ سے تھا اور عبید غلام تھا تو اس
اقتدار سے ابنِ زیاد بھی غلام تھا)۔

پھر آپ نے کہا: اے زانیہ عورتِ مرجانہ کے بیٹے! تجھے عثمان سے کیا نسبت؟

وہ جیسے تھے وہ اللہ کی مخلوق تھے۔ ان کے اور عثمان کے درمیان عدالت الہیہ فیصل ہوئی۔ تو مجھ سے اپنے بارے پوچھا، اپنے باپ کے بارے پوچھا، بڑے کے بارے پوچھا اور اس کے باپ کے بارے پوچھا۔

(جب ان زیاد نے دیکھا کہ جو کچھ وہ چاہتا تھا اس کا حصول ممکن نہیں ہے کیونکہ مومن اللہ کی فراست سے دیکھتا ہے۔ پنجاب ابن عقیف اس کے ارادوں کو بھانپ چکے تھے اس لیے حضرت عثمان کے بارے میں احسن اعمار سے گزر گئے۔)

ابن زیاد: اب میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا میں تمہیں گل کرتا ہوں۔^①

ابن عقیف: ابھی حیرتی ماں نے تجھے جتایا نہیں تھا میں نے اس وقت اپنے اللہ سے شہادت کی آرزو کی تھی کہ میری شہادت اس کے ہاتھوں ہو جو خلق خدا میں بدترین مخلوق ہو۔ جب جگر جل و مٹین میں میری آنکھیں ضائع ہوئی تھیں تو میں اپنی دعا کی قبولیت سے مایوس ہو چلا تھا۔ آج مجھے معلوم ہو رہا ہے میری پامانی آرزو منزل اجابت پر کھینچنے والی ہے۔ پھر آپ نے فصاحت و بلاغت سے بھرپور اشعار زبان پر جاری کیے:

وَقُلْتُ لِأَصْحَابِي أَجِيبُوا الْمُنَادِيَا
وَقَتْلُ الْعَدَى: لَيْبِكُ لَيْبِكُ دَاخِيَا
فَكُلُّ أَمْرٍ يَجْزِي بِمَا كَانَ سَاخِيَا
لِحَقِّ وَقَوُوا السَّابِحَاتِ النُّوَاجِيَا
وَهَزُوا حُرَاباً نَحْوَهُمُ وَالْعَوَالِيَا
حُسَيْنٌ لَاهِلُ الْأَرْضِ مَا رَاهِلٌ هَادِيَا
وَكَانَ لَتَضْعِيفِ الْمَشُوبَةِ رَاهِيَا

صَحُوتُ وَوَدَعْتُ الْعَصَا وَالْفَوَانِيَا
وَقُولُوا لَهُ إِذَا قَامَ يَدْعُو إِلَى الْهَدَى
وَقَوْمُوا لَهُ إِذَا شَدَّ لِلْحَرْبِ الْهَرَا
وَقَوُّوا إِلَى الْأَصْدَادِ كُلِّ مَضَرٍ
وَسَهِّبُوا إِلَى الْأَصْدَادِ بِالْبَيْضِ وَالْقَنَا
وَابْكُوا لِحَبِيرِ الْخَلْقِ جَدًّا وَوَالِدًا
وَابْكُوا حُسَيْنًا مَكْدُونِ الْجُودِ وَالتَّقَى

① بحار ج ۳ ص ۱۱۸، اللہ کی قسم اب میں تم سے مزید سوال نہ کروں گا تجھے گل کروں گا۔ شیر الازہر میں: میں تم سے اب کوئی سوال نہیں کروں گا تجھے عیا سائل کروں گا۔

وابكوا حسيتاً كلما ذر شارق
 وببكي حسيتاً كل حلف وتاعل
 لحي الله قوماً كاتبة وخريرة
 ولا من وفي بالعهد اذ حصى الوفا
 ولا قاتلا لا تقتلوه فتعسروا
 ولم يك الا ناكثاً او معادياً
 واضحي حسين للرماح درية
 فتبلا كان لم يعرف الناس اصله
 فياليتني اذ ذاك كنت لحقته
 ودافعت عنه ما استطعت مجاهداً
 ولكن عذري واضح غير مكلف
 وباليقتنى خودعت فيمن اجله
 وباليقتنى يبر الطوف فديته
 تزلزلت الافاق من عظم فقده
 وقد رالت الاطوار من عظم كذله
 وقد كشفت شمس الضحى لمصابه
 فيا امة ضلت عن الحق والهدى
 وتوبوا الى التواب من سوء فعلكم
 وكونوا ضرباً بالسيوف وبالقنا
 واخواننا كانوا اذ الليل جنهم
 اصابهم اهل المشلول والغوى
 عليهم سلام الله ما هبت الصبا

وعند شفق الليل ابكوا امامياً
 ومن ركب في الارض لو كان مقيماً
 وما فيهم من كان للدين حامياً
 ولا زاهراً عنه المخلين ماهياً
 ومن يقتل الزاكين يلق المخلرباً
 وفا فجراً يأتي اليه عاديأ
 فغدر مسلوباً على الطل ثورياً
 جزى الله قوماً قاتلوه المخارباً
 وضاربت عنه الفاسقين الا عاديأ
 واخذت سيفي فيهم وسلانيا
 وكان قصدي ضلة من ضلالياً
 وكنت له في موضع القتل قاديأ
 بأهلي ولولادي جميعاً ومالياً
 واضحي له الحصن الحصن خلويأ
 واضحي له صم الشنا غيب هاويأ
 وأضحت له الافاق جهراً بواكيأ
 انيبوا فلن الله في الحكم عليأ
 وان لم تكبروا تكبروا المقادبا
 تفوروا كما فطر الله كان ساعياً
 تلوا طوله القرآن ثم المثنيا
 فحتى متى لا يبعث الجيش عاديأ
 وما لاح نجم او تحدر هاويأ

میں نے اپنی غیر دہتر آرام دکن اور عمل و تعلیٰ کو پیش
کے لیے چھوڑ چھوڑ کر اپنے باروں اور ہم سنوں سے کہا اب
اس مادی کا جواب۔

تم سب ہم آواز ہو کر کہو: جب تو نے ہدایت کی طرف بلایا اور
اوراد کے قل کی دعوت دی اسے اس کی طرف بلانے والے
میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔

جب آگے جگ بگ رقص ہو تو فوراً اٹھیں اور اس میں اپنے
آپ کو جھک دیجیے۔ ہر شخص کو اس کی کوشش دینی کے بعد ۱۲
دی جاتی ہے۔

میدان جنگ میں اپنے دشمن پر اپنی طاقتیں مرکوز کر کے اس کی
طرف بڑھیں اور اپنے عزیز و رشتہ داروں کو ان پر ڈال دیجیے۔
غیروں اور تلواریں کے ساتھ طوفانوں کا زور پیدا کر کے دشمن کو
خس و خاشاک کی طرح اڑا دیجیے۔

وہ ذات جو اپنے تاتا اور والد کی نسبت سے پہلی کائنات سے
بہتر تھا اس کے صاحب پر آنسو بہاؤ۔ حسینؑ تو اللہ کی زمین پر
اللہ کی طرف سے مدد و رازنا تھا۔

اس حسینؑ پر گریہ کرو جو تقویٰ و صلاحت کے معیار تھے۔
اجرو و ثواب کو بخانے سے عیش و عشرت کے مدارے کل
جاتے ہیں۔

جب سورج طلوع کرے اور غروب کرے، ہر وقت حسینؑ آقا پر
گریہ کرتے رہو اور میرے سلام پر گریہ کرتے رہو۔

پہلی کا نکاح پر لازم ہے وہ حسین پر آنسو پائے چاہے وہ ظالم
ہے یا آقا، مستند ہے یا گندہ سار، ہے یا عیاضہ آنسو پائیں۔

خداوند تعالیٰ ان لوگوں کو چاہہ وہ ایمان کرے جنہوں نے میرے
آقا کی طرف غدار کئے جب وہ شریف لائے تو ان کا کوئی ایک
مرد بھی ان کی حمایت کرنے والا نہ تھا۔

ان بے دخل میں سے کسی نے وعدہ طاف نہ کیا۔ جب جنگ
ہوئی تو ان لوگوں نے ان کی کوئی نصرت نہ کی۔

ان کالوں میں یہاں کوئی بھی نہ تھا جس نے کہا ہو کہ ہمیں قتل نہ
کرد۔ بس جن لوگوں نے ان پاک و پاکیزہ ہستیوں کو قتل کیا
ذلت و خواری کو اپنا مقصد بنالیا۔

میدان کربلا میں وہ لوگ اکٹھے ہوئے جو عہد شکن تھے۔ بے
دین و مکر وہ بے کار و بیکار تھے اس لیے رسول اللہ کی اہل بیت
کو قتل کر دیا۔

اے لوگو! امام حسینؑ کے سر مبارک کو لوگ سنان پر باندھ کر لے گیا اور
ان کے بدنِ باریں کو حرا لے کر لے گیا میں بے کفن و دفن چھوڑ دیا
گیا۔

انہیں تو اس بے رحمی و غم و مصیبت کے ساتھ قتل کیا جیسے یہ لوگ
ان کے نسب سے واقف ہی نہ ہوں۔ خداوند تعالیٰ ان کے
قاکوں کو ذلت و رسوائی کا لباس پہنائے۔

اے کاش! میں کربلا میں ان کے ساتھ ہوتا تو پہلی فضاکاری
کے ساتھ ان قاتلوں کو ان سے ڈھک کر لے۔

میں اپنی پوری توانائی صرف کروٹا اور اس کا دفاع کرتا، اپنے
نیز و شمشیر سے ان کی حفاظت کرتا۔

لیکن میرا طرز زمانہ جانتا ہے۔ وہ کسی پرستی نہیں۔

اے کاش! جب اس نے نصرت طلب کی تھی میں لبیک کہتا اور
ان کی جگہ میں گل ہو جاتا۔

بائے کاش میں کر بلا میں ہوتا تو اپنی اولاد، اپنے اسماں، اپنی
جان سب کچھ قربان کر دیتا۔

ان کی شہادت سے آفت و آفاق سب گر چکے ہیں۔ کاکات
حوارل ہے، محکم و مضبوط قلعے زمین یوں ہو گئے ہیں۔

ان کے گل سے کوہ گراں گرد و غبار میں بدل گئے ہیں۔ پہاڑوں
کی بلند و بالا چٹیاں ٹوٹ کر زمین پر آ رہی ہیں۔

ان کے مصائب پر دو روز تک صبح کرہن میں رہا۔ آفت و
آفاق اس پر خون کے آنسو بہاتے رہے۔

اے امت اسلام! اپنے اس گناہ سے توبہ کرو تم حق و ہدایت کو
چھوڑ چکے ہو۔ خداوند تعالیٰ کا حکم بالاتر ہے۔

توبہ قبول کرنے والے خدا کے حضور توبہ کرو، ان بد کرداروں کو
چھوڑ دو نہ ذلت و رسوائی میرا مقصد رہی جائے گی۔

اٹھو شمشیر و نیزہ ہاتھوں میں لے لو اور ان کو جہنم پہنچاؤ جب
جا کر تمہاری نجات ممکن ہے۔ ہمیشہ کوشش کرنے والے ہی

نجات پاتے ہیں۔

اے میرے بھائیو! جب رات کی تاریکی ہر طرف چھا جائے تو

اٹھنے ساری رات قرآن اور سحرائی کی تلاوت کیجئے۔
 ان گمراہوں اور بد بختوں نے انہیں گمراہ کر دیا۔ وہ دیکھتے
 رہ گئے۔ ان کی نصرت کے لیے کہیں سے کوئی لشکر نہ آیا۔
 خداوند حمال کے ان ہستیوں پر لاکھوں سلام ہوں۔ جب تک
 باد صبا چلتی رہے اور ستارے دیکھتے رہیں اور کائنات باقی
 رہے۔

ناخ نے کہا: ان اشعار میں پہلی جہانگیر کر بلا دھرائی گئی۔ کر بلا کے مقدمات
 کر بلا کے واقعات اور انجام سب کچھ طبع اعجاز میں پیش کر دیے گئے۔ اس عباد و مبارز
 کے اس کلام کے مرکزی نکات پانچ ہیں:

① سید الشہداء کے مصائب کی کوہ گرائی تمام اہل ارض کے

مصائب ایک طرف سید الشہداء کے مصائب ایک طرف۔

② اہل کوفہ کی بے وفائی اور غداری

③ اظہار تاسف کہ وہ سید الشہداء کے ہم رکاب ہو کر منزل

شہادت پر کیوں نہیں پہنچے۔

④ قاتلین امام حسین کی جھوٹ اور پھر ان کی موجودگی میں۔

⑤ سید الشہداء اور ان کے اصحاب کی تجید و تقدیس اور ان پر

درد و سلام۔

ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۳۳ جب ابن حنیف مسجد میں ابن زیاد کے سامنے
 گرفتار ہو کر آئے تو ان کی بیٹی بھی چلتی چلاتی ہوئی ان کے پیچھے چلی آئی تھی۔ بیٹی کی
 دردناک آوازوں نے باپ کو لرزا کر رکھ دیا (خدا جانے اس وقت ابن حنیف کے کیا
 جذبات ہوں گے ان کی کیا کیفیات ہوں گی ایک قیامت ہوگی جو ان پر گزر گئی ہوگی)

(یہ دوسرا مہر ہے جو کوفہ کی مسجد میں دہرایا جا رہا ہے۔ پہلے یہ مہر چشم فلک کر بلا میں وقف مصر دیکھ چکا تھا۔ جب دین و دنیا کا بادشاہ بدترین دشمنوں کے گھرے میں تھا۔ ادھر شہزادی سیکندہ اپنے بابا کو ذبح ہونے دیکھ رہی تھی۔ وہیں شہزادی سیکندہ بھی فریادیں بلند کر رہی تھی، کوئی سننے والا نہ تھا لیکن مارا جانے والا باپ بیٹی کی کرب ناک آوازوں کو سن رہا تھا۔ خدا جانے تو اسے رسولؐ کے قلب پر کیا گزری ہوگی۔ حترجم) عبداللہ بن عقیف کی غیرت برداشت نہ کر سکی کہ ناعمرموں کے ہجوم میں اس کی بیٹی فریادیں بلند کر رہی ہو۔ تو فرمایا:

يَا بْنَ مَرْجَانَةَ كَبِّجِي بِقَتْلِي

”اے ابن مرجانہ! مجھے قتل کر۔ میں نہیں برداشت کر سکتا کہ میں زعمہ رعوں اور اپنی بیٹی کو ناعمرموں میں چٹخا چلا تا دیکھوں۔“

ابن زیاد ملعون کے حکم سے اس عظیم الشان مجاہد اور پروانہ حسنی کو ہمیشہ کے لیے سلا دیا گیا۔ اس عابد و زاہد مجاہد و مہارز شب زعمہ دار کی سفید خوبصورت ریش سے پکار کر ان کی گردن جدا کر کے ان کے بدن مبارک کو پچاسی پر لٹکا دیا گیا۔ جب رات نے پوری کائنات کو اپنے رنگ میں لپیٹ لیا تو اس عالم و مجاہد کے قہقہے کے لوگ اس کے لاشے کے قریب جمع ہوئے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ ہمارے لیے ذلت و خواری و تنگ و عیب ہے۔ ہمارا سردار سولی پر لٹکا رہے اور ہم اپنے گھروں میں بیٹھی نیند کے مزے لیں۔ انھوں نے اس مظلوم کو سولی سے اتارا، جھینڈ جھینڈ کی، نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔

(ہم کہہ سکتے ہیں اے قبیلہ ازد کے سردار اے شب زعمہ دار اے بزرگوارا اے ابن عقیف تو کتنا خوش قسمت ہے شہادت کے بعد تیرے قہقہے والے تیرے پاس

آئے، تجھے کفن دیا، تجھ پر نماز پڑھی، تجھے احرام و اکرام کے ساتھ دفن کر دیا۔ اُدھر عزیز زہراؑ کے لاشے کو دیکھو تین دن ہو گئے صحرائے کربلا میں، گرم زمین پر بے کفن و بے دفن پڑے ہوئے ہیں۔ صرف اسی پر بھی اکتفا نہ کیا گیا۔ دشمن کے گھوڑے تھے اور نواسہ رسولؐ کے لاشے کو پامال کیا جا رہا تھا۔ بیٹیاں اور کنیتیں سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ - عرض مترجم)

قصر ابن زیاد میں آگ کے شعلے

ناخ، ج ۳، ص ۷۲ نے منتخب طبری، ص ۴۸۰، سطر ۹ سے روایت لی ہے: ابن زیاد کے قصر میں آگ بھڑک اٹھی۔ ہر طرف شعلے ہی شعلے اُٹھنے لگے۔ ابن زیاد نے جب یہ دیکھا تو قصر کو چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ کسی کے گھر جا کر پناہ لی۔ جب آگ خاموش ہوئی تو واپس آیا۔

ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۳۰: ابن زیاد نے سید الشہداءؑ کے دندان مبارک کی چھڑی کے ساتھ بے رحمی کی تو یہ آگ والا واقعہ اُسی وقت ہوا۔ آگ کو دیکھ کر ابن زیاد ملعون بھاگ کھڑا ہوا۔ اس دوران سر مقدس سے آواز آئی: اَیْنَ تَهْرُبُ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ ”اے دشمن خدا! اللہ کی آگ سے اب فرار کرتا ہے، پھر فرار کر کے کہاں جائے گا۔“

جندب بن عبد اللہ ازدی اور ابن زیاد

ناخ، ج ۳، ص ۷۲، مشیر الاحزان، ابن نما، ص ۹۳ اور بحار، ج ۴۵، ص ۱۲۱: جب عبد اللہ بن عقیف شہید کر دیے گئے تو ابن زیاد نے جندب بن عبد اللہ ازدی کو طلب کیا۔ یہ قبیلہ ازد کے بزرگوار تھے، بہت بوڑھے تھے، حبیان علیؑ میں سے تھے۔ جب آپ دربار میں آئے تو ابن زیاد نے کہا: اے دشمن خدا! کیا تو علیؑ کے شیعوں میں

سے نہیں ہے؟^①

انہوں نے کہا: جی ہاں! میں علی بن ابی طالبؑ کا شیعہ ہوں۔
 لیکن زیاد نے کہا: میرا دل چاہتا ہے میری گردن مار کر قرب خدا حاصل کروں۔
 انہوں نے کہا: یہ بات تجھے خدا کے قرب نہیں بلکہ دُور کر دے گی۔
 ان کے اس جواب پر ابن زیاد نے اپنی گردن تھوڑی دیر کے لیے جھکائی اور
 باہر ہو کر کہا: جب بہت بوڑھا ہو چکا ہے اس لیے اس کی عقل چلی گئی ہے، اسے
 جانے دیں۔

عقار ثقیفی کا زعمان سے باہر آنا

ھجرتِ مرقم، م ۳۲۹: جب اسیران آلِ محمدؐ ابن زیاد کے دربار میں تھے تو اسی
 وقت عقار کو زعمان سے نکال کر ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ کی
 شہادت کے بعد عقار کو گرفتار کر لیا گیا تھا اور زعمان بھیج دیا گیا تھا۔ جب عقار نے
 اسیرانِ اہل بیتؑ کو اس ملعون کے دربار میں دیکھا تو نالہ و فریاد بلند کی۔ جس کو ابن زیاد
 نے سُن لیا اور عقار اور ابن زیاد کے درمیان گفتگو کا تبادلہ ہوا۔ جب اس مکالمہ نے
 شدت اختیار کی تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں واپس زعمان میں لے جاؤ۔ اٹخ

① حیاتِ اُحسین م ۳۲۹: جب بنی مہملہ، عبداللہ بن عقیف کی قیادت میں آ دی تھا اور امام علیؑ کے مشہور
 ترین اصحاب میں سے تھا۔

حیاتِ اُحسین و ھجرتِ مرقم، م ۳۲۹: جب ابن زیاد نے کہا: تو کیا ابوزہاب کے دوستوں میں سے نہیں
 ہے؟ اس نے کہا: ہاں میں ان کے دوستوں میں سے ہوں اور ان کی دوستی میرے لیے فخر ہے۔ تجھے اور
 میرے باپ کو دشمن سمجھتے ہیں کیونکہ اب یہ دشمنی اور بدھ گئی ہے کہ تو نے فریادِ رسولؐ اور ان کی اہل بیتؑ کو
 قتل کر دیا ہے۔ کیا تجھے خدا کا خوف بھی نہ آیا اور رسول اللہؐ کے گھر سے کو آجاڑ دیا۔ لیکن زیاد نے کہا: تو
 بڑا بڑا ہے۔

ابن زیاد کا عمر بن سعد سے خط کا مطالبہ

ناخ، ج ۳، ص ۷۵ وفس الہوم، ص ۳۱۴ وچاء الحیون، ص ۶۰۰: سید احمد بن ابی طالب اور دوسرے احباب نے رعایت کی ہے۔ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو دوبار میں طلب کیا اور کہا: جو خط میں نے تیرے نام لکھ کر حیری طرف بھیجا تھا جس میں ”قتل حسین“ کا حکم تھا وہ خط مجھے واپس کر^①۔ عمر بن سعد نے کہا: وہ خط تم ہو گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا: مجھے وہ خط چاہیے اور بس۔ اور تو اس خط کو اپنے پاس اس لیے رکھتا چاہتا ہے کہ اس کے ذریعے تو اپنا دفاع کر سکے اور لوگوں کی سختی سے بچ سکے۔ عمر بن سعد نے کہا: میں نے تو تجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ حسین کو قتل نہ کر۔ لیکن تو نے تو میری ایک نہ سنی تھی۔ اور اپنی سزا کر رہا تھا۔

بقول ناخ ابن زیاد نے کہا: تو نے وہ خط قریش کی بیڑیوں کی طرف بھیج دیا ہے تاکہ وہ خط کی تحریک کو پڑیں تاکہ تو قتل حسین کے الزام سے بچ جائے؟
فس الہوم نے کال ابن امیر کی رعایت قتل کی ہے۔ ابن زیاد نے عمر سعد سے کہا: وہ خط جو میں نے حیری طرف قتل حسین کا لکھا تھا واپس کر۔ عمر سعد نے کہا: تو نے مجھے حکم دیا تھا وہ میں نے پورا کر دیا۔ وہ خطاب تم ہو چکا ہے۔
ابن زیاد نے کہا: وہ خط مجھے ہر صورت چاہیے لیکن عمر سعد کا ایک ہی جواب رہا لیکن ابن زیاد دھمک رہا۔

عمر سعد نے جواب دیا: وہ خط میں نے قریش کی بیڑیوں کی طرف بھیج دیا ہے تاکہ وہ خط کو پڑھ کر حقیقت تک پہنچ جائیں اور مجھے لعنت و لعنت نہ کریں۔^②

① ناخ نے اس امر کی توضیح کی کہ ابن زیاد قتل حسین سے جان بچانا چاہتا تھا کہ اس امر میں اس کے حوالے سے تمام شکات مٹ جائیں۔ اس کے مابین پر قتل حسین کا دھبہ نہ آئے اس لیے عمر سعد سے خطاب کیا۔

② حیات الحسین، ج ۳، ص ۲۷۷: عمر سعد نے کہا: تم یہ خط وہ خط میں نے قریش کی بیڑیوں کی طرف بھیج دیا ہے تاکہ وہ اس خط کو پڑھیں اور وہ مجھے لعنت نہ کریں۔

اور میں نے تو تمہیں نصیحت کی تھی کہ حسینؑ کے معاملے میں معرض نہ ہو۔ اگر میں اپنے باپ کو نصیحت کرتا تو ایسے تھا جیسے میں نے اپنے باپ کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکن تو نے میری نہ سنی تھی۔

ابن زیاد کا بھائی عثمان بن زیاد بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ اُس نے کہا: اے کاش! اولادِ زیاد تا قیامت نسب عورتیں ہوتیں اور ان کے ناک میں مہار ہوتی یہ سب کچھ قبول تھا حسینؑ ان کے ہاتھوں قتل نہ ہوتے۔ یہ سن کر ابن زیاد خاموش رہا۔ اس کی بات کو رد نہ کیا۔

عمر سعد کی حیرانی و پشیمانی

فلس المہوم، ص ۴۱۴ از تذکرہ سبط ابن جوزی، ص ۲۶۹، سطر ۱۷ روایت بخش کی ہے: جب یہ مجلس ختم ہوئی تو ابن سعد اٹھا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ چلتے ہوئے اپنے آپ سے کہا: ”آج تک کوئی شخص اس حال میں گھر واپس نہیں ہوا جس طرح میں واپس ہو رہا ہوں۔ میں نے زیاد کے قاتل و قاتلین کی اطاعت کی اور حاکم مطلق کی نافرمانی کی، اپنے رحم کو قطع کیا۔“

کہا گیا ہے: واقعہ کربلا کے بعد لوگ عمر سعد سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ جب وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا لوگ اپنا رخ اس سے پھیر لیتے۔ جب وہ مسجد میں آتا لوگ اس کو دیکھ کر مسجد سے باہر چلے جاتے۔ جس کی نگاہ اس پر پڑتی اسے گالیاں دیتا۔ آخر کار یہ گھر کا ہو کر رہ گیا۔ گوشہ نشین ہو گیا۔ آخر کار اللہ کا دشمن اپنے گھر میں ہی قتل ہوا۔

دع السہم، ص ۱۳۰ میں علامہ شعرانی نے ذکر کیا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے عمر بن سعد کو حکومتِ رے نہ مل سکی۔ یہ بھی ممکن ہے ابن زیاد نے ریاستِ رے کا عمر بن سعد کو دھوکا دیا ہو۔ حالانکہ وہ صرف ”قتل حسینؑ“ کا کام لینا چاہتا تھا۔

ریاست رے کا صرف لالچ دلانا تھا۔ ابن زیاد ایک صیاد تھا۔ عمر بن سعد اُس کا شکار تھا، ملک رے جاں تھا، آخر کار شکاری نے اپنے شکار کو پا ہی لیا۔ شکار کو تو صرف پھنسا ہوتا ہے اور زندگی سے ہاتھ دھونا ہوتا ہے۔

تفسیر المہموم، ص ۴۱۴ اور تاریخ، ج ۳، ص ۷۶ روایت کرتے ہیں: ابوحنیفہ دینوری کا بیان ہے جس کے راوی حمید بن مسلم ہیں۔ حمید بن مسلم نے کہا: عمر بن سعد میرا دوست تھا۔ واقعہ کربلا کے بعد میں نے اُس سے پوچھا: اب کیا حال ہے؟ اُس نے جواب دیا: میرا حال کیا پوچھتے ہو؟ آج تک کوئی مسافر اس بد حالی و ذلت کے ساتھ گھر نہیں لوٹا جیسے میں گھر لوٹا ہوں۔ اپنے رشتہ داروں کو قتل کیا، بدترین کام کیا جس کی کوئی مثال نہیں۔

ابن زیاد کا خط ابن سعد کے نام

وہ قتل نامہ جو ابن زیاد نے عمر بن سعد کے نام لکھا کہ ہر صورت میں حسین ابن علی کو قتل کر دو۔ وہی خط ابن سعد نے مدینہ بھیج دیا تھا تا کہ قتل حسین کا الزام اُس پر نہ آئے۔ قتل حسین ابن زیاد کے کھاتے میں رہے۔ (یہ خط اپنے پورے متن کے ساتھ اسی کتاب کی پہلی جلد، ص ۳۶۶ پر موجود ہے۔ ادھر رجوع فرمائیں)۔

اہلبیان کوفہ کی پشیمانی

حیات الحسین، ج ۳، ص ۳۶۱ واقعہ ہانکہ کربلا کے بعد اہل کوفہ کو سخت ندامت و پشیمانی ہوئی کہ انھوں نے ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ جن لوگوں نے اپنی ندامت کا اظہار کیا ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

① براء بن عازب: بہت پریشان و پشیمان ہوا کہ اُس نے سید الشہداء کی نصرت کیوں نہیں کی حالانکہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں فرمایا

تھا: ”اے ابن عازب! امام حسینؑ قتل کیے جا رہے ہوں اور تو بھی زندہ ہو، پھر ان کی نصرت نہ کرے؟“ امراء بن عازب نے جواب دیا تھا: یا امیر المؤمنین! ایسا نہیں ہوگا۔

جب امام حسینؑ کی شہادت ہوگئی تو امراء جناب امیر علیہ السلام کا فرمان زبان پر جاری کرتا اور انہوں کرتا اور کہتا: کتنی عظیم حسرت و امدود کی بات ہے۔ میں نہ لوں، حسینؑ کے حضور حاضر ہو سکا اور نہ ان کے ہم رکاب ہو کر شہید ہوں۔

① متیب بن نجہ: یہ بھی پھری دھمکی حسرت و انہوں کرتا رہا کہ اس نے نصرت حسینؑ سے لپٹے آپ کو کیوں ڈھر رکھا اور ان کے ہم رکاب ہو کر ان کے دشمنوں سے کیوں جگ نہ کی اور کیوں شہید نہ ہوا۔ اس نے تو اہلین کے سامنے اپنی اس چیمانی کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ”میں تو لپٹے آپ کو اچھے اور بچے لوگوں میں شمار کرتا تھا حالانکہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک میرا شمار بڑے اور بھولے لوگوں میں کر دیا گیا ہے۔ امام حسینؑ نے میری طرف لپٹے کا صدر اور خلوط رعبانہ فرمائے تھے۔ ان خلوط کے بعد میرے پاس کوئی عذر باقی نہ رہا تھا۔ امامؑ نے مجھے اپنی نصرت کی دعوت دی تھی لیکن میں نے اپنی جان کو بچاتے ہوئے ان کی نصرت نہ کی اور وہ میرے پہلو میں شہید ہوئے۔ میں نے کسی اعتبار سے ان کی مدد نہ کی۔ نہ جان سے، نہ مال سے۔ نہ اپنے قبیلہ کی طرف سے ان کی مدد کی۔ اب خداوند تعالیٰ اور اس کے پیغمبرؐ کے نزدیک میں کیا عذر پیش کروں گا۔ بھلا میرے پاس کوئی عذر نہیں۔ ہاں صرف اس صورت میں، نہیں ان کے ساتھیوں سے جگ کروں، انہیں قتل کروں یا خود قتل ہو جاؤں۔ شاید اس صورت میں خداوند تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے ورنہ خدا کے عذاب و عذاب سے کسی صورت میں نہیں بچ سکتا۔

② سلیمان بن خرد و خزامی: سلیمان تو اہلین کی جماعت کے امراء میں سے تھے۔ جب تو اہلین ایک مقام پر اکٹھے تھے تو انہوں نے ان سے خطاب کیا: ہم سب وہ ہیں

جنہوں نے اپنی توجہات کا مرکز اہل بیت رسول اللہ کو بنایا اور انہیں دعوت دی۔ ان سے نصرت کا عہد کیا۔ جب وہ تشریف لائے تو ہم نے سستی کا مظاہرہ کیا اور خود کو کمزور خیال کیا۔ ابھی ہم سوچ بچار میں تھے کہ فرزند رسولؐ ہمارے قرب میں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیے گئے۔ حالانکہ انہوں نے بار بار اپنا موقف دہرایا تھا۔ انہوں نے لوگوں کو عدل و انصاف کی دعوت دی لیکن ظالموں نے عدل و انصاف کو ایک طرف رکھ کر انہیں حیدروں، تلواروں اور نیزوں کا نشانہ بنایا اور انہیں شہید کر ڈالا۔ ان کا مال و متاع لوٹ لیا۔

﴿عید اللہ الین ٹر جھی: ان کے حالات پہلی جلد ص ۳۶۶ پر موجود ہیں اور مراجعت فرمائیں۔﴾

ابن زیاد کے خطوط یزید اور گورنر مدینہ کے نام^①

جول جلاء الامین، ابن زیاد نے اپنی فتح کے خطوط اطراف و اکناف ارسال کیے۔ یزید پلید کو ہتھکڑیوں سے آگاہ کیا اور یہ بھی لکھا: امیر ابن ابی ہشام کے بارے میں آپ کے خط کا انتظار کروں گا۔ ان کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ ایک خط گورنر مدینہ عمرو بن سعید کے نام بھی جاری کیا۔ جب اس طعون کو خط ملا تو مدینہ میں متاوی کرائی گئی کہ حسینؑ مارے گئے ہیں۔ جب یہ منحوس آواز بنو ہاشم نے سنی تو ان کے گمروں سے صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی اور ایسی ماتمی آوازیں کبھی نہ سنی گئی تھیں۔

ناخ نے شیخ مفید^② کے حوالے سے بات کی ہے: جب ابن زیاد نے گورنر مدینہ کی طرف خط روانہ کیا تو اس خط کے ساتھ عبدالملک بن ابی الحارث (الحرثی) سلتی کو بھیجا اور تاکید کی جتنا جلدی ہو یہ خط عمرو بن سعید تک پہنچنا چاہیے اور اُسے قتل حسینؑ کی خوشخبری دے۔^③ عبدالملک نے ایک تیز رفتار اونٹ لیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا بیان ہے راستے میں میری ملاقات ایک قریشی سے ہوئی۔ اُس نے کہا: کوئی نئی تازہ خبر ہے؟ میں نے جواب دیا: خبر ہے لیکن صرف امیر کے لیے۔ آخر تم بھی وہ سن لو گے۔ اُس قریشی مرد نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ، بخدا حسینؑ شہید ہو گئے ہیں۔

① ناخ، ج ۲، ص ۹ و تقاضا، ص ۵۳۹ و بحار، ج ۳۵، ص ۱۲۱ و فہم، ص ۴۱۳ و ۴۱۵، ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۳۳، مثل معزم، ص ۴۳۶، جلاء الامین، ص ۶۰۲۔ ان تمام اصحاب نے اس خط کا ذکر کیا ہے۔

② ارشاد مفید، ص ۲۴۷۔

③ فہم، ص ۴۱۵ نے طبری سے روایت کی ہے۔ عبدالملک نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس خط کے ساتھ مدینہ جائے۔ اُس نے یہاں تراشوا تو ابن زیاد نے چیخ کر کہا: ابن زیاد وہ دلاور ہے کہ جس کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ فوراً مدینہ جاؤ تم سے پہلے یہ خبر مدینہ نہ جائے۔ کچھ دیر دے اور کہا: پہلے مت جاؤ اگر تمہارا اونٹ کمزور ہے، کوئی اچھا سا اونٹ لے لو اور مدینہ جاؤ۔

آگاہی عمرو بن سعید از شہادت حسینؑ

جب عبدالملک مدینہ پہنچا تو سب سے پہلے مدینہ کے گورنر عمرو بن سعید کے پاس آیا۔ عمرو نے کہا: کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: مبارک ہو حسینؑ قتل ہو گئے ہیں۔ عمرو نے اسے کہا: باہر جاؤ اور مدینہ کے گلی کوچوں میں عداوہ اور لوگوں کو قتل حسینؑ کے بارے آگاہی دو۔

یہ دربار سے نکلا اور باہر آیا اور قَتَلَ الْحُسَيْنِ کی آواز بلند کی۔ جب بنو ہاشم نے یہ آواز سنی تو ان کے نالہ و فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پھر پورا مدینہ صدائے گریہ و زاری سے لرز رہا تھا۔

عبدالملک کہتا ہے: جب میں واپس عمرو کے پاس پہنچا تو اس کی نگاہ مجھ پر اٹھی تو تبسم کیا اور عمرو بن معدی کرب کا شعر پڑھا:

هَجَّثُ نِسَاءَ بَنِي زِيَادٍ عَجَّةً
كَعَمِ نِسْوَتِنَا خَدَاةَ الْأَرْبِ

”بنی زیاد کی عورتیں آج اس طرح جھج و چلا رہی ہیں جس طرح

کل جنگ ارب میں ہماری عورتیں جھجی اور چلائی تھیں۔“

صاحبہ نفس المہوم نے لکھا ہے: ارب ایک جنگ تھی جس میں بنو زید کو

بنو زیاد پر غلبہ حاصل ہوا تھا۔ پھر عمرو بن سعید نے کہا: هَذِهِ وَاعِيَةُ بَوَاعِيَةِ عِثْمَانَ

بن عثمان ”یہ گریہ و شہوہ اس گریہ و شہوہ کا عوض ہے جو عثمان بن عثمان کے انتقال

کے وقت بلند ہوا تھا۔“

خطبہ عمرو بن سعید در مدینہ ①

ناخ نے روایت کیا ہے: عمرو بن سعید مسجد میں آیا اور لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر

جا کر خطبہ دیا۔ اس کے خطبے کے کلمات درج ذیل ہیں:

إِنَّهَا لَذَمَةٌ بِلَذَمَةٍ وَصَدَمَةٌ بِصَدَمَةٍ، كَمْ خُطْبَةٍ بَعْدَ
خُطْبَةٍ وَمَوْعِظَةٍ بَعْدَ مَوْعِظَةٍ، حِكْمَةٌ بِاللُّغَةِ تُغْنِي الذَّنْأَ،
وَاللَّهُ لَوَدِدْتُ إِنْ رَأَيْتُهُ فِي بَنِيهِ وَرَوْحُهُ فِي جَسَدِهِ
أَحْيَانًا كَانَ يُسَبِّحُنَا وَنُسَبِّحُهُ وَيَقْطَعُنَا وَنَقْطَعُنَا
وَعَادَتُهُ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ أَمْرِ مَا كَانَ، وَلَكِنْ كَيْفَ نَضْمُ
بِمَنْ سَلَّ سَيْفَهُ يُرِيدُ قَتْلَنَا إِلَّا أَنْ نَذْفَعَهُ مِنْ أَنْفُسِنَا؟

”یہ آہ فریاد اس آہ و فریاد کا عوض ہے (جو قتلِ عثمان کے وقت
اموی گمروں سے بلند ہوئی تھیں) یہ صدمہ اس صدمہ کا عوض
ہے۔ کتنے خطابات ہوتے ہیں لیکن ان میں کوئی ایک آدمہ خطبہ
موثر ہوتا ہے۔ دعت و نصائح لاتعداد ہیں۔ ان میں کوئی ایک
پردہ سماعت سے ٹکرا کر دل و دماغ کو متاثر کرتی ہے۔ یہ سب
کچھ خداوند تعالیٰ کی حکمتِ ہالہ سے ممکن ہے۔

بخدا! میں تو یہ چاہتا تھا کہ اس کا سر اس کے بدن پر رہے۔ اس
کی روح اس کے جسم میں رہے۔ وہ ہمیں گالیاں دیتا، ہم اس
کی مدح و تعریف کرتے، وہ قطع رحمی کرتا، ہم صلہ رحمی کرتے۔
یہ اُن کی عادت تھی اور یہ ہماری عادت ہے۔ اگر وہ ہماری بات
مانتا یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ جب اس نے ہم پر نکواری سمجھی لی تو پھر ہم کیا
کرتے۔ وہ ہمارے قتل کے درپے ہو گیا تھا تو اس کے قتل کے
سوا ہمارے پاس کوئی اور راستہ نہ تھا۔“

① فتح الاحزان، ص ۲۷۷۔ نظام ص ۵۳۰۔ بحار ج ۳۵، ص ۱۳۲۔ تاریخ، ج ۳، ص ۸۱۔ عقل مرقم،

ص ۳۳۳۔ جلاء الضمیر، ص ۶۰۲۔

عبداللہ بن سالمب کا اعتراض

جلاء الحقین میں ہے: عمرو بن سعید کے خطبے کے بعد عبداللہ بن سالمب کھڑے ہوئے اور کہا: اگر حضرت فاطمہ زہرا زعمہ ہوتیں اور حسین کے سر کو دیکھتیں تو ان کا کیا حال ہوتا اور وہ کیا فرماتیں؟

ناخ کی روایت کے مطابق اس مجلس میں عبداللہ بن سالمب موجود تھے، وہ اٹھے اور کہا:

لَوْ كُنْتُ فَاطِمَةَ حَيَّةً قَرَأْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ لَبَكَّتْ
عَيْنُهَا وَخَرَّتْ كَبْدُهَا

”اگر حضرت فاطمہ زہرا زعمہ ہوتیں اور اپنے فرزند حسین کا سر ہمارے دیکھتیں تو آہ و فریاد بلند کرتیں، ان کا جگر کباب ہو جاتا۔“

عمرو بن سعید نے کہا: ہم تجھ سے فاطمہ زہرا کے زیادہ قریب ہیں۔ ان کا والد میرا چچا ہے، ان کا شوہر میرا بھائی ہے۔ اس کا بیٹا میرا بیٹا ہے۔ اگر فاطمہ زہرا زعمہ ہوتیں وہ ضرور آنسو بہاتیں لیکن ان کے قائل کو طاعت نہ کرتیں۔^①

جناب عبداللہ بن جعفر اور خبر شہادت سید الشہداء

جول ناخ جب جناب عبداللہ بن جعفر طیار کو ان کے بیٹوں محمد، محسن، عبداللہ

① عرضی حرم: اموی بڑے عیار و مکار تھے انھوں نے رسول اسلام کو پھری دے گی ایک کہ آرام و سکون کا نہ لینے دیا۔ ان کی پھری دے گی صحابہ و آدم سے بھڑکی۔ رنج کہ پر اسلام قبول کیا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس سونے قل کے کوئی اور راستہ نہ تھا۔ پھر زہرا زعمہ کا حال پچھلے رسول اسلام کے اختلال کے بعد انتقام پر پتر آئے۔ کہ زعمہ بن سعید کا غلبہ منافقین کہہ رہا ہے قل حسین کی خبر پڑے ی خوشی ہوئی وہ اپنی دلی مسرت کا اظہار کر رہا تھا۔ حضرت زہرا سے قل کا کیا معاملہ جب کہ ان کے والد گرامی نے انھیں پرانے اس کی اولاد پر کمر بستہ فرمائی تھی۔

① بحار ج ۵ ص ۳۳۳۔ ناخ ج ۲ ص ۸۲۔ نظام ص ۵۳۰۔ فہرست ص ۳۳۶۔ مجمع البحرین ص ۲۷۸۔
حل مرقم ص ۳۳۶۔ مجمع البحرین ص ۳۰۲۔ در خلاصہ ص ۳۳۷

کی شہادت کی خبر دی گئی تو آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ کی تلاوت کی۔ ان کا ایک غلام تھا، جس کی کنیت ابوالسلاسل تھی۔ جب اُسے اپنے آقا کے بیٹوں کی شہادت کی خبر ہوئی تو کہا: یہ مصیبت ہم پر حسینؑ کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

ففس المہوم اور ارشاد مفید میں اس مضمون سے ملتا جلتا ملوث ہے۔ یہ سن کر جناب عبداللہؑ نے اپنا جوتا اُتارا اور اس کے سر پر دے مارا اور فرمایا:

يَا بَنَ اللّٰحْنَآءِ لِلّٰہِ الْحُسَيْنِ تَقُولُ هٰذَا

”اے بدبودار کنیز کے بیٹے! (اے میری زانیہ) تیری کیا عزت

جو تو امام حسینؑ کے بارے میں یہ کلمات کہے۔“

میری دلی خواہش تھی کہ میں ان کے قدموں میں شہادت کی ابدی سعادت حاصل کرتا۔ یہ میرے لیے خوشی و مسرت کی بات ہے۔ اگر میری جان ان کے کام نہ آسکی اور شہادت کو حاصل نہ کرسکا، الحمد للہ میرے فرزند ان کے ہم رکاب تھے اور ان کی نصرت میں شہادت کی سعادت کو پالیا، یہ میرے لیے ایک عظیم الشان اعزاز ہے۔ ناخ نے آپ کے یہ کلمات روایت کیے:

اَللّٰحْنَدُ لِلّٰہِ ، عَزَّ عَلٰی مَضْرَعِ الْحُسَيْنِ ، اِنْ لَمْ اَكُنْ

اَسَيْتُ حُسَيْنًا بَيْدِي فَقَدْ اَسَااَ وَلَكَ اَيُّ

”خداوند تعالیٰ کی ذات کو تمام حمد و ثناء دیا ہیں۔ شہادت حسینؑ

میرے لیے ایک ناقابلِ برداشت امر ہے۔ اگرچہ میں ان کی

مدد نہ کرسکا لیکن یہ خدا کا شکر ہے میری جگہ میرے بیٹوں نے

ان کی نصرت کی اور شہادت کی سعادت حاصل کر لی۔“

آگاہی اُم القمان دختر عقیل از شہادت حسینؑ

حضرت عقیل بن ابی طالبؑ کی ایک بیٹی جن کا نام اُم القمان کتابوں میں آیا

ہے (یہ کنیت ہے یا نام یہاں مزید وضاحت کی گنجائش نہیں ہے)۔ جب آپ کو سید الشہداءؑ کی شہادت کا علم ہوا تو اپنی بہنوں کے ساتھ عہد بنی ہاشم میں بے سرو پا اکٹھی ہوئیں اور شہدائے کربلا پر آہ و فریاد، نالہ و شہوان بلند کیے۔ اُس وقت اُم القحان نے یہ اشعار پڑھے:

مَاذَا تَقُولُونَ إِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ
يَا بَنَاتِي وَيَا أَهْلِي بَعْدَ مُفْتَقِدِي
مَاذَا فَعَلْتُمْ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأَمَمِ؟
مِنْهُمْ أَسَارِي وَقَتْلِي خَوَّجُوا بِدَمِي

”میدانِ محشر پر پا ہوگا تم سب حاضر ہوں گے، پیغمبر اکرمؐ تمہارے پاس تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے: تم نے میری اہلی بیتؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا، حالانکہ تم آخری امت تھے۔ میرے کچھ عزیزوں کو تم نے قیدی بنالیا تھا اور ظلم و جبر سے کچھ کا خون بہا دیا تھا۔“

شعر ہاتف در مدینہ ①

جب دن اپنے اختتام پر پہنچا اور رات نے اپنے ڈیرے ڈالے تو اہل مدینہ نے ایک درد منی آواز سنی وہ سید الشہداء کا مرثیہ بیان کر رہا تھا:

أَيُّهَا الْقَاتِلُونَ جَهْلًا حُسَيْنًا
كُلُّ أَهْلِ السَّمَاوَاتِ يَذْهَبُ عَلَيْكُمْ
إِنْشُرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّكْيِيلِ
مِنْ نَبِيٍّ وَمُرْسَلٍ وَقَتِيلِ
قَدْ لَعَنْتُمْ عَلَى لِسَانِ ابْنِ كَاوُدَ
وَمُوسَى وَصَالِحِ الْإِسْجِيلِ

”اے وہ لوگو! جنہوں نے اپنی درد منی و جہالت سے حسینؑ کو بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ تمہیں دردناک عذاب اور ذلت

اور سوائی کی بشارت ہو!

① ارشاد منید، ص ۱۳۸۔ کامل الزیارات، ص ۹۷۔ غیر الاحزان، ص ۱۰۸۔ بحار، ج ۳۵، ص ۱۳۳۔ تاریخ،

ج ۳، ص ۸۳۔ نظام، ص ۵۴۱۔ مجمع الاحزان، ص ۲۳۸

اے عالمو! اس کو تمام اہل آسمان تمام انبیاء اور تمام شہداء سب تم پر لعنت و نفرین کر رہے ہیں۔

اپنے آپ کو بچا لو! تم تو وہ ہو جن پر جناب سلیمان بن داؤد، جناب موسیٰ اور جناب عیسیٰ نے لعنت کی تھی۔

جول تاریخ طالعہ مجلسی نے کہہ فیجی آثار کے اشعار یہ تھے: ①

يَلْعَنُ يَقُولُ بِفَضْلِ آلِ مُكَتَبٍ بَقِيَّةً بِسَلْتَنَا بِغَيْرِ تَوَكُّلٍ
قَتَلَتْ شِرَارُ بَنِي أُمَيَّةٍ سَيِّدًا خَيْرَ النَّبِيِّينَ مَا جَاءَ ظَا فَهَانٍ
إِنَّ الْمُفْضِلَ فِي السَّمَاءِ وَأَرْضِهَا وَبِطَائِفِ الْفَنِيِّ وَهَاجِرِ الْأَوَّلِينَ
بَكَّتِ الْمَشَارِقُ وَالْمَغَارِبُ بِهَقْمَا بَكَّتِ الْأَوَّلُ لَكَ بِكُلِّ لِسَانٍ

”اے وہ جو کائنات میں آل محمدؐ کے فضائل و اکرام کا حقیدہ

رکھتا ہے، تمام لوگوں تک میرا یہ پیغام پہنچا دے۔ اسوی شیطا میں

نے عالمین کے سید و سردار کو خداوند تعالیٰ کی بھریں مخلوق کو بے

دردی کے ساتھ شہید کر دیا ہے۔ اس کو شہید کیا ہے، جس کے

والدین و رکھار زمینوں اور آسمانوں میں اور ان کے اعداد تمام مخلوق

پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان ظالموں نے فرقہ رسولؐ اور فرقہ بیت

حسن کو خاک و خون میں غفلان کر دیا۔ مشرق و مغرب اور عالمین

نے ان پر گریہ کیا۔ اللہ کی تمام موعودات نے اپنی اپنی زبان

میں اور اپنے اپنے اعداء سے ان پر گریہ کیا۔

① بحار ج ۳۵ ص ۴۱۳ کی روایت ہے صاحب خاص نے یہ روایت احمدیہ سے لی ہے۔ اس نے
ابو یوسف سے سنا اس نے کہا میرے لیے یہ کہا گیا ہے کہ اسی کی لغامیں کہنے والے کہہ داتا یلعن یقتل
بفضل آل محمدؐ الخ۔

مدینہ میں قیمی کلمات

نامک، ج ۳، ص ۸۴، بحارج ۴۵، ص ۱۷۲، کمال زیارات، ص ۳۳۶ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو مدینہ میں ہمارے خاندان کے لوگوں نے قیمی کلمات سنے:

الْيَوْمَ نَزَلَ الْبَلَاءُ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ، فَلَا يَزُونَ فُرْحًا حَتَّى يَقُومَ قَائِلُكُمْ، فَيَشْفِي صَدُورَكُمْ وَيَقْتُلَ عَدَاؤَكُمْ وَيَنَالَ بِالْوَتْرِ أَوْ تَاتَرًا

”آج کے دن اس امت پر ایک بہت بڑی مصیبت نازل ہو گئی ہے جب تک قائم آل محمد نہیں آئیں گے یہ امت کوئی خوشی نہ پاسکے گی۔ جب وہ آئیں گے تو اس امت کو خوشیاں ملیں گی اور قاتلان امام حسین کو قتل کریں گے اور شہداء کے خون کا بدلہ لیں گے۔“

فَفَرَّغُوا مِنْهُ وَقَالُوا إِنَّ لِهَذَا الْقَوْلِ لَحَادِثًا قَدْ حَدَّثَ مَا لَا نَعْرِفُهُ فَأَتَاهُمْ خَبَرُ الْحُسَيْنِ بَعْدَ ذَلِكَ فَحَسِبُوا ذَلِكَ قَدْ آتَى تِلْكَ اللَّيْلَةَ الَّتِي تَكَلَّمُ فِيهَا الْمُتَكَلِّمُ

”یہ آواز سن کر اہل مدینہ خوف زدہ ہوئے اور کہنے لگے: کوئی عظیم حادثہ ہو گیا ہے، جس کا ہمیں علم نہیں۔ جب سید الشہداء کی شہادت کی خبر مدینہ آئی تو اہل مدینہ نے حساب لگایا تو معلوم ہوا جس دن کربلا میں امام حسین شہید ہوئے آنے والے دن کی رات کو انھوں نے یہ قیمی کلمات سنے تھے۔“

طبی نے کہا:

جَعَلْتُ فِدَاكَ إِلَى مَتَى أَنْتُمْ وَنَحْنُ فِي هَذَا الْقَتْلِ
وَالْخَوْفِ وَالْبَقَا؟ فَقَالَ: حَتَّى مَاتَ سَبْعُونَ قَرْخًا
أَخْوَابٌ ① وَيَدْخُلَ وَقْتُ السَّبْعِينَ أَقْبَلْتُ الْآيَاتِ تَتَرَا
كَانَهَا نِظَامٌ فَمَنْ أَذْرَكَ ذَلِكَ قَرَّتْ هَيْئَتُهُ ②

”میں نے کہا: قربان جاؤں تم اور ہم کب تک ان مصائب میں
رہیں گے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ مصائب و آلام اس وقت ختم
ہوں گے جب وہ خاص آیات ظاہر ہوں گی۔ امام زمانؑ کے
ظہور کا وقت آئے گا۔ ایسا انسان خوش قسمت ہوگا جس نے وہ
زمانہ پایا کیونکہ اپنا ہر مقصود پائے گا۔“

خبر غراب در مدینہ

ناخ نے ج ۳، ص ۸۵ از بحار، ج ۴۵، ص ۱۷۱، اس روایت کو اپنی کتاب میں
نقل کیا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس روایت کے راوی امام سجاد علیہ
السلام ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو محلہ بوہاشم میں
ایک کوا آیا، جس کے پر و بال خون آلود تھے اور وہ اس گھر کی دیوار پر جا بیٹھا جس گھر
میں حضرت فاطمہؑ صغریٰ موجود تھیں۔ جب انھوں نے کوے کو اس حال میں دیکھا تو
اُسے قال بد سے تعبیر کیا اور رونا شروع کر دیا اور یہ شعر پڑھا:

نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ مَنْ - تَنَعَّاهُ وَتِلْكَ يَا خَرَابُ؟
قَالَ: الْإِمَامُ،
فَقُلْتُ: مَنْ؟

① (کمال زیارات، ص ۳۳۶: قال لَمَّا بَانِي سَبْعُونَ فَرَجًا أَجَابَ دِيْدِلُ وَقْتُ اْلأَسْحَنِ، قَالَا دَخَلَ وَقْتُ

اْلأَسْحَنِ أَقْبَلَتِ الرِّايَاتُ (الآيَات) فَمَنْ أَذْرَكَ لِكُلِّ الْوَقْتِ قَرَّتْ هَيْئَتُهُ)

② یہ کلمات دوسری جلد، صفحہ ۳۳۸ پر موجود ہیں۔

قَالَ: الْمَوْفِقُ لِلْجَوَابِ

إِنَّ الْحُسَيْنَ بِكَوْنِهِ بَيْنَ الْأَسِنَّةِ وَالْفَرَابِ
فَلَيْكِي الْحُسَيْنَ بِغَيْرَةِ قَرْحِي إِلَهُ مَعَ الْقَوَابِ
قُلْتُ: الْحُسَيْنُ: فَقَالَ: لِي حَقًّا لَقَدْ سَكَنَ التُّرَابِ
ثُمَّ اسْتَقَلَّ بِهِ الْجَنَاحُ فَلَمْ يُولَاقِ رَدَّ الْجَوَابِ
فَبَكَتْ وَمَا حَلَّ بِي بَعْدَ الرِّضَا الْمُسْتَجَابِ

”جب کواموت کی خبر لایا میں نے پوچھا: کس کی خبر لائے ہو؟

اُس نے کہا: امام کی۔ میں نے کہا: کون امام؟ اُس نے کہا:

حسینؑ میدانِ کربلا میں تیروں، گھوڑوں کا نشانہ بن گئے ہیں۔

ان پر گریہ کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو۔ پھر وہ چلا گیا اور

کچھ نہ کیا۔ تو پھر میں نے رونا شروع کیا۔ (ناخ)

حضرت فاطمہؑ منبری نے ان سوالات سے معلوم کر لیا کہ ان کے والد گرامی

شہید ہو گئے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق اس کو سے قبل شہادتِ حسینؑ کی خبر نہ نہیں آئی تھی۔^①

اشعاری مناسب مقام از جوہری

سوی کوب و بلا کن گنہاری

ای صبا یکدم از رها یاری

ای پدر جان امان از جدائی

گو بہ باہم بعد آہ و نزاری

روزی و شب ہمدرد اشک و آہست

گو کہ صغریٰ تو ہی پناہ هست

① عرضِ ترجم: حضرت فاطمہؑ منبری کے خطبات کا ذکر کہ کب میں موجود ہے۔ اس بی بی نے کوفہ میں خطبے

دئے اور آپ کے شام کے حوالے سے بھی کب میں کلام موجود ہے۔ صاحبِ محل نے آپ کی موجودگی

کوفہ و شام میں بھی دکھائی ہے اور کربلا میں نہ جانے کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ مسئلہ غلط فہم ہے۔ راجح

اس یہ ہے کہ بی بی سمر کربلا و کوفہ و شام میں موجود رہی ہیں۔ واللہ اعلم

گو بہ اکبر مہ سر و قامت تا بہ کی در غریبی اقامت
وعدہ ما و تو در قیامت ای پدر جان امن ابن جدائی
آرہو ظاہر ای مادہ انور تابیدائی وطن ہمار دیگر
چون ترا ذاکر ابن چاکر ان است بہر تو ای پدر نوحہ خوان است
ہمچون ہونہ و شب در فغان است ای پدر جان امن ابن جدائی

”اے باوصا! تجھے تو اٹھکیاں سوجھی ہیں جب حیرا گزر کر بلا

سے ہو رہا ہو، میرا پیغام میرے والد بزرگوار کو دے دینا۔ حیری
بچی حیرانی و پریشانی کے عالم میں تیرے لیے دعائیں کر رہی تھی۔

تم عافیت کے ساتھ واپس آ جاؤ۔ اس فراق و جدائی سے چھٹکارا
مل جائے۔ میرے بابا کے حضور یہ کہتا تیری صغریٰ اکیلی ہے، وہ
شبانہ روز تم سب کے غم میں جدائی میں آنسو بہاتی رہتی ہے۔

میرے برادر علی اکبر کو سلام دینا اور میرا پیغام دینا۔ میرے
مسافر بھائی میرا سلام! اب اس جدائی کے بعد وصال دوستان
ہے یا نہیں۔ اگر میں تمہارے غم میں مر جاؤں تو پھر قیامت کے
دن ملاقات ہوگی۔

اے میرے برادر امیری تو آرزو ہے ایک دفعہ آ جاؤ میں تیرے
دیدار کو ترس گئی ہوں، اپنا دیدار تو کرادو۔

اے بابا جان! حیرا ذکر تیرے ذکر میں مصروف ہے۔ ہر انسان
تمہارے مصائب کا نوحہ خوان ہے۔ اس طرح حیری شہزادی بھی
ہر لمحہ فرقت کی گٹھلیں میں آہ و فریاد بلند کر رہی ہے۔ اے
بابا جان! خداوند تعالیٰ مجھے اس جدائی اور فرقت سے نجات دے۔

جوهری

ای صبار و بسوی کربلا کن گذیری
 از من نهار ببر خدمت یارم خبری
 گو که صفرای تویی گفت و چو مرغ سحری
 داد از درد جدائی و غم بی پدری
 من از آن دم که بهجر تو گرفتار شدم
 بخدا در نظر اهل جهان خوار شدم
 تا که دور از تو ای شه ابرار شدم
 نه غم گوری تو خسته و بیمار شدم
 من بیمار نه غم خوار و نه یاور دارم
 نه خیر از تو نه از حال برادر دارم
 چشم در راه بی وعده اکبر دارم
 انتظار تو و عیاس دلاور دارم
 روز و شب نیست بهجز آه و فغان حاصل من
 بسر راه فراق تو بود منزل من
 ز آتش غم هجر تو به آب و گل من
 صبر تا کی کنم از هجر تو خن شد دل من
 خواب دیدم علی اکبر بوطن آمده است
 از راه مهر به غم خواری من آمده است
 مؤدبه ام داد که اصفه به سخن آمده است
 فارغ از رنج و غم و درد من آمده است

نہ تو می آہی و نہ اکبر نیکو سپر
 بلکہ کردہ است فلک خاک پتی بسر
 گو یہ عباس عبوی من و تاج سر من
 خوب دارہی خبر اہر حال دل مضطر من
 بہ سکینہ بگو ای نور دو چشم تر من
 خواہرا جان تو و جان علی اصغر من

”اے یاد صبا! جب حیرا گزر ہو کر بلا سے تو میرے بابا کو میرا
 پیغام دے دینا۔ جب وقت مقرر ہوتا ہے اور مرغ اپنی بولی بولتے
 ہیں اور تمہارے ہجر و فراق کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور میں تمہاری
 یاد میں زار و قطار رونے لگتی ہوں۔ تمہارے ہجر و فراق کی آگ
 ہے جو میرے دل میں شعلہ ور ہے اور میں حیران و پریشان
 ہوں۔ تم سب مجھ سے دور بہت دور چلے گئے ہو، میں اپنے گھر
 میں اکیلی رہ گئی ہوں۔ تمہاری یاد ستاتی ہے۔ اب تو تحف و
 نثار، پیار و کمزور ہو چکی ہوں، میں پیار ہوں، میرا کوئی پرسان
 ہے اور نہ غم خواں تمہارے حال و احوال سے بے خبر ہوں۔ آپ
 پر کیا گزر رہی ہے؟ آپ کس حال میں ہیں؟ میرے بھادر کس
 حال میں ہیں؟ میری نگاہیں تم پر لگی ہوئی ہیں۔ میرے اکبر نے
 میرے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ مجھے تمہاری اور اپنے چچا حضرت
 عباس کی انتظار ہے۔ تمہارے جانے کے بعد ہر آنے والا لمحہ
 مجھ پر بھاری ہے۔ میں ہر وقت تمہاری یاد میں آہ و زاری کرتی
 رہتی ہوں۔ اب میری منزل ہجر و فراق کے درد سے بھر گئی ہے۔

میری روح کی کائنات ہمارے ہاتھوں خاکستر ہو چکی ہے۔ مجھ سے اب مبر نہیں ہو سکتا۔ میرا دل خون ہو چکا ہے۔
اے بابا جان! میں نے خواب دیکھا ہے۔ میرے ہمارے علی اکبر وطن واپس آ گئے ہیں۔ میرے غم غلط کرنے کے لیے میرے پاس آ گئے ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا ہے میرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ نے بولنا شروع کر دیا ہے۔ ان کی بولیاں کتنی میٹھی اور پیاری ہوں گی۔

بابا! وہ تو صرف ایک خواب تھا لیکن نہ تم آئے اور نہ میرے اکبر آئے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ اب میں یتیم ہو چکی ہوں۔ اے ہوا! اے باد صبا! میرے چچا عباسؑ کو میرا سلام کہنا اور میرا پیغام دینا۔ صغریٰ کہہ رہی تھی: اے میرے چچا! تم میری کائنات ہو، تم میری روح ہو، تم میری حیات ہو۔ لیکن مجھے تو آپ سے اتنا پیار ہے آپ نے بھی کبھی ادھر مدینہ کی طرف دیکھا ہے۔ تمہاری صغریٰ پیار کا کیا حال ہے؟

اے باد صبا! میری بہن سیکندہؑ کو میرا سلام کہنا اور پیغام دینا۔ صغریٰ کہہ رہی تھی: اے سیکندہ! اے علی اصغرؑ! تمہاری صغریٰ تمہاری جدائی میں رو رہی ہے۔

سوال و جواب آن مظلومہ ہا مرغ خون آلود از جوہری

گفت ای مرغ چرا حال پریشان داری
انر خم کیست چنین نالہ و افغان داری
اشک خونین نہجہ انر چشم توت می رسید

گو به من خون که از پل و پوت می ریزد
 من ماتم زده آخر پدرم در سفر است
 بر خم کوهی او خون دلم در بصر است
 نه خیر از پدر و نه بر برادر دارم
 روز و شب آرم روی دیلن اکبر دارم
 تو مگر مدهدی و سوی سبا آمده
 یا مگر قاصدی از کربلا آمده
 بیقین آمده نزد من از سوی حسین
 ورنه از چیست بر تو میشلور بوی حسین
 من به آن وعده که داده است پدر منتظرم
 خبری تازه اگر هست بکن باخبرم
 گفت ای فاطمه باشور و نوا آمده ام
 قاصد مرگم و از کربلا آمده ام
 کربلا یکسره صحرای منا بود امروز
 روز قربانی شاه شهدا بود امروز
 نوجوانان همه در خون خود آشفته شدند
 قبه کوه همه در راه خدا کشته شدند
 بهر يك قطره آب از در شمشیر جفا
 دست عباس علمدار بر تن گشت جدا
 پدرت بیکس و بی مونس و بی یاور بود
 تن تنها به سر نقش علی اکبر بود

فاش گویم پندہت اہی ستم شمر و سنان
 کشتہ شد بالب عطشان بلب آب روان
 نیبی اہی آل نبی کشتہ شمشیر شدند
 نیم دیگر نہجا بستہ نہجیر شدند
 زینب غم بردہ اہی ظلم فلک مضطر شد
 بسوی شام روان باسر ہی معجر شد

”انہوں نے پوچھا: اے پرندے! تجھے کیا ہے تو اتنا پریشان و
 حیران کیوں ہے؟ تجھے کون سے غم پہنچے ہیں جن کی وجہ سے تو
 گریہ و زاری کر رہا ہے۔ حیرتی آنکھوں سے یہ خون کے آنسو
 کیوں برس رہے ہیں۔ تیرے منہ وہال کیوں خون میں رنگین ہیں؟
 مجھے بتا! میرا دل ڈوب رہا ہے۔ میرے تو سارے سر پر ہیں۔
 میں تو ان کے بھر و فراق میں پہلے سے بیمار ہوں، میرے بابا کی
 خبر ہو وہ تو سر پر ہیں۔

مجھے نہ تو اپنے بابا کی خبر ہے اور نہ اپنے پیارے چاند سے
 بھائیوں کی خبر ہے۔ میرے روز و شب علی اکبرؑ کے انتظار میں
 گزر رہے ہیں۔ کیا تو بدد ہے جو ملک سہا سے آیا ہے، یا تو
 قاصد کر بلا ہے۔ میرا دل کہتا ہے تو میرے بابا کی طرف سے
 آرہا ہے۔ کیوں اس لیے کہ تجھ سے مجھے اپنے بابا کی خوشبو
 آ رہی ہے۔ میں تو اپنے بابا کے انتظار میں ہوں۔ اگر تیرے
 پاس کوئی تازہ خبر ہے تو مجھے بتا۔“

پرندے کا جواب: ”اے قاطرہ! میں ادھر سے آرہا ہوں جہاں

آہ و فغان کی صدائیں کائنات کو لرزادی ہیں۔ میں موت کا
 کامد ہوں، کر بلا سے آرہا ہوں۔ کر بلا میدان مٹی بنا ہوا ہے۔
 آج وہ دن ہے جس دن شاہ شہیدان نے اپنی قربانی دی ہے۔
 تیرے گمراہی کے سارے نوجوان شہید ہو چکے ہیں۔ قصہ ظفر
 کوئی نہیں بچا سب خداوند تعالیٰ کے راستے میں قربانی دے چکے
 ہیں۔ تیرے بچا عباسؑ پانی لانے کے لیے دنیا پر گئے تو وہاں
 دشمنوں نے ان کے ہاتھ ان کے جسم سے قطع کر دیے۔ تیرا ہاتھ
 پکاوتھا، بے یار و مددگار علی اکبرؑ جہان کے لاشے پر آیا لیکن ہر
 طرف دشمن تھے، پر اس کی مدد کو کوئی نہ آیا۔

اے بی بی! تیرے والد گرامی ظلم و ستم کا نشانہ بنے اور شہر کے
 ہاتھوں دریا کنارے پیا سے شہید ہو گئے۔ بس آخر میں بھی کچھ
 کہوں، اہل بیت رسولؐ آدمے تو اللہ کے راستے میں مارے گئے
 ہیں اور آدمے کو فہ و شام کے قیدی بن گئے۔ عقیدہ قریش طانی
 زہر آں خالہوں اور درعدوں کے ہاتھوں مظلوم ہو گئی اور شہداء کے
 سروں کے ساتھ ملک شام کی طرف قیدی بن کر روانہ ہو گئی ہیں۔“

مانتی پر عے

بحار، ج ۳۵، ص ۱۹۱، حسن الامیران ج ۲، ص ۱۱۹ اور تاریخ، ج ۳، ص ۲۵۱ از
 طریق اہل بیتؑ روایت ہے۔ کتب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ آپؑ صحرائے
 کر بلا میں خاک و خون میں غلٹاں تھے اور آپؑ کے مبارک بدن سے خون جاری تھا۔
 اچانک آپؑ کے مقدس لاشے پر سفید رنگ کے پر عے آئے اور انھوں نے اپنے
 پروں کو آپؑ کے ملوث خون سے رنگین کیا اور اڑ گئے۔ جب انھوں نے فضا میں پرواز

کی تو ان کے پردہ ہال سے خون کے قطرات فضا میں بکھرتے چلے گئے۔ آخر اس مقام پر آئے جہاں دوسرے پردے باغات و جنگلات میں درختوں کے زیر سایہ اپنی خوراک تلاش کرنے میں مصروف تھے اور کچھ پردے اپنی اپنی بلایاں بیل رہے تھے۔ یہ سفید پردے جو خون حقیقی میں رنگین تھے اور اپنے اعزاز میں سید الشہد اکاظم مزار رہے تھے۔ انھیں آواز دی: تم پر انھوں نے کیا تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم درختوں یا ان کے زیر سایہ خوشی کے نفعے الاپ رہے ہو، اپنے پیٹ کو خوراک سے بھر رہے ہو، ادھر رسول اللہ کے فرزند حسینؑ کربلا کی گرم زمین پر تڑپتے آلاب میں خاک و خون میں غلاں ہیں۔ انھیں تشنہ لب شہید کیا گیا، ان کے مبارک جسم سے خون جاری ہے۔

جب اس سرزمین کے پردوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے فوراً اپنے یہ نفعے و نوا چھوڑے اور کربلا کی طرف اذان شروع کی، جب یہ پردے سرزمین کربلا پر پہنچے تو دیکھا سید الشہد اکا سرتن سے جدا ہے۔ ان کا مبارک جسم گرم زمین پر بے غسل و کفن پڑا ہے۔ ہوائیں اُن پر ریگ و خاک ڈال رہی ہیں۔ ان کے لاشے کو پامال کر دیا گیا ہے۔ جنگل کے حیوانات ان پر نوحہ کر رہے ہیں۔ آپ کی یہ حالت جب ان پردوں نے دیکھی تو ان کی چھین کل گئیں اور گریہ و زاری شروع کر دی اور اپنے اعزاز میں صدائے نالہ و شیون بلند کیا۔ پھر اپنے آپ کو آپ کے بدن اقدس پر گرنا شروع کیا اور اس طرح ان کے پردہ ہال خون سے رنگین ہو گئے۔ پھر یہ پردے اپنے وطن و دیار کی طرف لوٹ گئے۔ پھر اپنے وطن کے پردوں کو سید الشہد اکے قتل کا خبر دی۔ اس طرح تقدیر الہی ایک پردے کو مدینہ لے آئی اور وہ پردہ اسی حالت میں روضہ رسولؐ پر آیا اور اپنے آپ کو روضہ رسولؐ پر گرا دیا۔ اس کے پردوں کا خون مرقد رسولؐ پر لگا اور الاقتل الحسین بکربلا، الا ذہب الحسین بکربلا کی آواز بلند کی۔ پھر تمام اطراف کے پردے وہاں روضہ رسولؐ اللہ پر جمع ہو گئے اور اس پردہ کی طرح

نوحہ دکر یہ کرنے لگے۔ جب اہل مدینہ نے ان پرعدوں کی یہ حالت دیکھی تو انہیں معلوم نہ ہوسکا کہ یہ راز کیا ہے۔ بعد میں جب سید الشہداء کی خبر مدینہ آئی تو اہل مدینہ کو معلوم ہوا کہ وہ پرعدے اس دن شہادت حسین کی خبر دینے آئے تھے۔

امام حسینؑ کے خون کی برکت سے دختر یہودی کو شفا ملی

روایت ہے جس دن نبی پرعدے مدینہ آئے وہاں مدینہ میں ایک یہودی رہتا تھا جس کی ایک بیٹی تھی اور وہ غرمہ دراز سے بیمار تھی اور صحت سے مایوس ہو چکی تھی۔ مرض جذام میں گرفتار تھی۔ اس کو کالج بھی تھا، آنکھوں سے ناچنا بھی تھی۔ اس بیماری کو بیماریوں نے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا۔

نقدیر کے کام دیکھئے۔ یہودی اپنی بیٹی کو خوش کرنے کے لیے مدینہ سے باہر اپنے ایک باغ میں لے آیا، اُسے باغ میں چھوڑا اور خود وہاں مدینہ لوٹ گیا۔ ان خون آلود مانتی پرعدوں میں سے ایک پرعدہ اس باغ میں آیا اور ایک درخت کی شاخ پر بیٹھ کر سید الشہداء کے غم میں مغموم ہو کر نوحہ زاری کرنے لگا۔ اس رات یہودی اپنی بیٹی کے پاس وہاں نہ آسکا حالانکہ وہ ہمیشہ اپنی بیٹی کے ساتھ رہتا اور لڑات کو اس کی تسلی و تشفی کے لیے باتیں کرتا۔ وہ طویل بچی باپ کی شفقت بھری گفتگو سن کر پُر سکون ہو کر سو جاتی، وہ رات اس بچی کی پریشانی میں اور اضافہ کر گئی۔ وہ اکیلی بستر پر درد سے کراہتی رتی اور ساری رات بیدار رہی۔ اس اثنا میں وقت سحر اُس نے قریب کے ایک درخت سے پرعدے کی دردناک آوازیں سنیں تو وہ ان آوازوں کی طرف متوجہ ہوئی اور اپنے آپ کو زمین پر ڈالا۔ گھٹ گھٹ کر اس درخت کے پیچھے پہنچی۔ اس آواز کی طرف اپنی توجہ مرکوز کی اور اپنا منہ اُدھر کیا۔ وہ پرعدہ برابر اب بھی نالہ و فریاد کر رہا تھا۔ اس کا گریہ سن کر اس بچی نے بھی رونا شروع کیا۔ اچانک اس پرعدہ کے ہمدوں سے ایک قطرہ خون گرا اور اس بچی کے ایک آنکھ میں آٹکا۔ اسی وقت اس پاکیزہ خون کی

برکت سے اس کی وہ آنکھ روشن ہوگئی۔ پھر دوسرا قطرہ اس کی دوسری آنکھ میں گرا۔ پھر وہ بھی روشن ہوگئی۔ اسی اثنا میں دواہر قطرے اس کے باقی جسم پر گرے۔ اس کا جسم صدمت ہو گیا۔ پھر اور قطرات گرے تو یہ بچی ان قطرات کو اپنے جسم پر غلنے لگی، آٹا ٹانا خونِ حسین کی برکت سے اس کی تمام بیماریاں ختم ہو گئیں۔ پاک جھپکے ہی ایک بیمار و طبل نے ایک خوبصورت و شیرازہ کار روپ دھار لیا۔ جب دن ہوا وہ یہودی اپنے باغ میں آیا تو اُسے اپنی وہ بیمار و اپاہج بچی نظر نہ آئی لیکن سامنے ایک نوجوان و شیرازہ کو دیکھا جو باغ میں ٹبل رہی تھی۔ اُس سے پوچھا کہ اس باغ میں میری ایک بچی تھی جو بیمار و مفلوج تھی، تمہیں اس کا علم ہے؟ اس بچی نے مسکرا کہا: اے بابا جان! انھما میں وہی تو ہوں جس کو تم مفلوج و مجذوم چھوڑ گئے تھے۔

جب یہودی نے یہ بات سنی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا اور اپنی بچی سے سارا ماجرا سنا اپنی جگہ سے اٹھا اور اسی مددِ حق کے نیچے آیا اور اسی خون آلود پرندہ کو دیکھا جو ہمہ آہ و زاری کر رہا تھا۔

یہودی نے کہا: اے پرندے! میں تو تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں، جس نے تجھے پیدا کیا؟ با قدرتِ خدا میری بات کا جواب دے۔ وہ پرندہ اپنی آنکھوں سے آنسو جاری کرتے ہوئے قدرتِ خدا سے گویا ہوا:

میں اپنے ہم جو لیلوں کے ساتھ کھانے پینے اور چھپانے میں معروف تھا کہ ایک پرندہ فضا سے ہمارے نزدیک آیا اور اُس نے کہا: اے پرندگانِ تم تو اپنی سستی میں مست ہو، کھاپی رہے ہو، چھپا رہے ہو، بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہو۔ لذت و عشرت سے ذمگی بسر کر رہے ہو حالانکہ امام حسین علیہ السلام کربلا میں بے دردی و ظلم و جفا کے ساتھ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ وہ تشنہ لب تھے، شہید کر دیئے گئے۔ ان کے گلوئے مبارک سے خون جاری ہے۔ ان کے سر کو قلع کر کے نوکِ ستان پر بلند کر دیا

گیا ہے، ان کی خواتین کو بے مقصد و چاہد اسیر کر دیا گیا ہے۔ جب میں نے یہ سنا تو وہاں سے پرواز کی اور (میں نے) کربلا پہنچا تو دیکھا، بیابان میں وہ مظلوم شہید ہو چکے تھے۔ وہ بے غسل و کفن گرم زمین پر خاک و خون میں غلطان تھے۔ ان کا غسل ان کا خون تھا، ان کا کفن بیابان کی ریت تھی۔ ان کے جسم ہارین پر ادھر کی ہوا ادھر اور ادھر کی ہوا ادھر چل رہی تھی۔ میں ہم سب نے اپنے آپ کو اس مظلوم کے جسم پر گرا دیا۔ ہم نے مل کر ان پر نوحہ و زاری کی اور اپنے ہر وہاں کو ان کے بدن شریف کے خون سے رنگین کیا۔ پھر ہم میں سب پرندے اپنے اپنے مقامات کی طرف اڑے اور میں سفر کی منازل کو طے کر کے یہاں آ پہنچا ہوں۔

جب بھڑکی نے یہ دردناک داستان سنی تو حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے لگا اور اپنے آپ سے کہا: اگر حسینؑ کی قدر و منزلت نزد پروردگار نہ ہوتی تو اس کے خون سے مریمہ کو شفا نہ ملتی۔ میں وہ بھڑکی اپنی دختر اور قوم قبیلے کے پانچ سو آدمیوں سمیت مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

حضرت ام سلمہؓ اور خبر شہادت سید الشہداء

ناہنج ۳، ص ۸۶ روایت کرتے ہیں: جب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر حضرت ام سلمہؓ زوجہ رسول اللہ ﷺ پہنچی تو جہول احمد بن خنبل آپ نے اہل عراق پر لعنت کی۔ احمد بن خنبل نے مسند میں یہ کلمات صریح کیے ہیں:

جناب ام سلمہؓ نے فرمایا: اچھا ان لوگوں نے حسینؑ کو قتل کر دیا؟ خداوند ان (عراقیوں) کو قتل کرے۔ ان لوگوں نے انھیں فریب دیا اور دلیل کیا۔ ان (کالموں) پر خدا کی لعنت ہے۔

اسی وقت آپؓ نے فرمایا: مجھے وہ وقت بھی یاد ہے، جب رسول اللہ ﷺ حضرت نے گھر تشریف لائے، شام کا وقت تھا۔ حضرت فاطمہؓ زہراؓ نے ولیہ اور روغن

سے غذا تیار فرمائی اور اُسے برتن میں ڈالا اور حضرت رسول اللہ کے حضور لے آئیں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے امین علیؑ کو اور حسن و حسینؑ کو میرے پاس بلاؤ۔
حضرت فاطمہؑ، زہراؑ، حسنؑ و حسینؑ کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے حضرت رسولؐ
کے پاس آئیں۔ حضرت علیؑ ان کے پیچھے تشریف لائے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو
حضرت علیؑ رسول اللہ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضرت زہراؑ ان کی طرف بیٹھ گئیں
اور حسینؑ شریفینؑ بھی ساتھ بیٹھ گئے تو وہ چادر جس پر میں بیٹھی تھی۔ آپؐ نے چادر لی
اور ان سب پر ڈال دی اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَلَا تُخَيِّبْ عَنْهُمْ الرَّجْءَ وَحَبِّحْ لَهُمُ الطَّعَامَ
”اے میرے اللہ! یہ میرے اہل بیتؑ ہیں، ان کو مصوم رکھ اور
ان سے ہر رجس و آلائش کو دور فرما اور پاک و پاکیزہ رکھ۔“

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: جب آپؐ نے یہ دعا اپنے اہل بیتؑ کے حق میں
فرمائی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپؐ کی اہل بیتؑ میں سے نہیں ہوں؟
آپؐ نے فرمایا: جی ہاں۔

جب جناب ام سلمہؓ کو شہادتِ حسینؑ کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اے
پروردگار! جو کام ان لوگوں نے کیا ہے، اس کے عوض ان کے گمروں کو آگ سے بھر
دے، ان کی قبروں کو بھی آگ سے بھر دے۔ پھر آپؐ نے گریہ کیا حتیٰ کہ بے ہوش
ہو گئیں۔ (مغیر الاحزان، ص ۹۵ و فہم المہوم، ص ۴۹)

شہادتِ امام حسینؑ پر حسن بھری کے تاثرات

جب حسن بھری کو شہادتِ سید الشہداءؑ کا علم ہوا تو اتنا گریہ کیا، اس کی کپٹیاں
دود سے پھٹنے کے قریب ہوئیں اور کہا: اس امت نے اپنے لیے کتنی بڑی دولت و رسولی
کا سامان کیا، رسول اللہؐ کی شہرہ بوی کے بیٹے کو دنیا کی پیداوار نے قتل کر دیا۔

بخدا! حسینؑ کا سر مبارک اس کے جسم مبارک کی طرف واپس جائے گا۔ اس کے ماتر زکریاؑ رسول اللہ اور اس کے والد یزید کا مدخلی مرتضیٰ ان کے قتل کا پھر مرجانہ سے انتقام لیں گے۔

تقام، ص ۵۴۲ حسن بھری کے تاثرات جو بیان کیے وہ یہ ہیں:

حسن بھری نے کہا: معاویہ نے دو بدترین چیزوں کو عرب میں داخل کیا: ایک زیاد بن ابیہ زنا زادہ کو اپنا بھائی بنایا اور دوسرا قتل حسینؑ کے اسباب پیدا کرنا۔ دونوں کام معاویہ کے ہیں اور دونوں بدترین ہیں۔ (ناخ، ج ۳، ص ۸۷۔ تقام، ص ۵۴۲۔ حیاۃ الحسنین، ج ۳، ص ۳۶۰)

خواجہ ربیع بن عجمؑ کے تاثرات

جول ناخ جب انھیں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو خوب گریہ کیا اور کہا: ان خالوں نے اس گروہ کو شہید کیا ہے۔ جب ان کی ملاقات رسول اللہ کے ساتھ ہوتی تو رسول اللہ انھیں اپنے مبارک ہاتھوں سے کھانا کھلاتے تھے اور اپنے زانو پر بٹھاتے تھے۔

فہم الموم، ص ۴۱۹، ابن ابی الحدید سے روایت کی ہے: شہادت حسینؑ کے بعد خواجہ ربیع نے بیس سال تک کوئی گفتگو نہ کی، صرف یہ کہتا: اَوْ قَدْ قَعَلُوْكَ جَوَامِ اَنْھوں نے کیا ہے، اس کے عوض ان خالوں کو اس دنیا اور آخرت میں آگ میں جلا۔

پھر کہا: اَللّٰهُمَّ فَاصِلِرِ السَّنُوْثِ وَالْاَنْھَضِ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّہَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ وَمَا كُنَّا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ "اے اللہ! اے زمین و آسمان کے بنانے والے! اے غیب و حاضر کے جاننے والے! اپنے ان بندوں کے درمیان تو ہی فیصلہ فرما

① اپنے زمانہ کے ایک بہت بڑے زاہد تھے، جن کی قبر ایمان میں شہد کے قریب ہے اور خواجہ ربیع کے نام سے معروف ہیں۔

جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ پھر خاموش رہے آخر اس دنیا سے چلے گئے۔
(ناخ، ج ۳، ص ۸۸ و تقاضا، ص ۵۴۲)

عمر بن عبدالعزیز کے تاثرات

تقاضا، ص ۵۴۳ ابن خلکان سے روایت کی ہے: عمر بن عبدالعزیز جو اموی حکمران تھے، نے کہا: اگر میں سلطان حسینؑ میں سے ہوتا اور خداوند تعالیٰ میرا یہ گناہ معاف بھی کر دیتا اور فرماتا: اب جنت میں داخل ہو جاؤ تو میں جنت میں داخل نہ ہوتا اس لیے کہ شرم و حیا سے پیغمبر گرامیؐ سے کیسے آنکھیں چار کرتا، اس لیے جنت میں جانے سے انکار کر دیتا۔

ایک صحرائی عرب کے تاثرات

تقاضا، ص ۵۴۲، ربیع الابرار میں ہے: جب ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا تو صحرائی عرب نے کہا: ذرا غور کیجیے کس طرح دنیا کی اولاد نے نبیؐ کی بیٹی کے بیٹے کو ذبح کر دیا۔

دختر جناب عقیل کے تاثرات

ناخ، ج ۳، ص ۸۸ از مجالس مفید و مثل معرق، ص ۴۳۸ از امالی ابن اشیخ طوسی و نس المحموم، ص ۴۷، شیخ طوسی راوی ہیں۔ جب مدینہ میں شہادت امام حسینؑ کی خبر آئی اور حضرت اسماء بنت عقیلؑ کو علم ہوا تو آپؑ بنو ہاشم کی مستورات کے ساتھ روضہ رسول اللہؐ پر آئیں اور اپنے آپ کو قبر رسول اللہؐ پر گرا دیا اور پھر مہاجرین و انصار کو خطاب فرمایا:

مَاذَا تَقُولُونَ إِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ
وَيَوْمَ الْحَصَابِ وَصِدْقِ الْقَوْلِ مَسْنُوعٌ

عَلَيْكُمْ عَذَابِي أَوْ كُنْتُمْ غَيْبًا
وَالْحَقُّ جُنْدٌ عَلَى الْأَكْثَرِ مَعْنُوعٌ
أَسَلَّمْتُوهُمْ بِأَيْدِي الطَّالِبِينَ قَتَلَا
مِنْكُمْ لَهُ الْيَوْمَ جُنْدُ اللَّهِ مَشْفُوعٌ
مَا كَانَ جُنْدٌ خِدَاةَ الْعُلَى إِذْ خَفَرُوا
بِذَلِكَ الْمَنَاجِيَا وَلَا عَنْهُمْ مَذْفُوعٌ

”اے لوگو! جب میدانِ حشر میں پیغمبرِ گرامی تم سے پوچھیں گے کہ تم نے میری عزت کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ اس دن سوائے جج کے کوئی بات قبول نہ ہوگی۔ تم نے میری عزت کو چھوڑ دیا تھا۔ ان پر مظالم ڈھائے تھے۔ صاحبِ امر کی عدالت میں عدل ہوگا۔

اے لوگو! تم نے انھیں ظالموں کے حوالے کر دیا تھا۔ آج تمہارا کوئی شافعٰی نہیں ہے۔ تمہارے کیے کی تمہیں سزا ملے گی، جب روزِ کربلا ان پر مصائب آئے تو تم میں سے کسی نے ان کا دفاع نہ کیا۔“

نائبِ بہت عقل بن ابی طالب کے تاثرات

تذکرہ سید ابن جوزی، ص ۲۷۷ و اتقدی سے روایت کرتے ہیں: جب سر مبارک مدینہ آیا تو اس بی بی نے جب شہادت کی خبر سنی تو ننگے پاؤں بے مقصد و چادر کھلے ہال قبر رسول اللہ پر آئیں، نالہ و فریاد بلند کی اور پھر یہ اشعار پڑھے:

مَاذَا تَقُولُونَ إِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ..... (ان اشعار کا ترجمہ ساتھ ملے پر

ہو چکا ہے)

مروان بن حکم کے گستاخانہ الفاظ

تاریخ ج ۳، ص ۸۹، کتاب عوالم و تاریخ بلاذری، مزید نے حکم دیا: امام حسین علیہ السلام کے سر کو مدینہ لے جاؤ۔ جب سید الشہداء کا سر مدینہ آیا تو مروان کی غشی کی ایجاد رہی، اس لحوں نے جو اشعار کہے درج کرنے کے قابل ہی نہیں۔ نمونہ کے لیے ایک شعر درج کیا جاتا ہے:

ضربت برؤس فینہم ضربۃ

آبئت أو تآء ملوک فاستقر

”ہوہام کے سرداروں کے سر اُتار لیے گئے ہیں۔ اب اموی

حکومت ہمیشہ کے لیے مضبوط کر دی گئی ہے۔“

ابن نما، ص ۹۵ مروان نے سر مبارک کو اپنے بغس ہاتھ میں لیا اور چھڑی

اُس کے ہاتھ میں تھی اس کے ساتھ سر کی طرف اشارہ کیا اور کہا:

يَا خَلْبَنَا بِرُؤْكَ فِي الْيَمِينِ وَلَوْ نَكَ الْأَحْمَرُ لِي الْخَلْبَيْنِ

كَأَنَّكَ بَاتَ بِمُجَسَّدَيْنِ شَفِيتُ وَنَكَ يَا حُسَيْنِ

”ان دو ہاتھوں کی طاقت کتنی عظیم اور قابلِ تعریف ہے جنہوں

نے تجھے اس حال میں پلٹایا، تیرے خوبصورت رخساروں کا رنگ

کتنا سرخ ہے، معلوم ہوتا ہے وہ دو زعفرانی لباس میں سوتا رہا

ہے، اے حسین! تیرے قتل سے میرے دل کو خشک ملی ہے۔“

حسن الامرار، ج ۲، ص ۶۵، مروان نے کہا: اے حسین! میرے سینہ پاکینہ کو

تیرے قتل سے خشک ملی ہے اور میرے سر پر چھڑی مار کر سکون ملا ہے۔

اشکالات: یہاں دو اشکال پیدا ہوتے ہیں:

پہلا اشکال تو یہ ہے کہ ان دونوں مدینہ کا گورنر عمرو بن سعید تھا۔ مروان گورنر نہیں

تھا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ سید الشہداء کا سر مبارک مدینہ نہیں آیا تھا۔
جواب: حیاتِ اقصیٰ، ج ۳، ص ۴۶۱: اکثر مؤرخین نے لکھا ہے: یزید ملعون
نے سید الشہداء کا مبارک سر مدینہ بھیجا تھا کہ اہل مدینہ پر ان کی بیعت قائم ہو۔
دوبارہ کسی کو اس کے خلاف قیام کی جرأت نہ ہو۔ جب حسینؑ جیسی شخصیت کو معاف نہیں
کیا گیا تو پھر کسی اور کی کیا معافش باقی رہتی ہے۔

سر مبارک حاکم مدینہ کے دوبارہ میں لایا گیا تو اس نے کہا: بخدا! امیر المومنین
(یزید) کا میری طرف سر مبارک کا بھیجا مجھے پسند نہیں۔

اس کے دوبارہ میں اس وقت وزغ بن وزغ یعنی مردان بیضا تھا، تیغ اٹھا اور
کہنے لگا: اس خوشی کے موقع پر ایسے الفاظ نہیں ہونے چاہئیں۔ سر مجھے دے۔ اس نے
سراپے ہاتھ میں لیا۔ سر مبارک کے ساتھ بے ادبی و استہزاء کرنے لگا اور پھر ازراہ
سرت یہ اشعار زبان پر جاری کیے۔

يَا خَلْبَتُكَ بِرُؤُكَ فِي الْيَدَيْنِ وَلَوْ لَكَ الْاِحْمَرُ فِي الْخَلْفَيْنِ
ابن ملائین نے سر مبارک کو مسجد نبوی پر نصب کر دیا۔ جب ہاشمیت کے نالہ و
شیون کی آوازیں بلند ہوئیں تو مردان نے کہا:

صحت نساء بنی ہاشم صحتہ کسبحم نسوتنا خلدنا الارنب
پھر اس نے روضہ رسول اللہ کی طرف منہ کر کے کہا: ”اے محمدؐ آج ہم نے
روز بدر کا انتقام لے لیا ہے۔“

مردان کے ان کلمات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام پر ایمان نہیں رکھتا
تھا۔ وہ اپنے پرانے عقیدہ جاہلیت پر قائم تھا۔ اور وہ اس دن کے انتظار میں تھا کہ کب
رسول اللہ سے انتقام لے۔

ابن دو اشکال کا جواب آپ کے سامنے ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے۔

مروان ان قبولِ عہد کا حاکم نہ تھا جس کو نہ عہد کی مجلس میں موجود تھا اور سید الشہداء
کے مبارک سر کے ساتھ بے ادنیٰ کی تھی۔

دوسرا اشکال کہ مر مبارک عہد نہیں سمجھا گیا تھا؟

جب اہل شمرہ نے اس بات سے کہہ دیا ہے اور اکثر مؤرخین نے بھی لکھا ہے تو یہ
اشکال اپنی جگہ ختم ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن زہر کے تاثرات

ابن جعدی نے تذکرہ میں بیان کیا ہے: جب مکہ میں شہادتِ امام حسین کی خبر
پہنچی تو مکہ میں انتشار پیدا ہوا۔ عبداللہ بن زہر (جو خلافت و امارت کا خواہش مند تھا
دلی طور پر غور ہوا کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں اس کی کوئی قیمت نہ تھی) نے
سمجھ لیا۔ اب حسینؑ مارے گئے ہیں تو فوراً مسجد میں آیا اور منبر پر گیا اور لوگوں کو خطبہ دیا:

”اے لوگو! تمہیں معلوم ہے اہل عراق بے وقار، عہد شکن لوگ

ہیں۔ اہل کوفہ تو ان کے رہبر ہیں۔ ان لوگوں نے امام حسینؑ کو

اپنی طرف دعوت دی اور انھیں اپنا امیر بتایا تاکہ وہ ان کی

رہنمائی کرے اور ان کے اندر محال: سلام نافذ کرے۔

جب امام حسین علیہ السلام نے ان کی دعوت قبول فرمائی اور ان

کے وطن کے قریب ہوئے تو ان کے خلاف کھڑے ہو گئے اور

کہنے لگے: ابنِ زیاد کی بیعت کرو اور اس کا حکم تسلیم کرو۔ جب

نوبت بانجا رسید تو آپؑ نے شہادت کو قبول کیا اور ذلت کی

زندگی کو ٹھکرا دیا۔ خداوند تعالیٰ حسینؑ پر اپنی رحمت نازل فرمائے

اور ان کے قاتلوں کو ذلیل و خوار کرے اور جنہوں نے اس فعل کو

پسند کیا ان کو بھی ذلت عطا کرے۔

اب جو سلوک سید الشہداء کے ساتھ کیا گیا ہے اس کے بعد ان لوگوں پر کوئی اعتبار کرے گا؟ اہل کوفہ عہدِ نبیان کو توڑنے والے ہیں اور کرکٹ کی طرح دنگ بدلے والے ہیں۔ ان کی زبان پر اب کون احمد کرے؟

امام حسین علیہ السلام تو وہ تھے جو دن کو روزہ سے ہوتے اور ان کی راتیں اللہ کی عبادت میں گزرتیں۔ وہ پیغمبر اکرمؐ سے سب سے زیادہ قرب رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں زیادہ کا پیغمبرؐ سے کتنا واسطہ تھا۔

امام حسین علیہ السلام کی زندگی قرآن کی تلاوت سے ہلکا رہتی۔ وہ خوفِ خدا سے ہر وقت گریہ کرتے رہتے تھے۔ شراب و خمر، مال و زر سے وہ بہت دور رہتے تھے۔ وہ تو اللہ کی بندگی و عبادت میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ یہ وہکار بندر بازی کے مقابلے میں مجالسِ ذکر و فکر کو قائم رکھتے تھے۔ خداوند تعالیٰ ان عالموں پر لعنت کرے۔“ یہ خطبہ دے کر خیر سے اتر آیا۔

ناخ، ج ۳، ص ۹۱، خطبہ دینے کے بعد اپنے گھر لوٹ آیا۔ جناب عبداللہ بن عباس سے ملاقات کی اور انھیں کہا: اے ابن عباس! تو میری نسبت رسول اللہؐ کے زیادہ قریب ہے، تم میرے باپ زہیر کو اچھی طرح سے جانتے ہو، ان کی خدمات اسلام سے واقف ہو۔ مجاہد و یزید کو بھی بخوبی جانتے ہو، اب ان کے اس فعل کے بعد تم میری بیعت کرو شاید خلافت اس طریقے سے اپنے حقیقی مرکز کی طرف لوٹ آئے۔

ابن عباس نے جواب دیا: اے ابن زہیر! مجھے چھوڑ دیجئے۔ حالات فتنہ انگیز اور خون ریز ہیں۔ میری نگاہ تیری اس تحریک پر برابر رہے گی۔ اگر تو اپنے مقاصد میں

کامیابی حاصل کر رہا ہوگا، تو میرا تعاون حیرے شامل حال ہوگا۔

جناب ابن عباس کی طرف یزید کا خط

جب جناب ابن عباس اور عبداللہ بن زبیر کی ملاقات کا یزید کو علم ہوا کہ ابن عباس نے عبداللہ بن زبیر کو انکار کیا ہے تو بہت خوش ہوا اور ابن عباس کے نام خط جاری کیا۔

ابا بعد اتم پر سلام اچھے معلوم ہوا کہ اس طہر (کافر) نے تمہیں اپنی بیعت کی دعوت دی اور آپ نے انکار کیا اور ہمارے ساتھ وفاداری کی، اب تم ہر طرف نگاہ رکھو، اہل بیت کافر ہو گیا کوئی اور ہو جو آپ کے پاس آئے انہیں بتاؤ کہ میں کیسا آدمی ہوں اور ابن زبیر کیسا آدمی ہے۔ ابن زبیر تمہیں اپنی بیعت کی دعوت دیتا ہے وہ اپنے امور باطلہ میں تم سے مدد حاصل کرنا چاہتا ہے اور اپنے گناہ میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے تو ہماری بیعت کی ہے اور ہماری اطاعت کو قبول کیا ہے۔ آپ نے ہمارے حقوق کو پھینکا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور وہ بہترین جزائے خیر جو ایک صلہ رحم کرنے والے کو ملتی ہے میں نے آپ کو نہیں بھلایا اور نہ آپ کے کام کو بھولا ہوں، میری طرف سے میری نوازشات جاری رہیں گی۔

میں ہر طرف اور ہر انسان پر نگاہ رکھتا ہوں اور انہیں میرا خوف دلاؤ تاکہ ابن زبیر کے دھوکے میں نہ آئیں۔ اس کی چرب زبانی سے حاشہ نہ ہونے پائیں۔ لوگ آپ کی سنتے ہیں اور آپ کی اطاعت کو بہتر جانتے ہیں۔“ (ناخ، ج ۳، ص ۹۲ و تذکرۃ

ابن جزری، ص ۱۸۵)

ابن عباسؓ کا جواب

جب یہ خط ابن عباسؓ نے پڑھا تو اس کا جواب لکھا:

”حیرا خط مجھے ملا۔ حیرا یہ خیال ہے کہ میں نے ابن زہیر کی بیعت کو تیری وجہ سے قبول نہیں کیا۔ مجھے اپنی جان کی قسم! حیرا کیا خیال ہے کہ میں تمہیں اچھا انسان سمجھتا ہوں۔ کیا میں شہادت حسینؑ کو بھول چکا ہوں۔ عبدالمطلب کے جوانوں کے قتل کو بھول چکا ہوں۔ تو نے ان سب کو قتل کر دیا اور ان کی لاشوں کو لوٹ لیا۔ انہیں برہنہ پکا ہان میں چھوڑ دیا تاکہ درندے ان پر عبور کریں اور ہوا ان کی نوا اور اُدھر اُدھر لے جائے۔

تو تو یہی کچھ چاہتا تھا۔ یہ تو میرے خدا کا کام ہے اُس نے اپنے بندوں کو بھیجا، انہوں نے ان شہدا کو دفن کر دیا۔ میں تجھے قطعاً نہیں بھلا سکتا تو نے امام حسینؑ علیہ السلام کو حرمِ خدا اور حرمِ نبیؐ سے دُور کیا اور مرچاؤ کے بیٹے کو خط لکھا کہ حسینؑ کو قتل کر دے۔ مجھے خداوند تعالیٰ سے اُمید ہے وہ ذاتِ تجھے جلد کیڑا کر داریک پہنچائے گی، حیرے ساتھ اس طرح سلوک کرے گا جس طرح کا تو نے حضرت خنجر کے ساتھ سلوک کیا تو انہیں قتل کر کے خوش ہوا۔ تو نے میری طرف لکھا کہ میں حیرے احسان کو نہیں بھول سکتا: میری درخواست ہے، اپنے احسانات و نوازشات کو مجھ سے دُور رکھ، مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں، اپنے دماغ سے یہ بات نکال دے کہ تیری محبت میں میں نے ابن زہیر کی بیعت نہیں کی اور

بہر میں لوگوں کو ترغیب دے گا وہ میرے ساتھ محبت رکھیں:

لا مرحبا ولا کرامۃ لا "تو ہے کیا جو میں یہ کروں، تم میں کوئی اچھائی ہے اور نہ تجھ سے اچھائی کی توقع کی جاسکتی ہے۔"

کیا تو مجھ سے تعاون اور دوستی کی درخواست کرتا ہے؟ (یہ امر کتنا

عجیب ہے) کل تو تو نے میرے ابن عم اور اہل بیت رسولؐ،

چراغ ہائے ہدایت، گمراہی و خطرات کا قلع قمع کرنے والوں کو

قتل کر دیا۔ میرے لشکر نے میرے علم سے انھیں فریب دیا اور

قتل کر دیا اور خاک و خون میں غلطان کر دیا۔ کیا تم اس بات کو

بھول گئے ہو، جب تو نے اپنے آدمیوں کو بیت اللہ بھیجا جس

طرح بن پڑے حسینؑ کو قتل کرو؟ تو نے انھیں ڈرایا۔ وہ عراق

کی طرف روانہ ہوئے، تجھے اللہ سے بھی عداوت ہے۔ اس کے

رسولؐ اور اس کے اہل بیتؑ سے بھی عداوت ہے۔ حالانکہ

خداوند تعالیٰ نے ان سے ہر قسم کے رجز و آلائش کو دور کر دیا

ہے۔ پس ہم تو وہ لوگ ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے پاک و پاکیزہ

بنایا، تم ظالم و جفاکار، کافر اور اولاد زنا ہو، فاسق اور احمق ہو۔

خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہو، تم نے اور میرے آباء و اجداد

نے رسولؐ اللہ کے ساتھ ساری ذمہ کی جگہ و جدال میں

گزاری۔ حیرا دادا اور حیرا باپ تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے

رسولؐ پر خروج کیا۔

اگر خداوند تعالیٰ نے مجھے مہلت دی تو اپنے خون کا تجھ سے

انتقام لوں گا اور یہ بھی ممکن ہے تو مجھ پر سبقت کر کے مجھے قتل

کر ڈالے۔ مجھے اس بات کی پروا نہیں کیونکہ مجھ سے پہلے بہت سے انبیاء بھی قتل ہوئے ہیں۔ بس خدا ہی ہے جو ناصر و مددگار ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ایک بے گناہ اپنے جرائم کے عوض کیا کچھ دیکھے گا۔

تو مجھ سے دوستی کی بات کرتا ہے کہ میں تمہیں دوست رکھوں حالانکہ تو اس امر کو اچھی طرح سے جانتا ہے جب میں نے تیری بیعت کی، میرے والد اور چچا کی اولاد میرے سامنے تھی۔ وہ تجھ سے اور تیرے باپ سے زیادہ بیعت کے حق دار تھے۔ لیکن تم لوگوں نے حدود سے تجاوز کیا اور خلافت کا دعویٰ کر دیا اور اس چیز کو چھین لیا جو تمہاری نہیں تھی۔ صاحبان حق پر مظالم ڈھا کر ان سے ان کا حق چھین لیا۔ مجھے خداوند تعالیٰ کی ذات پر یقین ہے وہ ضرور بالضرور اور بہت جلد تم پر قوم عاد و ثمود و قوم لوط اور اصحاب مدین جیسا عذاب نازل فرمائے گا۔

اے یزید! تو نے الہی بیت رسول اللہ کی کتلی توہین کی ہے۔ تو نے انہیں عراق سے ملک شام بلایا اور تو نے انہیں اپنا اسیر بنایا، ان کے مال و متاع کو لوٹ لیا۔ یہ سب کچھ تو نے اس لیے کیا کہ لوگوں میں تیرا عصب و هیبت پیدا ہو، لوگ یہ سمجھیں کہ تو ہم پر عالم آ گیا ہے، آل رسول کو مغلوب کر دیا ہے۔

تو نے یہ کہا کہ میں نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ کیا یہ الہی بیت رسول جن کو تو نے قتل کیا ہے وہ کافر اور فاسق و فاجر تھے؟ تو نے اپنے دل کی بات کی، جس کو تو آج تک چھپائے ہوئے تھا اور

جو تیرے دل میں کہہ رہا تھا اس کی بنا پر آل رسولؐ سے اقامت لیا۔ تو
نے اور تیرے باپ نے غلبہ عثمان کا بھانہ کیا تھا، انہوں نے کہ
تمہیں روزِ جزا کے حاکم کا خوف نہ رہا۔

بخدا اگر یہ دُغم جو میرے بازوؤں کو حیرتِ طرف سے پہنچے ہیں
یہ بھر جائیں گے لیکن جو زبان کے دُغم لگے ہیں، وہ بھرنے
والے نہیں ہیں۔

آج تو مضر و دستِ مرت رہوا اگر آج ہم مغلوب ہیں اور تم
پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتے لیکن یہ خیال رکھ کر کل روزِ قیامت نصرت
خداوندی ہمارے ساتھ ہوگی۔ وہ ذاتِ عادل ہے، اس کا حکم
انصاف پر مبنی ہوگا، بہت جلد تجھے پکڑے گا اور تجھے ذلت و
رسوائیوں کے ساتھ اس دنیا سے خارج کرے گا۔ جو چاہتا ہے
کر لے، اے بے پندرا تو اپنی عیاشی میں جتنا اضافہ کرے گا اتنا
تیرے گناہوں میں اضافہ ہوگا۔ والسلام علی من اتبع
الہدٰی۔ (تذکرہ ابن جوزی، ص ۳۸۵۔ ناخ، ج ۳، ص ۹۲)

سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں روایت کی ہے، واقدی نے کہا: جب یزید نے
خط پڑھا تو کہا: میں تو عزت دینا چاہتا تھا لیکن اُس نے ذلت کا انتخاب کیا۔ ادھر یزید
نے ابن عباسؓ کے قتل کا ارادہ کیا ادھر ابن زبیر نے اس کے خلاف خروج کر دیا۔ پھر
یزید ابن زبیر کے معاملے میں معروف ہو گیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ طعون آس دنیا سے
بھی چل بسا اور جہنم پہنچ گیا۔ (تذکرہ ابن جوزی، ص ۳۸۵۔ ناخ، ج ۳، ص ۹۲)

نامہ یزید بن ابی زبیر

قبول ناخ، ج ۳، ص ۹۸، ابن زبیر نے اپنے خط کے ذریعے یزید کو شہادت

امام حسین علیہ السلام کی اطلاع دی۔ ابن نما کی روایت کے مطابق یزید نے محرب بن حریت بن مسودہ کلبی جس کا تعلق بنی ہمدانی قبیلہ سے تھا اُسے شام کے ایک فاضل آدمی کے ساتھ مدینہ بھیجا تاکہ قتل حسین کا مشورہ حاکم مدینہ تک پہنچائیں اور اس ہولناک واقعہ کی خبر دیں حالانکہ ابن زیاد حاکم مدینہ کو اطلاع کر چکا تھا لیکن یزید چاہتا تھا اس امر کی تجدید ہو جائے اور اہل بیت رسولؐ کے حزن میں بھی تجدید ہو جائے۔ اس کے قہر و غلبہ کی یاد تازہ ہو جائے۔

ابن زیاد کی طرف لکھا: جلد سے جلد اہل بیت رسولؐ کے قیدیوں اور ان کے مقتولین کے سروں کو ان کی طرف بھیج دے۔ اس کے علاوہ ابن کا کوئی مال وغیرہ ہے تو وہ بھی بھیجے۔ جب یہ خط ابن زیاد کو ملا اُس نے فوراً اہل بیتؑ کو شہداء کے سروں سمیت شام کی طرف تیار کیا۔ اس دوران ابن زیاد طعنوں نے حجام کو بلایا تاکہ سید الشہداء کی گردن مبارک کے ارد گرد لٹکے ہوئے گوشت کو کاٹ ڈالے۔ یہ واقعہ گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ (ابن نما، درمیر الاحزان، ص ۹۵، ابن نما، بحار، ج ۳۵، ص ۱۲۳، بحر زین حریت)

سرہائے مبارک اور اہل بیتؑ کی شامِ روانگی ①

فہم الموم من ۳۸۵ میں محدثی فرماتے ہیں: جب اہل بیتؑ کو شام کی طرف روانہ کیا گیا تو اس سفر کے منازل کی ترتیب کی کوئی صحیح ترین روایت کتب مستبرہ میں درج نہیں ہے۔ اسی سفر میں جو واقعات سامنے آئے ان کی روشنی میں ان منازل کی طرف اشارے موجود ہیں۔

قول ریاض القضا ج ۲، ص ۲۶۶، ستون ۴، اہل بیتؑ کو شام کے سفر کے لیے جو عوامی شاہراہیں تھیں ان سے ہٹ کر ان راستوں پر سفر کیا گیا، جو غیر معروف راستے تھے۔ بنیادی فکر کو غفل تھا کہ کہیں عجائب اہل بیتؑ سے آتا سامتا نہ ہو جائے۔ لہذا اس سفر کی ترتیب اربابِ مقال نے اپنی کتب میں درج نہیں کی۔ سوائے واقعات کی روشنی میں جو منازل سامنے آئیں ان کو درج کیا، الخ۔

قول تاریخ، انھوں نے یہ روایات سید ابن طاووس سے لی ہے۔ ان زیادہ نے خضر بن تغلب بن عابدیؑ کو طلب کیا اور شہداء کے سر اس کے حوالے کیے۔ (ارشاد، ص ۳۳۵، بحار ج ۳۵، ص ۱۳۳، فہم الموم، ص ۳۶۹)

شیخ مفید فرماتے ہیں: سید الشہداء کا سر مبارک دھرمین قیسؑ کے حوالے کیا گیا۔

① لہف، ص ۱۷۱، ابن نما، ص ۹۷، بحار ج ۳۵، ص ۱۳۳، (خضر بن تغلب)

② روح الشہداء، ص ۲۶۳، دھرمین قیس بن شہرہ و دھرمین ذی الجوشن کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا گیا۔

③ دھم الموم، ص ۳۳۳، مرحوم شعرانی کے قول دھرمین قیسؑ کے ساتھ اور حاکم بن سکین کے ساتھ۔ کتب اصحاب کے مطابق "توجہ" کے ساتھ ہے۔ حاکم بن سکین کے ساتھ نہیں۔ کتاب کی غلطی سے ایسا ہوا۔

ابوہریرہ بن حوف ازدی اور طارق بن ابی ظہان کو پچاس سوار دیے گئے تاکہ وہ سربارک کی حفاظت کریں۔ ان زیادہ کے حکم سے امام سجاد علیہ السلام کو زنجیروں میں جکڑ کر سوار کیا گیا۔

اہل بیت رسول کو بے مقصد و چادر اور کپادوں کے بغیر آنکڑوں پر اور بغیر زین کے کھوڑوں پر سوار کیا گیا۔ یہ قافلہ شمر بن ذی الجوشن کی کمان میں سفر پر روانہ ہوا۔ اس کوتاہید کی گئی جنہیں ہر صورت میں بہت جلد حر بن قیس تک پہنچنا ہے۔ شمر نے بڑی سرعت کے ساتھ سفر طے کر کے حر بن قیس کو راستے میں جا لیا۔

نفس الہجوم، ص ۴۴۰ محدث فی روایت کرتے ہیں: محدث فی فرماتے ہیں: میں حق رکھتا ہوں کہ اپنے گریہ کو طوفانی کڑوں اور حضرت امیر المومنین کے کلمات زبان پر جاری کروں۔ آپ نے فرمایا:

أَيُّنَ الَّذِينَ تَعَاقَدُوا عَلَى الْمَيْتَةِ وَأَبْرُو بِرُؤُوسِهِمْ إِلَى
الْفَجْرَةِ

”وہ لوگ کہاں ہیں، جنہوں نے موت سے عہد ہاندھا ہے اور
ان کے سر قاصد کے ساتھ قافروں کی طرف بھیجے جائیں گے۔“

جول شاعر:

بِنَفْسِي رُؤُوسَ مُغْلَنَاتٍ عَلَى الْقَنَاءِ إِلَى الشَّامِ تَابِرَاتٍ الْأَوَسَّةُ
بِنَفْسِي خُدُودٌ فِي التُّرَابِ تُغْفَرُ بِنَفْسِي جُجُومَ بِالْعَرَاءِ تَعْرُتُ
رَبِيبِ الْيَتَامَى وَالْأَتَامِلِ فَلَيْكُمَا مَكَارِمَ لِلْقُرْآنِ فِي كُلِّ سَحْرَةٍ
وَأَغْلَامَ دِينِ الْمُضْطَلَمِ وَوَلَدِهِ وَأَصْحَابِ قُرْآنٍ وَحَمِيمٍ وَخَمْرَةٍ

”میری جان قربان ہو، ان سروں پر جو لوگ شان پر سوار کیے
گئے، وہ نیزوں کی چمکتی ہوئی انجوں پر شام کی طرف بھیجے گئے۔“

میری جان قربان ہو ان حسین و جمیل رخساروں پر جو گرد و غبار میں
 دھندلا گئے تھے۔ میری جان قربان ہو ان پاکیزہ مہارک اجسام پر
 جو دشت میں بے کفن خاک و خون میں غفلان پڑے ہوئے تھے۔
 (کاش کہ بلا ہوتے) تمہاری نگاہ جہر اُفتی تو قیہوں اور
 پیادوں پر پڑتی، جتنا ممکن ہو، ان پر آنسو بہاؤ۔ یہ تو وہ تھے جو ہر
 سحر قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ یہ تو غیر مصطفیٰ کے دین کے
 ملا تھے، یہ سب قربانیاں دینے والے حج و عمرہ کرنے والے
 احباب تھے۔“

دع الحوج، ص ۲۳۲ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

کر بلا چہ گذشت، ص ۵۴۱ نے یہ اشعار درج کیے ہیں:

بقربان سرھا کہ ہر نیوزہ شد	سوئے شام سوقات آورده شد
بقربان آن گونه های عزیز	کہ با خاک و خون آغشته شد
بقربان تنہای عربان بہ دشت	کہ بہر خرا خوب سرہشته شد
بہ ایثار آل محمد نہال	کہ قران اہر آنها پراکنده شد
سر آن دیانت ولات ہدی	کہ قربانی و حج اہر آنها بیجا

”ہم قربان جائیں ان سروں پر، جو نيزوں پر سوار کیے گئے اور
 جن کو شام کے درباروں بازاروں میں پھرائے جانے کے لیے
 بیجا گیا۔ ہم قربان جائیں ان رخساروں پر، جو خاک و خون
 میں دھندلا گئے تھے۔“

• ہماری جائیں قربان ان بے کفن پاکیزہ اجسام پر جو صحرا میں
 پڑے ہوئے تھے۔

اے لوگو! آل عمر کے قصوں پر غور و فکر کرو کہ جن پر ملامت
تو اٹھا کر قرآن کی بے غرضی کی گئی ہے۔ ان حدیثوں پر قربانی جو
ہر ایک مہمان کی پاسمان تھی۔ وہ سب حج، عمرہ اور قربانی
کرنے والے تھے۔

اسیران اور اہل کوفہ کا وداع

حیاتِ حسین نے ج ۳، ص ۳۶۸، مرآۃ المؤمنین فی تواریخ الاممیان، ص ۹۹ کی روایت بیان کی ہے۔ جب اہل بیت رسول کو شام کے لیے روانہ کیا جا رہا تھا تو کوفہ کے تمام طبقات کے لوگ انہیں وداع کرنے کے لیے شہر سے باہر آئے۔ کچھ لوگ نوحہ سرائی کر رہے تھے اور کچھ لوگ گریہ کر رہے تھے۔ کوفہ کے تمام راستے جہم سے بھر چکے تھے۔ لوگ تمام رات گریہ و آہ و زاری میں مصروف رہے۔ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے قافلے کا چلنا مشکل ہو گیا تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے ازراہ تعجب فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں قتل کیا اور اب وہی ہیں جو ہم پر دروہے ہیں؟
حدائق الودیعہ، ج ۱، ص ۱۳۹ نے نقل کیا ہے: ہمدان کی عورتیں حج حج کرنا لے کر نالہ و فریاد بلند کر رہی تھیں۔

انساب الاشراف کی روایت ہے: شمر بن ذی الجوشن نے حکم دیا کہ امام دین العابدین علیہ السلام کو زنجیر پہنائے جائیں، آپ کو زنجیروں میں بند کیا گیا۔ اسی صورت میں یہ قافلہ حالمین سرہائے شہدائے جاہلا۔

تختہ الانام فی مختصر تاریخ الاسلام، ص ۳۶۷ میں روایت موجود ہے: ان ملازمین نے اہل بیت رسول کو شام کی طرف اس کیفیت میں روانہ کیا، جس کو دیکھ کر انسان تو انسان حیوانات بھی لرز رہے تھے۔

منزل اول

جب شام کے سفر کی روانگی کی بجلی جنرل آئی تو ان خالوں نے اہل بیت کو سوار یوں سے اُتارا اور خود بھی سوار یوں سے اُترے۔ اہل بیت کھانسی مگرانی میں رکھا۔ شہدا کے سروں کو صندوقوں میں بند کر دیا۔ مجلس شراب برپا کی، خوب شراب پی۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو مست ہو گئے اور محل بھی کھو بیٹھے اور بے ہوش ہو گئے۔ ان سپاہیوں میں ایک سپاہی نے شراب نوشی نہ کی، اس لیے وہ جاگ رہا تھا۔ اچانک اس کی نگاہ آسمان کی طرف اٹھی اور گرج دار آواز سنی، چمکتے ہوئے ہادل کو دیکھا۔ جب اس نے غور سے دیکھا آسمان کے دو دائرے کھل گئے اور حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان سے زمین پر اُترے، حضرت جبریلؑ ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ کے ہمراہ تھے۔ یہ تمام انبیاء، حضرت جبریلؑ اور ملائکہ ان صندوقوں کے پاس تشریف لائے جن میں شہدا کے سر تھے۔ حضرت جبریلؑ نے سید القہد ا کے سر مبارک کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور بوسے دیئے اور اپنے سینہ سے لگایا۔ حضرت جبریلؑ کی طرح ہر پیغمبر نے ایسا ہی کیا۔ ان تمام پیغمبروں نے رسول اللہ کو تعزیت پیش کی اور گریہ فرمایا: رسول اللہ نے سب سے زیادہ گریہ فرمایا۔ اس وقت جناب جبریلؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے تابع بنایا ہے۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو اس زمین کو آپ کی اس امت نافرمان پر الٹ دوں، اس طرح جس طرح قوم لوط پر زمین الٹ دی تھی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں میرا حساب و کتاب میرے اللہ کے پاس ہے۔

① منزل اول کون سی تھی معلوم نہیں ہے۔ ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۶۸، ستون اول، سطر ۷ میں "قادیہ" کی منزل اول نقش کیا ہے۔

اس وقت جبرئیلؑ کے ہمراہ جو ملائکہ تھے انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پچاس آدمیوں کی ہلاکت کے لیے بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنا کام کرو۔

ان فرشتوں نے ان تمام کو اپنے حویلیوں سے زخم لگایا۔ جب فرشتے اس کے پاس آئے جو بیدار تھا تو اس نے فریاد بلند کیا:

یا رسول اللہ الامان الامان

آنحضرتؐ نے فرمایا: دُور رہو، خدا تجھے معاف نہ کرے۔ فرشتوں نے اُسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو سوائے ایک کے سب خاکستر ہو چکے تھے۔ (ابوف، ص ۱۷۲۔ اس قصہ کو ابن حبیبہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ مثير الاحزان، ص ۹۶ میں یہ روایت سلیمان بن مهران امشس سے لی گئی ہے)

بیت اللہ میں مناجات کرنے والا

بحار، ج ۳۵، ص ۱۲۵، محسن الامرار، ج ۲، ص ۶۷، نظام، ص ۵۳۶ اور عوالم، ج ۱۷، ص ۴۲۵، ان تمام احباب یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے:

راوی کہتا ہے: میں بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھا، میں نے اس دوران ایک آدمی کو دیکھا جو ان الفاظ میں مناجات کر رہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اَخْذُوْنِيْ وَمَا اَرَاكَ فَاَعْلَلَا

”اے میرے خدا! مجھے معاف کر دے لیکن میں جانتا ہوں تو

مجھے معاف نہیں کرے گا۔“

میں نے یہ سن کر کہا: اے بندۂ خدا! خدا سے ڈر، ایسی بات نہ کہ۔ اگر تیرے گناہ بارش کے قطرات کے برابر ہوں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں۔ اگر خدا چاہے اور تو توبہ کرے تو وہ حیرے تمام گناہ معاف کر دے گا کیونکہ وہ غفور بھی ہے اور

مسم بھی ہے۔

اس آدمی نے کہا: تو میرے پاس آ، میں تجھے اپنے والدہ دادوں۔

جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا: اے بھائی! میرا تعلق ان پاس آدمیوں سے ہے جو سیدہ امجدہؓ کے سر پر نگران مقرر کیے گئے تھے۔ ہم شام کی طرف جا رہے تھے۔ اس راستے میں جب ہم نے منزل کی تو سر مبارک کو صندوق میں رکھا اور شراب کی محفل گرم کی۔ میرے تمام دوست شراب پینے میں مصروف ہو گئے لیکن میں ان کی اس محفل سے دور رہا اور شراب نوشی نہ کی۔ وہ سب شراب کی وجہ سے بے ہوش و مدوش ہو گئے۔

جب رات کا کچھ حصہ گزرا، میں نے آسمان کی طرف سے بادل کے گرہے اور بجلی کے چمکنے کی خوفناک آواز سنی، جب میں نے غور سے دیکھا تو کچھ لوگ ہیں جو آسمان سے زمین کی طرف آرہے تھے، مجھے پتہ چلا وہ اترنے والے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور ہارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ حضرت جبرئیل ملائکہ کی ایک بہت بڑی تعداد کے ساتھ ان کی خدمت میں موجود تھے۔ میں نے دیکھا: حضرت جبرئیل اس صندوق کے پاس آئے جس میں سر مبارک تھا، سر انور کو صندوق سے باہر کیا، اپنے سید سے لگایا اور بوسے دیئے۔ پھر تمام خیمروں نے ایسا ہی کیا، آخر میں ہارے خیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر کو لیا، اس کے بوسے دیئے اور گریہ فرمایا۔ تمام خیمروں نے انہیں تسلیت و تعزیت پیش کی۔

جناب جبرئیل نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی اطاعت کے لیے بھیجا ہے۔ آپ جو حکم فرمائیں میں حاضر ہوں۔ اگر آپ صاحب عمر الاثرین کہتے ہیں: مدعی کہتا ہے: ہم چالیس طرح کے خیمروں نے سیدہ امجدہؓ کے سر کو ہاتھ لگایا لیکن اب وہ اس کی ہڈیوں میں ۴۴ پاس نظر آ رہی ہے۔ سیدہ امجدہؓ کی مدافعت بھی ہو سکتی ہے۔

چاہیں تو میں اس زمین کو حائل کر دوں اور آٹا ٹاٹا پٹ کر رکھ دوں، ایسا کروں
جیسا قوم لوط کے ساتھ کیا تھا؟

رسول اللہ نے فرمایا: اے جبریل! میں یہ نہیں چاہتا میں نے بارگاہ پروردگار
میں اپنا حق مصدق کر رکھا ہے، قیامت کے دن انصاف ہوگا۔

پس ان تمام پیغمبران گرامی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز
جنازہ پڑھی اور سب نے مل کر سید الشہداء پر درود سلام بھیجا۔ پھر ان ملائکہ میں سے کچھ
ملائکہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ نے ہمیں ان بچاس
آدمیوں کو مرادینے کے لیے بھیجا ہے جو حاملین سر اور ہیں۔ آپ اجازت دیں تاکہ
ہم اپنی کارروائی کریں۔

آپ نے فرمایا: تمہیں جو حکم ملا ہے اس کو بجالاؤ۔

راوی کہتا ہے: جب ان ملائکہ کو اجازت ملی تو انہوں نے ہم میں سے ہر ایک کو
حربہ مارنا شروع کیا۔ جب وہ حربہ لگتا تو اس آدمی کو آگ لگ جاتی اور وہ خاکستر
ہو جاتا۔ جب وہ تمام جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے تو فرشتے میری طرف بڑھے تو خوف و
ہراس سے میری چھین کل گئیں اور میں نے آواز لگائی:

الاعوان الاعوان یا رسول اللہ

آپ نے فرمایا: اے چھوڑو خدا اے صاف نہ کرے۔

جب صبح ہوئی تو میں نے دیکھا: یارانِ من سب جل چکے تھے۔

صاحبِ مناقب فرماتے ہیں: سید الشہداء کے قتل میں جس جس نے حصہ لیا
اس کے ہاتھ خشک ہو گئے۔

اسی راوی کے جہول میں نے بجلی کے کڑکنے کی وہ آواز سنی جو کبھی نہ سنی تھی۔

پھر میں نے آواز سنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں۔ پھر میرے کانوں میں گھوڑوں کے

تاہیں کی آوازیں آئیں، دیکھا تو ان پر سب جہان سار تھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہارنگہ
خداوندی سے حضرت جبرئیلؑ ملا کہ کے ساتھ زمین پر قریب لائے ہیں۔ حضرت
رسولؐ خدا نے پیغمبرانِ گرامی، حضرت جبرئیلؑ اور ملاکہ سے کہا: دیکھا میری امت نے
میرے فرزند اور میرے نوریہ کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ پھر ہر پیغمبر اور ملاکہ نے
سراور کوہ سے دیئے اور اپنے اپنے جہانوں سے لگایا۔

دست و قدم

بحار ج ۴۵، محسن الامار ج ۲، ص ۶۷، لہف حرم ج ۱، ص ۱۷۴، محالہ ج ۱، ص ۱۷۴
ص ۴۳۵، جمل مقوم ج ۱، ص ۴۳۳، جمل النہا، ص ۹۶ نقل کرتے ہیں: جب حسین بن علی
شہید ہوئے اور آپ کا سر انورینہ کو بھیجا گیا تو اس سفر میں جب انہوں نے کھلی حوٹ
کی تو سر مہاک کو صندوق سے باہر نکال کر شراب کی محل پر پاکی اور خوب شراب پی اور
سر انور کی بے ادبی شروع کی، ان کا ایک شرابی شراب کی مستی میں سر کو اٹھاتا، دوسرے
کو دیتا، دوسرا تیسرے کو دیتا۔ اس طرح یہ ملائکہ بے ادبی کرتے رہے (لہف)۔
اچانک دیوار سے ایک ہاتھ بڑھا دیا جو ہے کا قدم تھامے ہوئے تھا۔ اس نے دیوار پر
خون کے ساتھ یہ شعر رقم کیا:

اَتَرْجُو اَمَّةً قَتَلَتْ حُسَيْنًا

شَفَاعَةُ جَلَدٍ يَنْدُ الرَّحَابَ

”جن لوگوں نے حسینؑ کو شہید کیا کیا، یہ لوگ قیامت کے دن

اسی کے نانا کی شفاعت کی امید بھی رکھتے ہیں؟“

تنبطی طرحی، ص ۲۸۰ میں ایک اور شعر کا ذکر بھی ہے:

فَلَا وَاللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ شَفِيعٌ

وَهُمْ يَنْدُ الْيَقِيْنَ فِي الْعَذَابِ

”یہاں ان کی بات ہی ختم ہوگئی ہے، یہ حق قیامت کو پہنچے ہیں، قیامت کے دن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے طراب میں ہوں گے۔“

صاحبزادہ نے کہا ہے: جب ان لوگوں نے یہ مٹھ روکنا تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

صاحبزادہ ربیع الثانی نے ج ۱۲ ص ۶۷ پر اس واقعہ کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے: قلب رابعی نے اہل طریح سے سنا، اس نے سعید بن ابی رجا سے سنا، اس نے سلیمان ابن اعمش سے سنا، اس نے کہہ میں بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھا۔ میں نے ایک آدمی کو مناجات کرتے ہوئے پایا وہ کہہ ہاتھ

اَللّٰهُمَّ اِنْفُزْنِیْ وَ اَنَا اَعْلَمُ اِنَّکَ لَا تَقْضُوْ

”خداوند مجھے صاف فرما، حالانکہ مجھے معلوم ہے تو مجھے صاف نہیں کرے گا۔“

اس کے ان کلمات نے مجھے تڑپا دیا، میں اس کے پاس گیا اور کہہ اے حق! یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ یہ حرم خدا و رسولؐ ہے اور ماہ حرام ہے اور ایام بھی محترم ہیں۔ تجھے کیا ہے جو تو اللہ کی رحمت و مغفرت سے ماہوس ہے؟ اس نے کہا: سکون کرو۔ میرا گناہ عظیم سے عظیم تر ہے۔

میں نے کہا: حیرانگناہ ہماری ہے یا یہ سچ و درمیں ہماری پیارا

اس نے کہا: میرے گناہ ان سے بہت زیادہ ہماری ہیں۔ پھر اس نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں اپنا قصہ سناؤں۔ میں نے کہا: ہاں سناؤ۔ تو اس نے مجھ سے کہا: آؤ حرم سے باہر چلے ہیں۔ جب ہم حرم سے باہر آ گئے تو ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ تو اس نے اپنا قصہ سنا شروع کیا۔

اس نے کہا: اے برادرِ مکار! میں اس بد بخت شکر کا سپاہی ہوں۔ جس کی کمان
 لیکن مسجد کے ہاتھ میں تھی۔ علامہ ابراہیم عمر اشقرانی چالیس آدمیوں میں سے تھا۔ جس کو
 مامور کیا گیا تھا کہ وہ سید احمد آ کے سر کو زبرد کے پاس لے جائیں۔ ہم نے اس راستے
 میں ایک نصرانی کے مسجد کے قریب حوٹل کی، ٹائم کے سرحدی کو ٹوکستان پر نصب
 کر کے اس کے قریب دسترخوان لگا کر کھانا شروع کیا، اس دوران ہم نے ایک
 ہاتھ کو دیکھا جو بڑا مہیا اور مسجد کی دیوار پر لکھا:

اَتْرَجُوْا اُمَّةً قَتَلَتْ حُسَيْنًا..... اَللّٰہ

ہم نے جب یہ دیکھا تو خوف زدہ ہوئے۔ ہم میں سے ایک آدمی نے ہاتھ کو
 پکڑا چاہا لیکن ہاتھ قاصر ہو گیا، پھر ہم اپنی غمناک کھانے میں مصروف ہو گئے۔ پھر
 ہم نے دیکھا کہ ہاتھ بڑا مہیا اور اس نے دوسرا شعر لکھا:

فَلَا وَاللّٰہ لَیْسَ لَہُمْ شَفِیْعٌ..... اَللّٰہ

علامہ خوف پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا، ہم نے چاہا کہ اس ہاتھ کو پکڑیں لیکن پھر
 وہ قاصر ہو گیا، ہم پھر اپنے کھانے میں مصروف ہو گئے اور ہاتھ ظاہر ہوا اور اس نے
 دیوار پر یہ تیسرا شعر لکھا:

وَقَدْ قَتَلُوا الْهُسَيْنَ بِحُكْمِ جَوْرٍ

وَعَلَتْ حُكْمُهُمْ حُكْمَ الْكِتَابِ

”انہوں نے ظلم و جبر سے حسین کو شہید کر ڈالا، انہوں نے اللہ

کی کتاب کے حکم کی خلاف ورزی کی۔“

جب تیسری بار ایسا مہر دیکھا تو ہمارے ہاتھ کھانے سے ڈک گئے۔ یہ سب
 کھانے کی لذت ہمارے لیے مارگریہ کے درد و کرب میں بدل گئی۔ اسی دوران وہ
 راہب جو اپنے مسجد میں تھا، مسجد کی چھت پر آیا تو اس کی نگاہ سید احمد آ کے سر مبارک

پر چڑی تو اس نے دیکھا سرانور سے ایک نور سناخ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ چوہوں کا چاغہ ہو، وہ اپنے معدے سے اتر کر ہمارے پاس آیا اور ہم سے پوچھتا تھا یا یہ فکڑ کہاں سے آرہا ہے اور سرانور کس کا ہے کہ جس کے نور سے کائنات نمود ہے؟ کی خوشبو نے چار اکٹاف کو سحر کر دیا ہے۔

ہم نے کہا: ہم عراقی ہیں اور یہ حسین بن علی ابن ابی طالب کا سرانور ہے۔ اس راہب نے کہا: وہ حسین جو قاتلہ زہرا کا بیٹا ہے اور خلیفہ کے ابن عم کا بیٹا

ہے؟

ہم نے کہا: ہاں وہی حسین۔ راہب نے کہا: لعنت و لعین ہو تم پر بھلا! اگر چاہتے ہو تو ہم اسے اپنی آنکھوں پر بٹھاتے، اے بے مروت فکڑ! تم نے اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کیا پھر قتل کے بعد غشی و مسرت کا اظہار کر رہے ہو؟ تم سے میرا ایک کام ہے؟

ہم نے کہا: کیا کام ہے۔ اس نے کہا: یہ دس ہزار درہم جو مجھے اپنے آبا سے دے دیے تھے یہ لے لو اور جس وقت تک تم یہاں ہو، یہ سرمیرے حوالے کرو اور میں تمہیں اپنا سہانہ مکی بنا لیتا ہوں۔

ہم نے وہ درہم قبول کر لیے، وہ راہب دو تیلیاں ہمارے پاس لایا، ہر تیلی میں پانچ ہزار پانچ صد درہم تھے۔ باقی یہ واقعہ درود اہل بیت پر راہب کے عنوان سے بیان ہوگا۔

پتھر پر ایک تاریخی تحریر

سید ابن حمزہ نے تذکرہ میں ۱۸۴، ص ۱۶ پر ابن سیرین کے حوالے سے روایت کی ہے۔ خلیفہ گرامی کی پشت سے پانچ سو سال قبل ایک پتھر برآمد ہوا، جس پر سریانی زبان میں کچھ کلمات تحریر تھے، ان کا عربی ترجمہ یہ ہے:

أَتَرْجُو أُمَّةً قَلَّتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةُ جَلَدٍ يُعَذِّبُ الرِّصَابَ

صاحب مثير الاطمان، ص ۹۷ اور صاحب بحار ج ۴۴، ص ۲۳۵ نے روایت نقل کی ہے: ایک نھرانی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ ایک دفعہ میں نے روم کے ایک شہر میں ایک جگہ کو کھودا اور یہ واقعہ بہشتِ قدیم سے تین سو سال قبل کا ہے ایک پتھر نکلا جس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا:

أَتَرْجُو خُصْبَةً قَلَّتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةُ جَلَدٍ يُعَذِّبُ الرِّصَابَ

صاحب بحار نے ج ۴۴، ص ۲۳۳، جو سلیم کے کسی بزرگ سے روایت کی ہے: ایک دفعہ ہم ملک روم میں کسی جگہ کی غرض سے گئے۔ وہاں ایک چرچ میں داخل ہوئے۔ وہاں دیوار پر یہ شعر لکھا تھا:

أَتَرْجُو مَعْشَرٌ قَلَّتُوا حُسَيْنًا
شَفَاعَةُ جَلَدٍ يُعَذِّبُ الرِّصَابَ

میں نے پوچھا: یہ کب کا واقعہ ہے۔ تمہارا بزرگ کب وہاں (روم) گیا تھا؟ اس نے کہا: بہشتِ قدیم سے تین سو سال پہلے کا واقعہ ہے۔ صاحب ثمرات الحیات، ص ۱۷۷ نے مجلس نمبر ۱۶ میں حکایتی کی روایت پیش کی ہے۔ اس نے اکمل المعاصی سے روایت کیا اور اکمل المعاصی والے نے مطابق الخیات سے روایت کی۔ صاحب مفاتیح نے ابنِ مالک سے روایت حاصل کی۔

ابنِ مالک نے کہا: اہلِ نجران کے آدمی نے خندق کھودی تو اس میں سے سونے کی ایک تھنی نکلی جس پر یہ تحریر تھی:

اَتَرْجُو اَمْنَةً قَلَّتْ حُسْنُنَا

فَقَدْ اَعَدَّ لَكُمْ يَوْمَ الْوَحْشَاتِ ①

(کتبہ امام طہل علی علیہ السلام اس کو امام طہل علیہ السلام نے تحریر کیا۔)

پس وہ آدمی بخیر گرائی کے پاس آیا اور وہ لوح پیش کی۔ جب آپ نے
 ملاحظہ فرمایا تو خوب کرپہ کیا اور فرمایا: جس نے میری اولاد کو ستایا وہ میری شکامت سے
 عزم و سہکا۔

سید ابن جوزی نے تذکرہ ص ۱۸۴، سطر ۲۰ پر لکھا ہے: سلیمان بن یسار نے

کہا: ایک سنگ ملا جس پر یہ تحریر تھی: ①

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْ تَزُكَّ الْوَيْبَةُ فَالْبَيْتَةُ وَقَوْصِيْقًا بِدَمِ الْخُسْفَانِ مُلْطَمٌ

وَنَيْلٌ لِمَنْ فُتَاوُوا خُصْمَانَا وَالْقُدْرَةُ فِي يَمِينِ الْوَيْبَةِ يَنْقَطِعُ

”قیامت کا دن ہوگا حضرت فاطمہ زہراؑ شریف لائیں گی، ان

کے ہاتھ میں امام حسینؑ کا خون آلود پیرا بن ہوگا۔“

ادھر اسرائیلؑ صوہر پھونک چکا ہوگا، قیامت برپا ہو چکی ہوگی۔

کالم و مظلوم حاضر ہوں گے، ظالمان و محشر کالم کے دشمن ہوں

گے اور مظلوم کے ساتھی ہوں گے۔“

سید ابن جوزی نے تذکرہ ص ۱۸۵ میں روایت کی ہے: لیکن ابی فہم راوی

ہیں: ایک دفعہ ایک آدمی عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا، میں وہاں تھا، اس نے سوال کیا:

① قسم میں قسم میں جو روایت ہے اس میں یہ عبارت ہیں:

قَلْبًا قَدَمًا طَلِبُهُ بِحُكْمٍ جَوْرٍ فَخَلَفَ حُكْمُهُمْ حُكْمَ الْكِتَابِ

مُسْتَقْلًى يَلْبِسُهُ خُدَاً حَلَاظًا مِنْ الرِّحْنِ يَالِكُ مِنْ حَلَاظِ

”میں نے قسم و پیمانے کا پھل لیا اور اللہ کی کتاب کی مخالفت کی۔ اے جڑیا بہت بدتر تو اللہ کے

طلب میں مضطرب ہوگا۔ رخن نے میرے غدر میں ہمیشہ کا طلب لکھ دیا ہے۔“

② صاحب قسم نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

مگر کا خون لباس کو لگ جائے، کیا لباس پاک ہوگا یا نجس ہو جائے گا؟

عبداللہ بن عمر نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟

اُس نے کہا: عراق سے آیا ہوں۔

ابن عمر نے میری طرف دیکھا اور کہا: ادھر سے ہے آدمی مجھ سے مگر کے خون کے بارے سوال کرتا ہے حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فریضہ رسول کو قتل کر دیا۔ میں نے رسول اللہ سے سنا، آپؐ نے فرمایا: یہ دونوں (امام حسن و امام حسین) میری دنیا کی خوشبو ہیں۔

منزل قادسیہ

صاحبہ نامح نے ج ۳، ص ۱۰۱ پر روایت کی ہے۔

یزید بن معاویہ نے حکم جاری کیا تھا کہ سرہائے شہداء اور اہل بیت رسول کو شہرہ شہر، قریہ بہ قریہ پھرایا جائے، تاکہ صحیحان طہی کے لیے درجہ مہرت ہو اور وہ خلافت آل طہی سے مایوس ہو جائیں اور یزید کی اطاعت کو دل سے قبول کر لیں۔ اس ملعون کے حکم کی تعمیل میں اس کی فوج نے ایسا ہی کیا، مکمل ذلت و غمخواری کے ساتھ ان عظامین نے سطر شام میں اہل بیت کے ساتھ سلوک کیا، ہتھکڑیاں لگا کر طویل راستوں کو جان بوجھ کر اختیار کیا۔ سرہائے شہداء نخلوں پر سوار تھے، مستورات اور بچے ان سروں کو دیکھتے اور روتے رہتے تھے، اسی صحنہ میں سطر شام ہوتا رہا، جب قادسیہ یہ قافلہ پہنچا تو حضرت ام کلثومؑ نے یہ افساد دیکھا:

وہلانی حسرات بعد لوعاتی
انا بقات رسول بالہدی یأتی
کانتا بینہم بعض القسیات
بافل بیتک یا نور البہریات
ایدیکم من سلوک فی الضلالت

مات رہائی وافنی الدھر سلطانی
صلوا اللکام علینا بعد ما خلنا
یسیرونا علی الاکتاب طریۃ
عن علیک رسول اللہ ما صنعوا
کفرتم برسول اللہ ویکم

”ہمارے جوانوں کو قتل کر دیا گیا۔ ہمارے بزرگوار اس دنیا سے چلے گئے، نالہ و فریاد سے ہماری حسرتوں اور افسانوں میں حریدہ اضافہ ہوا۔ پست فطرت لوگوں نے ہم پر جھوم کر دیا۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہم خبیر کی بیٹیاں ہیں اور وہ خبیر جو پوری کائنات کے لیے سامانِ ہدایت لایا تھا۔ ہمیں اسیروں کی طرح بے پیمان دبے کادہ اڈتوں پر سوار کیا گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم ان کے ہاتھوں مالِ قیمت ہیں، جو میدانِ جنگ سے انہیں ملا ہے۔ اے اللہ کے رسول! جو کچھ ان لوگوں نے حیرے اہل بیتؑ کے ساتھ کیا ہے تم پر بہت زیادہ ہماری ہے۔ اے نورِ الٰہی! اے خالقِ عالمِ اتم نے اپنے رسول کا انکار کر دیا اور کفر کو اختیار کیا۔ اے مگر اہلِ اتم ہمیشہ کے لیے برباد ہو گئے ہو۔“

منزلِ مکریت

صاحبِ تاریخ نے ج ۳، ص ۱۰۳، اہلِ بیت کے حوالے سے روایت کی ہے: امیرِ ابنِ اہلِ بیت کو حمامہ کے مشرقی طرف سے گزار کر مکریت میں منزل کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے حاکمِ مکریت کو لکھا، ذیوراء اور جانوروں کے لیے گھاس و غیرہ کا انتظام کیو اور ہمارا استقبال بھی کرو (خارجیوں کے سروں کو ہم لارہے ہیں: ایچف) حاکمِ مکریت نے حکم دیا: حمام لوگ استقبال کے لیے اکٹھے ہوں، بازاروں کو سجایا گیا، جھٹے لہرائے گئے، ایک بہت بڑا عجم اٹھ پڑا۔ لوگ جب پوچھتے تھے یہ سرکن لوگوں کے ہیں تو یہ ملامتیں کہتے تھے: ایک خارجی اپنے بزدل پر غرور کیا تھا۔ لیکن زیاد نے اُسے قتل کر ڈالا۔ یہ سراسر اس کا ہے اور وہ اس کے اصحاب کے سر ہیں۔ اب وہ ابنِ سروں کو

① حمامہ: دیلم کا نام ہے۔ قمر ابنِ مہرہ کے قریب ہے۔

بڑے کے پاس لے جا رہے ہیں اس حکم میں ایک خیراتی بھی تھا۔ جب اس نے ان سرور کو دیکھا تو لوگوں سے کہہ لے لو گا یہ خیراتی کا نہیں ہے بلکہ یہ سر حسین بن علی بن ابی طالب کا سر ہے۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو ان سے روک رہی کہنا کہ سب اکٹھے ہو گئے کہ اس کو ہٹا دیں۔ ایک خیراتی کی دعوت بھی ان کے ساتھ آئی، انھوں نے اپنے ہاتھں جلائے اور کہہ تم لوگوں نے اپنے جی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کیا، ہم تمہیں یہاں ایک لڑکے کے لیے بھی بے مشقت نہیں کریں گے۔ اسراحت و سکون کی توقع ہی نہ ہے۔ جب اس گھر نے لوگوں کے تہہ دیکھے تو افسوس و غم سے فوراً کھینچ لیا۔

داؤدی مظلوم

گھر کے لوگوں کے غم سے کہہ کر انھوں نے سلطان کا راستہ اختیار کیا اور دیر غم نہ چلے۔ پھر وہاں سے صلیبا نامی جگہ سے گزر کر صلیبی مظلوم میں حور کی، ایک دن انہوں نے وہاں امر کیا۔ اسی مقام پر انھوں نے "محمود" کا حسین پر لکھ دیا:

نساء الحسن لصلوات نساء الهاشمیات بنات العظمیٰ احمد بیہکین الشجیات
وہالین ویندا بن بدور القاطنات ویلبس ثیاب السود لبساً للصبیات
ویطعن غلوطاً کالمنکدر ثقیات ویندا بن حسیناً طمعت ناک القریات
ویہکین ویندا بن مصاب الاحصات

قوم حور نے ہاشمات کی نصرت کی، جب امر صلیبی کی
ٹپوں نے بار و فراہ بدھ کیا تو وہ بھی ان کے ساتھ ان کے
ہاتھوں میں شریک تھیں۔ انھوں نے آلی عمر کے مصائب میں
مافی سوا لباس پہن کر قاطنات و ہاشمات کے امرو کو مدد
یا کر آہ و زاری کی، انھوں نے اپنے دنیاوی صاف و صفائی

چروں پر ملائے بارے اور شہید مظلوم حسین پر عجب کیا۔ انھوں نے امر مصطفیٰ کی باتوں کے نکلن عظیم صاحب پر کر دیا۔
(بخاری ج ۲ ص ۴۰۰ اور سنن ابی یوسف ج ۱ ص ۱۸۸ و سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۳۳)

صاحب ریاض اللہ نے ج ۲ ص ۲۳۳ پر مخرجین کی شہادت و بات کی ہے اور یہ صرف روایت ہے۔ یہاں فقہاء کی شہادت کے لئے یہ ضرورت لازم ہونے کے ہیں آئے اور عرض کیا: میں قرآن چلوں میں تو آپ کے ہاتھ بزرگوار کی ضرورت کے لیے آیا تھا لیکن انھوں نے مجھے ابلاعت نہ کی تھی سب آپ ابلاعت فرمائیں تاکہ اس فکر سے وہ ہاتھ بڑھ جائیں۔ لیکن امام نے ابلاعت نہ کی تو مخرج نے عرض کیا: میں آپ پر قرآن چلوں سب آپ سر کریں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟
امام ہدایت علیہ السلام نے فرمایا: اس سفر شام میں ہمارے ساتھ وہاں ہماری خواتین اور بچوں کی نگہ داری دیکھ داری کرو تاکہ لوگوں کی نظریں ان کے سروں پر اور چروں پر نہ چلیں۔

اسی مضمون کا ذکر میں جوں کے مرثیہ اور نوحہ کی آملا سنائی گی۔ وہی لیاقت سے مجھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

شیخ طبرسی نے مشکبہ ص ۲۸۱ پر روایت نقل کی ہے: جب یہ واقعہ مادی ظہر پہنچا تو جوں کا کرے سا کیا اور وہ ان الفاظ میں نوحہ کہہ رہے تھے اور اپنے چروں پر ملائے بارے تھے اور کہہ رہے تھے:

مَسَمَّ النَّبِيِّ بِجَبْنِيَّةٍ فَلَمْ يَرَوْهُ فِي الْجُلُودِ
أَبْدَاكَ مِنْ خَلْقِكَ قُرَيْشٍ جَلَّةٌ خَيْرَ الْجُلُودِ
”یہی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پیشانی کو بوسے



غضبناک ہوئے اور اس شہر کے لوگوں کے گل کا حکم دیا۔ ان حکامین نے اس شہر اور
شہر والوں کی ترغیب کر کے آ کے بھاگ گئے۔

منزل کچلا ①

ریاض القصر، ص ۲، م ۱۳۳ کے مطابق ابلی خٹ نے عہدیت حول موصل
کے عنوان سے کی ہے، کچلا کا واقعہ بھی اسی طرح ہے۔ آگے ذکر ہوگا۔

منزل حمید ②

جول ریاض القصر، ص ۲، م ۱۳۳۔ حاکمین سرہانے شہزادے حمید کے مال
کو اطلاع دی کہ وہ حسین بن علی کے سر کے ساتھ نوہر آ رہے ہیں۔ ان کے ذوالنور اور
جانوروں کے گھاس چارے کا انتظام کرے۔ اس کے علاوہ ان کا استہلال بھی کرے۔
حاکم شہر نے ان کے استہلال کے لیے لوگوں کو اکٹھا کیا، پرچم بلند کیے گئے، بازاروں کو
بھلیا گیا لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ فکر امام حسین کے سر کو لیے ہوئے ہے تو
۳۰ ہزار کے ہجوم نے شہر سے بھاگ کر دیہ قریب تھا کہ جنگ ہو جائے، یہ لوگ ان
خاکوں سے سرہانے شہزادہ امیر ابن ابی بیت چھیننا چاہتے تھے، جب انھوں نے
حالات کو اپنے خلاف پایا تو وہاں سے فرار ہو گئے۔

منزل موصل ③

تاریخ، ص ۱۳، م ۱۰۳ اور ص ۱۰۵ اور حلی خٹ، ص ۱۷۷، م ۱۰۶ اور ص ۱۰۶
وقتام، ص ۵۶۸، روایت احمد، م ۱۰۳، ان تمام مقامات نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

① کچلا: پہلے دجلہ کے قریبی کنارے موصل کے پاس تھیں، اب ایک گاؤں ہے۔ (المراصد)

② حمید: موصل کے نواح میں ایک گاؤں ہے۔ (المراصد)

③ روایت احمد، نہ کے جول شہر نے نہ گھسا کہ شہر کو بھلیا جائے۔ مارے استہلال کے لیے شہر سے باہر چلے
آئے، چائی دوسرے کے سنے وغیرہ چلے، مگر ہم پر چھانہ کہ عادی آدم پر خود بھلائے کہ عادی قریب
کنا کیکم ہم حسین کا سر اور اس کے نقل بیت کا سر کا کر رہے ہیں۔

صاحب روحۃ الاحباب بیان کرتے ہیں کہ میں نے قلی سنیع والجماعت کے ثقہ لوگوں میں سے ہیں، ان کے بقول جب اہل بیت موصل کے قریب پہنچے تو شہر نے حاکم موصل عماد الدولہ کی طرف خط بھیجا کہ ہم یزید کے دشمنوں کے سر یزید کی طرف لے جا رہے ہیں، اس لیے تو لوگوں کو حکم دے تاکہ لوگ شہر کو نہ جائیں، آراستہ و دیارستہ کریں اور تو شہر کے امرا کے ساتھ ہمارا استقبال کرو اور خیانت کا اہتمام کر۔

حاکم موصل نے شہر کے اشراف کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے شہر کا خط پڑھا اور کہا: شہر کے نامہ کے مطابق اگر میں اپنی رضا کا اظہار کروں تو تم انکار کر دیتا اور سرکشی پر اتر آتا۔

حاکم موصل نے شہر کو جہانی خط لکھا، اس شہر کے اکثر لوگ علی مرتضیٰ کے شیعہ ہیں اور اہل بیت کے دوست ہیں۔ اگر تم اس شہر میں آئے تو ممکن ہے لوگ تمہارے خلاف قیام کریں، ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے شہر سے دور تھوڑا سا آرام کرو اور پھر چلے جاؤ۔ تمہاری خوراک اور سواروں کی خوراک کا انتظام کر رہا ہوں، وہ تمہیں مل جائے گا۔ حاکم نے ان کا طے واؤ دہ بھیج دیا۔

مشہد الخلع

شہر کو جب خط ملا تو اس نے موصل سے ایک فرخ کے قاصد پر منزل کی اور سرانور کو نیزے سے اتار کر ایک چتر پر دکھ دیا۔ روایت کے مطابق سرمہ ہارگ سے ایک قطرہ خون نکلا اور اس چتر میں سرایت کر گیا۔ ہر سال روزہ ماشورادہ خون تازہ ہو کر جوش مارتا ہے، لوگ وہاں زیارت کے لیے جاتے ہیں اور عزاداری کرتے ہیں۔ یہ راز قدرت عرصہ دراز سے جاری و ساری ہے۔ ایک زمانہ آیا اس چتر کو اس جگہ سے اٹھا کر موجودہ جگہ پر لایا گیا جہاں اب یہ تاریخی چتر موجود ہے، جہاں یہ چتر ہے اس جگہ کا مشہد الخلع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ایک روایت ہے کہ مروان کے زمانے میں اس آیت ^{ظنی} کو قایم کر دیا گیا تھا۔ (الناخ)

صاحب قس الموم ہج ۳۳۶ صاحب روضۃ الشہداء ص ۲۹۴ نے روایت کی ہے۔ یہ قمر عبدالملک بن مروان کے زمانے تک موجود رہا۔ اس طعن کے حکم پر قمر کو قایم کر دیا گیا تھا تاکہ آثار مٹ جائیں لیکن قہر اور گنبد اس مقام پر موجود ہے۔ اس جگہ کو شہد اھلہ کہا جاتا ہے۔

ورود اہل بیت موصل از ناخ و ابی حنف

ناخ، ج ۳، ص ۱۰۵، اس لکھنے حاکم موصل کو خط لکھا کہ ہم امام حسین کے سر اور اہل بیت کے ساتھ موصل آنے والے ہیں، ہمارا استقبال کرو۔ جب حاکم موصل نے خط پڑھا تو حکم دیا شہر کو راستہ ویرانہ کیا جائے اور شہر کے اشراف کو بلایا۔ جب وہ لوگ آئے تو انھوں نے پوچھا کیا خبر ہے؟

حاکم نے کہا ایک آدمی جو خارجی تھا اس کو صید اللہ بن زیاد نے قتل کیا۔ اب ان کے سروں کو بنیہ کی طرف روانہ کیا جا رہا ہے۔ ان تمام اشراف شہر نے شہر موصل سے چھ میل کے فاصلے پر اس لشکر کا استقبال کیا۔^①

اس شہر کا ایک آدمی اس حقیقت سے آگاہ تھا، اس نے اہل شہر کو حقیقت بتائی، یہ سرجوان کے پاس ہے وہ حسین بن علی کا سر ہے۔ تو اس وقت قبیلہ اوس و خزرج کے چار ہزار سوار تیار ہو گئے، انھوں نے دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ ان سب نے یہ سنے کیا کہ اتنے زیادہ کے لشکر سے جنگ کر کے شہداء کے سروں کو حاصل کر کے دفن کر دیں، ان کے لیے یہ اعزاز اور فخر قیامت تک باقی رہے گا۔

① مجمع البحرین کے مطابق ایک فرخ بن عین میل کا تھا ہے۔ ابی حنف نے ص ۱۲۸ پر کہا ہے۔ اس لشکر کا استقبال چھ فرخ کے فاصلے پر کیا گیا تاہم اس سے نہیں ہے۔

جول تہ کر ۱۰۶۱ھ میں ۴۰۷۷ میں ہزار شمشیر بک کا لشکر تیار ہوا تاکہ ان کے زیاد
کے لشکر سے جنگ کریں اور سر ہائے شہدا حاصل کریں اور موصل میں دفن کریں لیکن
جب یہ باہر نکلے تو وہ ان کی حدود سے آگے نکل گئے تھے۔

منزل نصیبین ①

بروایت ناخ، ج ۳، ص ۱۰۶، جب ان کے زیاد کے لشکر کو حالات کا علم ہوا تو وہ
بڑی جلدی کے ساتھ مل اصر اور کوہ سنہار کے راستے نصیبین پہنچے۔ اس مقام پر جب
عقیدہ قریش نے اپنے بھائی کے سر پر نگاہ کی تو فرمایا:

اَتَقْفِرُونَا فِي الْبَرِيَّةِ غَدَاً وَوَالِدُنَا اَوْحَى اِلَيْهِ بِجَلِيلٍ
كَفَرْتُمْ بِرَبِّ الْعَرْشِ ثُمَّ نَبِيَّةٌ كَانَتْ لَمْ يَهْجُوكُمْ فِي الْاَعْلَانِ رَسُولِ
لَكُمْ اِلَهُ الْعَرْشِ يَا هَؤُلَاءِ اَمْرٌ لَكُمْ فِي لَقْوِي يَهْدِي اِلَى الْغَلَا حِوَصِلُ

”اے عالمو! اراؤ تمہرے رب اللہ کی بھری کائنات میں ہماری
تسمیہ کر رہے ہو، حالانکہ رب جلیل نے ہمارے پادریز زکوار
(حضرت محمدؐ) کی طرف وحی بھیجی تھی۔ تم تو وہ بدترین لوگ ہو،
جنہوں نے سب سے پہلے پروردگار عرش کا انکار کیا، پھر اس کے
سوال کا انکار کیا۔ تم نے تو مظالم کی انجنا کر دی ایسے جیسے
تمہارے زمانے میں رسول و نبی آیا ہی نہ ہو، امت کے بدترین
لوگ تم ہو، پروردگار عرش نے تم پر لعنت کی ہے اور روز قیامت
جہنم میں تمہاری جج و پکار بلند ہوگی اور تمہاری سننے والا کوئی نہ
ہوگا۔“

روحۃ الشہداء، ص ۲۹۳ کی روایت کے مطابق ان کے زیاد کا لشکر نصیبین پہنچا۔

① نصیبین: موصل سے آگے شام کے راستے پر واقع ہے اور اس کا شہر بارہ روز میں پہنچتا ہے۔

اس شہر کا حاکم منصور بن الیاس تھا۔ جب اسے خبر ملی تو اس نے شہر کو سہا پلا اور ہر طرح سے آئینہ بندی کی۔ جب یہ لشکر شہر کے قریب آیا تو اس وقت ایک بادل نمودار ہوا۔ وہ گر جا۔ اس سے بھلی نکل، جس نے آدمے شہر کو چلا کر خاکستر کر دیا۔ لوگ خوف و ہراس سے بھاگ نکلے۔ لوگوں نے اس لشکر کو شہر میں نہ آنے دیا تو پھر یہ لوگ قریب کے شہر میں آئے جہاں کا حاکم سلمان بن یوسف تھا۔ اسی سلیمان کے دو بھائی تھے۔ اس کا ایک بھائی جگہ صلیب میں حضرت امیر علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اور دوسرا بھائی اس کے ساتھ اس شہر کی حکومت میں برابر کا حاکم تھا۔ اس شہر کے ایک دروازے کا نام اسی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اس نے اس لشکر سے کہہ دیا تھا کہ شہدائے سروں کو اسی کے نام والے دروازے سے گزارا جائے لیکن سلیمان نے ایک دوسرے دروازے سے گزرنے کا فرمان جاری کیا۔ آخر کار ان دونوں بھائیوں کے درمیان جگہ ہو گئی۔ سلیمان مارا گیا اور ہر طرف سے قند اٹھ کھڑا ہوا۔ شہر کا لشکر سراپہ سبکی کی حالت میں وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔

کامل بن ہانی، م ۲۹۲ نے روایت کی ہے: جب شہر کا لشکر نصیبین پہنچا۔ منصور بن الیاس نے چاہا کہ سید الشہداء کے سر کو نیزہ پر بلند کر کے گھڑ سواروں کے ساتھ شہر کا گشت کرے لیکن اس کے اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی۔ سید الشہداء کا سر مبارک نیزے سے زمین پر آ رہا۔ ابراہیم موصلی اس وقت وہاں تھے۔ جب اس نے غور سے سر انور کو دیکھا تو کہا: یہ سر تو امام حسین کا ہے۔ لوگوں کو لعنت طاعت کی۔ شامیوں نے اسے شہید کر ڈالا۔ صاحب فہم المہوم م ۳۲۶ نے کہا ہے: ممکن ہے جہاں سر مقدس زمین پر آیا تھا وہاں کوئی زیارت گاہ بن گئی ہو۔

منزل و محلات

بقول تاریخ: شہر کا لشکر مقامی فوج کی معاونت سے نصیبین سے نکلا اور ”صلیبین الورد“

کی سر زمین کو طے کرتے ہوئے ”دعوات“ کا رخ کیا۔ جب ”دعوات“ کے قریب پہنچے تو حاکم دعوات کو بھلا لکھا کہ فکر کا آذوقہ و طوفان تیار رکھو اور اشراف شہر کو کبودہ ان کا استقبال کریں۔ حاکم نے ان کے استقبال کو حسی شکل دی۔ وصول و طبل شادیانے بجائے گئے، اشراف شہر نے ان کا استقبال کیا۔ ان کے زیادہ کے پاس شہدا کے سروں اور اہل بیت کو لے کر ”اربعین نامی“ دھولے سے شہر میں داخل ہوئے۔ سید الشہداء کے مبارک سر کو شہر کے درمیان نیزے پر نصب کیا گیا۔

راوی کہتا ہے: وقت چاشت سے لے کر نماز عصر تک شہر میں مٹادی عمارتارہ، یہ خارجی کا سر ہے جس نے یزید پر غریب کیا تھا۔

شہر کے کچھ لوگ اس منظر کو دیکھ کر دور سے تھے اور کچھ لوگ قس رہے تھے۔ شہر اور اس کے ساتھی ساری رات رقص و سرود کی محفل میں شراب کے جام پہ جام چڑھاتے رہے۔ جب صبح ہوئی اور اذانوں پر سامان لانا جا رہا تھا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام زور و زور فرما رہے تھے:

لَيْتَ شِعْرِي أَكْفَلْتُ فِي الزَّيْلَانِي بَكَتْ مِنْ فَتْنَةِ الزَّمَانِ يَنْجِي
أَنَا نَجُلُ الْإِمَامِ مَا بَلَ حَقِّي صَلَّيْمْ بَيَّتْ خَصْبَتِي الْوَحْلَاجِ

”ہائے کاش! میں یہ جان لیتا کیا کوئی محل مند تاریکیوں میں

بیٹھا ہو اور مصائب زمانہ پر آنکھی سے گھٹکھٹ کر رہا ہو؟ میں تو امام

کافر دعوہ ہوں، میرے حقوق ان کافروں کے پاؤں تلے کس

طرح دعوہ جارہے ہیں۔“ (ناخ)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جس میدان میں سر سید الشہداء اولا نیزہ نصب کیا گیا تھا، قیامت تک جتنے حاجت مند وہاں آتے رہیں گے، اپنی حاجت کی قبولیت پاتے رہیں گے۔ (ناخ، ج ۳، ص ۱۰۶، نظام، ص ۵۳۹، ترجمہ ابی خب، ص ۱۶۹)

منزل قمرین^①

تاریخ: ج ۳ ص ۱۰۰، تذکرہ اشعرا، ص ۴۷، ابلی خف، ص ۱۶۹، قصاص
ص ۵۴۹، ان تمام مقامات میں یہ واقعہ موجود ہے۔ بعض مقامات میں قمرین سے پہلے
طب کا ذکر آیا ہے۔

جب فرار اور اس کے ساتھی قمرین پہنچے تو اس شہر کے لوگوں نے ان پر شہر کے
دروازے بند کر دیے کیونکہ اس شہر کے تمام لوگ جناب امیر طیبہ اسلام کے شیعہ تھے۔ ان
لوگوں کو یقین و یقین کیا اور ان کو پتھروں کا نشانہ بنایا اور کہا: اے کاہلان اولاد و پتھر
تو خدا ہم سب مارے جائیں تو مل ہے لیکن تمہیں اس شہر میں آنے کا راستہ نہیں ملے گا۔
جناب ام کلثومؑ نے زور کر کے اشعار پڑھے:

کم تنصیبون لنا الاقلاب عاریة کائنات من ہبات الودع فی البلد
الیس جدی رسول اللہ و یلکم هو الذی حلکم قصداً الی الرشید
یأتمہ السوء لا سقیاً لربکم الا عذاباً کما اغنی علی لبد

”اے عالمو! تمہیں کچھ بھی جان نہ آئی، ہمیں اذیتوں کی نگرانی پشت
پر تم نے اس طرح سوار کیا جیسے ہم اہل روم کی بیٹیاں ہیں۔ تم پر
افس ہے ہم تو رسول اللہ کی بیٹیاں ہیں، اللہ کے رسول ہمارے
خود بزرگوار ہیں، ہمارے نانا تو وہ ہیں جنہوں نے تمہیں راہ
ہدایت دکھایا۔ اے بدترین امت! ہمارا ستان تمہیں میرا ب نہ
کرے۔ خدا و تعالیٰ کا طاب تمہاری جمعیت کو ناپود کر دے۔“

(ابلی خف)

① قمرین: طب اور قمرین کے دو مہمان ایک شرط کا حامل ہے سوائے ایک کارکن برائے سے زیادہ کوئی
چھ نہیں ہے۔ (الراشد)

منزل طلب ①

تذکرہ الشہداء ص ۴۳، جب یہ شاہی فخر طلب کے نزدیک پہنچا تو وہاں کے حاکم کو اپنی آمد کی اطلاع دی تو وہ بہت زیادہ خوش ہوا، اس نے اشراف شہر سمیت پرچم بلند کر کے شہر سے باہر تین میل کے فاصلے پر شہر اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کیا اور اکرام و احترام سے ان کو شہر میں لے آیا اور تین دن تک خلیفت کرتا رہا۔

صاحب نظام ص ۵۴۹ نے کہا ہے: عجم البلدان میں آتا ہے طلب کے مغرب میں جوش نامی پہاڑ ہے، جہاں تانبے کی کانیں تھیں، جب اس پہاڑ سے اہل بیت صحت و طہارت کا گزر ہوا تو اس دوران امام علیہ السلام کی ایک زوجہ حاملہ تھیں ان کا حمل سقط ہوا تو وہاں کے کان کنوں سے دین و آب مانگا تو ان سنگ دلوں نے اپنی سبک دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشنام دینے تو ان خدایات نے ان پر نظرین کی تو وہ تمام کان جاہ ہو گئی۔ پھر اس واقعہ کے بعد اس پہاڑ سے آج تک کسی کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اس پہاڑ کے سامنے ایک حرار ہے جو شہد اسقط و شہد الذکر کے نام سے مشہور ہے۔ اس سقط کا نام ”محسن بن حسین“ تھا۔

واقعہ غریبہ و عجیبہ

صاحب ریاض القدر نے ص ۴۳، ص ۲۶۷ میں روحۃ الشہداء کے حوالے سے ایک واقعہ لکھا ہے:

① تک شام کا ایک مشہور شہر ہے ایک بہت بڑا شہر ہے وہاں کی آب و ہوا صحت بخش ہے ایک واقعہ ہے طلب کا جو قصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہاں زندگی کا کچھ حصہ بسر کیا۔ آپ ورحمہ کے دن اپنے کو غصہوں کا دودھ دوتے تھے اور قرآن کو صدقہ کرتے تھے اس لیے اس شہر کا نام طلب مشہور ہو گیا (دودھ)۔ ایک اور روایت کے مطابق: طلب جنس، حرور تین بھائی تھے ان سب نے اپنے اپنے نام کے شہر بنائے۔ حضرت ابراہیمؑ نے طلب میں مقیم ہوئے۔ طلب اور قرین کے درمیان ایک دن کی مسافت کا راستہ ہے۔ (المراصد)

جب فرعون اسیران اہل بیت کو شام کی طرف لے جا رہا تھا۔ ابھی وہ طرب کے راستے پر تھا۔ اس علاقے میں ایک بلعدہ والا اور سچ پھاڑ تھا، اس پھاڑ کے اوپر لوگ آباد تھے۔ وہاں ایک گاؤں تھا، جس کا نام محمودہ تھا، اس علاقے کا بادشاہ ایک یہودی تھا، اس کی تمام رعایا بھی یہودی تھی۔ اس کا نام عزیز بن ہارون تھا۔ وہاں۔ لوگ خالص ریشی لباس پہنتے تھے۔ ان کا لباس چادر و عراق و شام میں معروف تھا۔ جب ان کا زیادہ کا یہ فکڑاں کہہ کر اس جگہ پر آیا تو دامن پھاڑ کو سرسبز و شاداب پایا۔ وہاں پانی اور کھاس کھوت کے ساتھ تھا۔ اسیران اہل بیت کو ایک جگہ پر بٹھایا۔ سرہائے شہدا کو صندوق میں بند کیا۔

واقعہ شیریں دریا و شام

صاحب روحہ الشہداء نے روایت کیا ہے: جناب شہر بانو کی ایک کنیز تھی جس کا نام شیریں تھا۔ وہ غلامت میں بھی شیریں تھی اور غلامت میں لگی دوران تھی۔ اسلامی جنگوں میں جب جناب شہر بانو اسیر ہو کر مدینہ آئیں تو ان کے ہمراہ ایک سو کنیزیں بھی قید ہو کر آئی تھیں۔ جب آپ کا عقد حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ہوا تو آپ نے اسی وقت اپنی چھاس کنیزوں کو آزاد کر دیا اور جس شب حضرت امام زین العابدینؑ ان سے حوالہ ہوئے تو آپ نے دوسری چالیس کنیزوں کو اللہ کے راستے میں آزاد کر دیا۔ اب ان کے پاس صرف دس کنیزیں باقی رہ گئی تھیں۔ ایک دن شہر بانو حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ٹٹھی ہوئی تھیں کہ شیریں کنیز ان کے پاس آئی تو لٹام نے ارادہ حراج شہر بانو سے فرمایا: شیریں کس قدر قبول صورت ہے؟

شہر بانو نے خیال کیا کہ حضرت شیریں کی طرف میلان رکھتے ہیں تو کہا: قربان جاؤں۔ شیریں بھی تمہارا اپنا مال ہے۔ لٹام نے آپ کو یہ بخش دی ہے۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ شہر بانو کے دل کی بات کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: میں نے شیریں کو اللہ کی راہ میں آزاد کیا ہے۔ شہر بانو جلدی سے اٹھیں، ایک صندوق کھولی اور ایک خوبصورت قیمتی اور قیمتی ترین لباس نکالا اور شیریں کو پہنایا۔

آپؐ نے فرمایا: اسے شہر بانو اقم نے بہت سی کنیروں کو دیا تھا میں آزاد کیا لیکن جس طرح شیریں کو لباس پہنایا کسی اور کنیر کو آزاد کرتے وقت ایسا لباس نہیں پہنایا؟

شہر بانو نے عرض کیا: میں آپؐ پر قرآن جاؤں ان تمام کنیروں کو تو میں نے آزاد کیا تھا۔ شیریں تو وہ کنیر ہے جس کو حسینؑ آکا نے آزاد کیا ہے۔ آپؐ کے آزاد کرنے میں اور میرے آزاد کرنے میں بھی تو فرق ہے۔ آپؐ نے شہر بانو کے حق میں حسینؑ و آفرین کے کلمات ادا کیے۔

حاصل کلام شیریں برابر حضرت شہر بانو کی خدمت میں رہیں۔ آخر کار سب عواقب سامنے آ گیا۔ یہ اپنی شہزادی کی خدمت میں برابر رہی۔ عاشورہ کے صدمات برداشت کیے۔ بھوک و پیاس سب کو برداشت کیا لیکن کنیری سے ہاتھ نہ کھینچا۔ آخر قلعہ پر اسے طلب کے اس پہاڑ کے دامن میں لے آئی جس کی حالت کو دیکھ کر پہاڑ اور اس کے پھر پانی پانی ہو رہے تھے۔

شیریں نے جب اپنی ملکہ کی یہ حالت دیکھی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور حضرت شہر بانو کے پاس بیٹھ کر ان کی دلگیری کی اور عرض کیا: آپ مجھے اجازت دیں میرے پاس تھوڑے سے زبرد ہیں جن کو میں نے چھپا کر رکھا تھا۔ میں اس گاؤں میں جاؤں، ان کو بچوں اور آپ کے لیے چادریں خریدوں۔

جناب شہر بانو نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے۔ جب اُسے اجازت ملی تو وہاں سے اٹھ کر تار بکی شب میں اس گاؤں کی دیوار کے پاس آئی۔ پھر دو دروازے کی طرف آئی

تو دروازے کو بند پایا کیونکہ سات کا ایک حصہ گزر چکا تھا لوگ سوچے تھے لیکن اس نے آہستہ آہستہ اس کمرے کے دروازہ پر دستک دینا شروع کر دی۔ ابھی اس نے دستک دی، دروازے کے پیچھے سے عزیز بن ہارون نے کہا: دروازے پر کون دستک دے رہا ہے؟ کیا دستک دینے والی شیریں ہے؟ شیریں نے تعجب کیا اور کہا: جی ہاں میں شیریں ہوں۔ ابھی دروازہ نہیں کھلا تھا عزیز نے سلام کیا، شیریں نے سلام کا جواب دیا۔

پھر شیریں نے پوچھا: اے بندۂ خدا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں شیریں ہوں؟ عزیز نے کہا: تو بیٹھ میں تمہیں اپنا قاعدہ سناؤں، آج رات جب میں اپنے بستر پر لیٹا جب مجھے نیند آئی تو خواب میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو دیکھا۔ ان کے سر دستار تھی اور نہ پاؤں میں جوتے، نالہ کناں تھے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات تھی، آثار تعویذ ان کی طبیعت سے ہو رہا تھے۔ میں نے ان کے حضور عرض کیا: اے ہوامر ائیل کے سرور ادا اے رب جلیل کے برگزیدہ نبیو! یہ حالت کیوں بنا رہی ہے؟ یہ آہ و نالہ کس لیے ہے؟

انہوں نے فرمایا: اے عزیز! کیا تجھے معلوم نہیں ہے؟ ظفر خاتم کے سہلہ کو قتل کر دیا گیا ہے، حبیب خدا کے نور چشم کو خاک و خون میں غلطان کر دیا گیا ہے۔ اب ان کے سر کو اور ان کے اہل بیت کو شام لے جایا جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر تک اسی بھاڑ کے دامن میں اترتے والے ہیں۔

اس وقت میں نے عرض کیا: اے کلیم اللہ! کیا محمد اور اس کا دین سچا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کا دین کیسے سچا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہم سے عہد لیا تھا اور ہم ان کی ذات پر ایمان لائے ہیں، اور جو ان پر ایمان نہیں لائے گا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ میں نے ان کے حضور عرض کیا: میرے لیے کوئی علامت مقرر کرو تا کہ میرے ایمان میں اختلاف نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا: ابھی انھوں نے چاہا ہے کہ

کے دروازہ پر ایک کینز کھڑی ہے۔ جس کا نام شیریں ہے۔ وہ اسی حسین شہید کی آزاد کردہ ہے، تمہارے قلعہ کے دروازہ پر دھک دے رہی ہے۔ دروازہ کھول جو کچھ وہ چاہے وہ حلا کر، وہ تیری زوجہ بننے والی ہے اور اسلام قبول کر۔ امیران اہل بیت کی خدمت میں حاضری دے، ان اسیروں میں ایک امیر ہیں جو لنگر زمین و آسمان ہیں۔ نقشہ دائرہ امکان ہیں، فرزند حسین ابن علی ہیں اور امام زمان ہیں، جا اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر اور شریعت سکھ اور اس سید بزرگوار کے حضور میرے سلام پہنچا۔ پھر یہ الفاظ زبان پر جاری کر:

اَلسَّلَامُ عَلٰی الرَّاسِ الْمُنْبُوحِ الْمَقْطُوعِ

جب تم یہ سلام پیش کرو گے وہ شہید تمہیں جواب دیں گے۔ حالانکہ ان کا سر لوٹک بیان پر ہے اور ان کی شریالوں سے خون جوش مار رہا ہوگا۔

یہ کہا اور پھر وہ قلعہ پر ہو گئے۔ میرا خواب ختم ہوا تو میں حیران و پریشان اپنے قلعہ میں آیا اور تیری دھک کو سنا اور دروازہ کھولا۔ وہی کچھ پیش آیا جو ان بزرگواروں نے فرمایا: کیا تم میرے ازدواج میں آنا پسند کرو گی؟ شیریں نے کہا: صرف ایک شرط پر کہ تو مسلمان ہو جا، اور میری آقا زادی کی اجازت بھی ضروری ہے اور امام زمان زمین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں چلی اور اسلام قبول کر اور ملکہ نجم میری بانو سے اجازت بھی لے۔

عزیز نے کہا: ایسا کرنے پر تیار ہوں؟ شیریں نے کہا: میں ابھی قلعہ کے اندر نہیں جاسکتی، میں واپس جاتی ہوں اور اپنی بانو کو آگاہ کرتی ہوں۔ پھر تو آ اور جو کچھ دیکھا ہے اس کے مطابق عمل کر۔

عزیز نے کہا: جب صبح ہوگی میں حاضر ہوں گا۔ شیریں جب واپس آئی تو اس نے حضرت شہر بانو کو تمام واقعہ سنایا اور جناب شہر بانو نے تمام واقعہ جناب امام

زمین العابدین کو اور باقی تمام خواتین کو سٹایا۔

آخر رات ختم ہوئی، سپید سحر نمودار ہوا۔ تھوڑی دیر بعد پہاڑ کی چوٹی سورج کی شعاعوں سے منور ہوئی، عزیز اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک ہزار دینار کے ساتھ ابن زیاد کے سپاہیوں کے پاس آیا اور وہ دینار بطور رشوت پیش کیے اور انھیں کہا: یہ مال اپنے پاس رکھو، اس کے عوض میں اہل بیت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

جب اسے اجازت ملی تو اس نے عہد رات صحت و طہارت کی خدمت میں قیمتی لباس بطور ہدیہ بھیجے۔ پھر امام کی خدمت میں حاضری دی۔ انھیں سلام کیا اور اسلام کا اقرار کیا اور ایک ہزار دینار امام کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر ان کے لے کر سید الشہداء کے مبارک سر کے قریب گیا اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے سلام پہنچائے۔

پھر ان سپاہیوں کی اجازت سے سرانور کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی انھیں شہید کیا گیا ہو۔ تازہ خون گونے مبارک سے ٹپک رہا تھا۔ عزیز اس مقدس سر کے مقابل کھڑا ہوا اور نہایت ادب سے سلام کیا اور کہا: جناب موسیٰ اور ہارون سلام کر رہے تھے۔ اچانک یہ لب گہوار مثل فچر گل کھلے اور فرمایا:

سَلَامُ اللّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی مُوسٰی وَہَارُونَ اِنَّہُمَا وَنَ الْمُحْسِنٰی

”میرے اللہ کا سلام ہو اور میرا سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر، دونوں محسنین میں۔ سے ہیں۔“

عزیز نے عرض کیا: میں آپ پر فرمان جاؤں، آپ نے میری طرف رجوع

فرمایا ہے۔ اس طرح خداوند تعالیٰ کی رضا میرے لیے ظاہر ہوئی ہے۔ سر مبارک ہے
آباد آئی:

”جو کچھ میرے لیے ضروری تھا، تو نے نہ کر دیا ہے، تو نے
اسلام قبول کیا، تو خدا اور اس کا رسول تجھ پر خوش ہوئے۔ تو نے
میرے اہل بیت پر احسان کیا ہے۔ میرے نانا، میرے پاپا اور
والدہ ماجدہ اور بھائی تجھ پر راضی ہوئے ہیں۔ تو نے غنیمتوں
کے سلام جھک بچھائے ہیں۔ تو اس طرح سے میری رضا تجھ
کو حاصل ہوئی ہے اور قیامت کے دن تم ہم اہل بیت کے
ساتھ مشورہ ہو گے۔“

جب کار با اہی جا رہا

حضرت شہر بانو نے شیریں سے کہہ کر تم مجھے خوش کرنا چاہتی ہو تو مزے
شادی کرو، شیریں نے یہ سن کر دعا شروع کر دیا اللہ کہہ شیریں آپ کی کھیری سے کیسے
رہ سکتی ہے؟ کیا یہ افسانہ ہے؟ زمانہ میں حضرت میں آپ کے ساتھ رہوں، جب
آپ پر مصائب کا زمانہ آئے تو آپ کو چھوڑ دوں، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا جہاں آپ
ہوں گی، وہاں شیریں ہوگی۔

جب شہر بانو نے فرمایا: میں نہیں چاہتی کہ میں اپنے میں تم ہمیں دولت و خدای
کے ساتھ دوں۔

جب عالم خواب میں سوئی وہاں نے حیرانہ مزے سے ہاتھ دیا ہے
اس بات پر راضی ہوں۔ آخر کار شیریں راضی ہو گئی اور سلام نے شیریں کا ہونہ مزے
کر دیا۔ پس تمام قصہ طے ہو گیا۔ (ریاض القدر) ①

① ایک مجلس میں حاضرین نے اس کا حکمت سے کئی نقلیں (حزب)

منزل معرۃ الحسنان

تاریخ: ج ۳، ص ۱۰۸، اہل بیت، حرم، ص ۱۰۷، نظام، ص ۵۴۹، شریعہ فکر کے ہمراہ قسریں سے معرۃ الحسنان آیا۔ یہاں کے لوگوں نے ان کی خدمت خاطر خوب کی۔ ان کے جانوروں کی غذا کا انتظام بھی کیا۔ انہوں نے رات بڑی آسودگی کے ساتھ گزاری۔ صاحب تذکرۃ الطہر، ص ۴۸ نے کہا: ان لوگوں کے لیے کوٹھڑیاں کیے گئے۔

منزل شیرز

تاریخ: ج ۳، ص ۱۰۸، اہل بیت، حرم، ص ۱۰۷، تذکرۃ الطہر، ص ۴۷ اور نظام، ص ۵۴۹، ان تمام احباب نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ مرحوم سپہ کے بقول: جب صبح ہوئی تو انہوں نے کوچ کیا اور ساتھیوں میں شیرز (مردون جھڑ) میں پڑاؤ ڈالا۔ اس شہر میں ایک نہایت ہی سال خوردہ بزرگ تھے۔ اسی نے لوگوں کو بلایا اور کہا: اے لوگو! یہ سرفروز رسول اور فرد علی مرتضیٰ کا سر ہے اور حضرت فاطمہ زہرا کے جگر کا سر ہے۔ ان لوگوں کی بڑبڑ کر، ان کو اپنے شہر میں نہ رہنے دو، آل محمد کی متابعت میں سادہ و اہل حاصل کرو۔ لوگوں نے انہیں اپنے شہر سے بھاگایا۔

تذکرۃ الطہر، ص ۴۷ کی روایت کے مطابق اہل شیر نے اپنی کھواریں نقل کیں اور ان کو کھانا پہنچا کر دیا۔ ان کے چھاپی نقل کر دیا۔ شیرز کے پانچ آدمی شہید ہوئے۔

حضرت ام کلثومؓ نے پوچھا اس شہر کا نام کیا ہے۔ بتایا گیا: شیرز۔ آپؓ نے فرمایا: خداوند اس شہر کے پانی کو شیریں بنادے اور اس شہر کے بھادروں کو فرمادے اور ظالموں سے محفوظ کر دے۔

منزل کفر طاب^①

جب ابن عباس کو شیر دھالوں نے بہا دیا تو وہاں سے نکل کر کفر طاب کے قلعہ پر آئے۔ یہ قلعہ اگرچہ چھوٹا تھا لیکن مضبوط تھا۔ یہاں کے لوگوں نے قلعہ کے دروازے ان پر بند کر دیے اور دیواروں پر چڑھ کر اپنا دفاع کرنے لگے۔ غولی بن یزید اگلی قلعہ کی دیوار کے قریب آیا اور آواز لگائی: کیا تم یزید کی حکومت کے تحت نہیں ہو؟ قلعہ کے دروازوں کو کھولا اور ہمیں پانی پلاؤ۔

ابن لوگوں نے جواب دیا: بھلا ہم تمہیں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں دیں گے۔ کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جنہوں نے حسین بن علی کو یہاں سا شہید کیا تھا؟
 قبول نہ کرے البتہ اس نے کہا: بھلا ہم تمام گل ہو جائیں یہ قبول ہے لیکن تمہیں ایک گھونٹ پانی کا نہیں دیں گے حالانکہ تم وہی لوگ ہو جنہوں نے حسین اور ان کے اصحاب پر پانی بکریا تھا اور انہیں بکھڑا کر شہید کیا۔

منزل سیدور^①

تاریخ، ج ۳، ص ۱۰۸، نظام ص ۵۵، نقل ابی حنفہ، ص ۱۰۸ اور بیاض القدس، ج ۲، ص ۱۲۹، جب کفر طاب میں ابن کو جگہ نہ ملی تو یہ سیدور کی طرف آئے اور یہاں آکر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں جناب امام جعفر نے یہ اختیار پڑھے:

سلا العلو ج فلما ترضی بهذا العرب و صار یقتدر رأس الامۃ الذئب
 یا للرجال لما یأتی الزمان بہ من العجیب الذی ما مقلہ عجب
 آل الرسول علی الاکتاب عاریۃ و آل مروان یسری نعلہم نعب (عجب)

- ① کفر طاب: معرہ طاب کے درمیان قرار کا نام ہے۔ بیاض القدس کے مطابق: کفر طاب کا معنی: "کافراں کی جگہ"۔
 ② تمام اہل ایمان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

”وہ لوگ جن کو میراث نے بہت دفرمایا تھا۔ آج وہ
 سیدہ و آقاؑ بنے ہوئے ہیں لیکن تو انہی عرب اس امر کی تھا
 حاضر نہیں کرتے اور عرب کے سردار تھے انہیں دلیل و رسا
 کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ کاکت کے سردار تھے آج ہر خوشی
 ان سے چھین لی گئی ہے۔ ظہیر کی اہل بیت انہوں کی گلی پشت
 پر سار ہیں۔ اور آلِ مرہان کے پاؤں تلے غلامت کا شور
 مچا رہا ہے۔ میں نہیں پہچانتا یہ کون ہیں۔“

ان کو دیکھ کر اہلِ سیدہ رخ ہو گئے۔ ان کے نوجوان بڑے ان کے ام کو رخ
 ہو گئے۔ ان لوگوں میں ایک بڑا حاتم تھا۔ حاتم کی صحبت میں رہ چکا تھا۔ وہ
 کڑا اور گیا اور کہنے لگا: خداوند تعالیٰ نے قند پھٹی کو پھر نہیں کیا۔ تم آرام کے ساتھ
 رہو اور قند کو جاننا نہ۔ یہ لوگ سڑک کے آ رہے ہیں۔ پیچھے ان کے ساتھ کوئی ایسا مائدہ
 نہیں نہیں آیا۔ ان سے ذرا نہ کہو۔ ان کو اپنے حال پر گھڑ دو لیکن نوجوانوں نے کہا:
 واللہ! ہم اس بلور قوم کو یہاں سے نہ گزرنے دیں گے۔ خداوند تعالیٰ شہر میں اپنی آلائش
 نہ ڈالیں۔ مگر یہ لوگ وہاں سے آگے نکلے۔ لیکن کو توڑ ڈالو اور سڑک ہو کر ان کے سامنے
 آگئے۔ ان کے کہہ میں جنگ ہوئی۔ ان زیادہ کے لشکر کے چور آدی مارے گئے اور
 سیدہ کے حاتم بھی شہید ہوئے۔

حضرت ام کلثومؑ نے اس شہر کا نام پوچھا تو کہا گیا: سیدہ۔ آپؑ نے دعا دی۔
 فرمایا: اے پروردگار! یہاں کے پانی کو شیریں بنا دے۔ یہاں کے زرخوں کو اور اس
 کو دے اور ان کو کالیں سے محفوظ فرما۔^①

① محلِ نبویؐ میں اللہ تعالیٰ نے انہوں میں سے پانچ شہید ہوئے۔ رسول اللہؐ، ج ۴ ص ۸۸۰ کے
 بقول: ”یہ لوگ اللہ کے گل ہوئے اور حرمِ نبویؐ میں شہید ہوئے۔“ یہی قول ہے۔

منزل حماة ① ②

جول محل ابی جھف، من ۱۷۲ء، یہ لوگ سیور سے حماة پہنچے۔ ابی حماة نے بھی ان خالوں کو اپنے شہر میں نہ آنے دیا۔ ان کے جوان گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور کہا: بخدا تم اس وقت ہمارے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ہمارا ایک نفر باقی ہے۔ تذکرۃ المشہد، ص ۴۷ نے بھی یہی کچھ لکھا ہے۔ ابی حماة نے اس لشکر کو اپنے شہر نہ آنے دیا۔

جناب ام کلثوم نے پوچھا: اس شہر کا نام کیا ہے؟ کہا گیا: حماة۔ آپؑ نے دعا دی: خداوند تعالیٰ اس شہر کو ہر ظالم سے محفوظ رکھے۔ صاحب الفس المہوم محدث طلیل علامہ حنفی نے فرمایا ہے: حماة میں زیارت گاہ ہے جس کا ذکر بعض کتب میں آیا ہے۔ اور انھوں نے ارباب مقاتل سے نقل کیا۔ راوی کہتا ہے: جب میں سروج پر گیا، حماة پہنچا وہاں میں نے ایک مسجد دیکھی جس کا نام مسجد الحسین ہے۔

راوی کہتا ہے: میں مسجد میں داخل ہوا۔ اس مسجد کی ایک عمارت کے اندر دیوار پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔ جب میں نے پردہ اٹھا لیا تو ایک پتھر دیکھا جو دیوار میں نصب تھا۔

- ① حماة ملک شام کا ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جس اور حماة کا درمیانی فاصلہ ایک دن کا ہے۔
- ② محل ابی جھف، من ۱۷۲ء، تاریخ، ج ۳، ص ۳۳۳، ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۹۰۔
- ③ محدث حنفی نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے: بعض کتب سے مراد علامہ قزوینی کی کتب ریاض الملائک، ص ۸۳، طبع جری ۱۳۰۵ء۔

④ محل مقرم، ص ۳۳۳، حماة کے قریب ایک باغ میں مسجد ہے جس کو ”مسجد الحسین“ کہا جاتا ہے۔ لوگ بیان کرتے ہیں: وہاں ایک پتھر ہے جس پر خون کا نشان ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر سید الشہد اکا سر رکھا گیا تھا۔ محدث حنفی نے فس المہوم میں فرمایا ہے: جب میں سروج کے لیے نکلا تو اس پتھر کی زیارت کی حتیٰ..... الخ۔

جناب محدث حنفی نے قول نقل کیا ہے خود انھوں نے اس زیارت کا مشاہد نہیں کیا۔ متن عمارت بھی بتاتا ہے۔

اس پتھر پر کئے ہوئے گلے کا واضح نشان تھا، شریانوں کے نشان بھی تھے۔ پتھر پر خون جم چکا تھا۔ میں نے مسجد کے خدام سے پوچھا: یہ پتھر کیا ہے؟ اس پر یہ خون کے آثار کیسے ہیں؟ اس نے کہا: یہ اس زمانے کی بات ہے جس زمانے میں ابن زیاد کے فوجی امیر ابن ابی ہبیت اور شہداء کے سروں کو یزید کے پاس شام لے جا رہے تھے تو وہ اس شہر میں وارد ہوئے اور خیر البشر کے فرزند کے مہارک سر کو اس پتھر پر رکھا تو اس پتھر پر گردن اور گردن کی رگوں اور خون کے نشان ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے جس کا مشاہدہ آپ کر رہے ہیں۔

میں کئی سالوں سے اس مسجد میں خدمت کر رہا ہوں۔ اس مسجد میں ہمیشہ بغیر کسی توقف و تاخیر کے قرآن کی آواز سن رہا ہوں حالانکہ قرآن کی تلاوت کرنے والا سامنے نہیں آتا۔ ہر سال جب عاشور کی رات آتی ہے تو اس پتھر سے نور ساطع ہوتا ہے۔ مسجد روشن ہو جاتی ہے، لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور اس پتھر کے ارد گرد گریہ کرتے ہیں اور عاشور کی آخری ساعت تازہ خون نمودار ہوتا ہے، پھر خشک ہو جاتا ہے لیکن کسی کو خون کے مس کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

اس خادم نے کہا: مجھ سے قبل ایک خادم تھا۔ اس نے بھی ایک لمبے عرصے اس مسجد کی خدمت کی۔ یہ تمام کرامات اس زمانے کی اب بھی جلی آ رہی ہیں۔ خون کا خشک ہونا، قرآن کی تلاوت، عاشور کی نصف شب میں نور کا ساطع ہونا۔ آج بھی دیے ہے جیسے پہلے تھا۔ پھر میں مسجد سے باہر آیا اور لوگوں سے استفسار کیا۔ لوگوں نے بھی وہی بات کی جو خادم نے کہی تھی۔

منزل جمع ①②

ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۸۰ ابن زیاد کا لشکر جب حمص کے قریب آیا تو انھوں نے شہر کے حاکم کی طرف قاصد بھیجا کہ ہم امیر المومنین یزید کے آدمی ہیں۔ کوفہ سے

شام کی طرف روانہ ہیں۔ ہمارے پاس حسین بن علی کا سر اور اس کے اہل بیت کے افراد ہیں۔ ہمارا استقبال کرو، لشکر کی ضروریات سہا کرو، شہر کی آئینہ بندی کرو۔ اس وقت اس شہر کا امیر خالد بن شیبہ کا بھائی^① تھا۔ یہی خالد حمیدہ کا امیر تھا۔ یہ دونوں بھائی حاکم تھے۔ ایک حمیدہ کا اور دوسرا محض کا حاکم تھا۔ غلط کو پڑھ کر حکم دیا شہر کو سہایا جائے۔ سرخ و زرد رنگ کے پرچم لہرائے جائیں۔ شہر کے تمام لوگ تماشا کے لیے نکلے اور شہر سے باہر تین میل کے فاصلے پر لشکر اکٹھا کر دیا۔ اس کا استقبال کیا۔ ان کافروں نے شہر کے سردوں کو صندوقوں سے نکالا اور نیزوں پر باندھ کر ان کے خدشات، صحت و طہارت کو باکمال ذلت شہر لے آئے۔ جب اہل محض کو معلوم ہوا کہ یہ امیر امام علی اور خلیفہ گرامی کی اولاد و اہل بیت ہیں، تو ان کی غیرت بیدار ہوئی تو نالہ و شہیوں کی آوازیں بلند کیں۔ اسی آواز کی صورت میں اہل بیت کو شہر کے دروازہ سے گزرا۔

جب شہر محض کی خواتین نے اہل بیت خلیفہ کو اس حال میں دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں، انھوں نے رونا پینا شروع کر دیا۔ اہل شہر کوئی زیادہ طاقت نہیں رکھتے تھے۔ انھوں نے ان سپاہیوں پر سنگ باری شروع کی۔ اسی طرح کوفہ و شام کے چوتھے جہنم داخل ہوئے۔ (تذکرۃ الشہداء، ص ۴۰۸)

پھر دروازوں کو بند کر دیا اور کہا: اے لوگو! ہم ایمان کے بعد کفر اختیار کریں۔ ہم ہرگز ان لوگوں کو یہاں سے آگے نہیں جانے دیں گے۔ ہم خولی بن یزید کو قتل کریں گے اور امام کا سر حاصل کریں گے تاکہ ہمارا یہ کام ہمارے لیے روز قیامت تک

① محض: ملک شام کا ایک مشہور شہر ہے اور بہت پرانا شہر ہے۔ دمشق اور حلب کے درمیان واقع ہے۔ اس کو محض بن مہر بن جان بن مکتف نے آباد کیا تھا۔ (تکم البلدان، ج ۲، ص ۳۰۲)

② تاریخ، ج ۳، ص ۱۱۰، اہل تحف، ص ۱۷۱، نظام، ص ۵۵۰، ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۸۰، تذکرۃ الشہداء، ص ۴۰۸

③ محل اہل تحف: اس شہر کا نام گورز خالد بن علی تھا۔

اعزاز و انکار میں جائے۔ ان تمام لوگوں نے قسم اٹھائی۔ اہل حص نے خالد بن ولید کے پہلو میں ایک حملہ میں اجتماع کیا اور جنگ کے لیے باہر نکلے تو یہ کافر دوسرے دھواڑے سے فرار کر گئے۔^①

منزل خندق الطعام یا سوق الطعام

بکرہ الشہد اس ۴۰۸ھ میں لوگ حص سے نکل کر خندق الطعام آئے۔ بعض ارباب قتال نے سوق الطعام ضبط کیا ہے۔ یہاں کے لوگوں نے ان پر شہر کے دھواڑے بند کر دیے۔ پھر یہ لوگ جوسیہ آئے اور بعض نے حسیہ قتل کیا ہے۔ بتایا جاتا ہے اس شہر کے امیر نے چار ہزار سواروں کا لشکر تیار کیا کہ اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے۔ خولی اور شمر کو قتل کر دیا جائے۔ شہداء کے سر چین لیے جائیں اور اسیران اہل بیت کو رہائی دلائی جائے لیکن انھیں اس امر کا علم ہو گیا۔ بحیرہ کے راستے پہلک کی طرف روانہ ہو گئے۔

منزل پہلک^②

مروایت منحل ابی حنفہ، انھوں نے شہر کے امیر کی طرف خط بھیجا۔ ہم امام حسین کے سر کے ساتھ تمہارے پاس آرہے ہیں۔ کینڑوں کو حکم دو وہ ساز و دھن بجائیں اور پرچم لہرائے جائیں۔ ڈھول و طبل خوشی کے شادیاں بجاتے جائیں۔

① ایک روایت میں آیا ہے کہ لشکر ابن زیاد نے دھواڑہ حص سے گزرتا پایا تو اس دھواڑے پر اتنا گھم مچا کہ چھین آئی مر گئے۔ جب دیکھا اس دھواڑے سے گزرتا منحل ہے۔ دوسرے دھواڑے پر آئے۔ لوگوں نے وہ دھواڑہ ان پر بند کر دیا اور کہا ہم ایمان لانے کے بعد کفر نہیں کر سکتے۔ یہ نہیں ہو سکا کہ نبی کی بیٹی کے بیٹے کے سر کے ساتھ اس شہر میں آئے۔ پھر یہ لوگ ایک اور دھواڑے سے شہر میں داخل ہوئے۔

② پہلک: اس شہر پہلک اور مشن کے درمیان تین دن کا قافلہ ہے۔ (الرصد)

③ ریاض الفکر، ج ۲، ص ۱۶۸، بکرہ الشہد اس ۴۰۸ھ، تاریخ، ج ۲، ص ۱۰۰

جب رات ہوئی تو ان کافروں نے شراب نوشی کی، صحرانے ساری رات میث و عشرت میں گزاری۔

کابل بھائی، ج ۲، ص ۲۹۱، فرماتے ہیں: جب یہ ملائین کوفہ سے نکلے تھے تو ان پر قبائل عرب کا خوف سوار تھا کہ راستے میں ان پر کیا گزرتی ہے اس لیے جب کسی آبادی کے قریب جاتے تو کہتے کہ یہ خارجی کا سر ہے اور یزید کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں سے سفر کی ضروریات طلب کرتے اور غیر معروف راستوں سے سفر کرتے۔ اس طریقے سے یہ بھٹک پہنچے۔ ان دنوں وہاں کا حاکم قاسم بن رقیق تھا۔ اس نے شہر کی آئینہ بندی کی، کئی ہزار حرف و نای و چنگ و طبل کے ساتھ سید الشہداء کے سر کو شہر میں لائے۔ (تذکرۃ الشہداء، ص ۴۸۸)

جب لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہوا ہے تو شہر کی نصف آبادی نے ان کے خلاف خروج کر دیا۔ ایک زوردار فتنہ کھڑا ہوا تو یہاں سے بھی یہ کافر غیر معروف راستے سے نکل گئے۔

قول ناخ، ج ۳، ص ۱۱۱، حوالہ، ج ۱، ص ۴۲۷، بحار، ج ۳۵، ص ۱۲۶، ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۸۱۔ حضرت ام کلثومؑ نے پوچھا: اس شہر کا کیا نام ہے؟ کہا گیا: بھٹک۔

آپؑ نے بدعا فرمائی: خداوند تعالیٰ یہاں کے ہر قسمی اناج، سبزیوں، سمجھدوں کو تباہ کر دے، یہاں کے پانی کو کڑوا کر دے، ان پر ظالموں کا ظلم ہمیشہ جاری و ساری رہے۔ اگر دنیا اہل و انصاف سے بھر جائے پھر بھی ہمارے لیے ان کی طرف سے سوائے ظلم و جور کے اور کچھ نہ ہوگا۔

حوالہ، ج ۱، ص ۴۲۷، حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ تمہاری کثرت کو ہلاک کرے اور ان حکمرانوں کو مسلط کرے، جو تمہیں قتل کریں۔

خوار ہیں۔

① منزل دہراہب

صاحب ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۸۲ کی روایت کے مطابق یہ لوگ ہلکے
سے روانہ ہوئے اور راہب کے گر جاتے پہنچے۔ وہاں امام سجادؑ نے زمانے کے حالات
اور وہ سلوک جو ان کے ساتھ کیا جا رہا تھا، اپنی زبان مبارک پر جاری فرمایا:

عن الكرام وما يهدي مصالبه
صروفه والى كم ذا نجاذبه
وسائق العيس يجبى عنه طالبه
او كلما قلله المختار كاذبه
يا أمة السوء لاحت مذاهبه
”زمانے کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ روزانہ نئی
صورت میں سامنے آتے ہیں۔ اِدھر دیکھو کائنات کے شرقات ان

① ماہنامہ: جیسائی ماہنامہ: ریاض القدوس، ج ۲۲، ص ۱۸۱۲، تذکرۃ الشہداء، ص ۸۸، واپائی نصف، ص ۱۷۳، تاریخ، ج ۲، ص ۱۸۱، روحۃ الشہداء، ص ۱۹۷، قصہ اکبر، ص ۲۲۲، تقاضا، ص ۵۲۵، ۵۵۰، تذکرۃ لکھنؤ، ص ۱۷۲، جملہ معرق، ص ۲۳۶، معرق القلوب، ص ۲۰۲، ج ۱، ص ۳۹۹، ان تمام ارباب نے اس مضمون کو اپنے مقالے میں نقل کیا ہے۔

پست لوگوں کے ہاتھوں اسیر ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہو جائے
گردش روزگار نے ہمیں کس قدر اپنی طرف کھینچ رکھا ہے؟ اور
کس قدر ہم نے اس کو قبول کیا ہوا ہے؟ ہمیں بے کجاوہ و
بے پلان اڈوں پر سوار کیا جاتا ہے۔ کہنے و پست لوگ کس قدر
میش و عشرت میں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم ملک روم
کے اسیر ہیں اور ہمارا اسلام کے ساتھ کوئی رابطہ ہی نہیں ہے
حالانکہ ہم تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں۔ یا جو کچھ
احمد بخاری نے فرمایا۔ ان کے نزدیک ان کے فرمان کی کوئی
حیثیت نہیں۔ اے امت با اتم پر افسوس ہے تم نے اللہ تعالیٰ
کے رسولؐ کا انکار کر دیا ہے اور اس کے تمام راستوں کو تنگ و
تاریک کر دیا ہے۔

جب لشکر ابن زیاد راہب کے معبد پر پہنچا تو وہاں بڑا ڈوڑال دیا۔ سر ہائے شہدا
کو معبد کی طرف رکھ دیا اور اسیران اہل بیتؑ کو اپنے لشکر کے ایک طرف جگہ دی اور خود
عشرت و سرور کی محفل میں مشغول ہو گئے۔ ادھر اہل بیت رسولؐ آہ و زاری میں مصروف
ہو گئے۔

لم انض فاطم وہی تبکی من اسی	بسکینۃ والقلب منها موجم
فی السیبی حاصرا وتستر وجہھا	خجلا بفاضل ردتھا وتبرقم
صرخت الا یاعمتاہ یقضی ابی	فی علتہ والبیض منه تقنم
یاعمتاہ یمسی ابی فوق الثری	وعلیہ تلتف الراح الارہم
من ذایفسلہ وفی الاکفان یدرجہ	وللنمش الشریف یشیم
امن یواری جسہ وعلیہ	فی رفیق جبل ترابہ ویودع

”امام حسینؑ کی قیم بیٹیاں دشمن کی قید و بند میں ایک بہت بڑی مصیبت میں تھیں لیکن وہ اپنے تن و من کو بھول چکی تھیں۔ انھیں اپنی مصیبت پہ معلوم ہوتی تھی۔ ان کے سامنے صرف اور صرف ان کے پدر مظلوم کے مصائب تھے۔ وہ اپنے مظلوم بابا کو یاد کر کے روتی رہتی تھیں۔ ان کی زبانوں پر یہ بات تھی۔ ہائے ان کے بابا کالاشہ دشت و کربلا میں پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ خاک و خون میں غطالان تھا، بے کفن و بے دفن تھا۔ امامؑ کی بیٹی فاطمہؑ اپنی پھوپھی سے پوچھتی تھیں: اے پھوپھی جان! میرے بابا کالاشہ کربلا کی گرم زمین پر بے کفن پڑا تھا۔ ہوائیں گرد و غبار اُڑا کر ڈال رہی تھیں۔ سورج کی گرم شعاعیں اُن پر پڑ رہی تھیں۔ وہ اپنی پھوپھی سے سوال کرتی: اے پھوپھی جان! آیا کسی نے میرے بابا کو غسل دیا ہوگا؟ میرے بابا کو کفن پہنایا ہوگا؟ کیا کسی نے میرے بابا کو دفن کیا ہوگا؟ کیا کسی نے تشیع جنازہ کیا ہوگا؟ یا جس طرح ہم نے اپنے بابا کو دیکھا تھا ہمارا بابا اُسی حال میں ہوگا؟“

احوالِ دیرِ راہب

جب رات نے اپنے ڈیرے بجالیے اور ہر طرف اُس کی تاریکی چھا گئی اور پورے ماحول پر سناٹے کی حکمرانی قائم ہو چکی تھی۔ راہب نے اپنے عبادت خانے میں تسبیح و تفلّیس کی خوبصورت آواز سنی۔ ایک نور پیدا ہوا، جس نے پورے عالم کو روشن کر دیا اور اس کے ہر گوشے اس کا معبد منور ہو گیا، راہب نے سر اٹھ کر اپنے معبد سے باہر دیکھا جو نیزہ کی نوک پر سوار تھا، وہ نور اس سر مبارک سے عمودی شکل میں آسمان کی

طرف نگر کر رہا تھا۔ جب راہب نے آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان کے در پہ کھل گئے، فرشتے ہیں جن کو شمار کرنا مشکل ہے۔ وہ زمین کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ جب وہ اس سر مبارک کے قریب آئے تو کہا: السلام علیک یا بن رسول اللہ، السلام علیک یا ابا عبد اللہ۔

راہب نے جب یہ پڑھت مقرر دیکھا تو اس کے جسم میں لرز اچھا ہو گیا اور گریہ و نالہ شروع کر دیا۔ پھر اُسے یقین ہو گیا یہ سر کوئی غیر معمولی سر ہے بلکہ زمین و آسمان کا حاکم ہے۔ پھر وہ اپنے عبادت خانہ سے نیچے اترا اور ان لوگوں سے پوچھا: تمہارا امیر کون ہے؟ اس سر مبارک کا موکل کون ہے؟ غولی بن یزید کا نام لیا گیا۔

راہب نے غولی کی طرف دیکھا اور پوچھا: یہ سر کس بزرگوار کا ہے؟ غولی نے کہا: حسین بن علیؑ کا سر ہے، ان کی ماں کا نام فاطمہ زہراؑ ہے جو محمد مصطفیٰؐ وغیرہ کی بیٹی تھیں۔

راہب نے کہا: تمہارے لیے ہلاکت و بربادی ہے تم نے اپنے نبیؐ کے بیٹے کو قتل کر دیا اور بدترین آدمی کی اطاعت کر لی ہے۔ ہماری کتب اور ہمارے علمائے تم لوگوں کے کردار کے بارے میں خبر دی ہے۔ انھوں نے کہا: جب وہ لوگ اُس بزرگوار کو قتل کریں گے تو آسمان سے خاک و خون کی بارش ہوگی۔ پچھلے دنوں میں نے آسمان سے خون کی بارش دیکھی۔ اس بارے میں حیران تھا کہ راز کیا ہے؟ آج معلوم ہوا ہے کہ اُس دن وہی وغیرہ کو قتل کیا گیا تھا کیونکہ ایسی علامات صرف اسی امر کے لیے ہوتی ہیں۔ اب میری درخواست ہے یہ سر مبارک میرے حوالے کر دو، جب یہاں سے جانا تو لے لینا۔

غولی ملعون نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا، میں یہ سر یزید کے پاس لے جا رہا ہوں۔ اس سے انعام حاصل کروں گا۔

راہب نے کہا: تم بڑے کیا لوگے؟ اُس نے کہا: دو ہزار مختال۔

راہب نے کہا: یہ سبم وذر لے لو اور سر میرے حوالے کرو۔ راہب نے غولی کا مطالبہ پورا کیا اور غولی نے سر مبارک راہب کے حوالے کیا، اُس وقت سر مبارک ٹوک سنان پر تھا۔ راہب نے اس سر کو اپنے ہاتھوں میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ لیا۔ اُس کے پوسے لیے اور خوب گریہ کیا اور عرض کیا: اے فرزند رسول! مجھ پر یہ امر بھاری ہے کہ میں نے آپ کے ہم رکاب ہو کر اپنی جان آپ پر قربان نہ کر سکا، لیکن اے ابا عبد اللہ! جب اپنے نانا بزرگوار سے ملاقات کرنا تو میرے غلوں و محبت سے انھیں آگاہ فرماتا، اور میری گواہی دیتا، میں آپ کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ رہا ہوں: اشہد ان لا الہ الا اللہ واحد لا شریک وان محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ رسول اللہ وان علیاً ولی اللہ و انتک الامام۔

پھر راہب نے چشم گریاں سران ملائین کے حوالے کیا اور اپنے معبد کی طرف لوٹ گیا۔

ان ملائین نے وہ مال آپس میں تقسیم کر لیا، جب وہ ان کے ہاتھ پر آئے تو عسکری میں بدل گیا اور اس عسکری پر لکھا تھا:

وَسَيَقْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيْ سُنْقَبٍ يَنْقَلِبُونَ ①

روضۃ الشہد او دیر راہب

صاحب روضۃ الشہد نے اپنی سند کے ساتھ ابوسعید دمشق کی روایت نقل کی

ہے۔ (روضۃ الشہد، ص ۲۹۷)

① تاریخ، ج ۳، ص ۱۱۵، ایک طرف کی تحریر مبنی: لَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ خَائِلًا عَمَّا يُفْعَلُ الظَّالِمُونَ، اور دوسری

طرف لکھا ہوا تھا: وَسَيَقْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا الم۔ غولی لمعون نے کہا: انا للہ وانا الیہ حسرت الدنیا

والاخرۃ۔ ایک دوسرے سے کہا: اس کو ماز رکھنا۔

راوی کہتا ہے: میں حاطین سرسید الشہداء کے ہمراہ تھا۔ ہم سب شام جا رہے تھے۔ جب ہم دمشق کے قریب پہنچے تو ہمیں خبر ملی۔ مستقب بن قحطاع خزاعی نے ایک لشکر جمع کر لیا ہے۔ وہ شب خون مارنے کا ارادہ رکھتا ہے اور ان سروں کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لشکر کے امرا نے بڑی احتیاط کے ساتھ راستہ طے کیا اور رات کو دیر راہب کو محفوظ جگہ خیال کرتے ہوئے پڑاؤ ڈالا۔

راوی کہتا ہے: شمر اس دیر کے قریب آیا اور آواز دی تو ایک بوڑھا دیر کی چھت پر آیا تو اس نے لشکر کو ملاحظہ کیا، اس کے دیر کے ہر طرف سوار و پیادہ لوگ کھڑے ہیں اور ان کے درمیان شمر آواز بلند کیے ہوئے ہے۔

راہب نے پوچھا: یہ کیا لشکر ہے اور تم کون ہو؟

شمر نے کہا: ہم اتنی زیادہ کے ملازم ہیں، دمشق جا رہے ہیں۔

اس بوڑھے نے کہا: تم کس غرض سے دمشق جا رہے ہو؟

انھوں نے کہا: عراق میں ایک شخص نے یزید کے خلاف بغاوت کی۔ ہم نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اسے قتل کر دیا اور یہ اُن کے سر ہیں جن کو ہم نے فیروں پر نصب کر رکھا ہے۔ اور اس کی اہل بیت کو قیدی بنا لیا ہے اور یزید کی طرف جا رہے ہیں۔

اُس بوڑھے نے ان سروں کو دیکھا اور کہا: ان کا امیر کون تھا؟

انھوں نے امام حسینؑ کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ بوڑھے نے سید الشہداء کے

سر سے اپنے جسم میں ایک ہیبت محسوس کی، بوڑھے نے پوچھا: تم ادھر کیوں آئے ہو؟

شمر نے کہا: ہم نے سنا ہے، کچھ لوگ ہم پر شب خون مارنا چاہتے ہیں۔ ان کے خوف سے یہاں آئے ہیں اور وہ ان سروں کو ہم سے چھیننا چاہتے ہیں اس لیے ہم احرار آئے ہیں۔

بوڑھے نے کہا: میرا یہ دیر بہت چھوٹا ہے تمہارا لشکر بہت بڑا ہے، ہاں البتہ

ان سردوں کو اور ان خواتین کو میرے ذمے کے امداد بھیج دو اور تم ذمے کے باہر پڑاؤ ڈالو۔ یہ ملائین ساری رات ہوشیار و بیدار رہے۔

شمر کے کہنے پر ان لوگوں نے سر مبارک کو ایک مستحکم صندوق میں بند کیا، اُسے قفل لگایا اور ایک حجرہ میں رکھ دیا اور اُس کے دروازہ کو باہر سے مقفل کر دیا۔ پھر یہ لوگ ذمے سے باہر چلے گئے۔

امام زین العابدین اپنے اہل بیت کے ساتھ ذمے کے امداد تشریف لائے۔ اس بزرگ نے انہیں رات بسر کرنے کے لیے اچھی جگہ دی۔ جس حجرہ میں وہ صندوق رکھی گئی تھی، جس میں سر مبارک تھا، اس بزرگ نے اس کے ارد گرد چکر لگانے شروع کیے۔ اچانک اُس نے دیکھا وہ حجرہ جس میں صندوق رکھا ہوا تھا بغیر شمع و چراغ کے روشن ہو گیا۔ وہ بزرگ حیران ہوا، یہ روشنی کہاں سے آگئی ہے۔ اس حجرہ کے پہلو میں ایک اور حجرہ تھا۔ ان کی درمیانی دیوار میں روزن تھے۔ بزرگ اس حجرہ میں آیا اور اُس سوراخ سے دیکھا تو روشنی پہلے سے بھی زیادہ تھی۔ اور یہ روشنی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔ آخر نوبت یہ آیا جا رسید کہ اسے اس نور کے مشاہدہ کی تاب نہ رہی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس حجرے کی چھت میں شکاف پڑ گیا اور ایک نورانی عماری اُتری۔ اس عماری سے ایک خوبصورت خاتون باہر آئی، جس کے ساتھ بہت سی کنیریں تھیں۔ وہ آواز دے رہی تھیں: راستہ دو! راستہ دو! پوری کائنات کی اماں حضرت حوا تشریف لاری ہیں۔ اس طرح حضرت اسحاق کی ماں جناب سارہ اور جناب اسماعیل کی ماں جناب ہاجرہ تشریف لائیں۔ اس طرح جناب یوسف کی ماں راحیل، جناب شعیب کی بیٹی صفورا، جناب موسیٰ کی خواہر جناب کلثوم، جناب آسیہ زین فرعون، جناب مریم مادر جناب عیسیٰ یہ بھی تشریف لے آئیں۔

اچانک ایک دوسری عماری اُتری، جس میں حضرت خدیجہ کبریٰ اور خدیجہ اکرم

کی کچھ ازدواج تشریف فرمائیں، وہ بھی اس صندوق کے پاس آئیں اور سر مبارک کی زیارت کی۔ اچانک نالہ وزاری اور آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔

ایک اور عماری نور آتری اور اس بزرگ نے آواز سنی، اب اس سوراخ سے مت دیکھنا۔ خاتون قیامت تشریف لاتی ہیں۔ یہ بزرگ غائب حیرت کی وجہ سے بے خود ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو اس نے اپنے سامنے ایک پردہ دیکھا لیکن پردے کے پیچھے سے رونے کی آوازیں اس کے کانوں میں آ رہی تھیں۔ اس نے سنا سن خواتین میں سے ایک خاتون صندوق کے قریب آئی اور کہا: السلام علیک، اے ماں کے مظلوم بیٹے! اے شہید مہوم، اے غریب مفوم، اے نور دیدہ سن! اے فرزند پندیدہ سن! پریشان مت ہو، میں تیرے دشمنوں سے انتقام لوں گی۔

ان باتوں کو سن کر یہ بزرگ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو پہلے والا مہر غائب تھا۔ وہ خواتین تھیں اور نہ عماریاں اور نہ رونے کی آوازیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا، اُس حجرہ سے باہر آیا۔ اس حجرہ کے دروازے پر آیا جہاں صندوق رکھی تھی۔ اس کا نالہ توڑا، اندر آیا صندوق کا قفل توڑا۔ صندوق کو کھولا۔ پھر اس صندوق کے سامنے اس نے اپنے آپ کو خاک پر گرا دیا۔ خاک میں اپنے آپ کو غلطان کیا اور پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا۔ پھر سر مبارک کو باہر کیا اور اُسے منک و گلاب سے غسل دیا اور سجادہ پر رکھ دیا اور دُشِ روشن کیں۔ نہایت ادب کے ساتھ دوزانو ہو کر سر کے سامنے بیٹھ گیا۔ سر مبارک کو دیکھتا بھی تھا اور روتا بھی تھا۔ روتے ہوئے عرض کیا: اے سرا سردارِ عالم! اے بھرانِ بنی آدم! میرا یقین ہے تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے اوصاف میں نے تو رات میں دیکھے ہیں، انجیل میں دیکھے ہیں، میں تمہیں اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں، جس نے تجھے یہ مقام و منزلت عطا کیا ہے۔ صحت و طہارت کی مالکہ خواتین تیری زیارت کے لیے تشریف لائیں، مجھے بتا تو کون ہے؟

بڑا بڑا ہوتا ہے یہاں پر اس کے سر نے اپنی کھٹکوں کا آغاز کیا: اے میرے
بزرگ!

أَنَا الْمَظْلُومُ..... میں ستم رسیدہ ہوں۔

أَنَا الْمُهْمَمُ..... میں غم دیدہ و محنت کشیدہ ہوں۔

أَنَا الْمَقْتُولُ..... میں دشمنوں کی تلواروں کا شکار ہوں۔

أَنَا الْغَرِيبُ..... میں عالم سفر میں ذرا کیا گیا ہوں۔

تم خستہ بے دلی ہوتی نہ پاری نہ کاری نہ خالی نہ مانی
امیری غریبی شہیدی حزنی نہ مہرہ پاری نہ لڑکس لمانی
اس بڑے نے کہا: ہرگز نہیں..... وضاحت فرماؤ۔

تو یہاں پر اس کے سر اور اسے آواز آئی: اے بڑے! کیا تو میرا حسب و نسب
پوچھتا چاہتا ہے؟ یا میرا سوز و غم کی کھٹکی کے بارے پوچھتا چاہتا ہے؟ اگر میرے نسب
کے بارے پوچھتا چاہتا ہے: (أَنَا ابْنُ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى) ”میں حضرت محمد مصطفیٰ
خیر خدا کا بیٹا ہوں۔“

أَنَا ابْنُ الْوَلِيِّ الْمُؤْتَفَقِ ”میں علی ولی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔“

من نور در چشم مصطفیٰ فرزند علی مولانا
سر دفتر خاندان خویشم بگزیدہ حضرت خدا عالم
نی نی کہ غریب و مستمند مظلوم شہید کربلا

”میں حضرت محمد مصطفیٰ کی آنکھوں کا نور ہوں، میں حضرت علی

مرتضیٰ کا فرزند ہوں، میں اپنے خاندان کا سید و سردار ہوں،

خداوند تعالیٰ نے مجھے یہ عظمت بخشی ہے۔ اب میں مظلوم و مسافر

ہوں اور کربلا کا شہید ہوں۔“

جب اس دیر کے بزرگ نے یہ کلام سنا تو اس نے اپنے تمام مریدوں کو بلایا جن کی تعداد پچتر تھی۔ اور انہیں صحت و احوال سے آگاہی دی۔ جب انہوں نے سنا تو انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ نالہ و شہین بلند کیے پھر سب مل کر امام دین العابدینؑ کے حضور عریض لائے تو انہوں نے اپنے گلے میں لٹکی صلیبوں کو توڑ ڈالا اور کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا اور امام کے ہاتھوں اور پاؤں کے پوسے لیے شروع کیے۔

پھر عرض کیا: اے فرزند رسول! آپ اجازت دیں تاکہ ان عکامین پر شب خون ماریں اور انہیں قتل کریں۔

آپؐ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ یہ لوگ آہستہ آہستہ اپنے انجام تک پہنچ جائیں گے۔
صاحبِ مثل ابلی حق نے تمھارے سے عقادت کے ساتھ اس رعایت کو قتل کیا ہے۔

صاحبِ عرقِ اقلوب جس ۳۰۱ نے قتل کیا ہے۔ جب رامہب سے ان لوگوں نے سر طلب کیا۔ تو رامہب نے ان لوگوں سے کہا: تمھارے امیر سے میرا ایک کام ہے جب شمر قریب آیا تو رامہب نے کہا: میں تجھے اللہ اور اس سر کے جہنم کی قسم دیتا ہوں اس سر کو مصدق میں رکھ اس کی توہین نہ کر کیونکہ صاحبِ سر خداوند تعالیٰ کے مقرران میں سے ایک ہے۔ شمر نے بزرگ کی بات کی حاشی بھری۔

تذکرۃ الشہداء، ص ۴۰۹ میں رعایت ہے: اس رامہب نے اس واقعہ کے رونما ہونے سے قبل خواب میں حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: کل حیرے پاس ایک گرہ و قاصد لٹکے آئے گا۔ ان کی تحویل میں کچھ قیدی ہوں گے وہ قیدی ذاتِ احدیٰ کی بارگاہ میں ایک بہت بڑی عزت و عظمت رکھتے ہیں۔

علامت یہ ہوئی، وہ ایک کنیز کو تیرے پاس بھیجیں گے، اس کا نام شیریں ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس نے اپنے ذمہ کے دروازہ پر دستک پائی۔ جب پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے کہا: میں شیریں ہوں۔ راہب نے فوراً دروازہ کھولا، پوچھا: کیا کام ہے؟ اس نے کہا: امام سجادؑ فرماتے ہیں جو کچھ تجھے جناب صبیٰؑ نے فرمایا اس فرمان پر عمل کر، پس راہب انواع و اقسام کے لباس اور کھانے لایا اور لٹام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ پس لٹام نے شیریں کا ہاتھ اس کے ساتھ کر دیا۔ (تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ شیریں کے واقعہ کی کوئی سند نہیں ہے۔ حرم)

واقعہ دیر اور شام

صاحب بخاری نے ج ۴۵، ص ۱۷۲، کتب مناقب قدیم سے ایک واقعہ نقل کیا ہے: جب ابن زیاد کے سپاہی سرہانے شہداء کو شام لے جا رہے تھے۔ انھوں نے راستے میں ایک یہودی کے گھر کے قریب منزل کی۔ جب رات ہوئی تو انھوں نے خوب شراب پی اور پھر اپنے آپ میں نہ رہے۔ جب یہودی ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا: ہمارے پاس حسین کا سر ہے۔ یہودی نے کہا: وہ کہاں ہے؟ انھوں نے صندوق کی طرف اشارہ کیا۔ سر مبارک صندوق کے اندر تھا۔ نور کی شعلیں اس صندوق سے پھوٹ رہی تھیں اور آسمان سے گھمراہی تھیں۔ یہ دیکھ کر یہودی حیران ہوا، ان سے سر کو بطور امانت حاصل کیا اور سر مبارک کے حضور عرض کیا:

اے صاحبہ سر! اپنے جد بزرگوار کے حضور میری بخشش کی گزارش کر۔ بالآخر خدا سر مبارک نے فرمایا: ہماری شکایت ان لوگوں کے لیے ہے جو حضرت محمدؐ پر ایمان لانے والے ہیں اور تو ان پر ایمان لانے والا نہیں ہے۔ پس اس یہودی نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور سر مبارک کو اٹھایا، ایک طشت میں رکھا۔ گلاب و کافور و مشک و حمر سے غسل دیا۔ اپنے گھر والوں سے کہا: یہ سر مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بچی کے بیٹے کا ہے۔ پھر ہر مبارک سے طالب ہو کر کہلائے کاش! میں تمہارے نانا کو نہ پاسکا ورنہ ان کے ہاتھ پر اسلام لاتا۔

اسے کاش میں آپ کو آپ کی دعویٰ میں نہ پاسکا ورنہ آپ کے ہاتھ پر اسلام لاتا اور آپ کے ہم رکاب ہو کر جہاد کرتا؟

اگر اس وقت میں مسلمان ہو جاؤں کیا میری شفاعت کریں گے؟
 باذن خدا سر مبارک گویا ہوا اور باز بان فصیح فرمایا: اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں تیری شفاعت کروں گا۔ یہ کلمات تین مرتبہ ادا فرمائے پھر ساکت ہو گئے۔ پس یہودی اور اس کے تمام اقربا مسلمان ہو گئے۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں: شعلہ یہودی وحق قمرین والا یہودی ہے جو سر مقدس کی وجہ سے مسلمان ہوا تھا۔ جو ہری بھر جانی نے اس کے اشعار کا ذکر کیا ہے جو اس نے امام حسینؑ پر بطور مرثیہ کہے تھے۔

منزل حران^①

روضۃ الشہداء ص ۲۹۳ اور ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۷۷ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے: صاحب ناخ، ج ۳، ص ۱۱۵ نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب جو علمائے اہل سنت کے ثقہ عالم ہیں، انھوں نے بھی اپنی کتاب میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ یہاں ایک یحییٰ حرانی نامی یہودی رہتا تھا، اس کا گھر حران کے بالکل قریب ایک ٹیلے پر تھا۔ جس دن اسیران اہل بیتؑ دیر ماہب سے حران کی طرف روانہ تھے۔ اسے معلوم ہوا کہ آج کچھ قیدی اور شہدا کے سر حران لائے جانے والے ہیں۔ بچلائے گھر سے باہر نکلا اور ٹیلے سے نیچے اتر آیا اور ان کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

① حران دہشم ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ نے آتش خوردہ کے بعد اس شہر میں قیام فرمایا تھا۔ طوقان نوح کے بعد سب سے پہلا شہر بنیاد حران ہے۔ (المرصد)

اچانک اس کی امن زیادہ کے لشکر پر نگاہ پڑی، اس نے دیکھا: کٹے ہوئے سر ہیں، جو نیزوں پر بلند ہیں۔ کچھ قیدی ہیں، جن میں مستورات اور چھوٹے بچے ہیں۔ ان لوگوں نے ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا ہوا ہے، جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان سروں کے درمیان بچی کی نگاہ سر ہا میں فردِ مصطفیٰ پر پڑی، جس کے حسن و جمال کی درخشندگی سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ بچی نے ایسا حسن و جمال دعویٰ بھر نہیں دیکھا تھا۔ اس نے غور سے دیکھا تو ان کے لب ہائے مہارک میں حرکت ہے۔ نزدیک ہوا اپنے کان کو ان لبوں کے قریب کیا تو سنا، آواز آ رہی تھی: وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

جب بچی نے یہ سنا دیکھا اور آیت کریمہ سنی تو بحرِ حیرت میں ڈوب کر رہ گیا۔ پھر بے ساختہ اٹھا اور کسی سپاہی سے پوچھا۔ یہ سر کس کا ہے؟ اُس نے کہا: یہ حسین بن علی مرتضیٰ کا سر ہے!

اس نے کہا: ان کی والدہ کا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا: حضرت فاطمہ جو حضرت محمد مصطفیٰ کی بیٹی تھیں۔ پھر اُس نے پوچھا: یہ قیدی کون لوگ ہیں؟ اُس نے کہا: یہ حسین کی اہل بیت ہیں۔ بچی نے ہائے ہائے کرنا شروع کیا، پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اور کہا: خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا جس نے اپنی حقیقت مجھ پر ظاہر کر دی، شریعت محمدیؐ کے علاوہ تمام راستے گمراہی کی طرف جاتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے جہنم ہے۔ اچھے بڑے صائب و آلام سوائے انبیاء کے خاندانوں کے کہیں اور نہیں دیکھے جاسکتے۔ اس خاندان پر مصائب کی کوہ گرائیاں اس امر کی دلیل ہے کہ حق و حقیقت ان کا طواف کر رہی ہے۔ ان کے علاوہ سب جھوٹ و فریب ہے۔ پس اس نے کلمہ شہادتین پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔^①

① رجوع الشہداء، ص ۲۹۳ کے بقول: اس نے اپنا عمامہ سر سے اتارا، اس کے کپڑے کپے اور غوغائی اہل بیت کی خدمت میں پیش کیے۔ بچی خود کا جامہ پہنے ہوئے تھے۔ وہ اتارا، ایک ہزار و ہم نام زمین العابدین کو پیش کیے۔ سپاہیوں نے اسے مسخ کر دیا اور کہا: یہاں سے چلا جاؤ، گل ہو جائے گا۔ اس نے اپنے خادم

پھر اپنے گھر سے سامانِ خوراک اور لباس چاہدیں لے آیا لیکن پہاڑیوں نے منع کر دیا اور اُسے بڑید کے قبر و قطب سے ڈرایا لیکن اسے حسین سے عشق ہو چکا تھا۔ جب کسی کو کسی سے عشق ہو جاتا ہے تو عاشق اپنے سہو و زیاں کی پروا نہیں کرتا۔ اس نے اپنی تلواریں نام سے نکالی اور ان ملامتین پر حملہ کر دیا، غوب جنگ کی۔ آخر کار شہادت شہادت پی کر بیہوش کی زندگی حاصل کر لی۔ انھیں حلمان کے دروازے پر دفن کر دیا گیا۔ آپ یحییٰ شہید کے نام سے مشہور ہوئے۔^①

منزلِ عسقلان

بروایتِ روحۃ الشہداء، ص ۳۰۰، یہ لشکر عسقلان منازل و مراحل طے کرتا ہوا شہر عسقلان پہنچا۔ یعقوب عسقلانی شام کے امیروں میں سے تھا۔ میدانِ کربلا میں بھی موجود تھا۔ اُس کا اس شہر کی حکومت کے ساتھ ایک تعلق تھا۔ لیکن زیادہ کے اس لشکر کے ہمراہ تھا۔ اس نے حکم دیا کہ شہر کی آئینہ بندی کی جائے۔ اُس کے حکم پر قس و سرود کی محفلیں سہائی گئیں۔ شراب کی محفل برپا کی گئی۔ پھر شہر میں عید کا سا منظر تھا۔ اہل بیت کے اسیروں کو شہداء کے سروں کے ساتھ شہر میں پھرایا جا رہا تھا۔

راوی کہتا ہے: اُس دن ڈریر خزامی نامی جوان عسقلان کے بازار میں آیا ہوا تھا۔ اُس نے کسی سے پوچھا: آج یہ غشی و مسرت کی محفلیں برپا ہیں، شہر کو آراستہ و ہیراستہ کیا گیا ہے، لڑائی کی کیا وجہ ہے؟

اُس شخص نے کہا: تو مسافر لگتا ہے؟ ڈریر نے کہا: ہاں میں مسافر ہوں، کل یہاں آیا آج یہ حالت دیکھی ہے، مجھے کچھ معلوم نہیں کہ واقعہ کیا ہے؟

کو کہا: تلواریں لے آئے۔ جب تلواریں تو لے کر پھر پلٹ کر کے ان پر حملہ کر دیا اور ان کے ہاتھ نزل کر دیئے۔ غوب کی بدولت شہادت پر پہنچا۔

① یحییٰ کی قبر پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (روحۃ الشہداء، ص ۳۰۲)



اُس شخص نے جواب دیا: کچھ لوگوں نے یزید کی مخالفت کی اور یزید کی اطاعت سے انکار کیا تو امرائے شام اور کوفہ نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ سرانجامی لوگوں کے ہیں۔ یہ اسیر انہی کے ہاتھ بیٹھے ہیں۔

ڈریر نے پوچھا: یہ لوگ مسلمان تھے یا مشرک؟
اس نے کہا: وہ مسلمان تھے لیکن انہوں نے خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کی تھی۔

اس نے پوچھا: یزید کے خلاف کیوں بغاوت کی؟
انہوں نے جواب دیا: ان کا امیر کہتا تھا: خلافت کا اہل وہ ہے یزید نہیں ہے کیونکہ میرے والد اور بھائی بھی امام تھے۔

ڈریر نے کہا: ان کے امیر کے والد کا نام کیا تھا؟
جواب دیا گیا: انہیں ابو تراب کہا جاتا ہے، ان کا نام علی بن ابی طالب ہے۔
ان کے بھائی کا نام حسن ہے، جس نے یزید کے باپ کے ساتھ صلح کر لی تھی۔
پھر پوچھا: ان دونوں بھائیوں کی والدہ کا کیا نام ہے؟

جواب دیا گیا: وہ ہمارے بھتیجی کی بیٹی تھیں، جن کا نام فاطمہ زہرا ہے۔
جب ڈریر نے یہ سنا تو اس کے تن میں آگ لگ گئی، ان اذخوں کی طرف روانہ ہوا جن پر اسیر سوار تھے۔ باجتم گریاں حضرت امام زین العابدینؑ پر نگاہ کی تو آپؑ نے پوچھا: اسے جہان تو کون ہے؟ ڈریر نے کہا: میں مسافر ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تمام لوگ خندان و فرحان اپنی مستی میں مست ہیں تو کیوں حیران و پریشان ہے اور آنسو بہا رہا ہے۔

ڈریر بولا: اسے کاش میں اس شہر میں آیا ہی نہ ہوتا اور نہ آپؑ لوگوں کا تعارف ہوتا۔ جو کچھ آپؑ لوگوں پر گزر رہی ہے انہوں نے میرا قبیلہ دور رہتا ہے اور میں یہاں

مسافر ہوں دندہ آپ کی مدد کرتا۔ آپ کے دشمنوں سے پوچھ لیتا اور ان کو اپنی اوقات کا پتہ چل جاتا۔ میری قربانی کی داستان ہمیشہ یاد رکھی جاتی۔

امامؑ نے فرمایا: اے جہان اس سپاہی کے پاس جا، جس کے ہاتھ میں میرے والد گرامی کے سرمہ مارک کا ٹکڑہ ہے۔ وہ اس سر کو ان اذخوں سے ڈور لے جائے تاکہ لوگ اُدھر متوجہ ہو جائیں اور ہماری خواتین کا پردہ بچ جائے۔

ڈریر نے اس آدمی کو پچاس دینار دیئے کہ وہ سر مقدس کو دوسری طرف لے جائے۔ ڈریر واپس آیا اور امامؑ کے حضور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! کوئی اور خدمت ہو تو بجالاؤں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر حیرے پاس چاہیں ہیں تو لے آ، اور ہماری خواتین کو پیش کر۔ ڈریر ہر بی بی کے لیے دو دو چادریں لے آیا اور پیش کر دیں اور حضرت امامؑ سہاڑ کے لیے بچہ اور حمامہ بے آیا۔ اس دوران ڈریر کی نگاہ شرمیلوں پر پڑی جو اپنی سواری پر سوار تھا اور مغرورانہ اعزاز میں حکم چلا رہا تھا۔ ڈریر کے دل میں غیرت، دین اور حمیت اسلام نے جوش مارا اور دوڑ کر شرکی طرف گیا اور اس کی سواری کی نگاہ کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور کہا: اے لعین! بتائیے سر کس کا ہے؟ جس کو تم نے لوگ ستان پر رکھا ہوا ہے؟ یہ اہل بیتؑ کس کے ہیں، جن کو اپنا قیدی بنا رکھا ہے؟ تمہارے ہاتھ ٹوٹ پڑیں، تمہاری آنکھیں تاریک ہو جائیں، برہادی و دیرانی تمہارا عقد ہو، تمہارے دل کی کائنات پریشان و پراگندہ ہو جائے۔

شرلعین نے اپنے سپاہیوں کو آواز دی: ارے اس بے ادب کی خبر لو۔ ڈریر کو گھیر لیا گیا اور اس پر قلع و قجر سے حملہ کر دیا گیا۔

جب لوگوں نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے بھی ان سپاہیوں کی معاونت میں ڈریر پر ہتھیار شروع کر دیا۔ ڈریر کو کاری دھم آئے۔ لوگوں نے سمجھا دیا کہ مر گیا ہے اُسے۔

چھوڑ کر چلے گئے۔ جب آدمی رات ہوئی، ڈریر کو ہوش آیا اور ادھر ادھر دیکھا۔ اسے کوئی نظر نہ آیا، وہاں سے اٹھا اور محل پڑا۔ مسلمان میں ایک زیارت گاہ تھی جس کو حضرت سلیمانؑ نے بنایا تھا۔ اسی زیارت گاہ میں بہت سے ٹھیکروں اور ان کی اولادیں دفن ہیں۔ ڈریر نے اس زخمی حالت میں اس شہد کی راہ لی۔ جب وہ یہاں آیا تو وہاں اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو سر اور پاؤں سے لگے تھے اپنے لباس کو چاک چاک کیا ہوا تھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور ان کے سینے غرا شیدہ تھے۔

ڈریر نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حالانکہ شہر کے تمام لوگ جشن منا رہے ہیں اور دناو پیش دے رہے ہیں۔ ایک تم ہو جنھوں نے اپنی یہ حالت بنا رکھی ہے۔ وہ سب تہنیت میں ہیں اور تم تعزیت کی حالت میں ہو۔

انھوں نے جواب دیا: اے عزیز! یہ لوگ جو عید منا رہے ہیں یہ سب خارجی ہیں۔ ہمارا تعلق عہد اہل بیت رسول اللہ کے ساتھ ہے۔ اگر تو دشمن ہے تو یہاں سے چلا جا اگر دوست ہے تو بیٹھ اور ہمارے ساتھ نالہ و زاری کر۔

ای شیخ اچھا تامل و تو دار مکریم

کا حوال دل سوختہ ہم سوختہ داند

ڈریر نے کہا: خداوند مجھے ان دشمنوں سے بچائے میں تو ابھی کا طعان امام حسین کے ہاتھوں زخمی ہوا اور وہاں سے بچ کر نکلا ہوں اور ان کے خوف سے یہاں آیا ہوں، اپنا سارا مال دیا، اپنے زخم بھی دکھائے۔ پھر آل محمدؑ کی مصیبت میں رونے لگے اور انھیں کرنے لگے۔ کہنے لگے: کاش وہ کربلا میں ہوتے اور اپنی جانیں نثار کرتے یا کا طعان امام سے انتقام لیتے۔

ڈریر بولا: اب بھی ہم ان خالوں سے انتقام لے سکتے ہیں۔ ڈریر نے گھوڑے اور اسلحہ خریدا، ایک سو دو آدمیوں نے ان کی بیعت کی، ان لوگوں نے جمعہ کے دن

خروج کیا، خلیب کو قتل کیا اور ایک فوجی افسر کو گرفتار کر لیا۔ (ان کے مکمل احوال دوسری کتب میں ملاحظہ فرمائیں)

منزل مرزین

کابل بھائی، ج ۲، ص ۲۹۲ کے مطابق: منزل مرزین پہلی منزل ہے جو ملک شام کی حدود میں تھی۔ وہاں کا حاکم نصر بن حبیب تھا۔ اس نے فتح کا جشن منایا۔ اپنے شہر کی آئینہ بندی کی اور ساری رات رقص و سرود کی محفل برپا کی۔ اچانک شہر کے اوپر بادل آیا، اس سے بجلی نکل اُڑی اور اس کی تمام آئینہ بندی کو جلا ڈالا۔

منزل میارقار قین^①

کابل بھائی، ج ۲، ص ۲۹۲، عرسہ اور شہر نے کہا: یہاں کے لوگ (اہل مرزین) شوم ہیں پھر وہاں سے میارقار قین چلے آئے۔ اس شہر کے امراء کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا سر ہائے شہدا اور اسیر اس کے دروازے سے داخل ہوں کیونکہ ان تمام لوگوں نے شہر کو سہا رکھا تھا۔ آخر کار ان کے درمیان جنگ ہوئی اور کئی ہزار آدمی مارے گئے۔ کوفہ کے یہ کہتے دس دن اس شہر میں قیام پذیر رہے۔

منزل ہمدیر

کابل بھائی، ج ۲، ص ۲۹۲ کے مطابق: یہ کوئی لشکر شہر نصیبین سے شہر ہمدیر کی طرف چلا۔ یہاں کے لوگوں نے ہمدیر کیا: ان کو فلوں کو خوراک اور سواروں کے لیے چارہ وغیرہ نہیں دیں گے۔ ان کا کوئی احترام نہیں کریں گے۔ اگر ضرورت پڑی تو قتل کریں گے۔ فلوں کو جب پتہ چلا تو وہاں سے آگے نکل گئے۔

① ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۶۶۔ نیا: ہم معزج "با" شدہ صورت کا نام ہے۔ قار قین شہر کا نام ہے۔ اس صورت نے اس کی بنیاد ڈالی۔ (۴۳ ص)

منزل جوسید (حوسید)

بقول تذکرۃ الشہداء، ج ۲، ص ۴۸۸، خدیق الختام سے جوسید (شام کا دیگی ملاوٹ) آئے۔ حوسید کی روایت ہے جب وہاں کے حاکم کو علم ہوا تو اس نے چار ہزار کا لشکر تیار کیا اور حکم دیا کہ اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے۔ ان سے سرہائے شہداء مجین یہ جانیں اور اسیران کو رہائی دلائی جائے۔ غولی اور شمر کو قتل کر دیا جائے۔ ان کو لوٹوں کو معلوم ہوا تو وہاں سے بحیرہ کے راستے بھٹک روانہ ہو گئے۔

وزود اہل بیت بہ شام

سوال پیدا ہوتا ہے اہل بیت کس دن شام میں میں وارد ہوئے؟ مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے۔ ان کے درمیان کوئی حتمی فیصلہ نہ ہو سکا۔

بقول قس الاموم، ص ۴۲۹: کلمی و شیخ بہائی نے اور محدث کا شانی نے کہا ہے: سفر کی پہلی تاریخ قحی کہ سر مبارک دمشق داخل ہوا۔ ہوا میں نے سرکاری سطح پر عید کا اعلان کیا، جشن فتح منایا گیا۔ اہل ایمان کے غم و حزن کی تجدید ہوئی۔

بروایت کامل بہائی، ج ۲، ص ۲۹۲ بروز منگل ۱۶ ربیع الاول وزود دمشق ہوا۔ صاحب ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۹۰ نے نقل کیا ہے: یزید نے حکم دیا: اسیران اہل بیت کو شہر دمشق سے چار فرسخ کے فاصلے پر روک دیا جائے۔ ۱۶ ربیع الاول بروز منگل اہل بیت کو دمشق میں وارد کیا گیا۔ اس طرح شہادت امام حسینؑ اور وزود دمشق کی درمیانی مدت دو ماہ چھ دن بنتی ہے۔

بروایت لبوف، حرم ص ۷۴، لشکر کوفہ جب اہل بیت کو لے کر دمشق کے نزدیک پہنچا تو حضرت ام کلثومؑ شمر کے قریب ہوئیں اور فرمایا: مجھے تم سے ایک کام ہے۔ اس ملعون نے کہا: کیا کام ہے؟ حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا: ہمیں اس دروازہ

سے لے جانا یہاں تماشاخیوں کی تعداد کم ہو اور اس کے علاوہ شہدا کے سروں کو ہماری سوار یوں سے کافی قاصلے پر رکھو کیونکہ جب سر ہمارے قریب ہوتے ہیں تو لوگ ہماری طرف دیکھتے ہیں۔ اس سے ہماری پریشانی میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔
(مخیر الاحزان، ص ۹۷، تاریخ، ج ۳، ص ۱۷۷، نفس المہجوم، ص ۴۱۹، مہل المہجوم، ص ۴۳۷، نظام، ص ۵۵۴)

شہر طہون نے بی بی کی خواہش کے برعکس عمل کیا اور اپنے کفر و حداد کا پورا پورا ثبوت دیا۔ وہ نیزے جن پر شہدا کے سر تھے ان کو ان سوار یوں کے بالکل قریب کر دیا، جن پر اہل بیت رسولؐ سوار تھے اور اس وعدہ سے گزرا، جہاں تماشاخیوں کا کھوم سب سے زیادہ تھا اور جامع مسجد کے قریب لے آیا جہاں لوگوں کی کثرت تھی۔
بروایت مخیر الاحزان ابن نما، ص ۹۷: بی بی نے ان اشعار سے درد دل بیان کیا:

قُوا أَسْفَا بَغْدِي الْحُسَيْنِ وَتَهْلُكَةِ
وَيْسِي بِطَوَائِفِ الْبِلَادِ حَرِيَّتَهُ
أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ النَّبِيَّ لِفَقْدِهِ
لَهُ كَهَذَبٍ مَجْفِي مَا يُغْفَى سَجُومَهُ
وَفِي قَلْبِهِ نَارٌ يَغْفَى خَرَامَتَهَا
وَأَقْبَارُهَا وَجِلْدًا لَيْسَ تَرْسِي كَلَامَتَهُ

”ہائے افسوس ان ظالموں نے حسینؑ اور اس کے قتلے سے جگ کی۔ اب ان کے اہل بیتؑ کو قیدی بنا کر وہ بہ درہم بھرایا جا رہا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ کے نبیؐ پر کیا جاتی ہے؟ ان کا سارا کمر ویران کر دیا گیا ہے۔ وہ ان کے فراق میں گریہ کرتاں

ہیں، ان کی آکھیں ہیں، جو آنسوؤں سے شگ نہیں ہوتیں۔
ان کے قلب ہرک سے آگ کے شعلے اٹھ رہے ہیں۔

یوڈ حاشائی

مطالعہ تاریخ ج ۲، صفحہ ۱۱۸، قس ۱، ص ۲۳۳، لابی صدوق، مجلس ۳۱،
۱۳۶ اور لیب حرم، ص ۶۷، ایک یوڈ حاشائی اسیروں کے قریب آیا، جب ان کی
حالت دیکھی تو کہا:

اَلْكَفَدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَتَنَكُمْ وَاَهْلَكُمْ وَكَلَّمَ قُرْبَ الْوَقْتِ
”سپاس دہم ہے اس خداوند تعالیٰ کے لیے جس نے تمہیں قتل کیا
اور قتل کی شایع کو اکھاڑ پھینکا۔“

پھر دشنام دینے لگا۔ جب خاموش ہوا تو حضرت امام جہاد علیہ السلام نے فرمایا:
اے بزرگوار! کیا خداوند تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتا رہتا ہے؟ اس نے کہا:
ہاں تلاوت کرتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: اس آیت کو پڑھنا ہے؟
قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ بِحَیْثُوْا اَنْجُوْا اِلَّا النُّوْكَۃَ فِی الْقُرْاٰنِ
(الشوریٰ، آ ۲۲)

اس نے جواب دیا: ہاں پڑھی ہے۔
امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا یہ آیت بھی پڑھی ہے؟
وَ اَنْتَ كَذَّابٌ لِّقُرْاٰنِ (نبی اسرائیل، آ ۲۶)
اس نے کہا: ہاں یہ بھی پڑھی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا اس آیت کو بھی پڑھا ہے؟
اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ

وَيُظْهِرُكُمْ تَطْهِيرًا (احزاب، آیت ۳۳)

اُس نے کہا: تمہاں یہ بھی پڑھی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے بزرگوار! یہ تمام آیات ہمارے حق میں نازل ہوئیں، ہم ہی ذی القربی ہیں، ہم ہی اہل بیت ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے ہر آلائش کو دور کر دیا ہے۔ (امالیٰ شیخ صدوق، ص ۱۳۷)

جب اس بوڑھے شامی کو حقیقت حال کا پتہ چلا تو آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کیے اور کہا:

اللَّهُمَّ أَتُوبُ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ كُنُودِ آلِ مُحَمَّدٍ وَمَنْ قَتَلَهُ أَهْلُ بَيْتِ مُحَمَّدٍ

”اے اللہ! میری توبہ ہے میں آل محمدؐ کے قاتلوں سے بیزار ہوں۔“ یہ دعائیں دفعہ درہائی۔

پھر کہا: ان آیات کو تو پڑھتا تھا لیکن مجھے ان کلمات کے معانی کا علم نہ تھا۔ پھر امام شہاد علیہ السلام کی طرف نگاہ کی اور عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! کیا میری توبہ قبول ہوگی؟

آپؐ نے فرمایا: اگر تو نے توبہ کر لی ہے تو اللہ میری توبہ قبول کرے گا اور تو ہمارے ساتھ ہوگا۔ اُس نے کہا: میں نے توبہ کر لی ہے۔ جب بڑے کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے اس بوڑھے شامی کو قتل کروا دیا۔

قصہ کھل ساعدی

بقول تاریخ، ج ۳، ص ۱۱۹ اور قصص المہموم، ص ۴۴۰، صاحب مناقب نے اپنی استاد کے ساتھ کھل بن ساعدی کی روایت نقل کی ہے۔

کھل کہتے ہیں: میں ایک کام کے سلسلے میں بیت المقدس گیا ہوا تھا، جب میرا

کام ختم ہوا تو وہاں سے شام آگیا۔ جب شہر میں آیا تو میں حیران ہو کر رہ گیا۔ شہر کو
 دکن کی طرح سجایا گیا تھا، تمام بازاروں اور کوچوں میں ابریشم کے پردے لٹکے ہوئے
 تھے۔ ہر طرف پرچم لہرا رہے تھے۔ لوگ زرّی برق لباس میں ملیں تھے۔ ہر طرف
 رقص و سرود کی مچھلیں برپا تھیں، رقاصائیں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھیں، گانے والی
 عورتیں سر و ساز میں مصروف تھیں۔ شادیاں بچ رہے تھے۔ تماشا کی ٹولیوں کی صورت
 میں بازاروں میں گھوم رہے تھے۔ ہر طرف خوش حالی کے سامان نظر آتے تھے۔ ان
 مناظر نے مجھے حیران و پریشان کر دیا تھا اور دل میں سوچ رہا تھا کیا اس شہر والے اپنی
 کوئی خاص عید رکھتے ہیں یا کوئی اور تہوار جس کی یاد منانے میں مصروف ہیں۔ آخر ایک
 شامی سے میں نے پوچھ ہی لیا۔ کیا کوئی آج عید ہے، جس کا مجھے علم نہیں ہے یا کوئی اور
 بات ہے؟

اُس نے کہا: اے شیخ! تو مسافر معلوم ہوتا ہے؟ ذور سے آئے ہو؟

میں نے کہا: بھلا! میں کل سادہی صحابی رسول اللہ ہوں۔

جب انھوں نے یہ سنا کہ میں صحابی رسول اللہ ہوں تو کہنے لگے: اے کل! جن
 مناظر سے تو حیران ہو رہا ہے یہ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ
 آسمان خون کی بارش کیوں نہیں برساتا اور یہ زمین اپنے مقام پر کیوں باقی ہے، یہ اپنے
 پاسوں سمیت الٹ پلٹ کیوں نہیں گئی؟

میں نے کہا: آخر بات کیا ہے؟ انھوں نے کہا: آج حسین بن ابی طالب کا سر
 عراق سے بطور ہدیہ دوبارہ یزید میں لایا جا رہا ہے۔ جب میں نے سنا تو میری چیخ و کل
 مچی: واجباً؟ حسین کا سر اور یزید پلید کے لیے بطور ہدیہ اور پھر شامی اسی خوشی میں عید
 کی محافل برپا کیے ہوں؟

میں نے پوچھا: انھیں کس دوازدہ سے لایا جا رہا ہے؟

انہوں نے کہا: انہیں صلاۃ و نمازات^① سے لایا جا رہا ہے۔ ابھی جلدی کھڑو
 جاری تھی، پر جم نمودار ہوئے۔ ان کے پیچھے شہداء کے سر کو بستان پر بلند تھے۔ سر امام
 حسینؑ جن کی مبارک صحت رسول اللہؐ سے مشابہت رکھتی تھی، ایک لمبے تیرے پر
 نصب تھا۔ اور اس تیرے کے پیچھے ان کی چھوٹی بیٹی بے کجاہ اونٹ پر سوار تھی۔ میں
 جلدی کے ساتھ اس کے قریب گیا اور پوچھا تو کہن ہے؟
 اس نے فرمایا: میں پیکرِ امام حسینؑ کی بیٹی ہوں۔

میں نے عرض کیا: میں کل سادھی ہوں اور تمہارے نانا کا صحابی ہوں۔ مجھے
 حکم دیا کہ میں تمہاری کوئی خدمت کر سکوں۔

آپؐ نے فرمایا: اگر ہو سکے تو اس حامل سر کو کہ اس سر کو ہم سے ڈھلے
 جائے، لوگ سر کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور حرم رسولؐ کے پردے کا جائیں۔

جناب کل فرماتے ہیں: میں اس حامل سر کے پاس آیا اور اُسے کہا: کیا یہ ممکن
 ہے میں تمہیں چالیس دینار سرخ دواں اور تو میرا کام کر دے۔ اس نے کہا: کام کیا ہے؟

① جناب شہرانی نے قس الاموم کے ترجمہ میں ۱۱۱ پر ملاحظہ کیا ہے۔ موضع گزری مگر جہاں نے صلاۃ
 اس دواں میں لکھا ہے کہ ہر کسے حلیم کیا جائے کہ دشمن کے صلاۃ پر گزری نصب تھی جس کی وجہ سے
 اس صلاۃ کا نام ”باب الصلاۃ“ مشہور قائم لکھا جاتا ہے۔ اس زمانے میں گزری اور دواں
 تھی جین اصلی موجد کا نام معلوم نہیں۔ مگر جہاں نے اس میں صحت بھاکی۔ پرانے زمانے کی گزریوں
 میں چڑم نہیں تھا۔ مگر جہاں نے چڑم کا کلام بیٹ کیا۔ اور بن علی بن عقبہ جہادی غرضی کا بیان
 ہے کہ اس کے صلاۃ کے بعد وہ مسکرمہ میں گزریوں کا ٹکڑا دشمن اور قہرہ میں متاعین
 سامانی موجود ہے۔ رحم بن ہرودہ اور اس کے فرزند گزری طانے میں شہوت رکھتے تھے۔ جسکی ذرا
 نے کتاب آداب اللہ میں لکھا ہے: دشمن بن محمد نے علم صلاۃ میں ایک کتاب لکھی تھی اس کی تھیں
 بیان کیں۔ دشمن کے صلاۃ پر گزری موجود تھی۔ صاحبہ نے کہہ دیا کہ اس کا کلام درست نہیں ہے۔ اس
 نے لکھا اس صلاۃ کا نام باب صلاۃ تھا۔ چونکہ علی بن ابی طالبؑ کو اس صلاۃ پر تھیں کئے گزرا کیا گیا اس
 لیے اس صلاۃ کا نام باب صلاۃ مشہور ہو گیا۔ بن کی پرانے کاہلی قبول نہیں۔

میں نے کہا: اس سر مبارک کو ان خواتین سے قدرے ڈور لے جا۔ اس نے رقم لی اور سر کو لے کر آ کے گل کیا۔

مہل حریہ کہتے ہیں: اس وقت میں ان لوگوں کے ساتھ چل رہا تھا۔ سر ہائے شہدا کو بازار میں بکھرا جا رہا تھا۔ میری اچانک نگاہ ان پانچ عورتوں پر جا پڑی جو اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر سروں کو دیکھ رہی تھیں۔ انہی میں سے ایک یوڑھی کا فرحورت کر غنیدہ بھی تھی۔ وہ بھی سروں کا تماشا دیکھنے میں مصروف تھی۔ جب امام حسین کا سر مبارک ان کے قریب ہوا تو اس بدھیا نے سر مبارک پر پتھر رسید کیا اور وہ پتھر سید الشہدائے اربعہ کے دعا مان مبارک پر آگیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے اس طعونہ کے لیے بددعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے میرے اللہ! اس کو اور اس کے ہمراہ ان تمام عورتوں کو جہنم ڈال دے۔ ہلاک فرما۔ ابھی میری دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ جس چھت پر وہ کھڑی تھیں، گری اور سب بھٹ کے لیے ہلاک ہو (کرب جہنم پہنچ) گئیں۔

لیکن چونکہ الشہداء اس ۳۶ میں یہ روایت کچھ اس طرح نقل ہوئی ہے: اس طعونہ بدھیا نے پتھر اس شدت سے مارا کہ سر مبارک نیزے سے گر کر زمین پر آ رہا۔ جب اہل بیت علیہم السلام نے دیکھا تو صدائے نالہ بلند کی اور حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا: اے اللہ! ان عورتوں کو جو بالائی سے ہمارا نظارہ کر رہی ہیں، بہت جلد ہلاک فرما۔ ابھی اس بی بی کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ وہ چھت گری اور سب ہلاک ہو گئیں۔ حضرت عصبؑ نے ازراہ قہر کھڑے ٹھہرے بغیر جاری فرمایا اور فرمایا: کتنی جلدی یہ ظالمین قبول ہوئی۔

کابل بمبلی، ۱۳۶۱ھ میں ۱۳۶۱ھ نے جو روایت دمشق کی ہے، وہ یہ ہے: ان لوگوں نے اہل بیت کو تین دن تک دمشق سے باہر روک رکھا۔ اس دوران شہر کو آواز نہ دیا جاتا۔ یہ حکمتی سلج پر رات دن کام ہوتا رہا۔ شہر کی ہر طرح سے آہنہ بندی

آؤٹ کی طرح اپنے منہ سے جھاک نکال رہے تھے) کھڑے ہو کر دھن میں بچے چکا تھا۔ میں نے دیکھا: ایک شاہی جزیہ کے قریب آیا اور کہا: خداوند تعالیٰ علیہ کی آنکھوں کو روشن کرے۔

جزیہ نے کہا: کس لیے؟ اس نے کہا: حسین کے سر کی آمد ہے۔ اس طماننا جزیہ نے کہا: خدا حیرتی آنکھوں کو روشن نہ کرے۔ پھر حکم دیا: اسے (اعلان میں بند کر دیا جائے)۔ پھر اس نے امام حسین کے سر لانے کا حکم دیا۔ ایک سو بیس پرچم لہرائے گئے، اور اس طرح نر مہار کا استقبال ہوا، لوگ ان پرچموں کے نیچے آتے اور گھیر چلے گئے۔ تاریخ: (ترجمہ اہل بلی عہد، ص ۶۷، کال پرائی بیج، ص ۲۳، تاریخ، ج ۲، ص ۱۱۱)

کلام سر مبارک و مرثیہ فیہی

تاریخ: ج ۲، ص ۱۱۱، بہت سے لوگوں نے شہر مبارک نے فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہاں سے فیہی آبادی گئی جو اشعار کی شکل میں تھی:

جاؤا پر اسٹک یا ابن بنت محمد	مترعلا - ہدائے ترمیلا
لا یوم اعظم حسرة من یومہ	وارہا رہنا للنعوت قتیلہ
فکأنما بک یا ابن بنت محمد	قتلوا جہاناً عاملین رسولہ
قتلک عطشاً ولما یوقبوا	فی قتلت التکویل والتزیلا
ویکبرون انا قتلت وانا	قتلوا بک التکیدر والتھیلہ

”اے میرے دختر خیمہ کا حیرے مبارک سر کو خاک و غول میں

فلان لایا گیا۔ کوئی دن حیرے دن سے زیادہ صبر و حیرت و حیرت

بہن ہے۔ میں نے تمہیں موت کے ہاتھوں گروی قبول دیکھ

① جزیہ لوگوں کو ۱۰۰۰ میں ۱۰۰۰ دینا کا اس نے غرض میں کام نہیں دیا۔

رہا ہوں۔ اے پیر و خیرِ انِ عالموں کے ہاتھوں تمہارا قتل
حقیقت میں رسول اللہ کا قتل ہے۔ انھوں نے اللہ کے رسول کو
قتل کر دیا ہے۔ آپ کو قتل بھی کرتے تھے اور مجبور بھی کہتے تھے۔
انھوں نے حقیقت میں آپ کو قتل نہیں کیا بلکہ مجبور کو قتل کیا اور
جلیل کو قتل کیا۔ (عقل الیٰی)

بقول ناخ: شہدا کے سر آگے آگے تھے ان کے پیچھے بے کادہ اذخوں پر سوار
اہل بیت کی غواصین تھیں۔ جن کے سروں پر چادریں نہ تھیں۔ ایک آدمی نے کہا: کتنے
غواصین قیدی ہیں اور کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں؟

یہ سن کر حضرت سیدہؓ نے فرمایا: (نَحْنُ مَسْبُوتَاتُ آلِ مُحَمَّدٍ)

مخال بن عمروؓ کا کہنا ہے: جب امام حسینؓ کے سر کو دمشق لایا گیا۔ بخدا ایک
آدمی اس نیزہ کے آگے، جس پر سربدارک سوار تھا ایک آدمی سورہ کہف کی تلاوت کر
رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا اُنہر حُوسِبَتْ اَنْ اَصْلَحَ الْكَفُّ وَ الرَّقِیْمِ
كَانُوا مِنْ اٰیَتِنَا فَجَبَّ اِسْ سَرْمَدِک لے فصیح زبان میں فرمایا: اَلْجَبُّ مِنْ
اَصْلَحَ الْكَفُّ قَتْلُی وَ خَلَّتْ، اصحاب کہف سے زیادہ عجب خیر میرا قتل اور میرا
سرنوک سناں پر اٹھایا جاتا ہے۔

ابراہیم بن طلحہ اور امام سجادؓ

بقول ناخ، ج ۳، ص ۱۲۲: روایت ہے: جب ابراہیم بن طلحہ بن عبد اللہ کو معلوم
ہوا، شہدا کے سر دمشق میں آچکے ہیں تو یہ فوراً اس مقام پر آیا اور حضرت سجادؓ سے اذراو
شہادت و عداوت کہا:

يَا عَلِيُّ بْنَ الْحُسَيْنِ مَنْ خَلَبَ؟

”اے فرزندِ حسین! کون غالب آیا؟“

ایک روایت ہے کہ آپؐ اذیت پر سہار تھے۔ اس وقت آپؐ نے اپنے سر کو جھکا رکھا تھا، جب یہ سنا تو سر کو اٹھایا اور فرمایا:

إِذَا أَرَدْتُ أَنْ تَعْلَمَ مَنْ خَلْبٌ؟ وَكَخَلٍ وَقْتُ الصَّلَاةِ
فَلْيَنْزِلْ وَأَقِمْ؟

”جب تو جانتا چاہے کون غالب آیا؟ جب نماز کا وقت آئے تو اذان اور اقامت کہنا۔“

ان کلمات سے آپؐ کا کہنا تھا کہ اذان و اقامت میں اللہ کے نام کے بعد جس کا نام لینا باوجود ایسے لوگوں کے اجتماع میں واجب ہے وہ میرا ناگھڑ مصطفیٰ ہے، اس کے فرزند ہمیشہ غالب ہیں۔

امیر ایم بن طلحہ وہ شخص ہے جس نے جگہ محل میں طلحہ اور زہیر کی مہر ای میں جناب علی علیہ السلام کے خلاف جگہ کی تھی۔

دربار یزید میں شمر کی گفتگو

ناخ، ج ۳، ص ۱۲۳، حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک لوگ نیزہ پر سوار تھا، اس کو شمر طلحون اٹھائے ہوئے تھا، جب یہ طلحون یزید کے سامنے گیا تو کہنے لگا:

أَنَا صَاحِبُ الزِّمِّمِ الطُّوَيْلِ ، أَنَا صَاحِبُ الدِّينِ الْأَكْمَلِ ،
أَنَا قَتَلْتُ ابْنَ سَيِّدِ الْأَوْصِيَّةِ ، وَأَتَيْتُ بِرَأْسِهِ إِلَى أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ

”میں لمبے نیزے والا ہوں، میں دین اصل و اکمل پر ہوں،
میں نے کائنات کے اوصیا کے سپرد سردار کے بچے کو قتل کیا ہے
اور اس کے سر کو امیر المؤمنین (یزید) کے حضور بطور ہدیہ لایا
ہوں۔“

حضرت ام کلثوم کا شہر کو حجاب

آپ نے فرمایا:

تَقْتَعُونَ عَلَى يَزِيدِ الْكَلْبُوعِ ابْنِ الْكَلْبُوعِ بِقَتْلِ مَنْ نَاهَا
جَبْرِئِيلُ وَمِيكَائِيلُ

”تو مجھ سے اور جو کچھ کہا ہے مجھ سے، اے طعون ابن طعون
خالمون پر لعنت و لعن ہو۔ انہوں نے تو یزید کے سامنے جو خود
بھی طعون ہے اس کا باپ بھی طعون تھا۔ اس ہستی کے قتل پر فر
کرتا ہے جبرئیل و میکائیل جس کا جھولا جھلاتے تھے اور لہریاں
دیتے تھے، آج اس کے لیے وہ سو گوار ہیں۔“

وہ تو وہ تھے جن کا نام نامی اللہ نے عرش پر لکھ دیا ہے، جس کے چہاچہ تمام
انبیاء کے سردار ہیں۔ ان کے والد گرامی مشرکین اور ان کے شرک کو خد و غن سے
اکھاڑنے والے ہیں۔ ہے کوئی جو عزت و عظمت میں میرے نانا محمد مصطفیٰ کا مقابلہ
کرے، ہے کوئی جو میرے والد علی مرتضیٰ اور میری والدہ فاطمہ زہراء جیسا ہو۔
صلوات اللہ و سلام اجمعین۔

بی بی کی گفتگو بھی ختم نہ ہوئی تھی خولیٰ بیگی نے آپ کی طرف رخ کیا اور کہا:
لَا تَابِيْنُ الشَّجَاعَةَ وَآتَتْ بِنْتُ الشَّجَاعِ
”آپ سے شجاعت کے جوہر کا مظاہرہ کیسے نہ ہو کیونکہ آپ تو
(عرب کے) بہت بڑے شجاع کی بیٹی ہیں۔“

مصائب کے سمندر میں اکیلا امام

تذکرۃ الشہداء، ص ۲۱۰، امام سجاد علیہ السلام جب دمشق میں وارد ہوئے تو اس
وقت دمشق آپ کے لیے مصائب کا پھرا ہوا سمندر بن چکا تھا۔ مصائب کی کواکب گریں

موجھیں ہر طرف سے آپؐ پر حملہ آور تھیں۔ تذکرۃ الشہداء کی روایت ہے: جب آپؐ نے اپنی نگاہیں اٹھائیں تو شہداء کے سروں پر جا پڑیں۔ پھر دوسری طرف دیکھا تو اپنی پھوپھیاں اور پٹنیں بہہ سر پہ کچاؤ اڈھڑوں پر سوار نظر آئیں۔ ادھر بازو کی طرف دیکھا، جس کی آرائش و تزئین میں کوئی کسر نہ اٹھار سکی گئی تھی۔ ہر طرف پرچم لہرا رہے تھے۔ شاہی زرقی برقی بھڑکیلے لباسوں میں ملیں صبح کا جشن منا رہے تھے۔ وصول و طبل کی زوردار آوازوں سے پورا شہر گونج رہا تھا (آپؐ نے یہی نتیجہ نکالا اور اپنے آپؐ سے فرمایا: اے سجاد! یہ سب کچھ حیرے پانا کے قل کی خوشی میں ہو رہا ہے) مظلوم دل سے آہ قلی۔ آپؐ نے اشعار پڑھے جن کا اگلی طور میں ذکر ہے۔

تاریخ (ج ۳، ص ۴۴) نے صبار یزید کی ویلے یہ الفاظ کے کمرے سے یہاں پیش کی:
سب سے پہلے سید الشہداء کا مبارک سر یزید ملعون کو دہیہ کیا گیا۔ بعد ازیں وہ نیزہ آگے بڑھا جس پر (عرب کے ایک بہت بڑے بہادر) خربن یزید ریاحی کا مبارک سر نصب تھا۔ ان کے بعد امام علی بن ابی طالبؑ کے (مجاہد و مبارز) بیٹے ابوالفضل العباسؑ کا سر پیش کیا گیا۔ اس نورانی سر کو ٹھہر بھی اٹھائے ہوئے تھا۔

اس دوران شان بن انس فحشی ایک نیزے کو تھامے ہوئے آگے بڑھا۔ اس نیزے کی نوک پر امام علی بن ابی طالبؑ کے فروغ جناب حون کا (ملکوتی) سر تھا۔ اس طرح مجاہدین کر بلا کے سر کے بعد دوسرے سر یزید کے سامنے پیش کیے گئے۔

کیا خوب اشعار تعجب طرہی میں کیے گئے جس کا ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے:
”اے کر بلا! کو پڑھنے والے! بتا سید سجاد علیہ السلام کا کیا حال ہوگا؟ ہم کہہ سکتے ہیں: اے آل محمد! یہ سب کچھ رسول امینؐ کی تربیت کا کمال ہے۔ رسول اللہ کی عظمت و جلالت تم میں رچا بس گئی تھی۔ علاوہ ازیں آپؐ الہی منصب کے امین تھے ورنہ مصائب کی ان کوہ گرائیوں کے سامنے کس کی جہاں ہے۔ پھاڑوں پر پڑیں تو

ہواؤں میں اڑتے ہوئے نظر آئیں، سمندر پر پڑیں تو بہا بہا بن کر اڑ جائے۔ کرات
سادی وارضی پر پڑیں تو گوشہ گمائی میں گم ہو جائیں۔ اے عابد و مہذب نام اے طاغوت
کے ایمانوں کو لڑا دینے والے نام اہل اسلام اے رسول اللہ کی عطا ہوا سلام۔“
آپؐ نے انہیں مصائب و آلام کی ترجمانی ان الفاظ میں تاریخ عالم کو پیش کی:

اَقْدًا قَلِيلًا فِي دَمِشَقٍ كَثَنِي مِنَ الرِّيحِ عَيْنٌ غَابَ عَنْهُ تَوْبِيذُ
وَجَلَدِي رَسُولُ اللّٰهِ فِي كُلِّ مَشَقٍّ وَشَيْخِي اَمِيذُ التَّوْبِيذَاتِ وَرَبُّهُ اَمِيذُ
فَيَا لَيْتَ اَنْي لَمْ تَكُنْ لِي وَلَمْ اَكُنْ يَزِيذُ يَدَانِي فِي الْبِلَادِ اَمِيذُ

”شہر دمشق میں مجھے ذلیل و رسوا کر دیا گیا ہے۔ مجھے اس طرح

کھینچا جا رہا ہے جیسے ایک جشی قلام کو کھینچا جاتا ہے۔ حالانکہ

اللہ تعالیٰ کے ظہیر میرے نانا ہیں اور حضرت امیر المومنین علیؑ

میرے دادا ہیں۔ ہائے کاش میں عید اسی نہ ہوتا، یزید قاتل و

قادر میری اسیری کو نہ دیکھتا۔“

دمشق کے حالات سے ایک تالیسیؑ کی روپوشی

نس اہوم، م ۴۳۰، تاریخ، ج ۳، م ۱۱۳، لیلیٰ حترجم، م ۵۷۵، یہ ارباب

مقابل فرماتے ہیں: جب ایک تالیسی نے سہا شہد اکے بر مہارک کو (لوک نیزہ) پر دیکھا
تو فوراً اپنے گھر آیا اور ایک حجرے میں گوشہ نشین ہو گیا اور حجرے کا دروازہ اندر سے بند

کر لیا۔ اسی صورت میں ایک ماہ تک حجرے کے اندر رہا۔ جب ایک ماہ کے بعد باہر آیا
تو لوگوں نے گوشہ نشینی کی وجہ پوچھی تو کہا: تم نے وہ مصیبت نہیں دیکھی جو مجھ پر آئی!

پھر یہ شعر پڑھا:

① تالیسی: اسلامی اصطلاح میں اس شخص کو کہا گیا ہے جس نے ظہیر کا زمانہ نہ پایا اور آپؐ کے مصائب کا

زمانہ نہ پایا ہو۔

جَلَّوْا بِوُحُوشٍ يَأْتِيَن بِذَنِّ مَكْنُونٍ
تُرْوَلَا بِوُحُوشٍ تَزْوِيلَا

”اے پرہیزگار محمد (ﷺ) یہ کالم و جگہ کار بدکار و دروغ
امت تجھے بے دردی کے ساتھ شہید کر کے حیرانِ بالور ہو گیا ایک
بدترین انسان کے پاس لے آئے (میں قرآن چلاؤں) جب
میں نے حیرے سر کی زیارت کی تو وہ خون میں لت پت تھا۔“

حضرت امام شہادۃ علیہ السلام اور نعمان بن منذر

تذکرۃ الشہداء، ص ۴۱۱، ایک مرتبہ نعمان بن منذر مدائنی مدینہ آئے اور امام شہاد
علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دی۔ آپؐ نے اپنی اس مجلس میں اپنے مصائب کا
تذکرہ فرمایا۔ آپؐ نے نعمان بن منذر سے فرمایا:
اے نعمان! مجھ پر بہت زیادہ مصائب آئے لیکن جتنے مصائب شہر شام میں
آئے اس سے پہلے وہ لے تمام مصائب بھول گئے ا
نعمان نے عرض کیا: میرے آگاہ کون سے مصائب تھے؟
آپؐ نے فرمایا: شہر شام میں ان خالموں نے میرے لیے سات مصائب پیدا
کیے۔

سات مصائب امام زین العابدین علیہ السلام

بہابی مصیبت: جب میں شہر شام میں وارد کیا گیا تو ان دروغوں نے
میں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اپنی گواہیں تمام سے باہر کر لیں۔ نیزہ برداروں نے
اپنے نیزوں کی نوکیں ہم پر استوار کر لیں، ہر طرف سے ہم پر حملہ کر دیا گیا۔ مجھے
نیزے مار کر زخمی کیا گیا، ہر طرف لوگ جمع تھے جو عاراً تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس

دندان و حول و طیل اور قیصرے مالوں کو بیایا گیا۔ انھوں نے ہمارے اطراف میں آلاچہ موسیقی کو بجانا شروع کیا۔ رقصا صائیں اپنا رقص پیش کرنے لگیں۔ مغنیہ ہندوئی گیت گانے لگیں۔ ہماری منظومیت پر وہ خوشیاں منا رہے تھے۔

دوسری مصیبت: ہزاروں کا حکم تھا۔ ہر طرف تاشائی ہمارا تاش کر رہے تھے۔ میری بخش اور پھر میراں اڈٹوں پر سوار تھیں۔ یہ نکاحین سارے شہر میں ہمارے قریب لے آئے۔ خاتون کی سواروں کے درمیان سروں کو بلند کیا گیا۔ میرے پایا اور چٹا عباس کے مبارک سر میری چوٹ کی جناب اور جناب ام کلثوم کی سواروں کے قریب بلند کیے گئے۔

میرے بھائی علی اکبر اور جناب قاسم کے نورانی سر میری جنوں یکجہ و قاطرہ کے برابر بلند کیے گئے۔ پھر ان سروں کے ساتھ ہندی سپاہی ہمارے سامنے کھینے لگے۔ ہادی اور گستاخیاں کرنے لگے تھے۔

نَکَمٌ مِّنْ سَامٍ يَّكْبُثٌ عَلٰی وَغَوِ الْاَنْهٰی بَيْنَ قَوَالِمِ
الْمَرَاكِبِ

”کتنی عزت و عظمت والے سر تھے جنہیں زمین پر اس لیے گرایا گیا تاکہ انھیں اڈٹوں، گھوڑوں کے سوں سے روکا جاسکے۔“

دوسری مصیبت: شامی لوگ اپنے گھروں کی چٹوں پر سوار تھے۔ وہ ہمارے اوپر گرم پانی اور آگ ڈال رہے تھے۔ اچانک آگ میرے سر پر آئی۔ میرا علمہ جل اٹھا۔ میرے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ میں اس آگ کو کیسے بجھاتا، وہی آگ میرے سر تک پہنچی اور میرا سر زخمی ہو گیا۔

چوتھی مصیبت: یہ نکاحین طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک ہمیں بازاروں میں پھراتے رہے، دف و قیصرے ہمارے ارد گرد بجاتے رہے،

لوگوں سے کہتے: اے لوگو! انہیں گھسیٹو یہ غواہ ہیں اور اسلام میں خارجیوں کا کوئی احترام نہیں۔

• ہانچویں مصیبت: ان لوگوں نے ہمیں اذیتوں سے اُتارا اور پھیل چلا یا۔ ایک رشتی لے آئے اور اس رشتی میں ہم کو باغداد اور ہمیں کھینچ کر یحییٰ و نصاریٰ کے گمروں کی طرف لے آئے اور انہیں کہتا: یہ (عمرؓ کے) اہل بیت ہیں۔ ان لوگوں کے بزرگوں نے تمہارے آباؤ اجداد کو قتل کیا تھا۔ تمہارے گمروں کو دیران کیا تھا۔ آج یہ تمہارے ہاتھ میں ہیں، ان سے انتقام لے سکتے ہو آج اپنے دل کی بھڑاس نکال لو۔

• آپؐ نے فرمایا: اے نعمان! بس ان یحییٰ و نصاریٰ کے ہر آدمی نے جو کچھ چاہا وہی سلوک کیا۔ کوئی ہمیں چتر مار رہا تھا، کوئی کلڑیاں مار رہا تھا، کوئی ہم پر مٹی ڈال رہا تھا۔
• چوتھی مصیبت: (یزیدی فوج) ہمیں ”بمدہ فرخوں“ کے بازار میں لے گئی تاکہ ہمیں قلاصوں اور کینروں کی طرح بچھ دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے رکاوٹ کھڑی کر دی اور یہ کام وہ نہ کر سکے۔

• ساتویں مصیبت: ہمیں اس زمانہ میں قید کیا گیا جس کی صحت نہ تھی۔ دن کو دھوپ ستانی اور رات کو سردی بھوک اور پیاس نے ہمارا بُرا حال کر رکھا تھا۔ ہر وقت قتل کی دھمکیاں تھیں۔

• یہی وہ حالات تھے جن کی بنا پر آپؐ شام کے مصائب کو بہت یاد کرتے تھے۔ جب کوئی پوچھتا: میرے آقا! آپؐ پر سب سے زیادہ مظالم کہاں ہوئے؟ تو آپؐ فرماتے تھے: شام، شام، شام۔

حضرت ام کلثومؓ نالہ و فریاد بلند کرتی تھیں اور اپنے بھادر مظلوم کو پکارتی تھیں حالانکہ اُمر یہادی کی طرح اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات اس کے رخساروں

پر برس رہی تھی۔ اپنے بھائی سے خطاب فرماتی تھیں: اے برادر میراں! اے میرے حسین! اجب سے ہم اس شہر میں آئے ہیں، ہمارے غم و حزن میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اے میرے برادر! اے میرے پیارے بھائی! میں اپنے نانا کے انتقال کے بعد حیران و پریشان ہوئی۔ اپنے بابا کی شہادت پر بہت دکھی خاطر ہوئی ہوں۔ اچھے بڑے خدمات اس لیے برواشت کر گئی کہ کچھ تم میرے پاس موجود تھے۔ میرے پاس ہر طرف سے خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ مجھ سے تمہیں چین لیا گیا ہے۔ بس میری کائنات مجھ سے چین لے گئی ہے۔ ادھر دیکھ میری چادر بھی چین لے گئی ہے۔ یہ بازار شام سے ہزاروں کا ہجوم ہے، مگر سر اُم کلثوم ہے۔ اے برادر! تجھے بہن بھاتی ہے تو جواب ہی نہیں دیتا۔

جب جناب اُم کلثوم کو اپنے بھائی کی طرف سے جواب نہ ملا تو اپنی ماں کو دعا دی حالانکہ اس کے آنسو ان کے رخساروں پر جاری و ساری تھے اور اپنی ماں کو آواز دیتی تھیں۔ اے اماں جان! اپنی قبر سے باہر آ جا (اپنی غلطیوں کے ساتھ مل کر اپنے حسین پر نوہ کرو)۔

اے اماں جان! اپنی قبر کو چھوڑ چھاڑ کر شام چلی آ، اپنے پیارے بچے کو دیکھ جس کو دشمن نے زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے اب اُسے قاتل و قاتلین کی طرف لے جا رہے ہیں۔

سر سید الشہد اکا زمین کی طرف آنا

صاحب تذکرۃ الشہداء ص ۳۱۳ نے شیخ المصطفیٰ کی روایت نقل کی ہے: حالین سر سید الشہد ابازار شام میں سر مبارک کو پھرا رہے تھے۔ اچانک سر شہید نے نیڑے کی بلندی کو چھوڑا اور زمین کا رخ کیا۔ اسی دوران نزدیک والی دیوار جھک گئی اور سر انور کو اپنے دامن میں لے لیا اور زمین کی طرف نہ جانے دیا۔ بعد ازیں اسی مقام پر ایک مسجد بنادی گئی جو آج بھی موجود ہے۔

دربار یزد میں زحر بن قیس کی جنگی رپہٹ

لکن نما نے شیر الاحزاب، ص ۹۸ اور صاحب سراج الامکان نے ص ۲۶۳ روایت نقل کی ہے۔ جس کے راوی صفدی بن ربیعہ مرومندی ہیں۔ وہ کہتا ہے: اس دن یزد میں یزد بن معاویہ کے دربار میں تھا، اسی دوران زحر بن قیس نجفی دربار میں وارد ہوا تو یزد نے کہا: وای برقا! کیا خبر لایا ہے؟ اس لمحوں نے جواب دیا: مہارک ہوش کی خبر لایا ہوں۔ حسین بن علی اپنے اہل بیت کے اٹھارہ جوانوں اور ساٹھ دروکاروں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ ہم نے انھیں کہا: دو باتوں میں سے ایک بات کو مٹاؤ: لکن زیادہ کو تسلیم کر لو یا پھر جنگ کرو۔ انھوں نے جنگ کو اختیار کیا۔ پھر ہم نے ان پر ہر طرف سے گھوڑے دوڑا دیے۔ ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہم اپنی تلواریں نگی کر کے ان پر ٹوٹ پڑے۔ پھر ان کا حال یہ تھا وہ اپنی جان کے خوف سے بھاگتے تھے کبھی بلوہیں کی طرف جاتے تھے کبھی پستیوں کی طرف بھاگتے تھے۔ وہ پناہ ڈھونڈتے تھے لیکن انھیں پناہ نہ ملتی تھی۔ ان کی مثال ایک کبوتر کی سی تھی جس کو مصاب نے اپنے مضبوط چنچوں میں دبوچ لیا ہو۔

اے امیر المومنین! ہمیں ان کے قتل کرنے میں اتنی دیر لگی تھی وہ آؤٹ کو نخر کرنے میں لگتی ہے۔ یا ایک انسان جتنے وقت میں قتلوار کرتا ہے ① چند لمحات

① جب انسان قتل و زعمور کو اپنا آؤڑ مٹا چھوٹا جاتا ہے تو پھر ہر برائی کی گزرنے میں اپنے لیے کوئی ٹک و مار نہیں بچتا۔ پھر وہ دربار میں زحر بن قیس کی جیوتی رپہٹ ایک عالم اور فاضل و فاجر بڑے کو خوش کرنے کے لیے پیش کی گئی تھی حالانکہ میدان کرنا اس امر کا شاہد تھا۔ طووع آفتاب کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ وقت صبح ختم ہوئی۔ اور بہتر اور بہتر آدموں کا لشکر جسکی ایک ایک جگہ میدان میں آتا تو کشتوں کے پٹے کا رشتہ تھا۔ تاریخ کرنا کہہ ہے کوئی جیوتی تو جہاں میدان جنگ سے بھاگ کر باہر آیا ہو۔ پس خرم لشکر نے ماشرعہ کو کئی بار قتل کیا۔ ایک جیوتی ہزاروں کے لشکر کو اس طرح بھاگتا تھا جس طرح شیر بھیر نکریں کے بڑے کو بھاگتا ہے۔ (عزیز ترجم)

میں ہماری کٹاریاں ان کے آر پار گزر گئی تھیں۔ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا میدان جنگ میں ان کے اجسام برہنہ پڑے تھے۔ وہ سب خاک و خون میں فطان صحرائے کربلا میں بے کفن پڑے تھے۔ آفتاب ان پر اپنی طمات ڈال رہا تھا۔ ہوائیں ان پر گرد و غبار ڈال رہی تھیں، ان کو سنبھالنے کے لیے کوئی آدمی کسی طرف سے نہیں آیا۔ ہاں! صرف نعشوں میں پڑے ان کا غلام کر رہے تھے۔ (اس طعن کی رپورٹ ختم ہوئی، مزید لکھا: اگر تم (امام) حسینؑ کو قتل نہ کرتے تو پھر بھی تمہاری اسی اطاعت پر میں راضی تھا۔ (بخاری، ج ۳، ص ۱۲۶: مزید لکھا: اگر تم حسینؑ کو قتل نہ کرتے تو پھر بھی میں راضی تھا اگر میں خود ہوتا تو حسینؑ کو معاف کر دیتا)

عمر بن ثعلبہ کی گستاخی

بخاری، ج ۳، ص ۱۲۶، عمر بن ثعلبہ اسیران اہل بیتؑ پر مامور تھا۔ یہ طعن اسیران کے ساتھ دارالامارہ کے دورانے پر آیا اور آواز لگائی:

هَذَا مَخْفَرُ ابْنِ ثَعْلَبَةَ اَتَى اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِالْفَجْرِ وَاللَّيْلِ
 ”یہ عمر بن ثعلبہ ہے امیر المؤمنین کے حضور قاجران و لکم کے ساتھ حاضر ہے۔“

جب اس کی گستاخی کو امام جواد علیہ السلام نے سنا تو فرمایا:

مَا وَلَكْتُ اَمْ مَخْفَرٌ ، اَقْبَلْ وَالْاَمْرُ وَلَكِنْ قَبَّيْمُ اللّٰهِ ابْنُ
 مَرْجَانٍ

”عمر کی ماں نے جو عمر کو جتا ہے شدید تر اور لیم تر ہے لیکن خداوند تعالیٰ نے اسے لکھ کر لیا، اس پر اپنی لعنت بھیجتے۔“

ابن نما نے اپنے ہٹل میں ص ۹۸ پر نقل کیا ہے۔ مزید لکھا: عمر کو کئی جواب نہ

جول مرحوم پھر میرے نزدیک یہ بات سچ ہے۔ امام سجادؑ ان کا فروں کا حجاب نہیں دیتے تھے اور بہت کم گفتگو فرماتے تھے۔ یزید اپنے دربار میں لوگوں کو یہ تاثر دیتا رہا کہ میں نے قتل حسینؑ کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ میں اس امر پر راضی ہوں۔^①

در بارہ یزید میں اہل بیت کا ورود

فلس المہوم نے ص ۳۳۶ و ص ۳۳۷ و ص ۳۳۸ و ص ۳۳۹ و ص ۳۴۰ و ص ۳۴۱ و ص ۳۴۲ سے روایت نقل کی ہے۔ صاحب حشر الطریح نے ریاشی سے اس نے اپنے استاد کے ساتھ امام زین العابدینؑ سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب ہمیں یزید کے دربار میں پیش کیا گیا تو ہم تعداد میں بارہ پہرے تھے، عمر میں سب سے بڑا (میں) تھا۔ ہم میں سے ہر ایک کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ یزید نے ہماری طرف مخاطب ہو کر کہا: اہل کوفہ نے تمہارے آدمیوں کو قتل کیا۔ میں نے ان کو زیادہ کو تمہارے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ میں اس کے اس اقتضائے قتل سے آگاہ تھا۔

ابن نمائے مشیر الاحزان ص ۹۸ و فلس المہوم ص ۳۳۶ و ص ۳۳۷ و ص ۳۳۸ و ص ۳۳۹ و ص ۳۴۰ و ص ۳۴۱ و ص ۳۴۲ و ص ۳۴۳ و ص ۳۴۴ و ص ۳۴۵ و ص ۳۴۶ و ص ۳۴۷ و ص ۳۴۸ و ص ۳۴۹ و ص ۳۵۰ و ص ۳۵۱ و ص ۳۵۲ و ص ۳۵۳ و ص ۳۵۴ و ص ۳۵۵ و ص ۳۵۶ و ص ۳۵۷ و ص ۳۵۸ و ص ۳۵۹ و ص ۳۶۰ و ص ۳۶۱ و ص ۳۶۲ و ص ۳۶۳ و ص ۳۶۴ و ص ۳۶۵ و ص ۳۶۶ و ص ۳۶۷ و ص ۳۶۸ و ص ۳۶۹ و ص ۳۷۰ و ص ۳۷۱ و ص ۳۷۲ و ص ۳۷۳ و ص ۳۷۴ و ص ۳۷۵ و ص ۳۷۶ و ص ۳۷۷ و ص ۳۷۸ و ص ۳۷۹ و ص ۳۸۰ و ص ۳۸۱ و ص ۳۸۲ و ص ۳۸۳ و ص ۳۸۴ و ص ۳۸۵ و ص ۳۸۶ و ص ۳۸۷ و ص ۳۸۸ و ص ۳۸۹ و ص ۳۹۰ و ص ۳۹۱ و ص ۳۹۲ و ص ۳۹۳ و ص ۳۹۴ و ص ۳۹۵ و ص ۳۹۶ و ص ۳۹۷ و ص ۳۹۸ و ص ۳۹۹ و ص ۴۰۰ و ص ۴۰۱ و ص ۴۰۲ و ص ۴۰۳ و ص ۴۰۴ و ص ۴۰۵ و ص ۴۰۶ و ص ۴۰۷ و ص ۴۰۸ و ص ۴۰۹ و ص ۴۱۰ و ص ۴۱۱ و ص ۴۱۲ و ص ۴۱۳ و ص ۴۱۴ و ص ۴۱۵ و ص ۴۱۶ و ص ۴۱۷ و ص ۴۱۸ و ص ۴۱۹ و ص ۴۲۰ و ص ۴۲۱ و ص ۴۲۲ و ص ۴۲۳ و ص ۴۲۴ و ص ۴۲۵ و ص ۴۲۶ و ص ۴۲۷ و ص ۴۲۸ و ص ۴۲۹ و ص ۴۳۰ و ص ۴۳۱ و ص ۴۳۲ و ص ۴۳۳ و ص ۴۳۴ و ص ۴۳۵ و ص ۴۳۶ و ص ۴۳۷ و ص ۴۳۸ و ص ۴۳۹ و ص ۴۴۰ و ص ۴۴۱ و ص ۴۴۲ و ص ۴۴۳ و ص ۴۴۴ و ص ۴۴۵ و ص ۴۴۶ و ص ۴۴۷ و ص ۴۴۸ و ص ۴۴۹ و ص ۴۵۰ و ص ۴۵۱ و ص ۴۵۲ و ص ۴۵۳ و ص ۴۵۴ و ص ۴۵۵ و ص ۴۵۶ و ص ۴۵۷ و ص ۴۵۸ و ص ۴۵۹ و ص ۴۶۰ و ص ۴۶۱ و ص ۴۶۲ و ص ۴۶۳ و ص ۴۶۴ و ص ۴۶۵ و ص ۴۶۶ و ص ۴۶۷ و ص ۴۶۸ و ص ۴۶۹ و ص ۴۷۰ و ص ۴۷۱ و ص ۴۷۲ و ص ۴۷۳ و ص ۴۷۴ و ص ۴۷۵ و ص ۴۷۶ و ص ۴۷۷ و ص ۴۷۸ و ص ۴۷۹ و ص ۴۸۰ و ص ۴۸۱ و ص ۴۸۲ و ص ۴۸۳ و ص ۴۸۴ و ص ۴۸۵ و ص ۴۸۶ و ص ۴۸۷ و ص ۴۸۸ و ص ۴۸۹ و ص ۴۹۰ و ص ۴۹۱ و ص ۴۹۲ و ص ۴۹۳ و ص ۴۹۴ و ص ۴۹۵ و ص ۴۹۶ و ص ۴۹۷ و ص ۴۹۸ و ص ۴۹۹ و ص ۵۰۰ و ص ۵۰۱ و ص ۵۰۲ و ص ۵۰۳ و ص ۵۰۴ و ص ۵۰۵ و ص ۵۰۶ و ص ۵۰۷ و ص ۵۰۸ و ص ۵۰۹ و ص ۵۱۰ و ص ۵۱۱ و ص ۵۱۲ و ص ۵۱۳ و ص ۵۱۴ و ص ۵۱۵ و ص ۵۱۶ و ص ۵۱۷ و ص ۵۱۸ و ص ۵۱۹ و ص ۵۲۰ و ص ۵۲۱ و ص ۵۲۲ و ص ۵۲۳ و ص ۵۲۴ و ص ۵۲۵ و ص ۵۲۶ و ص ۵۲۷ و ص ۵۲۸ و ص ۵۲۹ و ص ۵۳۰ و ص ۵۳۱ و ص ۵۳۲ و ص ۵۳۳ و ص ۵۳۴ و ص ۵۳۵ و ص ۵۳۶ و ص ۵۳۷ و ص ۵۳۸ و ص ۵۳۹ و ص ۵۴۰ و ص ۵۴۱ و ص ۵۴۲ و ص ۵۴۳ و ص ۵۴۴ و ص ۵۴۵ و ص ۵۴۶ و ص ۵۴۷ و ص ۵۴۸ و ص ۵۴۹ و ص ۵۵۰ و ص ۵۵۱ و ص ۵۵۲ و ص ۵۵۳ و ص ۵۵۴ و ص ۵۵۵ و ص ۵۵۶ و ص ۵۵۷ و ص ۵۵۸ و ص ۵۵۹ و ص ۵۶۰ و ص ۵۶۱ و ص ۵۶۲ و ص ۵۶۳ و ص ۵۶۴ و ص ۵۶۵ و ص ۵۶۶ و ص ۵۶۷ و ص ۵۶۸ و ص ۵۶۹ و ص ۵۷۰ و ص ۵۷۱ و ص ۵۷۲ و ص ۵۷۳ و ص ۵۷۴ و ص ۵۷۵ و ص ۵۷۶ و ص ۵۷۷ و ص ۵۷۸ و ص ۵۷۹ و ص ۵۸۰ و ص ۵۸۱ و ص ۵۸۲ و ص ۵۸۳ و ص ۵۸۴ و ص ۵۸۵ و ص ۵۸۶ و ص ۵۸۷ و ص ۵۸۸ و ص ۵۸۹ و ص ۵۹۰ و ص ۵۹۱ و ص ۵۹۲ و ص ۵۹۳ و ص ۵۹۴ و ص ۵۹۵ و ص ۵۹۶ و ص ۵۹۷ و ص ۵۹۸ و ص ۵۹۹ و ص ۶۰۰ و ص ۶۰۱ و ص ۶۰۲ و ص ۶۰۳ و ص ۶۰۴ و ص ۶۰۵ و ص ۶۰۶ و ص ۶۰۷ و ص ۶۰۸ و ص ۶۰۹ و ص ۶۱۰ و ص ۶۱۱ و ص ۶۱۲ و ص ۶۱۳ و ص ۶۱۴ و ص ۶۱۵ و ص ۶۱۶ و ص ۶۱۷ و ص ۶۱۸ و ص ۶۱۹ و ص ۶۲۰ و ص ۶۲۱ و ص ۶۲۲ و ص ۶۲۳ و ص ۶۲۴ و ص ۶۲۵ و ص ۶۲۶ و ص ۶۲۷ و ص ۶۲۸ و ص ۶۲۹ و ص ۶۳۰ و ص ۶۳۱ و ص ۶۳۲ و ص ۶۳۳ و ص ۶۳۴ و ص ۶۳۵ و ص ۶۳۶ و ص ۶۳۷ و ص ۶۳۸ و ص ۶۳۹ و ص ۶۴۰ و ص ۶۴۱ و ص ۶۴۲ و ص ۶۴۳ و ص ۶۴۴ و ص ۶۴۵ و ص ۶۴۶ و ص ۶۴۷ و ص ۶۴۸ و ص ۶۴۹ و ص ۶۵۰ و ص ۶۵۱ و ص ۶۵۲ و ص ۶۵۳ و ص ۶۵۴ و ص ۶۵۵ و ص ۶۵۶ و ص ۶۵۷ و ص ۶۵۸ و ص ۶۵۹ و ص ۶۶۰ و ص ۶۶۱ و ص ۶۶۲ و ص ۶۶۳ و ص ۶۶۴ و ص ۶۶۵ و ص ۶۶۶ و ص ۶۶۷ و ص ۶۶۸ و ص ۶۶۹ و ص ۶۷۰ و ص ۶۷۱ و ص ۶۷۲ و ص ۶۷۳ و ص ۶۷۴ و ص ۶۷۵ و ص ۶۷۶ و ص ۶۷۷ و ص ۶۷۸ و ص ۶۷۹ و ص ۶۸۰ و ص ۶۸۱ و ص ۶۸۲ و ص ۶۸۳ و ص ۶۸۴ و ص ۶۸۵ و ص ۶۸۶ و ص ۶۸۷ و ص ۶۸۸ و ص ۶۸۹ و ص ۶۹۰ و ص ۶۹۱ و ص ۶۹۲ و ص ۶۹۳ و ص ۶۹۴ و ص ۶۹۵ و ص ۶۹۶ و ص ۶۹۷ و ص ۶۹۸ و ص ۶۹۹ و ص ۷۰۰ و ص ۷۰۱ و ص ۷۰۲ و ص ۷۰۳ و ص ۷۰۴ و ص ۷۰۵ و ص ۷۰۶ و ص ۷۰۷ و ص ۷۰۸ و ص ۷۰۹ و ص ۷۱۰ و ص ۷۱۱ و ص ۷۱۲ و ص ۷۱۳ و ص ۷۱۴ و ص ۷۱۵ و ص ۷۱۶ و ص ۷۱۷ و ص ۷۱۸ و ص ۷۱۹ و ص ۷۲۰ و ص ۷۲۱ و ص ۷۲۲ و ص ۷۲۳ و ص ۷۲۴ و ص ۷۲۵ و ص ۷۲۶ و ص ۷۲۷ و ص ۷۲۸ و ص ۷۲۹ و ص ۷۳۰ و ص ۷۳۱ و ص ۷۳۲ و ص ۷۳۳ و ص ۷۳۴ و ص ۷۳۵ و ص ۷۳۶ و ص ۷۳۷ و ص ۷۳۸ و ص ۷۳۹ و ص ۷۴۰ و ص ۷۴۱ و ص ۷۴۲ و ص ۷۴۳ و ص ۷۴۴ و ص ۷۴۵ و ص ۷۴۶ و ص ۷۴۷ و ص ۷۴۸ و ص ۷۴۹ و ص ۷۵۰ و ص ۷۵۱ و ص ۷۵۲ و ص ۷۵۳ و ص ۷۵۴ و ص ۷۵۵ و ص ۷۵۶ و ص ۷۵۷ و ص ۷۵۸ و ص ۷۵۹ و ص ۷۶۰ و ص ۷۶۱ و ص ۷۶۲ و ص ۷۶۳ و ص ۷۶۴ و ص ۷۶۵ و ص ۷۶۶ و ص ۷۶۷ و ص ۷۶۸ و ص ۷۶۹ و ص ۷۷۰ و ص ۷۷۱ و ص ۷۷۲ و ص ۷۷۳ و ص ۷۷۴ و ص ۷۷۵ و ص ۷۷۶ و ص ۷۷۷ و ص ۷۷۸ و ص ۷۷۹ و ص ۷۸۰ و ص ۷۸۱ و ص ۷۸۲ و ص ۷۸۳ و ص ۷۸۴ و ص ۷۸۵ و ص ۷۸۶ و ص ۷۸۷ و ص ۷۸۸ و ص ۷۸۹ و ص ۷۹۰ و ص ۷۹۱ و ص ۷۹۲ و ص ۷۹۳ و ص ۷۹۴ و ص ۷۹۵ و ص ۷۹۶ و ص ۷۹۷ و ص ۷۹۸ و ص ۷۹۹ و ص ۸۰۰ و ص ۸۰۱ و ص ۸۰۲ و ص ۸۰۳ و ص ۸۰۴ و ص ۸۰۵ و ص ۸۰۶ و ص ۸۰۷ و ص ۸۰۸ و ص ۸۰۹ و ص ۸۱۰ و ص ۸۱۱ و ص ۸۱۲ و ص ۸۱۳ و ص ۸۱۴ و ص ۸۱۵ و ص ۸۱۶ و ص ۸۱۷ و ص ۸۱۸ و ص ۸۱۹ و ص ۸۲۰ و ص ۸۲۱ و ص ۸۲۲ و ص ۸۲۳ و ص ۸۲۴ و ص ۸۲۵ و ص ۸۲۶ و ص ۸۲۷ و ص ۸۲۸ و ص ۸۲۹ و ص ۸۳۰ و ص ۸۳۱ و ص ۸۳۲ و ص ۸۳۳ و ص ۸۳۴ و ص ۸۳۵ و ص ۸۳۶ و ص ۸۳۷ و ص ۸۳۸ و ص ۸۳۹ و ص ۸۴۰ و ص ۸۴۱ و ص ۸۴۲ و ص ۸۴۳ و ص ۸۴۴ و ص ۸۴۵ و ص ۸۴۶ و ص ۸۴۷ و ص ۸۴۸ و ص ۸۴۹ و ص ۸۵۰ و ص ۸۵۱ و ص ۸۵۲ و ص ۸۵۳ و ص ۸۵۴ و ص ۸۵۵ و ص ۸۵۶ و ص ۸۵۷ و ص ۸۵۸ و ص ۸۵۹ و ص ۸۶۰ و ص ۸۶۱ و ص ۸۶۲ و ص ۸۶۳ و ص ۸۶۴ و ص ۸۶۵ و ص ۸۶۶ و ص ۸۶۷ و ص ۸۶۸ و ص ۸۶۹ و ص ۸۷۰ و ص ۸۷۱ و ص ۸۷۲ و ص ۸۷۳ و ص ۸۷۴ و ص ۸۷۵ و ص ۸۷۶ و ص ۸۷۷ و ص ۸۷۸ و ص ۸۷۹ و ص ۸۸۰ و ص ۸۸۱ و ص ۸۸۲ و ص ۸۸۳ و ص ۸۸۴ و ص ۸۸۵ و ص ۸۸۶ و ص ۸۸۷ و ص ۸۸۸ و ص ۸۸۹ و ص ۸۹۰ و ص ۸۹۱ و ص ۸۹۲ و ص ۸۹۳ و ص ۸۹۴ و ص ۸۹۵ و ص ۸۹۶ و ص ۸۹۷ و ص ۸۹۸ و ص ۸۹۹ و ص ۹۰۰ و ص ۹۰۱ و ص ۹۰۲ و ص ۹۰۳ و ص ۹۰۴ و ص ۹۰۵ و ص ۹۰۶ و ص ۹۰۷ و ص ۹۰۸ و ص ۹۰۹ و ص ۹۱۰ و ص ۹۱۱ و ص ۹۱۲ و ص ۹۱۳ و ص ۹۱۴ و ص ۹۱۵ و ص ۹۱۶ و ص ۹۱۷ و ص ۹۱۸ و ص ۹۱۹ و ص ۹۲۰ و ص ۹۲۱ و ص ۹۲۲ و ص ۹۲۳ و ص ۹۲۴ و ص ۹۲۵ و ص ۹۲۶ و ص ۹۲۷ و ص ۹۲۸ و ص ۹۲۹ و ص ۹۳۰ و ص ۹۳۱ و ص ۹۳۲ و ص ۹۳۳ و ص ۹۳۴ و ص ۹۳۵ و ص ۹۳۶ و ص ۹۳۷ و ص ۹۳۸ و ص ۹۳۹ و ص ۹۴۰ و ص ۹۴۱ و ص ۹۴۲ و ص ۹۴۳ و ص ۹۴۴ و ص ۹۴۵ و ص ۹۴۶ و ص ۹۴۷ و ص ۹۴۸ و ص ۹۴۹ و ص ۹۵۰ و ص ۹۵۱ و ص ۹۵۲ و ص ۹۵۳ و ص ۹۵۴ و ص ۹۵۵ و ص ۹۵۶ و ص ۹۵۷ و ص ۹۵۸ و ص ۹۵۹ و ص ۹۶۰ و ص ۹۶۱ و ص ۹۶۲ و ص ۹۶۳ و ص ۹۶۴ و ص ۹۶۵ و ص ۹۶۶ و ص ۹۶۷ و ص ۹۶۸ و ص ۹۶۹ و ص ۹۷۰ و ص ۹۷۱ و ص ۹۷۲ و ص ۹۷۳ و ص ۹۷۴ و ص ۹۷۵ و ص ۹۷۶ و ص ۹۷۷ و ص ۹۷۸ و ص ۹۷۹ و ص ۹۸۰ و ص ۹۸۱ و ص ۹۸۲ و ص ۹۸۳ و ص ۹۸۴ و ص ۹۸۵ و ص ۹۸۶ و ص ۹۸۷ و ص ۹۸۸ و ص ۹۸۹ و ص ۹۹۰ و ص ۹۹۱ و ص ۹۹۲ و ص ۹۹۳ و ص ۹۹۴ و ص ۹۹۵ و ص ۹۹۶ و ص ۹۹۷ و ص ۹۹۸ و ص ۹۹۹ و ص ۱۰۰۰

ہم تعداد میں بارہ پہرے تھے جس میں یزید میں پیش کیا گیا۔ ہم سب زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ جب ہمیں یزید کے سامنے کھڑا کیا گیا تو میں نے کہا: تجھے خدا کی ① یزید ہمنوں عوام کو دھوکے میں رکھنا چاہتا تھا۔ اگر وہ راضی نہ تھا تو پھر فوری طور پر ان کو زیادہ قتل کر دیتا اور سلطان امام حسینؑ کو مروا دیتا۔ اس کی کافرانہ گفتگو اس کے وہ اشعار سب شاید ہے وہ اس امر پر بہت زیادہ غور ہوا لیکن جب دیکھا کہ قتل حسینؑ کے بعد انھوں نے اس میں نہیں راضی ہو کر اپنی باتیں کرنے لگا۔ شاید یہ بھی ممکن ہو درباری مورخین نے اپنی طرف سے گمز کر دیا کہ میں نے کہا کہ یزید نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ صرف اہل کوفہ کی کارروائی تھی۔ (عرضِ حرم)

تم احیرا کیا خیال ہے اگر رسول اللہ ﷺ اس حال میں دیکھیں ان پر کیا کڑے کی؟

یزید نے شاید اس سے کہہ تمہارا ان کے بارے کیا خیال ہے؟

تو اس دوران ایک شخص نے آواز لگائی:

لَا تَتَّبِعُوا مِنْ كَلْبٍ شَنُوهُمُوراً^①

(کل کر گھر باہر) اس کہہ سے کہتا ہے: میں سب کو گل کر

دے اور کسی کو زعمہ نہ چھوڑا۔

نعمان بن مقرئ سے نہ ہوا گیا اس نے یزید سے کہہ اے جیہا خیال رکھ یہاں
بیت رسول ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ اس حال میں دیکھیں تو ان پر کیا کڑے کی تو ان
کو وہ مقام دے چھوڑ رکھتے ہیں۔

جول تاریخ: یزید نے حکم دیا علی بن الحسین کو کہ اہل بیت کو ایسے مکان میں رکھو
جو انہیں سردی سے بچائے اور نہ گرمی سے۔ اسی حال میں اہل بیت رسول کو رکھا گیا۔
شدت سرما اور گرمی ان کے چہرے جل گئے تھے۔

حضرت قاطرہ صفری کا دوبارہ یزید میں خطاب

حضرت امام حسین علیہ السلام کی دختر جناب قاطرہ صفری نے دوبارہ یزید میں
فرمایا: اے یزید! دختر ابن خثیمہ کو تو نے اپنا قیدی بنا لیا ہے۔ خثیمہ ہی کے اس محلے نے
یزیدی دوبارہ کو ہلا کر رکھ دیا۔ لوگ رونے لگے۔ اہل بیت کے رونے کی آوازوں سے
دوبارہ یزید کو بچنے لگا۔

① بعض روایتیں نے اس جملہ کو نقل نہیں کیا۔ اسی خیال کا اس سے آواز کی بدولت ہوتی ہے۔ اگر یہی
اصل بتایا جائے کہ جو جملہ بدولت ہوتی ہے تو اسے حذف کر دیا جائے تو پھر آنے والی طیش آلہ رسول
کے دشمنوں کے محبت پر کیے مطلق ہیں۔ گویا یہ ہے۔ اور جو طیش نہیں ہوا انہیں ہے۔ یہی
بات ہے۔ اہل کفر و شتم کا یہ سارا کام ہے۔ وہ انہیں انصافیت کے خلاف تو پھر کہہ گاؤں کو قتل
کر دیا جائے۔

باقی وقار جس کو اللہ نے چہ پہلا کر کھانے والا دیکھا رکھا ہے جس کے سامنے بڑے بڑوں کی بیلیاں بند ہیں۔ اگر کوئی اس کی مرضی کے بغیر یہاں ہے تو مٹی کی گداری آٹا کا ساواں کر دیتی ہیں۔ اسی انداز میں امام محمد باقر علیہ السلام کے سلی لب کھلے: خداوند تعالیٰ کی حمد و ستائش فرمائی۔ بعد ازاں فرمایا: اے یزید! میرے ہم نصیبوں نے تجھے فرعون کے ہم نصیبوں کا مل سامنے نہیں دیکھا۔ جب فرعون نے اپنے صہبائی امرا سے جناب موسیٰ اور جناب ہارون کے بارے پوچھا تھا تو انھوں نے فرعون سے کہا تھا: ابراہیمہ و اخا۔ ”اس کو اور اس کے بھائی کو سہات دے“۔ لیکن میرے صہبائی تجھے ہمارے گل کا شہدہ دیتے ہیں۔ (اے یزید) صہبہد کوئی اور بات ہے؟

یزید نے کہا وہ بات کیا ہے؟

حضرت ابو جعفرؑ نے فرمایا: فرعونی طالع زلوے تھے اور یہ لوگ جو میرے اطراف میں ہیں حرام زلوے ہیں اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی اولاد کو سوائے اولاد زنا کے اور کسی نے قتل نہیں کیا۔ ان کو قتل کلمات کو سن کر یزید نے اپنی گردن جھکائی۔^①

① عرضِ حرم: ابھی آپ نے چڑھا امام محمد باقر علیہ السلام کی مرضی یہ کہ وہ سال چھ ماہ ہے اس وقت یزید کے پاس جو حکومت و طاقت تھی وہ فرعون اور فرعون سے کھل بڑھ کر تھی۔ آپ نے اس مرضی میں وقت کے فرعون کے سامنے سنا، اعراف کا ماحول سامنے رکھا، جب فرعون موسیٰ کے صہبائیوں کو بلایا تو ان کے کڑے تھے اور فرعون تخت گین تخت اس کے صہبائیوں کے کانٹوں پر بیٹھے تھے۔ صہبائی اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ یزید وقت کا فرعون تخت گین ہے۔ اس کے صہبائیوں اس کے کانٹوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ امام اس کے سامنے کڑے ہیں لیکن یہ بتا فرقی ہے موسیٰ و ہارون کا سامنا فرعونوں سے ضرور تھا لیکن حرام زلوے نہ تھے۔ اور فرعون و ہارون کا مقابلہ حرام زلوں سے تھا۔ ایک اور فرقی یہ بھی ہے: موسیٰ و ہارون کا بانی و مانی تھیں لیکن ہارون کا مقابلہ اور فرعون و ہارون کا تو کچھ نہیں تھا۔ ہارون و ہارون آزاد تھے اور یہ دونوں اسیر تھے۔ موسیٰ و ہارون کی بخششیں اپنے گروں میں محفوظ تھیں۔ اور میرے صہبائیوں کا مالک و مانتا تھا۔ میرے صہبائیوں کی بخششیں اپنے گروں میں محفوظ تھیں۔ اور میرے صہبائیوں کے صہبائیوں کے ساتھ تھے۔ فرعون جب صہبائیوں سے موسیٰ و ہارون کی نظیر کا خیال پہنچتا ہے تو وہ موسیٰ و ہارون کے حق میں خیال دیتے ہیں۔ اور یہ تمام صہبائیوں جب ان صہبائیوں کی نظیر

رسن بستہ نئی کی شبیاں

منتخب طریقی جس ۷۷۸ھ بیان کرتے ہیں: امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: یزیدی سپاہی ہمارے پاس آئے اور وہ ہمیں یزید کے پاس لے جانا چاہتے تھے تو انہوں نے ایک لمبی رسی لی اور اس رسی میں ہمیں اس طرح باعدھا جس طرح بھیڑ بکریوں کو باعدھا جاتا ہے۔ رسی کا ایک سرا میری گردن میں تھا اور دوسرا میری پھوپھی جناب ام کلثوم کی گردن میں تھا۔ لمبی رسی میری پھوپھی حقیقہ قریشی جانی زہرا اور میری بہن جناب سیکندہ کے شانوں کے ساتھ باعدھی گئی تھی۔ باقی جو چھوٹی پچیاں اور بچے تھے ان کو ہمارے ساتھ ہانکا جا رہا تھا۔ ہم میں سے اگر کوئی چلے میں (اپنی کمزوری تحکاوٹ کی وجہ سے) سستی دکھاتا تھا تو اسے تیز چلانے کے لیے مارا جاتا تھا۔

بقول ریاض القدر ص ۲۷۸، انوار المصابیہ اور منتخب طریقی، ج ۲، ص ۷۸۶

کا فیصلہ اپنے مقررین سے چاہتا ہے۔ تو یہ کہتے ہیں: کل کردہ۔ لیکن یہاں امام خامنہ نہیں رہتا۔ چھوٹا سا بچہ جس کی عمر دو سال کے نگ بھگ ہو اور مجمع عام ہو تو اور وہ اپنے ہا کے ساتھ ہوتا اکثر دیکھنے میں آیا ہے وہ اپنے ہا کے دامن کو پکڑ کر کھڑا ہے۔ مرقہ بچوں والی ہے، اعلا بھی تو چمکانے ہوں گے۔ لیکن فرعونی دربار میں جب غلبہ پڑھا اور دنی ربانی غیبی کی تو پہلے دربار میں ایک سانا چھا گیا۔ اپنے مصومانہ اور کھوٹی انداز میں قرآنی مشکوکی کہ ان فرعونوں کے ہوش اڑ گئے اور فرعون کی گردن جھک گئی اور امام کے گل کا فیصلہ بدلنے پر ہنجر ہو گیا۔ اسی کو امامت کہتے ہیں۔ اسی کو الٰہی منصب کہتے ہیں۔ الٰہی منصب کے امین ہر دور میں الٰہی امامت کو پیش کرنے میں ہر تن حاضر رہتے ہیں چاہے وہ دو سال کا ہو یا اس سے زیادہ عمر کا ہو۔ امامت عمر کی قیدی نہیں ہے، عمر امامت کی قیدی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ بچپن کا واقعہ اور مظاہرہ امامت تاریخ اسلام کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے جس کو مسعودی نے اثبات الوصیہ میں گواہان کیا ہے لیکن باقی مؤرخین نے صرف نظر سے کام لیا ہے۔ ہماری اسٹیج پر وطنی مشکوآت آیتہ سرکالی جاری ہے۔ ایسے واقعات عوام تک پہنچانے والے گئی کے دو چار درجے ہیں۔ امام نے یزید کو اسی کے دربار میں اس کی حکومتی بے پناہ طاقت و قوت کے باوجود تاریخ کا فرعون ثابت کیا اور سورہ اعراف کا کھوٹی ماحول اس کے سامنے لا کر دکھا دیا: ”اے یزید! تو فرعون و فرود کا وارث ہے اور ہم موسیٰ و ہارون، ابراہیم و اسماعیل کے وارث ہیں۔“ (عرض ترجمہ)

میں روایت ہے: جب اہل بیت کو دربار یزد میں پیش کیا گیا تو اُن سب کو ایک رشتی میں باعدہ کر لائے اور اُس رشتی کا سرا از حرمین قمیس کے ہاتھ میں تھا۔ جب اہل بیت رسول کو یزد کے سامنے کھڑا کیا گیا تو اس نے یکا یک احتضار شروع کر دیا:

مَنْ هَذَا وَمَنْ هَذَا؟

”یہ عورت کون ہے، یہ مرد کون ہے؟“

اسے کہا گیا: یہ ام کلثوم کبریٰ ہے، یہ ام کلثوم صغریٰ ہے، یہ منیہ ہے، وہ ام بانی ہے، یہ رقیہ ہے، یہ سب امیر المومنین علی بن ابی طالب کی بیٹیاں ہیں۔ اس ملعون کی نگاہ ایک بچی پر پڑی، جس نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ اپنے چہرے کا پردہ بتایا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: یہ سیدہ ام حسین کی بیٹی ہے۔ بھول (غیب) کے یزد نے جناب سیکندہ سے پوچھا: اے سیکندہ! خیرے باپ نے میرے حق کا انکار کر دیا تھا، میرے رحم کو قطع کیا، میری حکومت میں مجھ سے جھگڑا کیا۔

یہ سن کر شہزادی نے زودیا اور فرمایا:

لَا تَفْرَحْ بِقَتْلِ أَبِي فَإِنَّهُ كَانَ مَوْطِئاً لِلَّهِ..... انم

”تو میرے والد کے قتل پر خوش نہ ہو، میرا بابا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں شہید ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بلایا، انھوں نے دعوتِ ربانی پر لبیک کہا اور ابدی سعادت کو حاصل کیا۔ اسے یزد اتنے بار گاو پروردگار میں پیش ہوتا ہے۔ پھر تمھ سے پوچھا جائے گا جواب دی کے لیے تیار رہ تو کیا جواب دے گا؟“ (غیب طریقی، ص ۴۸۶، وھذہ سکینۃ وھذہ فاطمۃ بنت الحسین وھذہ علی بن الحسین..... الخ)

شہزادی کی کنگھو کو سن کر یزید نے کہا: اے سیکندرا خانم! میرے بابا کا میرے
نزدیک کوئی حق نہ تھا..... الخ۔

یزید اپنی یزیدیت میں

ناخ، بج ۳، ص ۱۲۷، یزید نے حکم دیا: سرہا یون سید الشہداء کو حاضر کیا جائے۔
تھوڑی دیر گزری تھی شمر طعون ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، جس پر سر مبارک
نصب تھا۔ یزید کی نگاہ جب سر انور پر پڑی تو کہا: سر کو نیزے سے اتارو اور میرے
قریب لاؤ۔ تو اسی وقت ایک سونے کا طشت لایا گیا۔ اس میں سر مبارک کو رکھ کر یزید
کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت یزید نے بہت زیادہ شراب پی رکھی تھی جس کی وجہ
سے بدستی میں مست تھا۔ جب اپنے سامنے اپنے دشمن کا سر دیکھا تو اس کی خوشی کی
کوئی اعتدال نہ رہی اور یہ اشعار پڑھے:

يَا حَسَنَهُ يَلْكُمُ بِالْيَدَيْنِ يَلْكُمُ فِي طَوْثٍ وَنَ اللَّجَيْنِ
كَأَنَّا حَتَّ بَوْرَكَتَيْنِ كَيْفَ رَأَيْتَ الضَّرْبَ يَا حَسَنُ
شَفِيتُ عَلَى وَنَ كِبِ الْحُسَيْنِ يَلَيْتُ مَنْ شَاكِدَ فِي الْحُسَيْنِ
يَدُونَ فَعَلَى الْيَوْمِ بِالْحُسَيْنِ

”اس کے حسن کا کیا کہنا جس کے دلوں ہاتھ اپنے نور کے لحاظ
سے ماحول کو روشنی دیتے ہیں۔ اس طرح جیسے سونے کے طشت
کے اندر (خیراچہہ منور ہے) حیرے رخسارے گلاب کے پھول
کی طرح خوبصورت اور نرم و نازک ہیں۔ اے حسین! اتنا تو نے
میری ضرب کو کیسا پایا۔ میں نے اپنے کینہ کو خون حسین سے ٹھٹھا
کیا ہے۔ اے کاش! جگہ حسین والے آج دم نہ ہوتے تو وہ
دیکھتے میں نے حسین کے ساتھ کیا کیا۔“

اس دوران پھر اس نے شراب کے جام چمکائے اور اپنی مستی میں اور اضافہ کیا۔ پھر اس نے اپنے کفر کا اظہار یوں کیا:

نَفْلِقْ عَلٰمًا مِنْ رِجَالِ اَعْرَافٍ عَلَيْنَا وَهَمَّ كَانُوا اَعْفَ وَاصْبِرْ
وَاکْرَمَ عِنْدَ اللّٰهِ مَنَا مَحَلَّةً وَافْضَلَ فِیْ کُلِّ الْاُمُورِ وَافْخِرْ
عَدُوْنَا وَمَا الْعَدُوَانِ الْاَضْلَالَةُ عَلَیْهِمْ وَمَنْ یَعْدُوْ عَلَی الْحَقِّ یُخْسِرْ
فَإِنْ تَعْدَلُوا فَالْعَدْلُ الْفَآءُ نَافِعًا اِذَا ضَمِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَحْشَرْ
وَلَکِنَّا فَرْنَا بِمَلْکٍ مُّجْبَلٍ وَانْ کَانَ فِی الْعُقَبَاءِ نَارًا تَسْعَرْ

”میں نے مردانِ جنگ کے سروں کو پھاڑ دیا حالانکہ وہ سب مجھ سے اللہ کے نزدیک معزز و محترم تھے۔ میں نے تجاوز کیا اور جو تجاوز کرتا ہے وہ زیاں کار ہوتا ہے۔ یہ سلطنت و مال مجھے ورثے میں ملا ہے۔ مجھے اس کی پروا نہیں ہے کہ اس کے عوض جہنم میں جتا رہوں۔“

• یزید کا اقرار کفر

جب شہداء کے سر یزید کے قریب لائے گئے، جو نبی انھیں دیکھنے میں مصروف ہوا تو کوئے کی کانیں کانیں کی صدا اس کے کانوں میں آئی تو اس کا کفر و طغیان جوش میں آ گیا اور وہ اس جوش میں اٹھنے لگا۔ اس واقعہ سے قبل اس نے بڑی کوشش کے ساتھ اپنے آپ کو ایک مسلمان کے طور پر عوام کے سامنے ثابت کر رکھا تھا۔ اب تک اس نے مصالح کی جس رنگین چادر کو اپنے جسم پر لپیٹ رکھا تھا، اس کو اتار پھینکا اور اپنے کفر کا اظہار کر دیا اور اپنی اصلی شکل میں آ گیا۔

لَمَّا بَدَتْ بِتِلْكَ الزُّوُوسِ وَأَشْرَقَتْ تِلْكَ الشُّمُوسُ عَلٰی نَهْیِ حَبِیْرُونَ
صَاحَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ صَبِّحْ لَوْلَا تَعْلَمُ فَلَقَدْ قَضَيْتُ مِنَ النَّبِیِّ وَتَعْنِی

”جب ان سروں نے جردن کے بلند ہلالیوں پر خورشید تاباں
کی طرح طلوع کیا، کوئے نے فریاد لگائی تو میں نے اُسے کہا:
اب تو چیخ یا خاموش رہ۔ میں نے پتھر سے اپنا قرض چکا لیا ہے
(کل اُس نے میرے خاندان والوں کو قتل کیا تھا، آج میں نے
اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا ہے)۔

عرب کوئے کی آواز کو قال بد سے تعبیر کرتے تھے۔ جب یزید نے اپنے اس رخ
کے موقع پر کوئے کی کانیں کانیں سنی تو اپنی حکومت کے لیے اسے قال بد سے تعبیر کیا
کہ اب اس کی حکومت زوال پذیر ہے۔ تو اس لیے اس کوئے سے خطاب کیا جس نے
اس کے گل پر کانیں کانیں کی صدا لگائی تھی:

يَا هَوَا ابَّيِّين: مَا شِئْتَ فَقُلْ إِنَّمَا تَتَذَبُّ أَمْرًا قَدْ فَعَلَ
كُلُّ مُنْطَلِقٍ وَنَعِيمٍ نِهَائِلٍ وَتَنَاطُ اللَّذَّعِ يَلْعَنُ بِنُكْتِ
”اے کوئے! تیری یہ آوازیں فراق و جدائی کی علامت ہے۔

اب جس طرح چاہے فریاد کر اور اس کام پر جو ہو چکا ہے نوحہ
کر۔ ہر سلطنت اور نعمت زوال پذیر ہے۔ گردشِ افلاک نے
کس کو معاف کیا ہے اُس نے ہر زمانے میں ہر ایک سے اپنا
کھیل کھیل ا اور فنا کے مرگھٹ میں دھکیل دیا ہے۔“

شمر ملھون کے لیے دنیا اور آخرت کی رسوائی

ناخ، ج ۳، ص ۱۲۹ (دربار یزید ہر طرف سے لوگوں سے کچا کچج بھرا ہوا تھا۔
ہر شخص کی نگاہ یزید کی طرف اٹھ اٹھ کر جاتی تھی، وہ اپنی بدستی میں مست تھا۔ دلوہ بہ دلوہ ۱۱
شراب کے جام پہ جام چڑھا رہا تھا۔ ایک نشہ شراب کا تھا، دوسرا نشہ اقتدار کا تھا، تیسرا
نشہ اپنا کام دکھا جاتا تھا۔ شمر ملھون اُس کے لیے ایک بہت بڑا کام کر چکا تھا اور اپنے

اس بڑے کام کے لیے ایک بہت بڑے انعام کی امید میں تھا۔ اس کی نگاہیں یزید پر لگی ہوئی تھیں اور موقع کی انتظار میں تھا۔ لوہا گرم ہو اور ضرب لگائے۔ اپنا مطلب حاصل کرے۔ اُس نے دیکھا اب یزید قتل حسینؑ پر بہت زیادہ خوش ہے، اپنے آپ سوچا ابھی وہ وقت ہے جس وقت اس کی کائنات سے نعمات کے ساتھ مہلب ہوتا ہے (لیکن قدرت کا بھی ایک فیصلہ ہے جس کے سامنے کسی کو دم نہیں)۔ اس نے ازراہِ فکر یزید کے سامنے وہی اعزاز اور اشعار اختیار کیے، جو بشیر بن مالک نے ابن زیاد کے دربار میں ادا کیے تھے۔ یہ اشعار سن کر ابن زیاد نے اُسے قتل کرا دیا تھا۔

فہرملہون آگے بڑھا اور یزید سے اپنے کارنامے کا انعام مانگا اور کہا:

إِنَّمَا رَكَّابِي فَضَّةٌ أَوْ ذَهَبًا إِنِّي قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحَاجِبَا
قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أَمَّا وَأَبَا وَخَيْرُهُمْ إِذْ يَنْسُبُونَ النَّسَبَا
وَأَكْرَمُ النَّاسِ جَمِيعًا حَسْبًا وَمِنْ عَلَى الْخَلْقِ وَمَا مُنْتَصَبَا
مَعَتَتُهُ بِالرُّومِ حَتَّى انْقَلَبَا صَرَبَتُهُ بِالسَّيْفِ حَتَّى نَعَبَا

”میرے برتن کو سونے چاندی سے بھر دے، میں نے ایک بے گناہ سلطان کو قتل کیا ہے۔ وہ اپنے اب اور اُم کے اعتبار سے پوری کائنات سے افضل و اعلیٰ تھا اور میں نے اُس کو قتل کیا ہے جس کا نسب ارفع و اعلیٰ ہے۔ وہ غیر معمولی انسان تھا۔ وہ لوگوں کا امام تھا۔ میں نے اُسے اپنا نیزہ مارا، وہ زمین پر گر پڑا۔ پھر میں نے اُسے تلوار کی ضرب لگائی پس وہ قتل ہو گیا۔“

یزید نے اپنی آنکھ کے گوشے سے ازراہِ غیض و غضب دیکھا اور پھر اُپر رو دین

کر اس پر گرجا اور کہا:

إِذَا عَلِمْتُ أَنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ أَمَّا وَأَبَا فَلِمَ قَتَلْتَهُ؟ وَأَمَّا

الْقَدْرَ كَجَلَّتْ نَاراً وَسَطَباً

”خداوند تعالیٰ میرے برتن کو جہنم کے شعلوں اور انگاروں سے

بھرے، جب تجھے معلوم تھا کہ حسین اپنے پدر و مادر کے اقبال

سے سب سے بہتر تھا تو تو نے اُسے کیوں قتل کیا؟“

شر نے کہا: تیرے انعام کے لیے۔

یزید نے کہا: میں تمہیں انعام بھی نہ دوں گا۔ (ہل ابی جہف، ص ۱۸۳: یزید

نے نکواری کو کمر کے سیو پر ماری اور کہا: جا تیرے لیے کوئی انعام نہیں ہے)

شمر غائب و خاسر ہو کر دربار سے نکلا، دنیا بھی نہ ملی اور دین بھی چھین گیا، نہ

اچھا کارہا اور نہ بُھرا کارہا۔

یزید کی یادہ گوئی

اسی دوران یزید نے اہل مجلس کی طرف رخ کیا اور کہا: حسین ہمیشہ مجھ سے

اڑاؤ فخر کہتا تھا: میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے۔ میری ماں یزید کی ماں سے بہتر

ہے۔ میرا جد یزید کے جد سے اشراف و اہل ہے اور میں یزید سے بہتر ہوں۔

رضی بات حسین کے والد کی، اُس نے میرے والد کے ساتھ جھگڑا کیا۔ اللہ

تعالیٰ نے میرے باپ اور اُس کے باپ کے درمیان فیصلہ کیا۔ حکومت میرے باپ کو

عطا کی۔ باقی بات رضی اس کی اطلاع کی وہ اللہ کے رسول کی بیٹی ہیں۔ وہ میری ماں

سے افضل ہیں اسی طرح ان کے نانا میرے نانا سے افضل ہیں اور جو شخص خدا اور اس

کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو حضرت محمدؐ سے بہتر نہیں سمجھ سکتا۔

رضی اُس کی اپنی ذاتی بات کہ نہ کہ یہ حدیث میں یزید سے بہتر ہوں۔ کیا اُس نے

قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت نہیں کی تھی:

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُكْوِي الْمَلِكَ مَنْ أَمَرَكَ وَتَنْزِعُ

الْمُلْكُ مِمَّنْ تَعَاةَ وَتَوَاعُنْ تَعَاةَ وَتُذِلُّ مَن تَعَاةَ بِيَدِكَ

الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (آل عمران، آیہ ۲۶)

”کہہ دو اے اللہ! اے ملک (مستی) کے مالک تو جسے چاہے

حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہے حکومت چھین لیتا ہے اور تو

جسے چاہتا ہے، عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے۔

بھلائی حیرے ہی ہاتھ میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔“

عبدالرحمن بن حکم اس مجلس میں موجود تھا، اس نے یہ اشعار پڑھے:

لَهَامٌ بِحَنْبِ الْعَلَفِ أَذْنَى قَرَابَةٍ مِنْ ابْنِ رِيَالٍ الْعَبْدِ ذِي النَّسَبِ الْوَهْلِ

سَيِّئَةٌ أَمْسَى نَسْلُهَا عَذَّةُ الْحَصْلِ وَبُنْتُ رَسُولِ اللَّهِ لَيْسَتْ بِذِي نَسْلِ

”مجھے افسوس ہے ان سروں پر جو فرات کے کنارے کاٹے گئے،

اس لیے کاٹے گئے تاکہ حرام زادہ ابن زیاد کا تقرب حاصل کیا

جائے۔ سیمہ مادر ابن زیاد کی نسل تو صحرا کے ذروں کی مانند ہر

طرف پھیل چکی ہے لیکن اب اللہ کے رسول کی بیٹی کا کوئی فرزند

باقی نہیں رہا۔“ (عوالم، ج ۱، ص ۴۲۱، سطر ۷ و جلاء العیون

مجلسی، ص ۶۰۸)

یہ سن کر یزید نے اپنا ہاتھ عبدالرحمن بن حکم کے سینے پر مارا اور سرگوشی کی:

سُبْحَانَ اللَّهِ: أَفَى هَذَا الْمَوْضِعِ؟ أَمَا يَسْعُكَ السُّكُوتُ

”ایسے موقع پر ایسی گفتگو کیا تو خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ بھرے

دربار میں آل زیاد کو زسوا کر دیا اور آل مصطلق کی مصیبت اور

قلت پر افسوس کا اظہار کر دیا۔“

پھر کہنے لگا: خدا لعنت کرے ابن زیاد پر اس نے قاطعہ زہر کے بیجے حسین کو

قل کر دیا۔ اگر میں وہاں ہوتا، وہ جو خواہش کرتا وہ پوری کرتا اور موت اس کے قریب نہ آنے دیتا لیکن وہ میرے بیٹوں کو ہلاک کرنا چاہتا تھا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ پھر تقدیر الہی کے سامنے کسی کی نہیں بن سکتی۔

اسی وقت یزید نے حکم دیا اہل بیت کو دربار میں لایا جائے حالانکہ اس کے فوجی اہل بیت کو رسیوں میں جکڑ کر دربار کے دروازے پر تین گھنٹے سے اس کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ جب اہل بیت دربار میں داخل ہوئے اور یزید پر نگاہ پڑی تو رونے لگے: اس ملعون کے سر پر تاج تھا جس میں دُر اور یاقوت جڑے تھے اور تخت پر بیٹھا تھا۔

یزید کے لعن کے بارے حضرت امام رضا علیہ السلام کا فرمان

حضرت امام رضا علیہ السلام کا فرمان ہے: جب اہل بیت کو دربار یزید میں لایا گیا تو اُس وقت یہ ملعون اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور شراب پی رہا تھا۔ جب کھانے پینے سے فارغ ہوا تو حُرُج کھیلنے میں مصروف ہو گیا۔ اس وقت امام حسینؑ کا سر مبارک سونے کے طشت میں اس کے تخت کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ حُرُج کھیلنے کے دوران جب اپنے ہمارے پر غلبہ حاصل کرتا تو غلبہ کی خوشی میں عین جام شراب ہو کے چلے آیا۔ پھر اس برتن کو تخت کے نیچے زمین پر پھینک دیتا۔

آپؑ نے فرمایا:

فَمَنْ كَانَ مِنْ شَيْعَتِنَا فَلْيَتَوَرَّعْ مِنْ شَرْبِ الْفَقَّاعِ
وَاللُّغْبِ بِالشُّطْرَنِ : فَمَنْ نَظَرَ إِلَى الْفَقَّاعِ أَوْ إِلَى
شُطْرَنِ فَلْيَذْكُرِ الْحُسَيْنَ وَلْيَلْعَنِ يَزِيدَ يَسْمُ اللَّهُ
عَزَّوَجَلَّ ذُنُوبَهُ وَلَوْ كَانَتْ كَعَدَى وَالنَّجْوَى

”جو ہمارا شیعہ ہے وہ ہو کی شراب (ہر شراب) پینے سے اور حُرُج کھیلنے سے اپنے آپ کو بچائے۔ اگر کبھی کسی کو یہ چیزیں

فخرآجائیں تو جزیہ پر غصہ کرنے تو اس کے تمام کے تمام گناہ
ساختہ سچائیں گے اگرچہ تعداد میں آسمان کے ستاروں کے
بہاؤ کی کیوں نہ ہوں۔

فہم المہوم ص ۴۳۹ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: اسلام میں
جزیہ بن معاویہ وہ پہلا شخص ہے، جس کے لیے ہو کی شراب پائی گئی۔ جب اس کے
لیے شراب لائی گئی تو اس کے تخت پر دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ حضرت امام حسینؑ کا
سر مبارک اس کے قریب تھا۔ شراب خود بھی چچا تھا اور اپنے ہم نشینوں کو بھی پلاتا تھا اور
کہتا تھا: اے میرے ہم نشینو! میرے یارو! پیو اور (خوب پیو) یہ شراب بابرکت ہے
اس سے زیادہ بابرکت بات یہ ہے کہ میں زندگی میں پہلی بار شراب بھی پی رہا ہوں اور
حسینؑ میرے دشمن کا سر بھی میرے قریب پڑا ہوا ہے۔ دسترخوان بھی میرے لیے بچھا
ہوا ہے۔ اب میں پورے سکون اور حرے کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔

ہمارے آقا امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: (سن لو) جو ہمارا شیعہ ہے ہو کی
شراب سے پرہیز کرے، یہ شراب ہمارے دشمنوں کی شراب ہے (ہو کی شراب بھی حرام
ہے، اس کے علاوہ ہر نشہ آور مشروب حرام ہے)۔ (عوالم، ج ۱، ص ۴۱۵، سطر ۱،
تاخ، ج ۳، ص ۱۳۲، جلاء الحجۃ، ص ۶۰، بخار، ج ۴۵، ص ۱۷۶، حدیث ۱۳، عیون
الاحیاء، ج ۲، ص ۲۲، فہم المہوم ص ۴۳۹)

گستاخی جزیہ

صاحب فہم المہوم نے ص ۱۰۱ میں اس مسئلہ پر بحث کیا ہے، اس نے کتاب
”مناویہ“ سے روایت کیا ہے: (اس مسئلہ میں) جزیہ خلیفہ جب شراب پانی تو باقی بنی
ہوئی شراب سر مبارک پر گرا دی۔ اس وقت جزیہ کی زوجہ نے سر کو اٹھایا، غسل دیا اور
عرق گلاب سے مسٹر کیا۔ اس عورت نے اس رات حضرت قاضی زہراؑ کو حجاب میں

دیکھا اور شہزادی رسولؐ نے اس کے اس کام سے اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔

قل امام سجادؑ کے لیے یزید کی بہانہ جوئی

ناخ، ج ۳، ص ۱۳۳ نے کہا کہ راوندی نے ثقہ روایت سے حدیث نقل کی ہے: یزید اس امر کی تلاش میں حیران و پریشان تھا، کوئی بہانہ ملے لے لے امام سجاد علیہ السلام کو قتل کر دے۔ یہ ملعون آپ کو بلاتا، ہاتھیں کرتا لیکن امام کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی اور تسبیح کے دانوں کو اپنی انگلیوں کے ساتھ حرکت دیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ یزید نے آپ سے کہا: میں آپ سے ہاتھیں کرتا ہوں۔ جب تو مجھے میری بات کا جواب دیتے ہو تو ساتھ تسبیح کو گردش بھی دیتے رہتے ہو، ایسا کیوں کرتے ہو؟

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اپنے باپا سے سنا، انھوں نے مجھے اپنے والد کی حدیث سنا کہ میرے والد جب نماز قلم فرماتے تو کوئی بات نہ کرتے، تسبیح ہاتھ میں لیے اور فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اَسْبِحُكَ وَاَمْسَيْتُکَ بِحَمْدِکَ
وَاُغْلِیْکَ بِعَدُوِّکَ مَا اُغْلِیْہُوْہُ سَجْدَتِیْ

”اے پروردگار! میں نے صبح کی اس حال میں کہ میں حیرتی تسبیح کروں اور حیرتی بزرگی بیان کروں، حیرتی حمد و ثنا کروں اور حیرتی جلیل بیان کروں اہل تعداد میں جتنا میں اس تسبیح کو اپنے ہاتھ میں گردش دیتا رہوں۔“

پھر آپ تسبیح کو گردش دیتے رہتے اور ذکر فرماتے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ عمل انسان کے لیے حیرت انگیز ہے۔ یہ عمل رات تک جاری رکھتے۔ جب سونے کا ارادہ کرتے تو اسی حالت میں گناہ فرماتے اور تسبیح کہتے ہیں کہ دیتے۔
آپ نے فرمایا: ہر ایک دفعہ دو گنا تسبیح کو سربانے رکھ دیتا۔ تسبیح

یزید نے کہا: میں تم میں سے جس کے ساتھ کوئی بات کرتا ہوں تو تمہارا جواب مجھے لا جواب کر دیتا ہے۔ (میں اپنے قصد میں ناکام ہو جاتا ہوں)

یزید نے اپنی گفتگو کا رخ بدلا اور کہا: اُس ذات کا شکر ہے، جس نے میرے باپ کو قتل کیا۔

آپؐ نے فرمایا: خدا کی اس پر لعنت ہے، جس نے انہیں قتل کیا۔
اس وقت بارہ بنو ہاشم سید سجاد علیہ السلام کے ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے
تھے۔ بڑے تو آپؐ کے قتل کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا جب اُس نے آپؐ کی یہ گفتگو سنی تو
غضبناک ہو گیا، حکم دیا: اس کی گردن مار دو۔^①

آپؐ نے فرمایا: جب تو نے میرے قتل کا حکم دے دیا ہے تو پھر یہ بتا رسول اللہ کی بیٹیوں کو ان کے گھروں تک کون پہنچائے گا، میرے علاوہ ان کا کوئی اور عمر نہیں ہے؟ یہ سن کر یزید غصہ اٹھ اٹھا اور کہنے لگا: ان کو اپنے گھروں تک تو لے جائے گا۔ پھر اس نے کٹر (cutter) طلب کیا اور اپنے ہاتھ سے میری تمام زنجیروں کو کاٹ دیا۔ (میری گردن پکڑی اور کہا) اے علی بن الحسین! کیا تجھے معلوم ہے اس امر سے قتل میرا کیا ارادہ تھا؟

① جلاء النہون، ص ۶۱۲، ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۱۵، مناقب ابن شہر آشوب میں ہے: یزید خنہ میں آیا اور حکم دیا: اس پناہ تو جہان کو باغ میں لے جاؤ، اس کا سر حکم کرو اور وہیں دفن کرو۔ پس جلاہ آیا اور اس نے آپؐ کا بازو پکڑا اور دربار سے باہر لے آیا اور باغ میں لے گیا۔ پہلے وہ آپؐ کے لیے قبر بنانے میں مصروف ہو گیا۔ اس دوران آپؐ پر وردگار کی مناجات میں مصروف رہے۔ جب وہ قبر بنا کر فارغ ہوا، اس نے چاہا کہ امام کو قتل کرے۔ اچانک ہوا میں ایک ہاتھ بلند ہوا اور اس جلاہ پر پڑا اور وہ ڈور جا پڑا اور وہ مر گیا۔ یزید کا بیٹا خالد یہ مہر دیکھ رہا تھا، وہ دوڑتا ہوا یزید کے پاس گیا اور سارا قصہ سنایا۔ یزید نے حکم دیا سید مجاہد کو وہیں لا۔ نے اور اس جلاہ کو اس قبر میں ڈال دیا جائے اور دفن کرو دیا جائے۔

آپؐ نے فرمایا: تو گل کرنا چاہتا تھا۔

اس نے کہا: بھلا اس کے خوا کوئی اور ارادہ نہ تھا۔ پھر اس نے حکم دیا: باقی افراد کی رسیاں کاٹ دی جائیں۔ اس طرح سب کو رہا کر دیا گیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ حسینؑ کے سر کو جوشت طلا میں رکھا ہوا تھا لایا جائے۔ سر لایا گیا اور اس کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اس نے اپنے پیچھے سے جگہ دی تاکہ اہل بیتؑ کی مستورات سر کا نظارہ کر لیں۔

امام سجاد علیہ السلام نے جب مبارک سر کو قریب سے دیکھا تو آپؐ نے دعائی بھر گوسفند کے سر کا گوشت تناول نہ فرمایا۔ (عوالم، ج ۱۷، ص ۱۳۶، الامارات راوی، ص ۶۱، ج ۱۵۲، بحار، ج ۴۵، ص ۴۰۰، تاریخ، ج ۳، ص ۱۳۳، جلاء الحیون، ص ۶۰۹، نس الہوم، ص ۱۵۲)

یزید کے اشعار کفر

ایک روایت یہ بھی ہے جب امام حسین علیہ السلام کا مبارک سر یزید کو پیش کیا گیا تو اس نے خیر دان کی چٹری ہاتھ میں لی اور آپؐ کے دعوای مبارک پر مارنا شروع کی اور یہ اشعار قرأت کیے:

جزع الخزرج مع وقم الاسل
خبر جاء ولا وحی نزل
من بنی احمد ما کلن فعل
وقتلنا الفارس اللیث البطل
وعذلنا ببدر فاعتدل
باحد یوم احد فاعتدل
ثم قالوا یایزید لاتقل

لیت اشیخی ببدر شہدوا
لعبت ہاشم بالملک فلا
لست من خندق ان لم انتقم
قد اخذنا من علی ثارنا
وقتلنا القرن من ساداتہم
فجزیناہم ببدر مظلہا
لو راوہ لاستہلوا فرجا

وکللہم الغنم اوصالی بہ فاتیعت الغنم قیبا قد سنل
 "مردم! ہم نے غنات کا ایک کھیل کھیلا تھا مالا کہ خداوند تعالیٰ کی
 طرف سے نہ کوئی خیر آئی اور نہ دئی آئی۔ میں خوف کا بیٹا ہی نہ
 ہوں اگر میں نے آل احمد سے انعام نہ لیا ہوتا وہ انعام جو
 سامنے ہے۔"

ہم نے اپنا بدلہ لے لیا۔ ہم نے ان سرداروں کو قتل کیا جو ہمارے
 شجاع دلاؤں پر شہر تھے۔ ہم نے ان کے سرداروں کو بھی قتل کیا اور
 جنگجو بدر کا بدلہ لے لیا جس طرح انھوں نے بدر میں ہمارے
 ساتھ کیا تھا۔ ہم نے ان کے بیٹے کو بھی قتل کیا ہے۔ جیسا لوگوں
 انھوں نے میدان احد میں کیا تھا، ہم نے احد کے بدلے بھی چکا
 لیے ہیں۔

کاش! آج وہ دعوہ ہوتے تو (آل احمد کے) قتل پر خوش ہوتے
 اور کہتے: اے یزید! تیرے ہاتھ طاقتور رہیں، کمزور نہ ہوں۔
 میرے باپ نے مجھے اس امر کی سفارش کی تھی۔ آج میں نے
 اپنے باپ کے فرمان پر عمل کر دیا ہے۔" (ناخ، ج ۳، ص ۱۳۶
 وحوالم، ج ۱، ص ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲)

یزید کا امام حسین علیہ السلام سے خطاب از جوہری

چشم بگشا و نظر کن یا حسین	خواہر انت رہا ببین ہاشور و شین
یکطرف رہیب اسیر و خواہر و ہمار	یکطرف کثور ہاحال فکار
یکطرف لیلا غریب و درہلہ	ہمچو معجون از خم مرگ ہسر
دید گریان دختران ہمار تو	رہیر نہنجیر گران بیمار تو

تھیں شہنشاہِ این گفتگوها سر بسر
پیراھن را چاک تا دامن نمود
گفت با او کھی لعین بی ادب
این مولاخیل کہ باب و فاست
ای ستمگر این سرورِ این بدن
بود این سر بر درِ دروازه ها
بودہ این سر در رہ شامِ خواب

”اے حسین! آنکھیں کھولو اپنی بچوں کی طرف دیکھو۔ وہ
میرے دربار میں تھے مردن بستہ کھڑی ہیں۔ ایک طرف حیری
بہن نسب کھڑی ہے اور دوسری طرف حیری دوسری بہن ام
کلثوم کھڑی ہے۔

اُدھر دیکھو حیری بیوی لعلِ محزون و مغموم کھڑی ہے۔ وہ اپنے
جوان بیٹے کے غم میں طحال ہے۔ حیری بیٹیاں بھی مہری امیر
ہیں۔ تیرا بیٹا عابد بنار کوئیں نے زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔“
جب یزید لٹھوں کی یہ گفتگو جنابِ نسبِ عالیہ نے سنی تو
برداشت نہ کر سکیں۔ فوراً بول پڑیں: اپنا عذر اہن چاک کہنا اور
یزید سے کہا:

اے گستاخ و بے ادب اپنی چھڑی ان لیوں سے ہٹا لے۔ اس
سید و سردار کی عزت و عظمت کو تو کیا جانے یہ تو کائنات کا سردار
ہے۔ وقا کی تاریخ جو انھوں نے رقم کی ہے اس کی کوئی مثال ہی
نہیں۔ وہ پروردگار کے خزانوں کا راز ہیں۔

اے عالم! تو نے کتنی بے دردی کے ساتھ رسول زادے کو شہید کر ڈالا۔ ان کا مبارک جسم کربلا میں ہے اور یہ سر مبارک حرم ہے پاس ہے۔ کبھی یہ سر فوک نغز پر سوار کیا گیا، کبھی ڈھیر دایہ کے دروازے پر نصب کیا گیا۔

ہائے غصوں! اس مبارک سر پر کتنے ظلم ڈھائے گئے۔ کربلا سے کھنڈ اور کوٹ سے شام تک چالیس سلاسل لٹے کر کے یہ سر شام کھایا۔

ریاض اللہ نے بیچ میں اس سر مبارک سے بدعت کی ہے، اس نے تبلیغ کلمہ اللہ سے قتل کیا ہے۔ جس وقت سر مبارک کو شہادت طلاء میں رکھ کر یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے ہاتھ خیمہ کی چھری تھی تو اس لمحوں نے فرزند رسول اللہ کے شہان مبارک پر بلند شروع کیا۔ ساتھ یہ افسردہ لیت اشیاء بھی..... اللہ بھی چہا تھا۔ آپ کے مبارک ہاتھ لٹ گئے۔

اس وقت شاہی لٹک موند تھے اور اس کی حرکات کا نظارہ کر رہے تھے اور اس کی حرکات کو بھی سن رہے تھے۔ ان حرکات پر انہیں غصہ آیا، ان کے چہرے تہذیل ہوئے کہ یہ اپنے آپ کو اسلام کا حکمران بھی کہتا ہے اور کفر کو شکو بھی کرتا ہے۔ یزید نے بھی ان کے چہروں کو پڑھ لیا، اسے ان سے خوف محسوس ہوا تو کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم ہے یہ کس کا سر ہے؟ حسین بن علی کا سر ہے۔ یہ مجھ پر ظلم کرتا تھا اور کہتا تھا: میرے پاس یزید کے ہاتھ لٹک سے بھر ہیں۔ میرے عم و خال یزید کے عم و خال سے بھر ہیں اور میں خود یزید سے بھر ہوں۔ کیونکہ لوگوں نے سونگھا رسول خدا بھی اپنے زانو پر بٹھاتے تھے اور میرے حق میں فرماتے تھے: حسین میرے ہاتھ کی رحمان ہیں اور حسین یہ شہید جنت ہیں۔ اس کے علاوہ شہر نے میرے لیے اور میری اولاد

کے لیے دعا فرمائی تھی۔ اس اعتبار سے میں یزید سے اولیٰ ہوں۔ لیکن حسینؑ نے اس آیت کی تلاوت نہیں کی تھی: اللھم مالک الملک الخ۔ ”خدا جس کو چاہے حکومت دے جس سے چاہے لے لے۔“ اللہ نے اُس کو حکومت کے اہل نہ سمجھا مجھے اہل سمجھا اور حکومت مجھے دے دی۔

یزید کی اس دلیل سے شامیوں کا سارا جوش ختم ہو گیا۔ اور ان احمقوں نے یہی خیال کیا کہ یزید حق پر ہے حالانکہ اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر نہیں ہے جو یزید نے کی تھی۔

صاحب لہوف نے اپنی کتاب میں ص ۹۷ پر روایت پیش کی ہے۔ یزید ملعون نے جب خیر مان مگلوئی اور سید الشہد اکے لب ہائے مبارک پر مارنا شروع کی۔

ابن شہر آشوب وطبری و بلاذری اور ابن اہثم کوئی نے نقل کیا ہے: جب سرانور کو اس طعنے کے سامنے رکھا گیا اور جب خیر مان سے دعائی مبارک کو مارنا شروع کیا اور کہا: یومہ بیومہ ہندس ”آج ہم نے ہند کے بدلے بے لیے ہیں۔“

بعض روایات میں لفظ ”قرع“ آیا ہے۔ جس زیارت ناحیہ میں آیا ہے: السلام علی الشجر المقروع بالقضیب۔

قرع کا لغوی معنی

ابی جعفر نے اپنے نقل میں قرع، کٹ و دق کے الفاظ سے سخت لفظ نقل کیا ہے:

فَجَعَلَ يَزِيدُ يَنْكُكُ شَنَايَا الْحُسَيْنِ

”یزید نے حسینؑ کے دعائی مبارک کو چھری سے توڑ دیا۔“

صاحب زبدۃ الریاض نے لکھا ہے:

لَمَّا وَضِعَ الرَّأْسُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَخَذَ قَضِيبًا فَضَرَبَ بِهَا شَنَايَا

الْحُسَيْنِ حَتَّى كَسَرَتْ

”جب سر انور کو اس کافر کے سامنے رکھا گیا تو اس نے ہاتھ میں چھڑی لی اور پھر اس قدر چھڑی دے گا کہ مبارک پر ماری کہ دانت مبارک ٹوٹ گئے۔ ریاض القدس نے بھی روایت کی ہے۔

مذکرۃ الشہداء، ص ۲۶۶ میں روایت ہے:

فَلَمَّا رَأَتْهُ تَرَيْنَبُ عَلَيْهَا السَّلَامَ فَعَلَّ ذَلِكَ بَغْثٌ وَنَادَتْ بِصَوْتٍ حَزِينٍ وَاحْسِنَانَا يَا حَبِيبَ رَسُولِ اللَّهِ
”جب حضرت نعنہ نے یزید کے اس ظلم کو دیکھا تو رونے لگیں اور فریاد بلند کی اور کہا: اے ابا عبد اللہ! مجھ پر یہ امر ہماری ہے کہ میں تجھے اس حال میں دیکھوں اور تجھ پر بھی یہ امر ہماری ہے کہ تو ہمیں اس حال میں دیکھے۔“

شہزادی کی اس گفتگو پر پورا دربار یزید رونے لگا اور یزید خاموش ہو گیا۔

محرق القلوب زرقی، ص ۳۱۴ میں یہ روایت ہے: جب حضرت نعنہ نے اپنے بھائی کے سر کو یزید کے نزدیک طشت طلاء میں دیکھا تو اپنا گریبان پھاڑ ڈالا اور دردناک آواز کے ساتھ نالہ و فریاد بلند کیا جس کو سن کر حاضرین کے جگر کہاب ہوئے۔ آپؑ نے فرمایا:

وَاحْسِنَانَا وَامْحَدَاهُ وَاعْلِيَا يَا حَبِيبَ رَسُولِ اللَّهِ يَا بِن

فَاطِمَةَ الزُّهْرَا يَا بِن مَكَّةَ وَمَنَى

”اے نور دیدہ سید انبیاء اے سرور سید علی مرتضیٰ اے پرور دختر

محمد مصطفیٰ۔“

ایک روایت میں ہے: ایک خاتون جس کا تعلق خاندان ابوہاشم سے تھا وہ خانہ

یزید میں تھی۔ جب اُسے حقیقت حال معلوم ہوئی، اندرون خانہ یزید سے نوحہ وزاری کرتے ہوئے باہر آئی اور کہنے لگی:

اے اہل بیت رسولؐ کے سید و سردار! اے فرزندِ عزیزِ محمد مصطفیٰ!

اے فریادرسِ جہماں و بیوگان! اے کشتہ اولادِ زنا کاران!

حاضرینِ مجلسِ یزید پر جنابِ نعتِ اور اہلِ ہاشمیہ کی آہ وزاری نے رقت طاری کر دی۔ تمام زار و قطار رونے لگے۔

صاحبِ مشیر الاحزان ابنِ نماء ص ۱۰۰ نے روایت کی ہے: جب جنابِ نعتِ عالیہ نے سر مبارک کو دیکھا تو اپنا گریبان چاک کیا تو ایسی دردناک رونے کی آوازیں بلند کیں جس سے حاضرین کے جگر پھٹتے تھے۔ آپؑ نے فرمایا:

یا حسیننا یا حبیبِ جدہ الرسول..... الخ

تذکرۃ الشہداء میں ہے: یزید کے سامنے سر سید الشہداء رکھا ہوا تھا۔ اس پر ایک رومال پڑا تھا۔ اس طعن نے جو نبی رومال ہٹایا سر مبارک سے ایک نور ساطع ہوا جو آسمان سے جا لگرایا۔ تمام حاضرین دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق: آپؑ کے لبوں نے حرکت کی اور قرآن کی تلاوت شروع کی۔ آپؑ نے پڑھا:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

جب یزید نے یہ مظر دیکھا تو بھرے دربار میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ گیا۔ پھر لوگوں کی توجہات کو ہٹانے کے لیے چوبِ خیران ہاتھ میں لی اور اُس کے ساتھ آپؑ کے لب و دندان کی طرف اشارہ کیا اور یہ اشعار پڑھے: یا حسنہ یلعم فی الیدین..... الخ (یہ اشعار سابقہ صفحات میں درج ہیں)

ابو یزہ اسلمی صحابی رسولؐ

تذکرۃ الشہداء ص ۴۶، بحرق القلوب ص ۳۳، تاریخ ج ۳ ص ۱۳۰، مقتل ابنِ نماء،

ص ۱۰۰، عوالم، ج ۱، ص ۴۳۳، جلاء النعمان، ص ۶۱۰، ان تمام احباب نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں ذکر کیا ہے: ابو بزرہ اسلمی جس کے بارے ایک روایت ہے: یہ صحابی رسول تھے۔ راوی نے ان کے بارے یہ بیان کیا ہے یہ شام میں رہے تھے اور خانہ فہین تھے۔ معاویہ نے اپنے دور میں انھیں اپنے پاس بلانے کی بڑی کوشش کی لیکن انھوں نے ہر دفعہ انکار کیا۔ وہ ان کے گھر مال و دولت بھیجتا لیکن آپ واپس کر دیتے۔

انھیں جب معلوم ہوا کہ آل رسول کو قیدی بنا کر دربار یزید میں لایا گیا ہے تو فوراً دربار یزید میں پہنچے تاکہ اس کے لیے ممکن ہو تو آل رسول کو یزید کے شر سے بچائے۔ جب یزید نے سرسید الشہد ا کی بے ادبی کی تو یہ اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے عصا کا سہارا لیا اور یزید سے مخاطب ہوئے: اے یزید! تجھ پر افسوس ہے تو امام حسینؑ کے دندان مبارک کی طرف چھڑی سے اشارہ کرتا ہے حالانکہ ان کے نانا (رسول اللہ) ان کے برادر اور ان کے دندان کو بوسے دیتے تھے اور ان کے بارے فرماتے تھے:

اَنْتُمْ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَاتِلَ اللّٰهِ قَاتِلْکُمْ
”تم جوانان جنت کے سردار ہو، خدا تمہارے قاتلوں کو قتل کرے۔“

یزید ملعون نے جب صحابی رسول کی گفتگو سنی تو غضب ناک ہوا اور حکم دیا: اسے کھینٹ کر دربار سے باہر نکال دیا جائے۔ صحابی رسول کو نکال دیا گیا۔ پھر اس نے دندان مبارک پر اپنی چھڑی کی ضربات میں اضافہ کر دیا اور اس نے دیکھا کہ اس کے محل کے کنگرے پر اچانک کوئے نے کانیں کانیں کی صدائیں لگانی شروع کی ہیں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھنے شروع کیے: یا غراب البین ماشئت..... الخ۔

(یہ اشعار سابقہ صفحات میں درج ہیں)

عرق القلوب میں یہ روایت کچھ تفاوت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ انھوں نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے۔ جب اس صحابی رسولؐ نے یزید کی سرزنش کی تو یزید اس پر سخت غصے ہوا اور کہا: اگر مجھے تیری رسولؐ اللہ کے ساتھ مصاحبت کی حرمت کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

ابو ہریرہ نے جواب دیا: سبحان اللہ، میری رسولؐ اللہ کے ساتھ مصاحبت کا تو تجھے خیال ہے لیکن اس کے نو رویدہ اور اس کے فرزند کی حرمت کا خیال تو نہیں آیا۔ حاضرین یہ سن کر رونے لگے اور ابو ہریرہ بھی روتے ہوئے دربار سے باہر نکل گئے۔ (ناخ، تذکرۃ الشہداء، قتل ابن نما، حوالہ، بحار ج ۴۵، ص ۱۳۳۔ ان تمام نے ابو ہریرہ قتل کیا ہے۔ عرق القلوب نے ابو ہریرہ قتل کیا ہے، انھیں اشتباہ ہوا ہے)

سمرہ بن جنادہ بن جندب

ناخ، ج ۳، ص ۱۴۰، سمرہ بن جنادہ بن جندب کھڑے ہوئے اور کہا: اے یزید! خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کرے تو فرزند رسولؐ کے دانتوں پر چھڑی مارتا ہے حالانکہ میں نے رسولؐ اللہ کو ان مقامات کے کئی مرتبہ بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ یزید نے ازراہ حیرت کہا: اگر مجھے تیری مصاحبت رسولؐ اللہ کا خیال نہ ہوتا تو تجھے قتل کر دیتا۔

سمرہ نے کہا: میرا احترام تو ہو رہا ہے کہ میں رسولؐ اللہ کا صحابی ہوں، ادھر فرزند رسولؐ کو قتل کرتا ہے۔ یہ سن کر لوگ رونے لگے۔

وہ ہاشمی خاتون جو یزید کی زوجہ تھی، جب اس نے یہ حالت دیکھی تو چیخ چلائی دربار میں آئی اور واحسیناہ واسیدہ اہل بیتاہ یاہن محمدہ کے بین کیے۔ جناب غضب نے جب یزید کی گستاخی دیکھی تو اپنا گریبان چاک کر دیا اور

نوحہ کرنے لگیں:

یا حسیناہ ویا حبیب رسول اللہ یا بن مکہ ومنی،
یا بن فاطمة الزهرا سیدة النساء یا بن بنت المصطفیٰ

حضرت فاطمہؑ صغریٰ اور ایک شامی

جناب ابن طاووس نے لہوف مترجم، ص ۱۸۷ میں روایت کی ہے: در بار یزید میں ایک شامی کھڑا ہو گیا اور حضرت فاطمہؑ دختر امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا: اے یزید! یہ کنیز مجھے بخش دے۔

جب شہزادی نے اس ملعون کی یہ بات سنی تو کانپ کر رہ گئی اور اپنی پھوپھی جناب زینبؑ عالیہ سے چٹ کنیں اور فرمایا: اے پھوپھی جان! میں یتیم ہو گئی ہوں اور اب کنیز بن جاؤں گی۔ جناب عقیلہ قریش نے فرمایا: اس فاسق کو یہ جرأت نہیں ہوگی۔ شامی نے کہا: یہ کنیز کون ہے؟

یزید نے کہا: یہ فاطمہؑ دختر حسینؑ ہے اور وہ زینبؑ دختر علیؑ ہے۔

شامی نے کہا: وہی حسینؑ جو فاطمہؑ اور علیؑ کا فرزند ہے؟

یزید نے کہا: ہاں وہی۔

شامی نے کہا: اے یزید! خدا تجھ پر لعنت کرے، تو نے فرزند رسولؐ کو قتل کر دیا ہے اور اس کے خاندان کو اپنا اسیر بنا لیا ہے۔ بخدا! میں نے تو انھیں ملک روم کے اسیر خیال کیا تھا۔

یزید نے کہا: بخدا! میں تجھے ان کے ساتھ ملحق کرتا ہوں۔ یزید نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

لیکن ناخ، ج ۲، ص ۱۴۱ نے یہ نقل کیا ہے: چونکہ حضرت زینبؑ اس مسئلہ سے اچھی طرح واقف تھیں۔ آپؑ نے فرمایا: اے شامی! تو نے جھوٹ کہا ہے۔ بخدا! تو

مر جائے یہ کام نہ تیرے لیے ہو سکتا ہے اور نہ یزید کے لیے۔

یزید غصے ہوا اور کہا: تو نے جھوٹ کہا ہے۔ یہ کام میرے لیے روا ہے، چاہوں تو کر سکتا ہوں۔

عقیلہ قریش نے فرمایا: ہاں صرف اس صورت میں تیرے لیے ممکن ہے کہ تو ہمارے اسلام سے انکار کر دے اور ہمارے دین سے خارج ہو جائے۔
یزید نے کہا: تو میرے سامنے یہ باتیں کرتی ہے، تیرا باپ اور تیرا بھائی دین سے خارج ہوئے۔

جناب عقیلہ قریش نے فرمایا:

بِإِذْنِ اللَّهِ وَدِينِ أَبِي وَكَذَيْنِ أَخِي اهْتَدَيْتِ أَنتِ وَأَبُوكَ
وَجَعَلْتَ إِنْ كُنْتَ مُسْلِمِي

”اللہ کے دین، میرے باپا کے دین، میرے بھائی کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے، ہدایت حاصل کی ہے۔ اگر تو مسلمان ہے تو سوچ۔“

یزید نے کہا:

كَذَّبْتَ يَا عَرُوءَ اللَّهِ

”اے خدا کی دشمن تو نے جھوٹ کہا ہے۔“

جناب نعبہ نے فرمایا:

أَنْتِ أَمِيرُ تَشْتَمِ ظَالِمًا وَتَقَهَرُ بِسُلْطَانِكَ

”ہاں اے یزید تو اپنی طاقت کے بل بوتے پر فحش کہتا ہے، اپنی

حکومتی طاقت سے ہم پر ظلم کرتا ہے۔“

اس وقت اس شامی نے یزید سے کہا: اے امیر المومنین! یہ کثیر مجھے حطا کر۔

یزید نے کہا: زور ہو خدا تجھے موت دے۔

حضرت ام کلثومؓ نے اس شامی سے کہا: خاموش رہ اے گھٹیا انسان! خداوند تعالیٰ تیری زبان کو قطع کرے۔ تجھے اندھا کرے، تیرے ہاتھوں کو خشک کرے اور...
نکاح نہ جہنم بنائے۔ پیغمبروں کی اولادیں اولادِ رنا کی کیتیریں نہیں ہو سکتیں۔ ابھی آپ کی گفتگو جاری تھی، آپ کی یہ دعا اس ملعون کے حق میں قبول ہوئی، فوراً اس کی زبان بند ہوئی، اندھا ہوا، اس کے ہاتھ خشک ہو گئے اور زمین پر گر کر مر گیا۔

سید ابن طاووس نے لہوف میں فرمایا ہے: یہ مرد شامی نہیں جانتا تھا کہ یہ بی بی کون ہے؟ اس نے یزید سے پوچھا: ”یہ بچی کون ہے؟ اس نے کہا: حسین بن علی بن ابی طالب کی بیٹی ہے۔ یہ سن کر وہ سخت مادم ہوا اور یزید سے کہا: تو نے اولادِ پیغمبر کو اپنا قیدی بنایا ہے؟ میں نے تو سمجھا تھا شاید ملکِ روم کے قیدی ہیں۔“ بعد ازیں یزید نے اُسے قتل کرادیا۔

اس امر کو کیسے تسلیم کیا جائے کہ وہ شامی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہیں حالانکہ جب شام میں شہدائے سر لائے گئے اور اسیرانِ اہل بیتؑ کو لایا گیا تو ان کی خوب تشہیر کی گئی۔ قتلِ امام حسینؑ کی خبر تو دو ماہ درود اہل بیتؑ سے قتلِ شام میں پہنچ گئی تھی، یہ مرد شامی عام آدمی تو نہ تھا جو دربار میں گھس آیا تھا وہ یزید کا مقرب خاص تھا اور یزید کی مجلس میں بیٹھنے والا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یزید کا ہم فہم فہم اچھے بڑے واقعہ و حادثہ سے نااہل رہا ہو۔

صاحبِ ریاض القدس نے ج ۲، ص ۳۰۹، حسن بن محمد بن علی الطبری کی ”کامل فی المستفید“ والی زہیر مسخرہ کی روایت نقل کی ہے: ”یزید نے اپنا دربار لگا رکھا تھا، اُس کے مقررین اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ یزید جو چاہتا فوراً قہقہہ ہوتی۔ جب سرِ مجلس اُس کے سامنے رکھا گیا جو کچھ اس کے دل میں آیا اس نے سر

کے ساتھ کیا اور جو کچھ کہنا چاہتا تھا، کہا۔ اس دوران زہیر سحرہ عراقی اس کے دربار میں داخل ہوا۔ اس کی نگاہ اسیرانہ اہل بیت پر پڑی، اس نے جناب ام کلثوم کو دیکھا تو یزید سے کہا: کتب لی ہذیہ الجارینۃ، یہ کنیز مجھے بخش دے۔ اشارہ ام کلثوم کی طرف کیا اور ان کی چادر کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو حضرت ام کلثوم نے فرمایا: اقصیٰ یدک عنّا قطعہا اللہ ”اپنا ہاتھ روک! خدا حیرے ہاتھ کو قطع کرے۔“

اس خطاب سے زہیر کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا اور حاضرین سے پوچھا: یہ قیدی کون ہیں؟ جو عربی زبان میں بات کر رہے ہیں؟ یہ تو عرب ہیں، میں نے تو انہیں ترک و دہلم کے قیدی سمجھا تھا۔

امام سجادؑ نے فرمایا: اے شخص! یہ رسول اللہ کی بیٹیاں ہیں اور میں رسول اللہ کا سبط ہوں۔ تمہارے امیر نے رسول اللہ کی اولاد کو اپنا قیدی بنایا ہے اور نامحرموں کی مجلس میں لاکھڑا کیا ہے۔

جب اس عراقی کو حقیقت احوال معلوم ہوئی تو وہ دربار سے باہر نکل گیا۔ ایک چھری لی اور اسی ہاتھ کو کاٹ دیا، جس ہاتھ کے ساتھ جناب ام کلثوم کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا، پھر اس کٹے ہوئے ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے اٹھایا حالانکہ اس کے دائیں ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا، امام سجادؑ کی بارگاہ میں آیا اور عرض کیا: اے فرزند رسول! میں معذرت پیش کرتا ہوں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کون ہیں، مجھے معاف فرمائیں۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کی پھوپھی کی دعا میرے حق میں منظور فرمائی کیونکہ ان کا تعلق ایک کریم خاندان سے ہے، زہیر یہ کہہ کر دوبارہ یزید سے باہر آ گیا۔ اس کی زبان پر انتظار کے کلمات تھے۔ پھر اس واقعہ کے بعد کسی نے اس کو نہ دیکھا کہ وہ کدھر گیا ہے؟

دربار یزید میں عقیلہ قریش کا تاریخی خلیہ

عالم، ج ۷، ص ۴۰۳، ص ۴۲۳ سطر آخر، بحار، ج ۴۵، ص ۱۳۳، حسن الامیر،

ج ۲، ص ۸۳، لہوف مترجم، ص ۱۸۱، مثير الاحزان ابن نما، ص ۱۰۱، ناخ، ج ۳، ص ۱۳۳،
نفس المہوم، ص ۳۳۳، جلاء الجنون، ص ۶۱۰

صاحب لہوف فرماتے ہیں: عقیدہ قریش کافی زہرا نعت بہت علی بن ابی
طالب کھڑی ہوئیں اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، وَالصَّلٰوةُ عَلٰى حَمَلٰى سَيِّدِ
الْمُرْسَلِيْنَ ، صَدَقَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ كَذٰلِكَ يَقُوْلُ : "كُنتُمْ
كَانَ عَاقِبَةُ الدِّينِ اَسَآءُوا السَّوْاى اَنْ كَذَبُوْا بِاَيِّتِ اللّٰهِ
وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ".

اَظَنَنْتَ يَا يَزِيْدُ. حَيْثُ اَخَذْتَ عَلَيْنَا اَقْطَارَ الْاَرْضِ
وَضَيَّقْتَ عَلَيْنَا اَفَاقَ السَّمَاءِ فَاصْبَحْنَا لَكَ فِيْ اَسَاسِ
الدِّلِّ نُسَاقِ اِلَيْكَ سَوْقًا فِيْ قِطَارٍ وَاَنْتَ عَلَيْنَا ذُوْ
اِقْتِنَارٍ، اَنْ بِنَا مِنْ اللّٰهِ هَوَانًا وَهَلِيْكَ مِنْهُ كَرَامَةً
وَامْتِنَانًا ، وَاَنْ ذٰلِكَ لِعِظَمِ خَطَرِكَ وَجَلَالَةِ قُدْرِكَ،
فَشَمَخْتَ بِاَنْفِكَ وَنَظَرْتَ اِلَى عِطْفِكَ ، تَضَرِبُ
اَصْدَرِيْكَ قَرَحًا ، وَتَنْفُضُ مِذْرَوِيْكَ مَرَحًا، حِيْنَ
رَأَيْتَ الدُّنْيَا لَكَ مُسْتَوْفَقَةً، وَالْاُمُوْرَ لَدَيْكَ مُتَسِفَقَةً،
وَحِيْنَ صَفَا لَكَ مِلْكُنَا، وَخَلَصَ لَكَ سُلْطَانُنَا، فَمَهْلًا
مَهْلًا لَا تَوَلُّشْ جَهْلًا اَنْسَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "وَلَا
يَخْسِبَنَّ الدِّينَ كَفَرُوْا اِنَّا نُنَلِّىْ لَهُمْ خَيْرًا لَا اَنْفُسِهِمْ
اِنَّا نُنَلِّىْ لَهُمْ لِيَرٰدَاكُوْا اِنَّمَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ"
اَمِنْ الْعَدْلِ يَابْنَ الطُّلَقَاوِ تَخْذِيْرِكَ حَرَائِرِكَ وَاِمَالِكَ

وَسُوقَكَ بَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سَبَايَا قَدْ هَتَكَتْ
سُتُورَهُنَّ وَأَبْدَنَتْ وُجُوهَهُنَّ تَخْذُو بِهِنَ الْأَعْدَاءُ مِنْ
بَلَدٍ، وَيَسْتَشِرُّنَّ أَهْلَ الْمَنَاقِلِ وَيَتَكَبَّرْنَ لِأَهْلِ
الْمَنَاطِلِ، وَيَتَصَفَّقْنَ وُجُوهَهُنَّ الْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ ،
وَالْغَالِبُ وَالشَّهِيدُ ، وَالشَّرِيفُ وَالْوَضِيعُ ، وَاللَّيْنِيُّ
وَالرَّفِيعُ لَيْسَ مَعَهُنَّ مِنْ رِجَالِهِنَّ وَلِيٌّ وَلَا مِنْ خُصَائِهِنَّ
حَتَّى ، عُدُوا مِنْكَ عَلَى اللَّهِ وَجُحُودًا لِرَسُولِ اللَّهِ ، وَدَقُّوا
لِمَاجَاءِ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ، وَلَا غُرُورَ مِنْكَ وَلَا عَجَبَ مِنْ
فِعْلِكَ وَأَنْتَى يُرْتَجَى مِنْ "مُرَاقَبَةٍ مِنْ خ" لَفْظَ قُوَّةٍ
اِكْتِبَاكَ الْأَمْرِكِيَاءُ (الشَّهَدَاءُ) ، وَنَبَتْ لَحْمُهُ (مِنْ خ)
بِدِمَائِهِ الشَّهَدَاءُ ، وَنَصَبَ الْحَرْبَ لِسَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ ، وَجَمَعَ
الْأَحْزَابَ وَشَهَرَ الْحِرَابَ ، وَهَزَّ الشُّيُوفَ فِي وَجْهِ رَسُولِ
اللَّهِ ، أَشَدَّ الْعَرَبِ لِلَّهِ جُحُودًا ، وَأَنْكَرَهُمْ لَهُ رَسُولًا ،
وَأَظْهَرَهُمْ لَهُ عُذُوتًا ، وَأَعْتَاثَهُمْ عَلَى الرَّبِّ كُفْرًا
وَطُغْيَانًا ، أَلَا إِنَّهُ نَتِيجَةُ خِلَالِ الْكُفْرِ ، وَضَبَّ يُجْرَجُ فِي
الصَّدْرِ لِقَتْلَى يَوْمَ بَدْرٍ ، فَلَا يَسْتَبِطُ فِي بَغْضَانَا أَهْلَ
النَّبِيتِ مَنْ كَانَ نَظَرُهُ إِلَيْنَا شَدًّا وَشَدَانًا وَاحِنًا وَأَضْفَانًا ،
يُظْهَرُ كُفْرُهُ بِرَسُولِ اللَّهِ ، وَيَقْصَمُ ذَلِكَ بِلِسَانِهِ ، وَهُوَ
يَقُولُ فَرَحًا بِقَتْلِ وَلِيِّهِ وَسَنِي ذُرِّيَّتِهِ ، غَيْرَ مُتَحَوِّبٍ
وَلَا مُسْتَغْظَمٍ يَهْتَفُ بِأَشْيَاخِهِ :

وَلَقَلُّوا يَا زَيْنُ لَاتُفَلْ

لَأَهْلُوا وَاسْتَهْلُوا فَرَحًا

مُنْتَجِيًا عَلَى ثَنَائِي أَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَكَانَ مُقْبِلَ رَسُولِ
اللَّهِ يَنْكِتُهَا بِمُخَصَّرَتِهِ، قَدْ التَّمَّ الشُّرُورُ بِوَجْهِهِ .
لَعْنِي لَقَدْ نَكَاتَ الْقَرْحَةُ وَاسْتَاَصَلَتِ الشَّافَةُ ،
بَارَأَفَتِكَ كَمْ سَيِّدِ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَابْنِ يَغُصُوبِ
الَّذِينَ وَالْعَرَبِ ، وَشَسِيسِ آلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، وَهَتَفَتْ
بِأُشْيَاخِكَ ، وَتَقَرَّبَتْ بِدَمِهِ إِلَى الْكَفَرِ مِنْ أَسْلَافِكَ ،
ثُمَّ صَرَخَتْ بِبِنْدَائِكَ ، لَعْنِي لَقَدْ نَادَيْتُهُمْ لَوْ شَهِدُوكَ
وَوُضِعَ شَهِيدًا تَشْهَدُ لَهُمْ وَلَنْ يَشْهَدُوكَ ، وَلَتَوَكَّنَ يَمِينُكَ كَمَا
رَحِمْتَ شَلْتَ مِنْكَ عَنْ مِرْقُوقِهَا وَجُدْتَ ، وَأُحْبَبْتَ أَمَّاكَ
لَمْ تَحْمِلْكَ وَأَبَاكَ لَمْ يَلِدْكَ حِينَ تَصِيرُ إِلَى سَخَطِ اللَّهِ
تَعَالَى وَمُخَاصَلَتِكَ رَسُولِ اللَّهِ .

اللَّهُمَّ خُذْ بِحَقِّنَا ، وَانْتَقِمْ لَنَا مِنْ ظَلَمِنَا ، وَاحْلُلْ ،
غَضَبَكَ عَلَيَّ مَنْ سَفَكَ دِمَائِنَا ، وَنَقَضَ ذِمَّارِنَا ، وَقَتَلَ
حُبَاتِنَا ، وَهَتَكَ عَنَّا سُودْلَنَا ، وَقَعَلَتْ فَعَلَّتْكَ الَّتِي
فَعَلْتَ ، وَمَا قَرِنْتَ إِلَّا جَلَلَتِكَ ، وَمَا حَزَنَتْ إِلَّا لَحْمَكَ ،
وَسَتَرَدُّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَا تَحَمَّلْتَ مِنْ كَرَمِ
ذُرِّيَّتِهِ ، وَانْتَهَكْتَ مِنْ حُرْمَتِهِ ، وَسَفَكَتَ مِنْ دِمَائِهِ
عِزَّتِهِ وَلُحْمَتِهِ ، حَيْثُ يَجْعَمُ اللَّهُ بِهِ شَتْلُهُمْ ، وَيَلْمُ
شَتْلَهُمْ ، وَيَنْتَقِمُ مِنْ ظَالِمِهِمْ ، وَيَأْخُذُ لَهُمْ بِحَقِّهِمْ مِنْ
أَعْدَائِهِمْ ، فَلَا يَسْتَفِرُّكَ الْفَرَحُ بِقَتْلِهِمْ ، "وَلَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَحَسْبُكَ
بِاللَّهِ وَلِيًّا وَحَاسِبًا، وَبِرَسُولِ اللَّهِ حَسِيمًا، وَبِعَبْرِ لَيْلٍ
ظَهِيرًا ، وَسَيَعْلَمُ مَنْ يَوْمَكَ وَمَكَّنَكَ مِنْ رِقَابِ
الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَنْفُسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا، وَأَيُّكُمْ شَرٌّ مَكَانًا
وَأَضَلُّ سَبِيلًا.

وَمَا اسْتَعْصَمَ بِرِي قَدَرَكَ، وَلَا اسْتَعْظَمَ بِرِي تَقْرِيعَكَ،
تَوَلَّيْنَا لِإِتِّجَاعِ الْخُطَابِ فِيكَ بَعْدَ أَنْ تَرَكْتَ عَيْنُونَ
الْمُسْلِمِينَ بِهِ عَبْرَى، وَصُدُّوهُمْ عَنْكَ ذِكْرًا حَرَى،
فَتَلَّكَ قُلُوبٌ قَاسِيَةٌ وَنَفُوسٌ طَاحِيَةٌ وَأَجْسَامٌ مَحْشُورَةٌ
بَسْخَطِ اللَّهِ وَلَعْنَةِ الرَّسُولِ قَدْ عَشَّشَ فِيهَا الشَّيْطَانُ
وَفَرَّخَ ، وَمِنْ هُنَاكَ وَمِثْلِكَ مَا دَرَجَ وَنَهَضَ ، فَالْعَجَبُ
كُلُّ الْعَجَبِ لِقَتْلِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَسْبَاطِ الْأَنْبِيَاءِ وَسَبِيلِ
الْأَوْصِيَاءِ، بِأَيْدِي الطُّلُقَاءِ الْخَبِيثَةِ، وَنَسْلِ الْعَهْرَةِ
الْفَجَرَةِ، تَنْطَلِفُ أَكْفُهُمْ مِنْ دِمَائِنَا، وَتَتَحَلَّبُ أَقْوَامُهُمْ
مِنْ لُحُومِنَا ، وَلِلْجَشَشِ (تِلْكَ الْجَشَشُ خ) الرَّائِيَةِ عَلَى
الْجُبُوبِ الضَّاحِيَةِ ، تَتَنَاهَيْهَا (تَتَنَاهَيْهَا خ) الْعَوَاسِلُ،
وَتَغْفُوها أُمّهَاتُ الْفَرَاجِلِ.

فَلَمَّا اتَّخَذْتَنَا مَغْنَمًا لَتَجِدَنَّاهُ وَشَيْكًا مَغْرَمًا ، حِينَ لَا
تَجِدُ إِلَّا مَا قَدْ مَسَتْ يَدَاكَ، وَمَا اللَّهُ بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ قَالِي
اللَّهُ الْمُشْتَكِي وَالْمَعُولُ، وَإِلَيْهِ الْمُلْجَا وَالْمُؤْمَلُ، ثُمَّ كَذ
كَيْنِكَ وَاجْهَدْ جَهْدَكَ، قُوْ إِلَهِي شَرَّفْنَا بِالْوَحْيِ

وَالْكِتَابِ، وَالنُّبُوَّةِ، وَالْإِنْتِخَابِ، لَا تَذَرُكَ أَمَدَنَا، وَلَا
تَبْلُغُ غَايَتَنَا، وَلَا تَمْحُو ذِكْرَنَا، وَلَا تَرْحُضُ عَنْكَ حَافِرَنَا،
وَهَلْ رَأَيْتَ إِلَّا قَدْرًا، وَأَيَّامَكَ إِلَّا عَدَدًا، وَجَمْعَكَ إِلَّا
بَدَدًا يَوْمَ يُنَادَى الْمُنَادَى، أَلَا لَعَنَ اللَّهُ الظَّالِمَ الْعَادِي.

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي حَكَّمَ لِأَوْلِيَائِهِ بِالسَّعَادَةِ، وَخَتَمَ
لِأَصْفِيَائِهِ، بِالشَّهَادَةِ بِبُلُوغِ الْإِرَادَةِ، وَنَقَلَهُمْ إِلَى
الرَّحْمَةِ وَالرَّأْفَةِ، وَالرِّضْوَانِ وَالْمَغْفِرَةِ، وَلَمْ يَشَقْ بِهِمْ
غَيْرَكَ، وَلَا ابْتَلَى بِهِمْ سِوَاكَ، وَتَسَلَّلَهُ أَنْ يُكْوَلَ لَهُمْ
الْأَجْرَ وَيُجْزَلَ لَهُمُ الثَّوَابُ وَالذُّخْرُ، وَتَسَلَّلَهُ حُسْنَ
الْخَلَافَةِ وَجَمِيلَ الْإِنَابَةِ، إِنَّهُ رَحِيمٌ وَكُودٌ

”مرد و نسا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے جو عالمین کا
پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و رحمت ہو اُس کے
رسول حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی تمام اہل بیت پر۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور وہ اسی طرح فرماتا ہے جن
لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا وہ اپنے انجام کو پہنچے جنہوں
نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور اُن کا تمسخر و استہزا کیا۔

اے یزید! کیا تو گمان کرتا ہے کہ ہمیں قید کر کے تو نے ہم پر
زمین اور آسمان کی فضا کو تنگ کر دیا ہے؟ کیونکہ تو نے ہمیں
شہروں اور بازاروں میں پھرایا ہے۔ کیا تو خیال کرتا ہے کہ
تیرے اس عمل سے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ذلیل ہو گئے ہیں؟ اور
کیا اس طرح تو نے عزت و منزلت حاصل کر لی ہے؟

کیا تو نے اب یہ خیال کر لیا ہے اپنے اس عمل سے تو نے بارگاہِ خداوندی میں بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ جس نے غرور و تکبر سے حیرتی ناک مٹھلا دی ہے اور تو بڑے غرور سے اپنے اطراف میں دیکھتا ہے اور بہت زیادہ خوش ہے۔

کیا یہ کائنات حیرتی مرضی سے چل رہی ہے؟ اور دنیا کے تمام امور حیرے حکم سے سرانجام پاتے ہیں؟ اور یہ ممکن ہے تو یہ بھی سمجھ بیٹھا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہماری حکومت میں تجھے بغیر کسی فطرت کے جھیل جھیل کر اطمینان سے من مانی کرنے کا یہ موقع دیا ہو۔

ظہر ظہر! تو اپنی بربادی و ویرانی کی طرف بڑی حیرتی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھلا دیا ہے؟ جو لوگ کفر و بے دینی کے میدان میں (اپنے سرکش گھوڑے دوڑاتے ہیں) یہ گمان نہ کریں کہ جو مہلت ہم نے انھیں دی ہے، اس بنا پر دی ہے کہ وہ ان پر راضی ہے۔ نہیں بلکہ ہم نے انھیں مہلت اس لیے دی ہے کہ انھیں اپنے گناہوں میں اضافہ کی فرصت زیادہ مل جائے، پھر ان کے لیے ذلت و رسوائی کا عذاب تیار ہے۔

کیا یہی انصاف ہے! اے ہمارے غلاموں کی اولاد! حیرتی عورتیں اور کینٹریں تک تو پردے میں ہوں۔ اور رسول اللہ کی بیٹیاں بے پردہ و زین بستہ نامحرموں کے جھوم میں قیدی کی صورت میں حیرے سامنے کھڑی ہیں!

(نہی زاد یوں کو اپنا قیدی بنا کر) اُن کو بے پردہ کر دیا ہے، انھیں اللہ کے دشمنوں کے ساتھ شہر بہ شہر پھرایا ہے حتیٰ کہ شہروں کے باشندے دیہاتوں کے باشندے اور ہر پست و شریف دور و نزدیک سے ہمیں دیکتا ہے، اُن کا تو کوئی رہ ہی نہیں گیا، جو اُن کے پردے کی حفاظت کرے اور نہ ان کی حمایت کرنے والا کہیں موجود ہے۔ ایسے خونخوار شخص سے کیسے عطف و مہربانی کی توقع کی جاسکتی ہے، جس کے والدین نے اسلام کے پاکیزہ شہیدوں کا جگر چایا ہو اور اُس کا گوشت پوست شہیدوں کے لبو سے بنا ہو، پھر ایسا شخص کس طرح اہل بیتؑ کے ساتھ اپنے بعض و کینہ میں کمی کر سکتا ہے۔

جس نے ہمیشہ اہل بیتؑ پر بغض و نفرت ہی کی نظر ڈالی ہو اور جن کے لیے اپنی پوری زندگی میں اُس نے کینہ و انتقام میں آکھ کلی رکھی ہو؟

اور اپنے احساس گناہ کے بجائے اپنی ظلمی اور جرم کو بہت بُرا جانتے ہوئے کہتا ہو: ”اے کاش میرے آباؤ اجداد میری اس شادمانی و خوشحالی کو دیکھتے تو کہتے اے یزید اتیرے ہاتھ شل نہ ہوں تیرے باز و سلامت رہیں۔“ اس کے ساتھ ہی ابو عبد اللہ کے دندان مبارک پر چھری مارتا ہے حالانکہ یہ مقام یوسہ گاہ رسول اللہ ہے اور وہی حسینؑ ہیں، جو جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ پھر اپنی شان میں شاعری و نکتہ آفرینی بھی کرتا ہے، اپنی خوشی و مسرت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم تو نے

ہمارے قلوب کو زخمی کیا ہے! ہماری اصل وجہ کو کاٹ ڈالا ہے۔
 تو نے جہانان جنعت کے سردار، فرزند یعسوب الدین، یعسوب
 عرب اور عبدالمطلب کے سرداروں کے پاک و پاکیزہ خون کو
 گرایا ہے۔ پھر تو نے اپنے آباؤ اجداد کو عداوی۔ اور اُس کے
 خون گرانے میں تو نے اپنے آباؤ اجداد کا تقرب تلاش کیا اور
 حیرتی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ جیسے وہ تیری اس مجلس میں موجود
 ہیں۔ جی ہاں! اگر وہ حیرتی اس مجلس میں حاضر نہ ہو سکیں تو
 عنقریب تو ان کے پاس پہنچ جائے گا، تو تو اس وقت کہے گا:
 اے کاش! میرے ہاتھ شل ہوتے اور کلائی سے جدا ہوتے اور تو
 اس وقت اس امر کو پسند کرے گا: اے کاش اُسے اس کے
 والدین پیدا ہی نہ کرتے۔ اس وقت تو اللہ تعالیٰ کے غیض و
 غضب میں ہوگا اور رسول اللہ تجھ سے محاصہ کریں گے: ”اے
 میرے پروردگار! ان لوگوں سے ہمارا حق وصول فرما۔ ان
 ظالموں سے ہمارا انتقام لے، ان لوگوں نے ہم پر ستم ڈھائے
 اور ہر اس شخص پر اپنے غضب نازل فرما، جس نے ہمارا خون بہایا
 اور ہمارے دوستوں کو قتل کیا اور ہماری حرمت کی چٹک کی۔“
 اے یزید! جو کچھ تو نے کیا ہے وہ صرف اپنے لیے کیا ہے۔ تو
 نے تو اپنے ہی گوشت و پوست کو کھلے کھلے کیا ہے۔ بہت جلد
 پروردگار کے حکم سے رسول خدا کے سامنے وارد ہوگا جبکہ ان کی
 ذریت کا خون تیری گردن پر ہوگا، ان کی عزت کی چٹک حرمت کا
 گناہ اور ان کے گوشت و پوست کا عذاب تو اپنی گردن پر رکھتا ہوگا۔

یہ وہ دن ہوگا جب اللہ اپنے نبی اور اُن کے خاندان کو اپنے سامنے اپنی رحمت کے سائے میں رکھے ہوئے ہوگا، ان کے بکھرے ہوئے افراد کو اُس نے اپنے سامنے جمع کر رکھا ہوگا اور ان پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لے گا اور ان کے اعداء سے ان کے حقوق کا مطالبہ کرے گا۔

(اللہ تعالیٰ اس بارے فرماتا ہے) اور ان لوگوں کو مردہ نہ سمجھو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق حاصل کرتے ہیں، جو کچھ اللہ کے فضل سے انھیں عطا ہوا ہے اس سے شاداں و فرحان ہیں۔

پس اے یزید تیرے لیے اتنا کافی ہے کہ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوگا۔ محمد تیرے خلاف دعویٰ کریں گے۔ جبریل ان کے گواہ اور مددگار ہوں گے۔ اور بہت جلد ایسا ہوگا، جن لوگوں نے مکر و فریب کر کے تجھے مسند اقتدار پر بٹھایا ہے، اپنے کیے پر جواب دہ ہوں گے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اُس دن حیرتی کیفیت کیا ہوگی اور تجھ سے زیادہ بد بخت کون ہوگا۔ اُس دن معلوم ہو جائے گا کون زیادہ مجبور اور زیادہ شکست خوردہ ہے (افسوس ہے حوادث روزگار نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے کہ میں حیرتی اسیر اور تجھ سے مخاطب ہوں) لیکن میں حیرتی قوت و حیثیت کو حقیر جانتی ہوں۔

اور اس قدر صبر رکھتی ہوں کہ یہ باتیں تیرے منہ پر کھوں اور چاہتی ہوں، تجھے بہت زیادہ ذلیل کروں، لیکن کیا کروں میری

آنکھیں گر بہ کٹاں ہیں۔ اور ہمارے قلوب ہمارے عزیزوں کے
فراق میں جل رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ کیا کچھ گزر چکا۔
کہ اللہ تعالیٰ کی پاک و پاکیزہ نجیب جماعت کو قتل کر دیا گیا۔ اور
وہ بھی شیطانی صفت جماعت کے ہاتھوں (جو اسلام کے ہاتھوں
اسیر تھے، پھر اسلام نے آزاد کر دیے) تم لوگوں کے ہاتھ
ہمارے خون سے رنگین ہیں اور تمہارے منہ ہمارے گوشت اور
بدن کو لٹکنے کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ وہ پاک اجسام جو کھڑے
کھڑے اور بے سر ہیں، آنسوؤں اور طوفانوں میں خاک پر
پڑے ہوئے ہیں۔ درندہ صفت لوگ انھیں بیابان میں پڑا ہوا
دیکھتے ہیں۔ اے یزید! اگر تو نے ہمارے قتل و اسیری کو اپنے
لیے قیمت جانا ہے۔

تو تجھے جان لینا چاہیے کہ اس کے عوض تجھے بہت بڑی سزا اور
تاوان ادا کرنے ہوگا اور یہ سب کچھ اُس دن ہوگا جب سوائے
اس چیز کے جو تو نے پہلے سے جمع کر رکھی ہوگی کچھ اور تیرے
پاس نہ ہوگا۔ اور اُس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم روا نہ
رکھے گا۔ میں تیرے مظالم کی اللہ کے حضور شکایت کرتی ہوں
اور اُسی سے پناہ اور سرپرستی کی طالب ہوں۔ اے یزید! ہماری
دشمنی میں تو جس قدر دکر و تدبیر کر سکتا ہے، کر لے۔

ہماری دشمنی میں جس قدر کوشش تجھ سے ممکن ہو کر گزر، اپنی تمام
تر خواہشات کو استعمال کر لے۔ خدا کی قسم! ہمارے ذکر کو اذہان
اور تاریخ کے صفحات نے نہیں مٹا سکے گا، اور نہ ہی تجھ سے یہ

ممکن ہے کہ ہم پر فردغ وحی کو روک سکے۔ اور نہ حیرے لیے یہ ممکن ہے کہ ہمارے طویل حیات اور ہمارے وسیع و بیکراں افکار کو ختم کر سکے اور نہ ہی حیرے لیے یہ ممکن ہے کہ تو ان نیک و عار کے دھبوں کو اپنے داغ دار دامن سے مٹا سکے۔ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ حیری محل ماری گئی ہے۔ کیا اس میں بھی کوئی شک و شبہ باقی ہے کہ حیری زندگی کے دن گنے جا چکے ہیں۔

کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے یہ حیری جماعت جو حیرے ارد گرد ہے، بہت جلد پراگندہ ہونے والی ہے؟ اُس دن کو یاد رکھ جب عدا دینے والا عدا دے گا: ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ پس تمام تر نفیس اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے ہمارے آغاز حیات کو خوش بختی و سعادت سے نوازا اور ہماری آخرت کو شہادت اور رحمت سے زینت بخشی۔ ہماری اللہ سے درخواست ہے کہ اپنی رحمت و رافت کی ہم پر تکمیل فرمائے اور ہمارے شہداء کے اجر و ثواب میں اضافہ فرمائے اور خلافت کو جو یقیناً ہمارا حق ہے، ہمارے لیے قرار دے، وہ خدائے رحیم ہے اور اپنے دوستوں کی پناہ گاہ ہے۔ اللہ ہماری حمایت کے لیے کافی ہے۔ وہ سب سے بہتر مددگار و مدافع ہے۔“

نام، ج ۲، ص ۱۳۹: عقیدہ قریش کے اس عظیم الشان خطاب کے بعد اب یزید

کے لیے کسی صورت میں مناسب نہیں تھا کہ کوئی ایسی بات کرے، جس سے شہزادی کی سرزنش کا پہلو لگتا ہو کیونکہ حالات کے تصور اس کے سامنے تھے۔ اگر وہ اپنے غیض و

غضب کا مظاہرہ کرتا، حالات کے بگڑنے کا خوف تھا، اس لیے مذر و معذرت سے کام لیا۔ کہا: خواتین جب نوحہ کرتی ہیں تو جوش کا اعجاز لیے ہوئے ہوتی ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا:

يَا صَبِيحَةَ تَحِيْدٍ مِنْ صَوَائِمٍ مَا أَهْوَنَ الْمَوْتُ عَلَيَّ النَّوَائِمِ
”آہ وزاری کرنے والی عورتوں کی آہ وزاری کتنی اچھی لگتی ہے۔ نوحہ گر عورتوں پر موت کتنی آسان ہے؟“

تاریخ، ج ۳، ص ۱۳۹: روایت بیان کی ہے کہ انہی ایام میں بیت المقدس کے علاقے میں دیکھا گیا، زمین سے جب کوئی پتھر ڈھیلا اٹھایا جاتا تو نیچے سے ابلتا ہوا تازہ خون برآمد ہوتا تھا۔

دربار یزید میں سفیر روم^①

یزید ملعون کا یہ معمول تھا کہ وہ جب اپنا دربار لگاتا تو روزانہ اہل بیت کو دربار میں طلب کرتا اور خود شراب پیتا رہتا اور طرغ کھینچا رہتا۔ حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: ایک دن یزید نے ہمیں طلب کیا، جب ہم دربار میں گئے تو یہ شراب اور طرغ کھینچنے میں مصروف تھا، میرے بابا سید الشہداء کا سر مقدس طلائی طشت میں موجود تھا، میں اپنے بابا کے سر کی زیارت میں مصروف تھا، اسی دوران سفیر روم دربار میں داخل ہوا۔ جب وہ میٹھا تو اس نے سر مبارک کو دیکھ کر کہا: اے عرب کے بادشاہ! یہ سر کس کا ہے؟

یزید نے کہا: تجھے اس سر سے کیا کام ہے؟

سفیر نے کہا: ہاں کام ہے، جب میں واپس بادشاہ روم کے پاس جاتا ہوں تو وہ

① تھل ابن نما، ص ۱۰۳، تذکرۃ الشہداء، ص ۳۱۸، تاریخ، ج ۳، ص ۱۵۰، جلاء النعمان، ص ۶۱۶، قس الجہوم، ص ۳۵۸، ابوف حزم، ص ۱۹۴، سندہ نے تاریخ سے نقل کیا ہے۔

مجھ سے تمام امور پوچھتا ہے اور میں چاہتا ہوں، یہ معاملہ بھی جان لوں اور جا کر بادشاہ کو بتاؤں تاکہ وہ تیری اس خوشی میں شریک ہو جائے۔

یزید نے کہا: یہ سر حسین بن علی بن ابی طالب کا ہے۔

اُس نے پوچھا: ان کی والدہ کون ہیں؟

یزید نے کہا: فاطمہ دختر رسول اللہ (ﷺ)

نصرانی نے کہا: تم پر بھی افسوس اور تیرے دین پر بھی افسوس ہے، ہمارا دین

تیرے دین سے اچھا ہے، میں حضرت داؤد کے خاندان کا ایک فرد ہوں، میرے اور حضرت داؤد کے درمیان بہت سے افراد کا فاصلہ ہے۔ اب بھی نصرانی لوگ میرے پاؤں کی خاک کو اپنے لیے حیرک سمجھتے ہیں۔ تم کیسے لوگ ہو تم نے اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے حالانکہ ان میں اور تمہارے خلیفہ میں ایک پشت بھی نہیں گزری۔ میری بات سن میں تجھے کلیسا "حافر" کی داستان سناؤں؟ یزید نے کہا: سنا، وہ کیا ہے؟

نصرانی نے کہا: چین کے راستے پر بحر عمان میں ایک جزیرہ ہے۔ اُس جزیرہ میں ایک بہت بڑا شہر ہے، کافو و خمیر اور سرخ یا قوت وہاں کثرت سے حاصل ہوتے ہیں۔ وہاں عود کے درخت کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اُس شہر میں چند کلیسا ہیں، ان میں سے ایک کلیسا "حافر" کے نام سے مشہور ہے۔^① اس کلیسا کے عراب میں ایک حقہ طلائی آویزاں ہے اور اس حقہ میں ایک نم ہے، یہ نم ایک گدھے کا ہے جس گدھے پر حضرت عیسیٰ سوار ہوتے تھے۔ ہر سال ملائے نصاریٰ اس نم کی زیارت کے لیے وہاں جاتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں، تم کیسے لوگ ہو کہ اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا؟ خدا تجھے برکت نہ دے۔ اور نہ تمہارے دین میں برکت دے۔

① مشیر الاثران: اس دریا تک ایک سال کی مسافت کی راہ ہے۔

② ان تمام کلیساؤں میں بڑا کلیسا حافر ہے۔

یزید نے حکم دیا: اس نصرانی کو قتل کر دو کہ اپنے ملک میں جا کر مجھے بدنام کرے گا۔ نصرانی نے جب اپنے قتل کی بات سنی تو یزید سے کہا: اے یزید! گزشتہ رات میں نے تمہارے پیغمبر کو خواب میں دیکھا انھوں نے مجھے جنت کی بشارت دی تو جب میری آنکھ کھلی تو اس وقت سے اب تک میں حیران تھا، اب مجھے معلوم ہوا ہے۔ فوراً کلمہ شہادتین پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ سید الشہد ا کے سر مبارک کو اٹھایا اور اپنے سینے سے لگایا، پوسے دیئے، اس وقت تک پوسے دیتا رہا، جب تک قتل نہ ہوا۔ آخر قتل کر دیا گیا۔

رأس الجالوت^①

ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۹۹: دربار یزید میں یہودیوں کے ایک عالم رأس الجالوت بھی بیٹھے تھے۔ اُس نے یزید کی خرافات سنیں اور سید الشہد ا کے سر مقدس کے ساتھ اُسے بے ادبی کرتے دیکھا تو یزید سے کہا: اے یزید! میرا ایک سوال ہے۔ میں سوال کروں اور تو اُس کا جواب دے، تاکہ میں حیرا جواب سنوں۔

یزید نے کہا: پوچھو!

رأس الجالوت نے کہا: تجھے خدا کی قسم! بتا یہ سر کس کا ہے؟

یزید نے کہا: یہ سر حسین بن علیؑ کا ہے، اس کی ماں فاطمہ ہیں، جو ہمارے نبیؐ کی بیٹی تھیں۔

رأس الجالوت نے پوچھا: تم نے اپنے نبیؐ کی بیٹی کے بیٹے کو کیوں قتل کیا؟

یزید نے کہا: اہل عراق نے اُس کی طرف غلطو پیجے کہ وہ ان کی طرف آجائے تاکہ وہ اُسے اپنا خلیفہ بنائیں۔ اہل کوفہ نے انھیں دھوکا دیا۔ وہ اپنے پورے خاندان سمیت کوفہ کی طرف چلا آیا تھا۔

① شیر الاحزان میں بھی یہی الفاظ موجود ہیں۔

② ریاض القدس، ج ۲، ص ۲۹۹، مثل ابی عتب مترجم، ص ۱۸۲، تاریخ، ج ۳، ص ۱۵۱، منتخب طریخی، ص ۳۸۵، سطر آخر۔

میرے حامل ابن زیاد نے انہیں ایک صحرا میں قتل کر دیا ہے اور ان کے مقتولین کے سر میری طرف بھیج دیئے ہیں اور یہ قیدی بھی اسی کے خاندان سے ہیں۔

راس الجالوت نے کہا: پیغمبرؐ کے وارث تو ان کی بیٹی کے بیٹے بنتے ہیں اور وہ ازراہ خلافت باقی تمام لوگوں سے اولویت رکھتے تھے۔

اے یزید! کتنا عجیب ہے تمہارا یہ فعل! مجھے اس کی سمجھ نہیں آتی میرے اور حضرت داؤدؑ کے درمیان چونتیس پشتوں کا فاصلہ ہے (بروایت لہوف ستر پشتوں کا فاصلہ ہے) لیکن یہودی لوگ ابھی تک میرا احرام و اکرام کرتے ہیں اور میرے قدموں کی خاک اپنے لیے بطور تمک خیال کرتے ہیں۔ وہ اس خاک کو اپنے سر اور منہ پر ملتے ہیں۔ وہ میرے بغیر کوئی ترویج نہیں کرتے۔ میرے بغیر وہ اپنا کوئی کام نہیں کرتے۔ تم کیسی بے مروت امت ہو کل تمہارا پیغمبرؐ اس دنیا سے اٹھا اور تم نے اس کے بیٹے کو شہید کر ڈالا، بخدا! تم بدترین امت ہو۔

راس الجالوت کی گفتگو سے یزید سخت غضب ناک ہوا اور کہا: اگر پیغمبرؐ کا یہ فرمان نہ ہوتا کہ جس نے غیر مسلم کو جو اسلام کی پناہ میں ہوا اذیت دی تو قیامت کے دن میں اس کا دشمن ہوں گا۔ نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

راس الجالوت نے کہا: تو خود اپنی باتوں میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ تو نے خود کہا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے اسلام کی پناہ میں رہنے والا غیر مسلم کے تحفظ کے بارے میں اتنی تاکید کی ہے کہ اس کو اذیت دینے والا میرا دشمن ہے اور جو اس کی اولاد کو اذیت دے؟ کیا پیغمبرؐ گمراہی اس کے دشمن نہ ہوں گے؟ تو تو وہ ہے جس نے اس کی اولاد کو اذیت دی ہے، وہ تو میرے بصورت اولیٰ دشمن ہوں گے۔ ایسے پیغمبرؐ پر قربان جس نے حق و حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا۔ پھر راس الجالوت نے سرسید شہیدؒ کی طرف

① لہوف مترجم، ص ۱۸۹۔ ② مثل الیٰی نصف مترجم، ص ۱۸۴۔ راس الجالوت نے کہا: اے یزید! میرے اور جناب داؤدؑ کے درمیان ایک سو تین پشتوں کا فاصلہ ہے، پھر بھی یہودی میری تنظیم کرتے ہیں..... الخ۔

زخ کیا اور عرض کیا: اے ابا عبد اللہ! آپ اپنے جد بزرگوار کی خدمت میں میری گواہی دینا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے جد بزرگوار حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

جب اس الجالوت نے شہادتیں پڑھی تو یزید نے کہا: اب تم اپنے دین سے خارج ہو گئے ہو اور اسلام میں داخل ہو گئے ہو اور میں اسلام کا بادشاہ ہوں، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ میرے دشمن کی حمایت کرے۔ جلاد کو بلایا کہ اس یہودی مردود کی گردن اُڑا دے۔

جلاد نے اس وقت کے مردود و فرعون بلکہ ان سے بھی بدترین شخص کے حکم کی تعمیل میں اسلام کو قبول کرنے والے کا سر تن سے جدا کر دیا۔ جب اس الجالوت قتل ہو گیا تو اس کا لاشہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈلوا دیا۔ اہل شام میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ اسے دفن کر دے۔

میں نے کتب مقاتل میں دیکھا ہے اس الجالوت کے قتل کے بعد یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ جھگڑا جیتنے اپنے طریقے پر کرے، آخر یہودیوں کو غلبہ حاصل ہوا۔ انھوں نے احترام و اکرام کے ساتھ اسے دفن کر دیا۔

جاثلیق کا مسلمان ہونا اور شہادت پانا^①

ریاض القدس اور دوسرے مقاتل میں یہ روایت موجود ہے اور وہ روایت یہ ہے: یزید اپنے دربار میں اپنی بدستی میں مست تھا، خیزران کی چٹری کے ساتھ سید الشہد آ کے دمنان مبارک کو چھیڑ رہا تھا۔ اس وقت دربار میں نصرانیوں کا سردار جاثلیق بھی موجود تھا۔ جاثلیق یزید کا بے کی عمر میں تھا، وہ اس وقت سیاہ لباس میں تھا۔

① مثل ابی جعفر، ج ۱، ص ۱۸۵، تذکرۃ الشہداء، ص ۲۸، تاریخ، ج ۳، ص ۱۵۱، ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۰۲

ایک خاص قسم کا کلاہ سر پر پہن رکھا تھا، جب اس کی نگاہ سید الشہد ا کے سر مبارک پر پڑی تو یزید سے پوچھا: اے غلیفہ یہ کیا ہے؟

یزید نے کہا: حسین بن علی بن ابی طالب کا سر ہے، جس کی ماں کا نام فاطمہ دختر رسول اللہ ہے۔

جاظیق نے کہا: تو نے انھیں کیوں قتل کیا؟

یزید نے کہا: اہل عراق نے اُسے خلافت کی دعوت دی، میرے حامل امین زیاد نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر میری طرف بھیج دیا۔

جاظیق نے کہا: میں اپنے مکان میں سویا ہوا تھا، اس دوران خواب میں ایک شدید اور خوفناک قسم کی چیخ سنی۔ میں نے ایک جوان کو دیکھا، جس کا چہرہ مانند آفتاب تھا۔ وہ چہرہ اور لوگوں کے ساتھ آسمان سے اترآ، میں نے ان سے پوچھا: یہ خوبصورت جوان کون ہیں؟ جواب دیا گیا: پیغمبر اکرم ﷺ ہیں، ان کے ساتھ یہ ملائکہ ہیں اور وہ ان کے فرزند حسین کی تعویذ کے لیے ان کے ساتھ آئے ہیں۔

پھر جاظیق نے یزید سے کہا: وائے بر تو! اس سر مقدس کو اپنے برابر رکھ وگرنہ خداوند تعالیٰ تجھے نابود کر دے گا۔

یزید نے کہا: تو یہ جھوٹے خواب مجھے بیان کرتا ہے؟ چیخ کر کہا: اے میرے غلامو! اس کو پکڑو۔ غلاموں نے اُسے گرفتار کر لیا اور گھینٹنا شروع کر دیا۔ اس نے حکم دیا: اسے قتل کر دو۔

جاظیق نے اپنا منہ سر سید الشہد ا کی طرف کیا اور آواز لگائی: اے ابا عبد اللہ! تم اپنے نانائے بزرگوار کے دربار میں میری گواہی دینا کہ میں شہادت دیتا ہوں، خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

یزید نے غضب ناک ہو کر کہا: اس کی روح اس کے بدن سے جدا کر دو۔
 جاثلیق نے کہا: اے یزید! ٹھیک ہے تو مجھے قتل کر یا نہ کر، ادھر دیکھ یہ پیغمبر اکرمؐ
 ہیں، جو میرے برابر کھڑے ہیں ان کے ہاتھ میں نورانی لباس ہے اور نورانی تاج ہے
 وہ مجھے فرما رہے ہیں، تیرے اور میرے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے کہ تو اس دنیا سے
 خارج ہو اور یہ نورانی لباس اور نورانی تاج میں تجھے پہناؤں تو بہشت میں میرا رفیق
 ہے۔ اس وقت جاثلیق کو شہید کر دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

صاحب ریاض القدس نے ج ۲، ص ۳۰۲ پر ایک روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے:
 جب جاثلیق کو شہید کر دیا گیا اور اس کے لاشے کو یزیدی سپاہی باہر پھینک کر چلے گئے
 ادھر اہل بیتؑ رسالت یزید کے دربار میں زخمیوں میں مقید کھڑے تھے اور اس کے
 دوران جاثلیق قتل ہو جاتا ہے۔ جب انھیں علم ہوتا ہے تو سب اس کے لیے گریہ کرتے
 ہیں۔ اس وقت عقیلہ قریش عابیٰ زہراؑ اپنے بچہ نجف کی طرف کر لیا اور عرض کیا: یا علیؑ!
 یہود و نصاریٰ تو ہماری حمایت کر رہے ہیں لیکن کیا آپ ہماری احوال پُرسی نہیں کریں
 گے، ہماری فریادیں سنیں گے۔

اس وقت نصاریٰ کے کچھ لوگ آئے اور اپنے رئیس کے لاشے کو اٹھا کر لے
 گئے اور عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔ تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں۔ کربلا میں
 مسلمان جمع ہو گئے، اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ملت اسلام کے راس و رئیس اور
 فرزند رسولؐ کو خاک و خون میں ملا دیا..... الا لعنة الله علیہم اجمعین۔

عبدالوہاب سفیر روم دربار یزید میں ①

منتخب طبرستانی، ص ۶۳: بادشاہ روم کی طرف سے ایک آدمی بطور سفارت دربار

① ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۰۳، تاریخ، ج ۳، ص ۱۵۲، منتخب طبرستانی، ص ۶۳، روحہ الشہداء، ص ۳۰۵

میں آیا تو اس وقت یزید نے امام حسینؑ کے سر مقدس کو اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ جب اس سفیر کی نگاہ سر سید العہد آپؑ پر پڑی تو اس نے گریہ کیا اور لوح سرائی کی۔ اتنا گریہ کیا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر یزید سے مخاطب ہو کر بولا: اے یزید! میں پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی میں بغرض تجارت مدینہ گیا، جب میں مدینہ آیا تو میرا دل چاہا کہ پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں کوئی تحفہ لے جاؤں، میں نے آپؐ کے اصحاب سے معلوم کیا کہ پیغمبر اکرمؐ کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے تو انہوں نے کہا: انھیں عطر اور خوشبوئیں ہر چیز سے زیادہ پسند ہیں۔ میں نے دو نافہ مشک اور عطر احباب لیا اور ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپؐ اس دن حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ جب میں نے آپؐ کی زیارت کی تو آپؐ کے حسن و جمال سے میری آنکھوں کی پینائی پہلے سے تیز ہو گئی اور مجھے بہت زیادہ فرحت محسوس ہوئی اور میرا دل ان کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ میں نے سلام کیا اور وہ عطر ان کے حضور پیش کیا۔

آپؐ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ چھوٹا سا تحفہ ہے آپؐ کی خدمت میں لایا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا: عبد اللہ! آپؐ نے فرمایا: میں نے اس نام کے عوض تمہارا نام عبد الوہاب رکھ دیا ہے۔ اگر تم اسلام قبول کرو گے تو میں تمہارا ہدیہ قبول کروں گا ورنہ نہیں، ان کے اس فرمان پر میں نے غور کیا تو بات میری سمجھ میں آ گئی کہ یہ وہی پیغمبرؐ ہیں، جن کے بارے میں حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا:

انی مبشر لکم رسول یتاتی من بعدی اسمہ احمد
 "میں تمہیں ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے۔"

اس بات پر میرا یقین ہو گیا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ میں واپس روم چلا گیا

اور اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، میں اپنے پانچ بیٹوں اور چار بیٹیوں سمیت ایک عرصہ سے مسلمان ہوں، اب میں بادشاہِ روم کا وزیر ہوں۔ کسی کو میرے اسلام کی اطلاع نہیں ہے لیکن اے یزید! جس دن میں پیغمبرؐ سے ملا تھا آپؐ جنابِ اُم سلمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ وہاں میں نے اس عزیز کو بھی دیکھا تھا جن کا سر تو نے اپنے تخت کے ایک طرف نہایت ذلت و بے ادبی کے ساتھ رکھا ہوا تھا، میری موجودگی میں یہ شہزادہ اپنے نانا رسول اللہؐ کے پاس آئے۔ آنحضرتؐ نے انھیں اپنی بغل میں لے لیا تھا اور فرمایا تھا: **مَوْحِبًا بِكَ يَا حُسَيْنِي**، ”اے میرے دل کے میوہ خوش آمدید۔“

پھر آپؐ نے انھیں اپنے زانو پر بٹھایا اور بوسے لینے شروع کیے۔ پھر فرمایا: اے حسین! خداوند تعالیٰ ایسے شخص سے اپنی رحمت کو دُور کرے، جو حقے قل کرے اور ایسے شخص سے بھی اپنی رحمت دُور فرمائے، جو حیرے قل میں امانت کرے۔ یہ فرما کر پیغمبرؐ نے رو دیا تھا۔

جب دوسرا دن ہوا، میں پیغمبرؐ اسلام کے ساتھ مسجد میں تھا۔ یہ دونوں بھائی امام حسن اور امام حسین علیہم السلام پیغمبرؐ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا تھا: نانا جان! میں نے اپنے بھائی امام حسینؑ سے کشتی کی ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی دوسرے پر غالب نہ ہو سکا، اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ اب آپؐ کے سامنے کشتی لڑیں یہ جان لیں کہ ہم میں سے طاقت میں زیادہ کون ہے؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: اے میرے پیارے! میرے دل کا میوہ کشتی لڑنا تمہاری شان نہیں ہے، جاؤ حقّی پر لکھ کر لے آؤ، جس کا خط خوبصورت ہوگا وہ طاقتور ہوگا۔ دونوں شہزادوں نے حقّی پر تحریر کیا اور اپنے نانا کے حضور آئے اور کہا: آپ فیصلہ فرمائیں کس کا خط خوبصورت ہے؟

پس پیغمبرؐ اسلام نے دونوں کی تختیوں پر نظر ڈالی لیکن آپؐ نہیں چاہتے تھے کہ

ان میں سے کسی کی دل شکنی ہو، آپؐ نے فرمایا: اے میرے شہزادو! اپنے بابا کے پاس جاؤ وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔

یہ دونوں شہزادے اپنے بابا کے پاس حاضر ہوئے۔ ادھر رسول اللہؐ بھی اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد خلیفہ اکرم علیہ السلام سلمان فارسیؓ کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ سلمانؓ میرے دوست تھے، میں نے جناب سلمانؓ سے پوچھا: ان شہزادوں کے والد نے ان کے درمیان کیا فیصلہ کیا؟ کس کا عطا بہتر تھا؟ سلمانؓ نے کہا: جب شہزادے اپنے بابا کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے بھی پسند نہ کیا کہ کسی ایک کے حق میں فیصلہ کی صورت میں دوسرے شہزادے کی دل شکنی ہو، تو انھوں نے شہزادوں کو جناب فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں بھیجا۔ جب ان کی خدمت میں گئے تو انھوں نے بھی اپنے بابا اور اپنے شوہر والا انداز اپنایا کہ جب شہزادوں کے ناتائز رگوار اور بابا نامدار نے فیصلہ نہیں کیا تو وہ ان کے درمیان کس طرح فیصلہ کرے۔ انھوں نے اپنے شہزادوں سے فرمایا: اے میرے نور چشم! میں اپنا ہار اپنے گلے سے اتارتی ہوں لہذا تمہارے سامنے اُس ہار کی ڈوری کو توڑتی ہوں اور اس طرح ہار کے موتی زمین پر پکھر جائیں گے، تم انھیں چُن لو جس کے پاس موتی زیادہ ہوں گے وہ دوسرے سے زیادہ طاقتور ہوگا۔

شہزادی رسولؐ نے اپنا ہار توڑا، موتی زمین پر پکھرے، شہزادوں نے حیرتی کے ساتھ چٹا شروع کیا، ہار کے اندر موتی کل سات تھے۔ ہر ایک شہزادے نے تین تین موتی اٹھائے۔ اب زمین پر صرف ایک موتی باقی تھا۔ دونوں شہزادوں کی نگاہیں اس موتی پر تھیں۔ دونوں میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ موتی وہی اٹھا لے تاکہ اس کی طاقت کا اقرار ہو جائے، دونوں کے ہاتھ برابر برابر موتی کی طرف بڑھ رہے تھے، قریب تھا کہ موتی کسی ایک کے ہاتھ میں آجائے۔ خداوند تعالیٰ نے فوراً جناب جبرئیلؑ کو حکم دیا:

جاؤ اس موتی کے دو ٹکڑے کر دو تا کہ نصف نصف ہر ایک کے ہاتھ میں آئے اور کسی ایک کی دل شکنی نہ ہو۔ جناب جبرئیلؑ نے اپنا ہنر مار کر موتی کے دو حصے کر دیئے۔ ہر ایک شہزادے نے آدھا آدھا موتی اٹھالیا، اس طرح کسی کا دل نہ ٹوٹا۔

اے یزید! ذرا غور کر! ان شہزادوں کی کتنی عزت اور عظمت ہے کہ خلیفہ گرامیؑ، حضرت امیر المومنینؑ، حضرت قاطبہ زہراؑ اور خود خداوند کریمؑ نے یہ پسند نہ کیا کہ ان میں سے کوئی ایک شہزادہ ایک لمحے کے لیے پریشان ہو۔ اور تو نے رسول اللہؐ کی بیٹی کے بیٹے کے ساتھ یہ کام کر دیا۔

اے یزید! تجھ پر بھی انہوں نے دین و ایمان پر بھی انہوں نے ① پھر وہ سید الشہداءؑ کے سر مبارک کی طرف آیا، ہاتھوں پر اٹھایا اور بوسے دینے شروع کیے۔ بوسے بھی دیتا تھا اور ساتھ گریہ بھی کرتا تھا۔ پھر سر کی طرف مخاطب ہوا اور کہا: اے حسینؑ! اپنے نانا یزیدؑ کو ارعہ مصطفیٰؐ اور اپنے والد نامہ اعلیٰ مرتضیٰؑ اور اپنی مادر گرامی ان سب پر درود و سلام ہو، کہ حضور میری گواہی دیتا۔

صاحب ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۰۴ نے روایت نقل کی، اس آدمی کے قتل کی کوئی روایت نہیں ملی لیکن کامل المسقیہ میں یہ روایت موجود ہے یزید نے اسے قتل کر دیا تھا۔

خرابہ شام

ناخ، ج ۳، ص ۱۵۵: حضرت امام جعفر صادقؑ نے بیان فرمایا:

یزید ملعون نے حکم دیا کہ اہل بیتؑ کو امام سجادؑ سمیت دربار سے باہر لے جاؤ اور زندان میں بند کر دو۔ اس کے سپاہی اہل بیتؑ کو ایک کھنڈر نما مکان میں چلے آئے اور بند کر دیا جس کی دیواریں ٹوٹی ہوئی تھیں، جس کی چھت بھی گرنے کے قریب

① روحہ الشہداء، ص ۳۰۶۔ اس آدمی نے یزید سے کہا: میں ملک روم میں تھا، میں نے وہاں سنا حیرے ایک آدمی نے اس (سید الشہداءؑ) کے بھائی کو زہر دے دیا تھا، اس کے بچر کے ہنڈکڑے ہو گئے تھے، آج تو نے اسی کے بھائی کو قتل کر دیا اور اس کے خاندان کے بچے افراتوکل کر ڈالا۔

تھی۔ جب اہل بیتؑ کو وہاں بٹھایا گیا تو ان میں کسی نے دوسرے سے کہا: ان لوگوں نے ہمیں یہاں اس لیے رکھا ہے تاکہ یہ چمت کرے اور ان پر آپڑے اور ان میں سے کوئی زعمہ نہ بچے۔ جو فوجی ان پر نگران تھے، جب انھوں نے یہ کلام سنی اور رومی زبان میں کہا: ذرا ان لوگوں کی طرف دیکھئے یہ مکان کی شکل سے ڈر رہے ہیں حالانکہ ان کو اس امر پر اطلاع نہیں ہے کہ کل انھیں یہاں سے نکال باہر کیا جائے گا اور سب کو قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت امام سجادؑ کے علاوہ ان لوگوں کی گفتگو کسی اور کی سمجھ میں نہ آئی۔ آپؑ نے فرمایا: میرے علاوہ کوئی اور رومی زبان پر واقف نہیں تھا۔

ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۱۸: جب اہل بیتؑ یزیدی دربار سے باہر آئے تو انھوں نے ایک گونہ سکون محسوس کیا کیونکہ وہ ابھی تک یزید اور اس کے ہم نشینوں کی زبانوں کے حملوں کی زد پر تھے۔ قتل سے بھی بچکارا مل گیا، جوانوں کے زخمیر کاٹ دیئے گئے۔ خواتین کی رسیاں کھول دی گئیں۔ یزید نے حکم دیا انھیں لے جائیں، کسی مکان میں بند کر دیں تاکہ میں ان کے بارے میں سوچوں کہ کیا کرتا ہے۔

صاحب کتاب بشارت نے روایت کیا ہے، جس کے راوی مضار ہیں، حضرت امام سجادؑ نے بیان فرمایا: جب ہم شام میں آئے تو ہمیں ایک زعمان میں قید کر دیا گیا۔ ہم اس زعمان میں دو دن رہے۔ یہ زعمان اس قدر خراب اور شکستہ صورت میں تھا کہ اہل بیتؑ کے افراد ایک دوسرے سے کہنے لگے: ہمیں اس خرابے میں اس لیے بند کیا گیا تاکہ وہ گرے اور ہم سب اس میں دب کر ختم ہو جائیں۔

لیکن وہاں جو ہم پر نگران مقرر تھے، انھوں نے کہا: تم اس عمارت کے گرنے سے خوفزدہ ہو حالانکہ کل تمھیں یزید طلب کرے گا اور ایک گروہ کے حوالے کرے گا، جس نے تمھیں اذیت دے کر قتل کر دیتا ہے۔

لیکن بروایت مناقب ابن شہر آشوب حضرت امام زین العابدینؑ نے اہل بیت کی دلداری کے لیے کہا: نہیں کل ان شاء اللہ تمہیں قید سے رہائی ملے گی، پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: ہم اس زمان میں دو روز تک رہے۔ پھر یزید نے ہمیں بلایا اور ہمیں آزاد کر دیا۔

بروایت ریاض الاحزان: اہل بیت کے مرد جن کی تعداد بارہ نفر پر مشتمل تھی ان کے زخم کھول دیئے گئے۔ ان جوانوں کے نام یہ ہیں: حضرت امام زین العابدینؑ، حضرت امام باقرؑ، عمر بن حسینؑ، حسن بن حسینؑ اور عمر بن حسنؑ، دوسرے افراد کے اسماء کتب میں موجود نہیں ہیں۔

ان تمام لوگوں کا بیان ہے: جب ہمیں قتل کے خوف سے نجات ملی تو ہم اس خرابہ کی صحت کے نیچے آئے اور کچھ آسودگی محسوس کی تو پھر ہم میں سے ہر ایک فرد کو اپنے شہدا کی یاد نے ستانا شروع کیا۔ دودھ، تین تین مستورات مختلف گوشوں میں بیٹھ گئیں اور اپنے جگر گوشوں پر نالہ و نوحہ شروع کر دیا۔ ادھر یتیم بچے اپنے سر اپنے زانو پر رکھ کر چلانے لگے۔

مصیبت شب اول خرابہ

صاحب ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۱۹، ستوں دوم میں یہ اشعار درج کیے ہیں:

ستم ندیدہ کسی درجہان مقابل یرینب
نصوخت هیچ ولی در زمانہ چوں دل یرینب
نہ آب بود و نہ نانی نہ شمع و نہ چراغی
چو گشت کند خرابہ مقام و منزل یرینب
چگو نہ شرح خس را کسی تو اند گفت
کہ جز خدای نباشد کسی آگاہ از دل یرینب

”اس بھری کائنات میں کون ہے جس کے مصائب و آلام عقیدہ قریش ثانی زہرا سے زیادہ ہوں۔ اس زمانے نے جتنا طغی کی بیٹی کا دل جلا یا اتنا کسی اور کا نہیں جلا یا۔ جس کی عزت و عظمت کی بلندیوں کو کائنات کے پہاڑوں کی چوٹیاں سلام کریں، شام کے غیرہ و تاریک زمان میں اتنی بے بس ہے کہ جس کے پاس نہ پانی ہے، نہ کھانا ہے، نہ کوئی دیا ہے اور نہ چراغ۔ اس شہزادی کے مصائب کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ بس صرف اور صرف اُس خالق کی ذات ہے جو جانتا ہے کہ طغی کی بیٹی پر کیا گزری اور اُس نے ان دردوں کی کوہ گرائیوں کو کیسے برداشت کیا۔“

صاحب ریاض الاحزان نے زمان شام کی مہر نگاری کچھ اس طرح کی ہے: آل محمد کو زمان شام میں بند کر دیا گیا۔ ادھر شام میں شام ہوئی تو تمام اہل شام اپنے گمروں کو سندھ حارے تاکہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ رات بسر کریں۔ جب شب تاریک نے اپنا پتہ سکون ماحول کائنات پر بچھا دیا شروع کیا تو کائنات کی ہر شے نے اپنے اپنے حقے کا سکون و استراحت سمیٹا لیکن کون جانتا ہے ادھر زمان شام اور آل محمد کے اسیروں پر کیا گزری؟ مصائب و آلام کے بادل اطراف عالم سے آئے اور اس زمان پر مصائب کی موسلا دھار بارش کر دی۔

اہل بیت کے ان تمام افراد کے قلوب کی دھڑکن چیز سے چیز تر ہو رہی تھی۔ ایک طرف زمان کی فکرت دیواریں اور ڈھلکی ہوئی چھت کا خوف، دوسری طرف تاریکی شب کی وحشت، چھوٹے چھوٹے مصوم بچے خوف کے مارے چیخ مچا رہے تھے۔ کبھی اس گوشہ میں، کبھی اُس گوشہ میں، کوئی بستر تھا نہ چراغ، نہ پینے کے لیے پانی تھا اور نہ کھانے کے لیے کوئی خوراک، اپنے زانو پر سر رکھ کر آہ و زاری کر رہے تھے۔ ہر طرف

سوز و گداز کا ماحول بنا ہوا تھا۔ ان تمام مستورات اور بچوں کی حیرانی و پریشانی نے
 مائی زہرا کے قلب مجروح کو زخمی زخمی کر دیا تھا اور ہر خاتون صدھکرے اعمال سے
 لوحہ و ذاری کر رہی تھی۔

انحصار آل محمد کے اسیروں کی ساری حالت یہی حالت رہی۔ اور مزید ہی فحشی
 کہ بہ لہر انھیں گل کی خبر دیتے کہ تمہیں بہت جلد گل کر دیا جائے گا۔

حضرت امام زین العابدینؑ کا بیان ہے: ہمارا کوئی آدمی جب مصائب و بلاؤں
 میں مبتلا ہو کر توبہ نہ کرے یا اپنے گناہوں کو بھولے یا پھر اُسے کو بے پرواہی سے خاموش کر دے۔
 مستورات میں سے کوئی بی بی اپنے بیٹے کو بدلتی، کوئی اپنے بھائی کا لوحہ کرتی، کوئی اپنے
 خاوند پر آنسو بہاتی۔ اس طرح تعزیت و عزاداری کا ماحول تھا جس میں ہم نے اپنے
 شب و روز بسر کیے۔ عقیدہ قریش مائی زہرا مرثیہ بیان کرتیں اور تمام بچے اور خواتین سن
 کر آہ و زاری کرتے تھے۔

علامہ مجلسی نے اپنی کتاب بحار میں اس مرثیہ کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے:

قَوْلَ الْحُسَيْنِ وَالْحَسَنِ	أَمَّا شَجَائِي يَسْتَكِنُ
وَكُلَّ وَهْدَا تَامِلُ	ظَمَانٍ مِنْ طَوْلِ الْحُزَنِ
عَلَى الْبَرِّ الْوَحْشِيِّ	يَقُولُ يَا قَتِيلَ أَبِي
لَهَا التَّقَى وَالنَّالِي	وَقَاتِلِي أُمِّي النَّالِي
بِشَرِّهِ تَوَحَّى بِهَا	مَتُوا عَلَى نَبِيِّ الْمُضْطَلِّي
خَيْثُ الْفِرَاتِ سَائِلِ	أَطْفَالَنَا مِنْ الظُّلْمِ
إِلَّا السَّيِّئِ وَالْقَتَا	قَالُوا لَهُ لَا مَاءَ لَنَا
فَقَالَ بَلْ أَكْبَلِ	فَانْزِلْ بِحُكْمِ الْأَكْبَلِ
بِهَمَّاءٍ وَحْدَا أَبْرَصِ	حَتَّى أَتَاكَ مَقْصُصُ
رَهْصِ دَعَى وَاهِلِ	وَمِنْ سَقَرِ لَا يَخْلُصِ

”اے شہزادہ صحت کی شہزادی امیدان کر بلا میں رونے کا شہزادہ
ایک مسافر مظلوم جیاس سے جس کے ہونٹ خشک ہو چکے تھے،
کھڑا فرما رہا تھا: اے لوگو! مجھے پچھاؤ! میرا بابا حیدر کراڑ ہیں،
وہی رسول اللہ ہیں۔ میری والدہ حضرت فاطمہ زہرا ہیں، جو
شفیعہ معشر ہیں۔ میں حسین ہیں، شہزاد اکرم کے دل کا میوہ ہوں۔
میرا تم سے صرف ایک سوال ہے: فرزندِ شہزاد پر احسان کرو۔
ایک گھونٹ پانی دے دو۔ میں ان چھوٹے بچوں کو پلاؤں جن کے
جیاس نے جگر کھاب کر دی ہے ہیں حالانکہ وہ دیارِ فرات ٹھانسیں
مار رہا ہے، مجھے پانی دینے کے ساتھ وہ پانی ختم نہیں ہوگا۔
تو ان خالوں نے میرے بھائی کے جھاب میں کہا تھا: اے
حسین! اپنی نہیں مل سکتا ہاں نیزے اور گواریں حاضر ہیں۔ ہاں
اس صورت میں پانی مل سکتا ہے کہ نیزہ اور ایندھن کے حکم کی
تعمیل کرو۔ تو آپ نے فرمایا تھا: ایسا نہیں ہو سکتا، میں تم سے
جگ کروں گا۔

اے خواتین! میرے بھائی نے اس قدر جگ کی تھی، ایک
مہر وں آدمی نے سہ شعبہ حیر جب میرے بھائی کو مارا تو لشکر
عربین سعد میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔“

شیخ صدوق نے امامی، ص ۳۲۰ میں بیان کیا ہے: حضرت امیر المومنین کی
شہزادی فاطمہ کا بیان ہے: امام حسین علیہ السلام کے اہل بیت حضرت امام سجاد کے ساتھ
ایسے زمان میں مجھیں تھے، جو نہ سردی سے بچاتا تھا اور نہ گرمی سے، جس کی وجہ سے
اہل بیت کے چہرے مجلس گئے تھے۔ حضرت امام حسین کی شہادت کے دن سے لے

کرشام سے مدینہ روانگی کے دن تک یہ تمام ایام اہل بیتؑ پر سخت بھاری رہے۔ اسی ایام میں بیت المقدس میں جب کوئی پتھر اوجھلا اٹھایا جاتا تو اس کے نیچے سے خون نکلے دیکھا جاتا۔ جب سورج کی شعاعیں درود پڑھار پر پڑتیں تو درود پڑھار سرخ و زرد دکھائی دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ان پر سنگین کپڑا ڈال دیا گیا ہو۔

صاحبہ لیوف نے روایت کی ہے: آل عمر کو ایسے زمان میں قید کیا گیا جو نہ گرمی سے بچاتا تھا نہ سردی سے، جس کی وجہ سے ان کے پھروں کا رنگ اڑ گیا یعنی پھرے مجلس گئے۔ (لیوف ترجمہ، ص ۱۸۸)

مسند الدین واعظ قزوینی فرماتے ہیں: ان مستحرم روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت کافی عرصہ اس زمان میں قید رہے، جس کی وجہ سے ان کے پھرے مجلس گئے تھے۔

صاحبہ کال مستفہ کا بیان ہے: یزید نے حکم دیا: اہل بیتؑ کے افراد کو زمان میں بند کر دیا جائے اور شہدائے سروں کو خیمہ شام کی مساجد کے عماروں کے ساتھ لٹکا دیا جائے اور سید الشہداء کے سر مقدس کو جامع مسجد کے چاروں طرف لٹکا دیا جائے۔ اس طرح اہل شام کے لیے ایک تماشے کا ماحول پیدا کیا گیا، اہل شام شہدائے سروں کا تماشا دیکھتے رہے۔ سید الشہداء کا مقدس سر مسجد کے عماروں کے ساتھ چالیس روز تک لٹکا رہا۔ حضرت امام زین العابدینؑ روزانہ آتے اور اپنے بابا کے سر کی زیارت کرتے، سلام کرتے، گریہ کر کے پھر واپس چلے جاتے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آل محمدؑ کی اسیری کی مدت طویلانی ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا یزید سے نفرت بڑھتی گئی اور آل محمدؑ سے محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔ شام کی عورتیں آل محمدؑ کی خواتین کی خدمت میں آنے لگیں اور ان کے مرد حضرت امام بہاؤ کے حضور آنے لگے۔ جب لوگوں کی تعداد بڑھی تو یزید نے آل محمدؑ

کے لیے ایک ایسے مکان کا بندوبست کیا۔ جس میں کالیں بھی ہوتی تھیں۔ اس مکان میں ایک دست تک عزاداری ہوتی رہی۔

علامہ مجلسی نے ہمارے صاحبِ مطاب کی روایت کے حوالے سے بات کی ہے: یزید ملعون نے حکم دیا کہ میرا بہک فرزند خیر البشر کو شام کے روزارہ پر لٹکا دیا جائے۔ ایک دن یزید نے امام زین العابدینؑ کو وہاں میں بلایا۔ اس مجلس میں یزید کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔ عقیلی کی مجلس تھی۔

برداشت صاحبِ لطف اس وقت یزید نے شرابِ طلب کی اور امام حسینؑ کا سر بھی طلب کیا۔ اس طرح یزید نے وہاں لوگوں کی موجودگی میں شراب پی۔

صاحبِ مطاب لکن شہر آشوب بیان کرتے ہیں: اس مجلس میں امام زین العابدینؑ نے یزید سے احتجاج کیا اور فرمایا:

مَلَأَ قُلُوبَهُمْ إِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ مَلَأَ قُلُوبَهُمْ وَأَقْبَلْتُمْ أَجْرَ الْوَيْثِ
يُؤْتِيهِ وَيُطْلِقُ بَعْدَ مُتَكَلِّفِينَ مَتَّعْتُمْ أَنْفُسِي وَوَيْتَهُمْ حَرَقُوا بِكَبِيرٍ

”جب یہاں شراب پیا گیا اور تم سب موجود ہو گے رسول اللہؐ تم

سے پچھیں گے: اے میری امت میرے جانے کے بعد تم نے

میرے اہل بیتؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ تو اس وقت تمہارا کیا

حجاب ہوا؟ یہی کچھ کہو گے۔“ ہم نے حیری اہل بیتؑ کے کچھ

لوگوں کو قتل کیا تھا اور باقی کا جانے والوں کو اپنا قیدی بنالیا تھا۔“

یزید نے جب اس واقعہ کا سراغ لگایا۔ مگر امام زین العابدینؑ نے فرمایا:

اے یزید! تجھ پر انہوں صد انہوں! اگر تیرے پاس اصل نای کوئی شے ہوتی تو

دو گنا کرتا اور تجھے معلوم ہوتا کہ تو کتنے عظیم جرم کا ارتکاب کر بیٹھا ہے؟ تو نے میرے باپ،

میرے بھائیوں اور میرے چچاؤں اور میرے اہل بیتؑ کو کتنے بڑے مصائب سے

دو چار کر دیا ہے تو فرمودہ بارگاہِ دہلی کہ وہ سرحدوں کی طرف بھاگ نکلا اور سرحدوں کی خاک اپنے سر میں ڈال لی، چنانچہ چلتا تا وہاں پہنچے مائے کرب۔ اے کالم اوتے ہم پر حکام کی حد کر دی ہے۔ میرے بھائی اور فرزند کا ملہ ہوا، فرزند حضرت امیر المومنین کے سر مقدس کو شہر کے دروازہ پر لٹکایا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر اقدس رسول اللہ کی لاش ہے۔ تجھے قیامت کے دن کی ذلت و خماری کی بشارت ہو۔

یزید کا امام سجاد کے قتل کا حکم دینا

برصغیر تارخ، ج ۲، ص ۱۵۷: جب یزید ملعون نے امام سجاد کی یہ گفتگو سنی تو وہ غیض و غضب سے آگ بھلا ہو گیا۔ اپنے ایک پڑ پھار اور پست فطرت ظلام کو حکم دیا کہ اس قیدی کو گلاں باغیچے میں لے جاؤ اور قتل کر دو اور وہیں دفن کرو۔ اس ملعون نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور باغیچے میں لے آیا۔ اس نے امام کو ایک طرف کھڑا کیا اور قبر کھودنے میں مصروف ہو گیا۔ اور امام سجاد نے یہ اشعار پائی زبان پر جاری فرمائے:

أَنَادُوكَ يَا مُلْكًا يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ	حَبِيبَكَ مَقْتُلًا وَتَشْلُكَ خَائِمًا
وَاللَّكُ إِسْمًا كَلَامًا وَبُذًا	تَسَاغُ لَهُمْ نَيْتُ الْأَكْلَامِ فَكَلَامًا
يَرَوْنَهُمْ بِالسَّبِّ مَنْ لَا يَرْوَعُهُ	مَنْبَتٌ وَلَا سَاغُ النَّبِيِّتِ سَاغًا
وَكَايِمُ أُمَلَاكٍ وَالْأَلَاكُ أَحْبَبُوا	يَكُونُ يَزِيدًا نَبِيَّ الدَّهْرِ وَكَأَمٍ
فَلَيْتَكَ يَا مُلْكًا تَنْفَكُ عَلَيْنَا	تَسْلَمُ وَتَغْفِرُنِي كَلَامًا وَتَبَايِمًا

”اے جو نامدار اے تمام رسولوں کے سید و سرور! تمہارا یہ مظلوم بیٹا جس میں آواز دے رہا ہے، تمہارا حبیب قتل کر دیا گیا ہے۔ تیری اہل بیت کو ضائع کر دیا گیا ہے۔“

اے نا جان! تیری اہل بیت کو قیدی بنا دیا گیا ہے، حیری پاک و پاکیزہ مخلوق کے ساتھ لڑائیوں کا سلسلہ رکھا جا رہا

ہے۔ ان کو نہ جہم ہزاروں ملے نہ پردہ گھرا لیا جا رہا ہے۔ ان کی شان میں کستاخیاں کی پادری ہیں حالانکہ وہ فقہ ایسے نبی کی بیٹیاں ہیں انہیں میری عزت و عظمت کا کوئی خیال تک بھی نہیں ہے۔ یہ طاغوت کی انانیت پر یہ جیسے عاشق و عاشقہ کی گرفت میں ہیں جو نازاں ہے۔

اے کاش اے نانا جان! آپ ہماری حالت کو دیکھتے، ہمارے ساتھ اُمت نے جو سلوک کیا، ہمیں قلام بٹایا گیا اور ہماری مستورات کی اس طرح تشہیر کی گئی جیسے وہ کینری ہوں۔“

پھر آپ نے نماز پڑھنا شروع کی، وہ لفظی قلام جب قبر بنا چکا تو لہام کے قتل کی طرف متوجہ ہوا۔ اچانک پھر غیب سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور اس قلام کے منہ پر پردہ وہ زمین پر گرا اور ایک چیخ بلند کی اور جان دے دی۔ اس وقت پزیر کا بیٹا خالد یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا۔ دوڑ کر پزیر کے پاس گیا اور اسے اس حادثہ کی خبر دی۔ تو اس نے غم دیا کہ اس قلام کو اس کی اپنی کھوی ہوئی قبر میں دفن کر دیا جائے۔ پھر لہام کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر طلبِ بیعت کی طرف متوجہ کیا اور کہا: خداوند تعالیٰ ابنِ زیاد کا بُرا کرے اگر تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔..... الخ۔

احوالِ دختر سہ سالہ در زمانِ شام ①

ریاض الفسح، ج ۲، ص ۳۳۳۔ جب آلِ محمد کو زمان میں غلبہ کیا گیا تو یہ

① ذوالحجہ ۱۱۱ھ میں امام حسین کی ایک چھٹی خیمہ لے کر وفات پائی تو اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ بیٹی کون تھی؟ اس کا نام کیا تھا؟ جناب آقا علی نقی زادہ نے اپنی کتاب میں اس بیٹی کا نام رقیہ لکھا ہے۔ مشہور قول بھی یہی ہے۔ میں نے قتال کی بیسیوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس زمانہ میں وفات پانے والی بیٹی کا نام رقیہ ہے۔ قتالِ اُستین ص ۲۲، ص ۱۰۱، ص ۱۲۔ امام حسین کی ایک بیٹی تھی، جن سے آپ کو بہت عار تھا اور بیٹی کو بھی آپ سے بہت عار تھا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں ان کا نام رقیہ تھا۔

ستم دیدہ مظلوم و مسافر مخ و شام اپنے تھما پر نالہ و نوحہ کرتے رہے۔ اس طرح ان پر شب و روز گزرتے رہے۔ جب صبح کا وقت ہوا تو آل محمدؐ کے خیم کے زعمان کے دروازے پر کھڑے ہو جانے اور شامیں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے کہ وہ اپنے بچوں کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بازار کی طرف سوسا سٹک لینے کی خاطر جا رہے ہوتے تھے یا سامانِ خورد و نوش لے کر واپس آ رہے ہوتے تھے۔

یہ خیم دے نوا مظلوم بچے جن کو ان پرندوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، جن کہ نہ ٹوٹ چکے ہوں اور بچرے کے اعدا بندہ کر دیے گئے ہوں، اپنی پھوکی اماں کے پاس چلے جاتے، ان کا دامن پکڑ کر کہتے: پھوکی اماں! کیا ہمارا گھر نہیں ہے؟ ہمارا بپا! کہہ کر کیا ہے؟ جناب مائی! کہہ کر اچھل کود لاسہ دیتے ہوئے فرماتیں: ہاں تمہارا گھر ہے لیکن مدینہ میں ہے اور تمہارے بپا سفر پر گئے ہوئے ہیں، واپس آئیں گے پھر وہ اپنی پھوکی سے کہتے:

مگر کسی کہ سفر رفت مدنی گردد
مگر کہ شام خریاں سحر نمی گردد

ان چھوٹے بچوں میں ایک شہزادی جن کا نام قاطرہ تھا، امام حسینؑ کو اپنی والدہ سے بہت زیادہ محبت تھی، آپ کی جب کوئی بیٹی پیدا ہوتی تو آپ نے اس کا نام اپنی والدہ کے نام پر "قاطرہ" رکھا، جب کوئی بیٹا ہوتا تو اس کا نام اپنے بپا کے نام پر "سلی" رکھا۔ روایت میں ہے، جب آل محمدؐ کو زعمان میں بند کیا گیا اس سے پہلے وہ بارہویہ کے مظالم دیکھ چکے تھے۔ پھر ایک دیہانے میں جب منزل ملی اور وہ بھی زعمان میں

نخب التواریخ میں ۲۹۹: امام حسینؑ کی جس بیٹی نے زعمان شام میں وفات پائی ان کا نام رقیہ ہے۔ وہاں شام میں جو حرار موجود ہے وہ جناب رقیہ کے نام سے منسوب ہے۔ ص ۳۸۸ پر شام میں قہر کا ذکر کیا ہے۔ اسی قہر میں سے ایک قبر جناب رقیہ کی ہے جو زعمان شام میں دفن ہوئی۔ دمشق میں آج بھی حضرت رقیہؑ کا حرار اور گنبد دست دشمن سب کے نزدیک مثل آلاب دمشق ہے۔

تو نام حسین کی اس شہزادی کے دل پر ان مصائب کا ناگہانی برداشت اثر ہوا، ان کا دل ڈوبنے لگا، ایک رات اسی زمان میں اس شہزادی کو اپنے بابا کے فراق نے نگ کیا اور اپنے بابا کے سر کی زیارت کا شوق اس قدر بڑھا کہ اپنے زانو بقل میں دبا کر فراق پر میں اٹک بیٹھے اور یہ رشتہ بڑھا:

بابا در این خوابہ	معلم بہ بیوقوفانی
چشم بہ راہ ماندہ	شاید ہر در در آئی
ای باب مہربانم	شد آب استخوانم
بولب ہمیدہ جانم	نور چرا نیائی
بہار شام دیدم	دشنامہا شنیدم
دشوار تر ندیدم	از این خوابہ جانی
ہوہ اندر آفتابم	شب و رو بخاک خوابم
خم نان و گریہ آم	نہ فرقی و متکاتی
این دختران شامی	پر زور سر گذارند
بالین من شدہ غمت	خاکل چہ از مائی
بودی همیشه جایم	در ہوی دامن تو
از تو ندیدہ بودم	اینگونہ بیوفائی

”اے میرے بابا! امیری جان تجھ پر قربان! میرے جانے کے بعد جو مجھ پر مٹی ہے، پابیت رہی ہے، وہ تمہارے سامنے ہے۔ اب میں شام کے زمان میں قید کر دی گئی ہوں، میرا کوئی پرسان حال نہیں ہے، بے سہارا رہے ہوا ہوں۔ ہر طرف حیرے دشمن نظر آتے ہیں، ان کا کام صرف مجھ پر ظلم ڈھانا ہے،

پریشان کرنا ہے اور سنانا ہے۔

اے بابا جان! کافی عرصہ سے دن اور رات ہر لمحہ و ہر ساعت میری آنکھیں چھ پرگی ہوئی ہیں کہ میرا بچا را بابا، میرا شفیق بابا، مجھ سے ایک لمحہ نہ جدا ہونے والا بابا! مجھے سینے پر سٹلانے والا بابا کیا مجھ سے روٹھ گیا ہے؟ کہاں چلا گیا ہے؟ میں بلاتی ہوں، میں تجھے آواز دیتی ہوں، میں تو حیرت زدہ رہی ہوں، میرا بابا ابھی آئے گا، مجھے اٹھائے گا، مجھ سے پیار کرے گا، مجھے اپنے سینے پر سٹلائے گا۔ رات اور دن میری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں کہ ابھی میرا بابا آئے گا، میں تو شبانہ روز تیرے انتظار میں ہوں۔

میرے پیارے بابا! اب تو آ جا! ایک لمبے طول طویل عرصہ سے قیمتی و بے ثوابی میں دشمنوں کے زخموں میں دور دورا کے سفر میں حیرت یہ نفیسی کلی نہر جھانے کو ہے۔ اب بابا! میں بہت تنگ ہو چکی ہوں، میرے نازک جسم کی نازک ہڈیاں ان ظالم و سفاک بے رحم بزدلی سپاہیوں کے حربہ مظالم برداشت نہیں کر سکتیں۔

اے مہربان و شفیق بابا! حیرت زدہ زیادہ انتظار کیا، تم نہیں آئے۔ میں راتوں کو ایک تو دشمن کے خوف سے نہ سوئی، دوسرے تیرے انتظار میں میری غیر آؤ گئی۔ اب بابا جان چلے آؤ۔ آخری دیدار تو کر دو، اب حیرت بیٹی مرنے کے قریب ہے۔ اب میں آخری سانس لے رہی ہوں۔ میری روح لیوں کے قریب ہے، پرواز کرنے کو تیار ہے۔ اب تو چلے آؤ اپنی مظلوم، مسافرہ، اسیرہ بیٹی کو سینے سے لگاؤ۔ بابا! میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا دیا

ہے، مجھے اپنے سینے سے چٹالو۔ میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔
میرے لب اب حرکت نہیں کر سکتے۔ اب تو بابا آ جاؤ، بابا! میں
بلاؤں اور آپ نہ آئیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو فنا دو آپ
کیوں نہیں آتے۔ اگر میرے مرنے کے بعد آ جائیں تو اپنی بیٹی
کو ایک دھما اپنے سینے پہ سلا دیتا۔

بابا! ابھی تک آپ نے اپنی بیاری بیٹی، صغیرہ بیٹی اور اسیرہ بیٹی
سے اس کا حل نہیں پوچھا۔ بابا! اگر آپ نے نہیں پوچھا تو تمہیں
اپنے شہر شام آنے کا حال ملتی ہوں۔

بابا! ہمیں شہر شام میں جب لایا گیا تو ہمیں بازاروں میں بھرا لیا
گیا۔ بازاروں کا ہجوم قاضی جہوں کے سروں پر چا دینے نہیں
تھیں۔ بابا! لوگ کہتے تھے ادھر دیکھو یہ باغی کی بیٹی ہے، وہ
باغی کی بیٹی ہیں۔ بابا! لوگ ہمیں دھام دیتے تھے اور ہم ان
کے دھام سختی رہی اندر آنسو بہاتی رہیں۔

بابا! وہ بازاروں، بازاروں میں بھرائے جانے کے بعد فکرت
و پرانے میں ہمیں قید کر دیا گیا۔ بابا! اگر یہ سے سورج کی قنات
سے میرا چہرہ مجلس کیا ہے۔ ایسا بدترین خوفناک جگہ تو میں نے
کبھی دیکھی ہی نہیں۔ بابا! اسارا دن دھوپ کی قنات میں رہتی
رہی ہوں۔ جب رات آتی ہے تو تمہا ایسے سردار کی بیٹی مٹی کو
پھونکا کر سو جاتی ہے۔ بابا! امارا کون ہے، جو ہمارے آرام کا
خیال رکھے یہاں تو خاک کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں۔

بابا! میں دیکھ رہی ہوں سامنے لوگوں کے گھر ہیں، ان کی

بعد ہوا عار میں ہیں۔ ہاں ان شامیں کی طلیں تو خواہجہ
گروں میں نرم و گلابی ہوں پر اجڑا جھک کر ہیں۔ تھاپے
عرب دھم کے سر پہ لگی چلی خاک پر سونے
میرے ہاں امیر اس تو میری بھولی میں بھٹا تھا۔ ہاں میں تو
تیرے چہرے پر سونے کی مادی تھی۔ اب خاک پر صاف ہیں۔
میرے ہاں میں تمہیں دھڑ دھڑ کر تک کی ہیں۔ میں نے تو
کبھی ایسا خیال تک بھی نہ کیا تھا کہ میرا چاہا ہاں مجھ سے روٹھ کر
چلا جائے گا اور میری مائیں نہ آئے گا اور میں چلائی رہوں
کی۔ ہاں ہاں ا کرتی رہوں گی۔ آجیں اور سکیاں بھرتی رہوں
کی۔ اب تو آ جا ہاں۔

اس کھگو کے بعد شمر لایا ان کا مدنی ان کا مدنی کہ اس کے آنسوؤں سے زمین تر
ہوئی۔ روتے روتے شمر لایا کی آ کہ گف کی۔ بچی ہاں کے ہر ذریعہ میں سرخ گل لائی
ہوئی تھی۔ خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاں کا سر پہ جو طوائف طشت میں یزد کے
ساتھ نکلا ہے اور وہ لہو لہو سیا لہو ا کے لب و دندان پر چھری کی ضربات لگا رہا ہے
اور اس کے ہاں کا سر بارگاہِ خداوندی میں فریاد کیاں ہے۔

جب اس صغیرہ امیرہ و منظور نے اپنے ہاں کی یہ حالت دیکھی تو خواب میں
زر کی۔ آ کہ کل کی۔ وَتَبْكِي وَتَقْلِي وَابْكِي وَافْرَا كَيْفَ تَلَا وَاحْسِنَتَا كِي تَلِي
بعد کس۔ بچی کی ان صفاک جھل نے امیر لہو لہو کی صفت میں اور لہو لہو
کر لہو۔ شمر لایا کہ رہی تھی۔ لے ہار عرب من الے طوب صد لے من انہیں اور
پھر یہاں شمر لایا کے اندر گواہی ہو گئی۔ سب نے سترہ ہاتھ لیا اور ہر بی بی
شمر لایا سے پوچھے گی۔ لے جان من اکھا، کھل مدنی جاری ہے؟

فخری نے کہا میرے بابا کو لاؤ، میری آنکھوں کے نور کو لے آؤ تاکہ میں کی
زیارت سے سکون حاصل کروں۔ فخری نے اپنی چوکی سے کہا چوکی میں اس آنکھ
میں نے خواب میں دیکھا ہے، میرے بابا کا سر بڑھ کے پاس مٹائی لٹت میں ہے اور
وہ لمحوں میں میرے بابا کے لمحوں پر اور دشمن مہلک پر چوڑی کی ضربات لگا رہا ہے اور
میرے بابا کا سر ہانگو خدا ہی میں فریاد کرتا ہے۔ مگر فخری رونے لگی، اپنے آپ
میں نہ رہی اور کہنے لگی: مجھے میرے بابا کا سر لاؤ۔ یہاں دلا سے دے لیں، تسلیم
دے لیں لیکن فخری کا اصرار بڑھ گیا۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ بچی خاموش
ہو جائے۔ وہ خاموش کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ بچی کے سارے شیخین حیرت مچتے رہے۔
آخر حضرت امام سجادؑ نے بچی کو اٹھایا، اپنے پیچے سے لگایا، پیاد کیا، تسلیم
دی، فرمایا: ”اے میری چھٹی بہن امیر کرد و داد دینا، کہ حیرے رونے سے میرا دل
کباب ہو رہا ہے۔“ لیکن وہ مٹاؤ نہ دیا، رونے ہی اور فرمائی رہی:

لہای جان تو بابا میں خبر نام	منا بدینا دعوت نامی دھام
فکاک اور سو غمیں بکڑ کن بابا	مرا بہ چم چمی نظر کن بابا
مگر نہ دھڑ سرور مائیم من	مگر نہ دھڑ سلطان مشرق من
غریب و زار مردم ز درد لہا پندی	گہر جان اسیرم فغان ز درد پندی
ہا این سیاہی شب جان ز درد احصایم	دگر حال کہ غم حال بابا ام
غش آن زبان کہ زلف ما بستم و سر	بہی می بزم سایہ جنب بابا
دہانہ گر بزم دعوت حضرت باب	از درد غم اہل من مکم نہ غم اہل آب

اے میرے بابا جان! میں فریادیں کر رہی ہوں بابا! میری فریاد
کون اور میرے پاس آ جا! بابا صرف ایک لمحہ کے لیے چلے آؤ،
حیرے چہرہ انور کا دیدار ہو جائے گا تو میرے لیے میری مسرت

و شادمانی کا سامن ہو جائے گا۔ اے میرے بابا! اپنی اسیرہ بیٹی
کی خبر لو۔ اس پر کیا گزر سکتی ہے۔ بابا! تم تو موجد ہون تمہاری
موجدگی میں جیم تو نہیں ہوں۔ جیم تو وہ ہے جس کا بابا اس
دنیا سے چلا جائے۔ اس لیے مجھ پر وہ نظر نہ کرو جو نظر ایک جیم کی
طرف اٹھتی ہے۔

مجھے تو اب ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں عالم کے سردار کی بیٹی
نہیں ہوں، میں تو مشرقین کے سردار کی بیٹی تھی۔ اب ان تمام
کیفیات کو بھول چکی ہوں۔ اب تو میں دشمن کے ہاتھوں قیدی
بن چکی ہوں، مظلومہ بھی ہوں، مسافرہ بھی ہوں۔ اب میری
موت میرے قریب ہے، اب اپنے بابا کا دھولے کر اس دنیا
سے جاؤں گی۔ بابا! حیرانی بیٹی بھونکی بھی ہے، پیاسی بھی ہے۔
اب اس غربت و بے لوائی میں میری روح پرواز کرنے کو ہے۔
اب اس دیرانے اور تاریکی شب میں مرنے والی ہوں۔ اب
اپنے بابا کا حسن و جمال نہیں دیکھ سکوں گی۔

وہ میری خوش بختی کا زمان تھا۔ جب شام و سحر اپنے بابا کے سایہ
حافظت میں رہتی تھی۔ اگر ایک دفعہ میرے بابا میرے پاس
آجائیں تو میں صرف اپنے بابا کے حسن و جمال کو دیکھتی رہوں
گی، اپنے بابا کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دوں گی، نہ ان سے پانی
کا مطالبہ کروں گی نہ ان سے روٹی کا مطالبہ کروں گی۔ اب میرا
بابا کہہ رہا تھا کیا ہے۔ وہ تو مجھے اپنی آغوشِ محبت میں لیتے
تھے وہ کہاں چلے گئے؟“



خیراوی نے اٹا کر یہ کیا اور کاجلی اور چائی اور جلد و شین اور کچھ اور آخر
 نام ہاؤ کے شانے پر قش کا گئیں۔ پھر نام پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ علی صحت
 رسالت نے نوحہ و شین اور کچھ زعمان کا سیر الہی کا کچھ کر یہ بن چکا تھا۔
 خیراوی کو قش پر قش آ رہے تھے۔ خصلت و صحت و طہارت نے اپنے سر میں خاک
 ڈال۔ کبھی اپنے سر میں پر نام کیا۔ کبھی سینوں پر نام کر یہ بن چاک کچھ بن کے کر یہ
 کی صدا آتی اور جاتی کہ جڑ کے کانوں میں جا چکی۔

قصہ طاہر بن عبداللہ دمشقی

ریاض القصر میں ۳۷۵ طاہر بن عبداللہ دمشقی کا بیان ہے۔ جب آل عمرہ پر
 جی مسیت آئی تو اس وقت جڑ کا سر میرے زانو پر تھا اور نام حسین کا سر ہر ایک
 طشت میں ہمارے سامنے موجود تھا۔ جب زعمان سے آل عمرہ کے روئے کی آمد میں
 بلور ہوئیں تو میں نے دیکھا سر کے نوپرے کچڑا پڑا تھا۔ ایک طرف غسل کیا سر ہر ایک
 اس طبق سے بلور ہوا اور قمر کی صحت کے برابر ہو گیا اور بلور آمد کے ساتھ فرمایا دمشق
 سکتی لانتی ۳۷۵ میری بہن امیری جی کو ناموش کر۔

خاھر بہ یکسان حرم تو پاہی	خاھر کھکان جیم تو پاہی
خاھر دی خانہ اطفال کوش کن	قش جیم و ہدم ما قش کن
کدو تا پرخ رسد بانگ شیلش	جہان و ہدی سر زلفی جاش
یک اش میخوہ کن سہان ہو	فرما جود قلم اور جہان ہو
اشب ہر خواصہ ای خاھر آدم	پلی عاتم حیرت با سر آدم
اشب چہ آمد سر و ہادش	کدو خان طو رسد لا ہدش
لا ہدش سر چہ رسد جان لا دق	د کد عمری ہا جسم لا کتن
پو آر لا غم و الم و رخ فرش	رشت نلا آہ چانی فرش

”اے میری بہن! میرے ان عزیزوں و بے کس بچوں کی خیر گیری کرنے والی صرف تو ہے! اے میری بہن! میرے ان چچوں کی ماں تم ہو۔“

اے میری بہن! جب میرا کوئی بچہ روئے، ترپے، خوفزدہ ہو، ان پر نگاہ رکھتا۔ میرے یہ چھوٹے چھوٹے یتیم بچے در بدر ہو چکے ہیں، جب روئیں چلائیں، ٹھکین ہوں تو ان کو دلا سہ دیتا۔

ہمیشہ ان کا خیال رکھتا، ان کے رونے کی صدائیں میرے دشمنوں کے کانوں تک نہ پہنچیں۔ ان کو اپنے دامن کے قریب رکھتا تاکہ پریشان نہ ہوں، یہ میری چھوٹی بچی آج رات تمہاری مہمان ہے، کل رات یہ اپنی دادی کے پاس جنت میں ہوں گی۔ آج رات تجھے دیکھنے کے لیے تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔ معاملہ میری برداشت سے باہر تھا، اس لیے میں تمہارے پاس چلا آیا۔ آج رات میرا سر اگر تمہارے پاس آجائے تو خیال کرنا اپنے دل کا خون نہ کرنا کہ کہیں وہ میرے غم میں خون میں بدل کر آنسو بن کر تیری آنکھوں سے بہہ نکلے۔

جب میرا سر تمہارے پاس آئے گا، تو میری بیٹی میرے سر کو دیکھے گی تو اس کی روح پرواز کر جائے گی۔ جب وہ تم میں نہ رہے تو اس کو اس کے اس پرانے اور مچلے گرتے کا کفن دینا، پھر اس کے اس غم و الم اور اسیری و مسافرت کو یاد رکھنا، اپنے آ و دل سے اس کی قبر کے چراغ کو روشن رکھنا۔“

ظاہر و محسوس کا بیان ہے۔ میں نے دیکھا سر مقدس نے فضا میں چکر لگایا اور یزید

کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے یزید! میں نے حیرا کیا بکاڑا کہ تو نے مجھے قتل کر دیا اور میرے اہل بیت کو اسیر کر لیا؟

یزید نے جب یہ سنا تو جلدی سے اپنا سر میرے زانو سے اٹھایا اور پوچھا: ظاہر کیا بات ہے؟ میں نے کہا: مجھے تو کچھ معلوم نہیں البتہ زعمان سے اسیران کے نالہ و شیون کی دلخراش آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ خدا جانے ان پر کیا گزری ہے؟ پھر میں نے دیکھا سر مبارک طشت سے بلند ہوا اور وہی پہلے مٹی کی بات کی۔ یزید نے اپنے غلام کو زعمان کی طرف بھیجا کہ وہاں کی خبر لائے۔

غلام آیا اور اس نے اہل بیت سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: امام حسین کی ایک ضغیرہ بچی نے خواب میں اپنے بابا کو دیکھا ہے، جب سے بیدار ہوئی ہے روتی جا رہی ہے۔ یہ سن کر غلام یزید کے پاس آیا اور واقعہ نقل کیا تو اس یزید پلید نے کہا: اس بچی کی طرف اس کے بابا کا سر لے جاؤ تا کہ اسے کچھ سکون ملے۔

یزید لہوٹوں نے کہا:

اَطْرَحُوا رِءَاسَ الْحُسَيْنِ بِرُجْمٍ رَکَا فَتَسَى اِذَا تَوَلَّيْتُ اِلَيْهِ تَسَلَّتْ
”حسین کا سر اس کی گود میں رکھ شاید اسے سکون مل جائے۔“

یزیدی سپاہیوں نے سر مبارک کو طشت میں رکھا اور زعمان آئے اور اسیران آل محمد سے کہا: یہ حسین کا سر ہے۔^①

فَلَمَّا رَأَوْهَا الطَّلَبُ يَلْتَمِسُ نُورَهُ كَالْفَتَنِسِ بَلْ هُوَ قَوْفُهَا فِي الْيَمِّ يَجُودُ

① جناب آقا علی نقی زائد نے اپنی کتاب ”ترغیہ“ ص ۸۵ پر تذکرہ احمد ۱۱۸ ص ۳۳ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ ظاہر میں حادث کا بیان ہے: ایک رات میں یزید کے پاس قہر یزید اپنے بستر پر سو گیا۔ رات کا ایک حصہ گزرا تو اچانک زعمان سے نالہ و شیون کی دلخراش آوازیں بلند ہوئیں۔ اس دوران میری نگاہ اس طشت پر پڑی جس میں امام حسین کا مقدس سر موجود تھا۔ وہ اچانک طشت سے بلند ہوا اور لہذا میں چار میٹر کی بلندی تک بھاگا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو اس طرح جاری ہوئے جس طرح آفریاد برستا ہے۔

”یزیدی سپاہی سر اطہر کو طشت میں لے آئے۔ اس سے نوری
 کر نہیں پھوٹ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آفتاب بلکہ
 نورانیت میں آفتاب سے بھی بہت زیادہ روشن تھا۔“

مژدہ نعلب کہ شب بھر بھلیان آمد بخرابہ سر سالار شہیدان آمد
 چشم بکھا دی ای عابد پیار مم کہ ترا بہر عبادت شہ خوبان آمد
 ای سیکند بہ ثار سر باب آور جان کز فلک باغک غم و نالہ و افغان آمد
 ”نعلب عالیہ ثانی زہرا کے لیے خوشخبری ہے۔ جدائی کی رات
 ڈھلنے والی ہے۔ ادھر دیکھو اس زمان میں تمہیں ملنے کے لیے
 سید الشہد آ خود چلے آئے ہیں۔“

اور پھر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اَللّٰهُمَّ هَوِّلَاوْ اَوْلَاکُنَا وَ اَتَّکِبَاکُنَا وَ هَوِّلَاوْ اَصْحَابَنَا ”اے
 پروردگار! یہ میری اولاد میرے بکر کے کھڑے ہیں اور یہ ہمارے اصحاب ہیں۔“ جب میں نے یہ سنا تو
 میرے جسم میں لرزہ پیدا ہوا اور مجھے بے اختیار رونا آ گیا۔ ادھر اہل بیت کے رونے کی آوازیں یزید کے
 کانوں میں پہنچیں اور وہ بیدار ہوا اور سر منور نقاشیں بلند ہوا اور یزید سے فرمایا: اے یزید! میں نے حیرا کیا
 بگاڑا جو تو نے مجھے اس حال تک پہنچا دیا۔ میری رقیہ کو قہم کر دیا۔ پھر خداوند تعالیٰ کے حضور عرض کیا: ”اے
 پروردگار! تو یزید سے میرا انتقام لے۔“ جب یزید نے یہ صدمت حال دیکھی تو لرزے ہوئے اٹھا اور
 پوچھا: یہ رونے کی آوازیں کہاں سے آرہی ہیں؟ اُسے کہا گیا: حسین کی ایک چھوٹی بیٹی نے خواب میں
 اپنے باپا کو دیکھا ہے اس لیے وہ بدلتی جارہی ہے۔ وہ اپنے والد کا مطالبہ کرتی ہے۔ یزید نے کہا: حسین
 کا سر بیٹی کے پاس لے جاؤ کیونکہ وہ بیٹی ہے اُسے ذمہ پائندہ کی شناخت نہیں ہے۔ جب وہ باپ کا سر
 دیکھے گی تو اُسے سکون مل جائے گا۔ پس یزید کے قلاموں نے سر کو طشت میں اٹھایا اور اسیرانِ اہل بیت
 کے پاس لے آئے اور کہا: یہ حسین کا سر ہے اور اسے بیٹی کو دکھاؤ

کہ اے گمراہ اسیرانِ سر حسین آمد سپاہِ قزوین سرمد مالین آمد
 تمام اہل حرم کسبِ استقبال کہ کی رسم سر مسدھن عزوجل
 ”اے قیدیو! اٹھو ادھر دیکھو حسین کا سر آیا ہے۔ یہ مالین کے سپہ سردار ہیں، تمام اہل حرم اٹھو اور اس
 کا استقبال کرو۔ اس سر کو معمولی نہ سمجھو بلکہ یہ سر پروردگار کی مسند کا وارث سر ہے۔“

اے عابد پیارا ذرا آنکھ کھولو، تمہاری عبادت کے لیے کائنات
 کے سردار تمہارے ہابا تشریف لائے ہیں۔
 اے سیکندہ جان! تمہارے ہابا تمہیں ملنے کے لیے آئے ہیں جن
 کی خاطر اور جن کے فراق میں تمہارے نالہ و فریاد آسمان سے
 جا گرائے۔“

اسیران اہل بیتؑ نے سر مقدس کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس اسیرہ صغیرہ
 مظلومہ کے سامنے رکھا، سر مبارک سے جب رومال ہٹایا گیا تو شہزادی نے پوچھا:
 مَا هَذَا الرَّاسُ؟ یہ سر کس کا ہے؟ کہا گیا: تمہارے ہابا کا سر ہے۔
 ایں حمال است کہ درد امن او جائے تو بود
 بر زانوئی او منزل و ماوئی تو بود
 ”یہ وہی ہے جس کے دامن میں تمہیں پیار ملتا تھا، جس کے زانو
 پر سر رکھ کر سو جاتی تھی، تیری حیات حیرت کائنات ہے جس کے
 سہارے حیرے بخت تھے۔“

بچی نے اپنے آپ کو سر مبارک کے قریب کیا اور اپنے ہابا کے رخساروں کو
 چومنا شروع کیا، کبھی رخساروں پر بوسے دیتی، کبھی پیشانی کو چومتی۔ پھر سر کو اٹھایا، اپنے
 سینے کے ساتھ لگایا۔ جب اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو اپنے ہابا کے گلے کی طرف
 لے جاتی تو بچی کے ہاتھ خون سے تر ہو جاتے۔

صاحب منتخب طریقی نے یہ روایت کی ہے:
 وَهِيَ تَقُولُ يَا أَبَتَا مَنْ ذَا الَّذِي خَضَبَتْكَ بِدُمَائِكَ؟
 ”اے ہابا جان! کس نے تیری مقدس ریش کو حیرے خون سے
 رنگین کیا؟“

يَا أَبَتَا مَنْ ذَا الَّذِي قَطَعَ وَرَيْدَكَ؟

”اے بابا جان! کس نے میرے گھوڑے مبارک کی رگوں کو قطع کیا؟“

يَا أَبَتَا مَنْ ذَا الَّذِي أَلْتَمَنِي عَلَى صِغَرِي؟

”اے بابا جان! وہ کون ظالم تھا، جس نے مجھے اس کم سنی میں

چیم کر دیا؟“

يَا أَبَتَا مَنْ لِلْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ تَكْبُرَ

”اے بابا جان! میری اس چیم بچی کا کون خیال رکھے گا، میرے

بعد میرا کون بڑا ساں حال ہوگا؟“

يَا أَبَتَا مَنْ لِلْمَسْكِينِ الْخَاسِرَاتِ؟

”اے بابا جان! ان سر پر ہند بیبیوں کی کون حفاظت کرے گا؟“

يَا أَبَتَا مَنْ لِلْأَرْوَاحِ الْمُسْتَبِطَاتِ؟

”اے بابا جان! ان تمام بیبیوں کے شوہر مارے گئے ہیں اب

ان کا سہارا کون ہوگا؟“

يَا أَبَتَا مَنْ لِلْعَيْنُونِ الْبَالِيَاتِ؟

”اے بابا جان! ان رونے والی آنکھوں کو کون تسلیاں دے گا؟“

يَا أَبَتَا مَنْ لِلشُّعُورِ الْبَنَدِجِرَاتِ؟ يَا أَبَتَا مِنْ بَعْدِكَ

وَإِخْيَبَتَا، مِنْ بَعْدِكَ وَآخِرَتَا؟

”اے بابا جان! ان خدراوتِ صحت و طہارت کی کون نگہ داری

کرے گا، جن کا لباس پھٹ چکا ہے جن کے سر کھلے ہوئے ہیں،

جن کے بال پریشان ہیں، جو وطن سے بہت دُور ہیں؟ اے بابا!

میرے بعد ہمارے بخت و محل گئے، ہماری کائنات لٹ گئی،

غریبی اور نا اُمیدی نے ہمیں چار سو گمیر لیا ہے۔

يَا أَبَتَا لِيَتَنَّى اَكُنْتُ لَكَ الْفَدَاءَ

”اے بابا جان! میری یہ بیٹی تجھ پر قربان ہو جاتی، میں تیرا عوض ہو جاتی، تو بچ جاتا۔“

لِيَتَنَّى كُنْتُ قَبْلُ هَذَا الْيَوْمِ عُمِّيًّا

”اے کاش! میری بیٹائی چلی جاتی۔“

يَا أَبَتَا لِيَتَنَّى وَسَدِّدْتُ الثَّرَى وَلَا أَرَى شَيْبَتَكَ مَكْشُوبًا بِالْمَاءِ

”اے کاش! بابا جان! آج میں قبر میں ہوتی، میری مقدس ریش کو خون میں غلٹاں نہ دیکھتی۔“

شہزادی مسلسل لوحہ پڑھتی رہی، گریہ کرتی رہی، آنسو بہاتی رہی۔ بچی اتار دئی اور اتار چلائی کبھی بندھ گئی۔ پھر شہزادی پر مرغِ بسمل کی کیفیت طاری ہوئی، کبھی سر کو دائیں طرف رکھتی، کبھی بائیں طرف، کبھی سر مبارک پر جھک جاتی، کبھی سر سے لپٹ جاتی۔ کبھی رخساروں کے بوسے لیتی، کبھی آنکھوں کے بوسے لیتی، کبھی اپنے ہاتھوں سے اپنے بابا کا خون صاف کرتی، لیکن گلے سے جو فی خون کو صاف کرتی، پھر گلوے مبارک سے تازہ خون جاری ہو جاتا۔ باقی خواتین نے اس صغیرہ کے گرد ہالہ بنا رکھا تھا، وہ بھی سب آہ و بکا میں مصروف تھیں۔ ان تمام مستورات کا گریہ و لوحہ سن کر بچی نے اپنے بابا کے مقدس سر سے خطاب کیا: ”بابا جان! مجھے بتایہ خواتین پر رُردہ کیوں آہ و بکا کر رہی ہیں۔“

بچی کے یہ کلمات سن کر اہل بیت کا گریہ اور بڑھا:

ثُمَّ إِنَّهَا وَخَعَتْ فَمِثَّا عَلَى قَبْرِ الشَّرِيفِ وَهَكَتْ طَوِيلًا

پس اس صغیرہ نے اپنے لب اپنے بابا کے لبوں پر رکھ کر زور زور سے رونا

شروع کر دیا۔

فَتَنَّاكَاهَا الرَّاسُ بَيْنَهُ إِلَىٰ آلِي هَلْتُنِي فَأَنَا لَكَ بِالْإِنْتِقَامِ
”سرمبارک سے آواز بلند ہوئی جو بچی کے کانوں میں پہنچی: اے

نور دیدہ من اجلدی آ، جلدی آ، میں تیرے انتقام میں ہوں۔“

جب یہ صدائے ہوش رُبا بچی کے کانوں میں پہنچی، بچی فشر کھا گئی، جب بچی کے جسم مبارک کو حرکت دی گئی تو معلوم ہوا اُس کی روح پرواز کر چکی ہے۔

امیران اہل بیتؑ کے نالہ و شیون بلند ہوئے، نالہ و نوحہ کی طغرائش آوازیں اتنی بلند ہوئیں جو دُور دُور تک سنی گئیں، ارد گرد کی آبادی کے لوگ گمروں کو چھوڑ کر زعمان کی طرف آئے تو ان لوگوں نے دیکھا۔ فاطمہ زہراؑ کی پیشیاں نوحہ کناں ہیں۔ اس قدر گریہ ہوا جس قدر روزِ عاشورا شہادتِ امام حسینؑ کے وقت ہوا تھا۔ ایک غسل دینے والی عورت کو لایا گیا۔ اُس نے بچی کو حنظل پر لٹایا اور غسل دینا شروع کیا۔ ادھر بیٹیاں اپنے سر و سینہ پر ماتم کر رہی تھیں۔ غسل تمام ہوا، انھی پٹے پرانے کپڑوں میں بچی کو کفن دیا گیا اور اسی جگہ زعمان میں دفن کر دیا گیا۔ جس دن اہل بیتؑ کی رہائی ہوئی اور وہ مدینہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے جب ان کے محل زعمان کے دروازے پر پہنچے تو ثانی زہراؑ نے محل سے اپنا سر نکالا اور شای عورتوں سے فرمایا:

اے شام کی عورتو! میں تمہارے درمیان ایک امانت چھوڑ کر جا رہی ہوں، احسان کرنا، کبھی کبھی اس زعمان میں چلی آتا، اس مصومہ کی قبر پر پانی چھڑک دینا اور رات کو چراغ روشن کر دینا۔

حضرت رقیہؑ کی قبر مبارک میں پانی کا داخل ہونا

بروایت منتخب التواریخ ص ۳۸۸ عالم جلیل شیخ محمد علی شامی جن کا شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے، جنہوں نے حوزہ علمیہ نجف اشرف سے فیض حاصل کیا۔

انہوں نے مجھے فرمایا کہ میری والدہ کے دادا جناب سید ابراہیم دمشقی کہ جن کے جدِ اعلیٰ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ تھے۔ شیخ محمد علی شامی نے کہا: میرے وہ بزرگوار سید ابراہیم جنہیں یہ واقعہ پیش آیا اس زمانے کی ایک محترم شخصیت تھے، اس وقت عمان کی عمر نوے سال تھی ان کی صرف تین بیٹیاں تھیں، کوئی بیٹا نہ تھا۔ واقعہ کچھ یوں ہے:

ایک رات ان کی بڑی بیٹی نے خواب میں جناب رقیہؓ بہت افسوس کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: اپنے والد سے کہو وہ شہر کے حکمران سے کہے پانی میری لحد میں داخل ہو چکا ہے، جس سے میرے بدن کو اذیت ہو رہی ہے۔ لحد اور قبر کی مرمتی کریں۔ صبح بچی نے اپنے والد کو اپنا خواب بیان کیا لیکن وہ سید اہل سنت کے خوف سے خاموش رہے اور کوئی توجہ نہ دی۔

جب دوسری رات ہوئی تو درمیانی بیٹی کو بھی وہی خواب درپیش ہوا، جو اُس سے پہلے اس کی بڑی بہن کو پیش آیا تھا۔ اُس نے اپنے والد سے بات کی لیکن پھر بھی سید متوجہ نہ ہوئے۔ جب پھر رات ہوئی تو اس سید کی سب سے چھوٹی بیٹی نے وہی خواب دیکھا اور صبح کو بیان کیا تو سید نے کوئی اثر نہ لیا۔

جب چوتھی رات ہوئی تو اس سید نے خواب میں شہزادی رقیہؓ کو دیکھا تو شہزادی نے غصے کے عالم میں فرمایا: ”تجھے کیا ہے کہ تو شہر کے عامل کو میرے امر سے خبردار نہیں کر رہا؟“

جب صبح ہوئی تو سید حاکم کے پاس گیا اور اپنا ماجرا بیان کیا۔ والی شہر نے شہر شام کے تمام سنی و شیعہ علماء و صلحا کو حکم دیا کہ وہ غسل کریں اور پاک و صاف لباس پہنیں اور اس بی بی کے حرم کے دروازے پر پہنچیں جس کے ہاتھ سے حرم کا دروازہ کھلے وہ آدی قبر کو کھولے اور جسدِ مطہر کو باہر نکالے تاکہ قبر کی مرمتی ہو۔

بزرگانِ شیعہ و سنی سب نے غسل کیا، پاک و صاف لباس پہنا۔ سب حرم کے

دروازے پر آئے اور قفل کھولنے کی کوشش کی لیکن کسی کے ہاتھ سے قفل نہ کھل سکا۔ آخر کار اسی سید کے ہاتھ میں جب چابی آئی اور اس نے چابی قفل کو لٹکائی تو قفل کھل گیا۔ لوگ اندر داخل ہوئے اور قبر کو کھولنا چاہا جب مٹی کو کھودنے کے لیے کلنگ کا استعمال کیا گیا تو کلنگ کے ضربات بے اثر رہے۔ جب وہی کلنگ سید ابراہیم کے ہاتھ میں آیا تو اس نے کام شروع کیا۔ بعد ازیں حرم کو خالی کرا لیا گیا۔ جب لحد کو کھولا گیا تو دیکھا گیا اس خمدہ کا نازنین جسم کفن سمیت صحیح و سالم ہے لیکن لحد میں پانی بھر چکا تھا۔ پس اس سید شریف نے شہزادی کے بدن مبارک کو لحد سے نکالا اور اپنے زانو پر رکھ دیا۔ ادھر قبر تیار ہونے لگی اور سید تین دن تک شہزادی کے جسم مبارک کو اپنے زانو پر رکھ کر روتا رہا۔ تیسرے دن قبر تیار ہوئی اور بچی کو لحد میں اتارا گیا۔ جب نماز کا وقت آتا تو سید شریف بچی کے جسم مبارک کو کسی پاک اور بلند چیز پر رکھ دیتے۔ جب فارغ ہوتے تو پھر اٹھا لیتے۔ اس دوران سید کو نہ بھوک لگی اور نہ پیاس نے ستایا اور نہ وہ تھکاوٹ و ضو کے محتاج ہوئے۔ جب بچی کو لحد میں اتارا تو خداوند تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ خداوند اُسے فرزند عطا فرمائے۔

اس شہزادی کی کرامت سے سید کی دعا قبول ہوئی اور اس بڑھاپے کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اُسے فرزند عطا فرمایا، جس کا نام سید مصطفیٰ رکھا گیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل عامل شہر نے سلطان عبدالحمید کو لکھی، تو سلطان نے ان تمام مراکز حرم زینبیہ و حرم رقیہ و مرقدہ شریف ام کلثوم و سیکندہ کی تولیت اس ابراہیم کے حوالے کر دی اور اس وقت ان تمام مقدس مقامات کی تولیت آقا سید ابراہیم کے پوتے سید عباس پر سید مصطفیٰ کے ذمہ ہے۔ بعد ازیں انھوں نے فرمایا: یہ واقعہ ۱۲۸۰ھ میں پیش آیا۔

یزید کے گھر میں داخلہ اہل بیتؑ

بقول نس الہوم، ص ۴۵۹، ناخ، ج ۳، ص ۱۵۸، جلاء المعجون، ص ۶۱۶،

ایک شخص اور دوسرے صاحبانِ مقال کا بیان ہے: یزید نے حکم دیا کہ سید الشہداء کا سر اس کے محل پر نصب کر دیا جائے۔ اہلِ اہل بیت کو حکم دیا کہ وہ سب اس کے گھر حاضر ہوں، جب اہل بیت اس محل میں داخل ہوئے تو دیکھا آلِ ابوسفیان کی خواتین نے اپنے اپنے زینوں پر اتار چکے اور ساتھی لباس پہنا ہے۔ جب انہوں نے اہل بیت کو دیکھا تو صدائے گریہ و نوہ بلند کیا اور اس طرح یزید کے گھر تین دن تک ماتم ہوتا رہا۔

دربارِ یزید میں زوجہ یزید کا بے پردہ آنا

عبداللہ بن حاکم کی بیٹی جس کا نام ہند تھا۔ اس وقت وہ یزید کے حرم میں داخل تھی، دربارِ یزید لگا ہوا تھا۔ یزید کے مقررین اس کے پاس بیٹھے تھے، مجمع عام تھا۔ حضرت امام حسینؑ کا مبارک سر یزید کے محل پر نصب تھا۔ اس کی بیوی ہند کو جب حقیقتِ حال کا علم ہوا تو بغیر حجاب کے یزید کی مجلس میں پہنچ گئی اور یزید سے کہا: اے یزید! تو نے کیا ظلم کر دیا حضرت فاطمہؑ دخترِ رسول اللہ کے بیٹے کا سر میرے گھر پر نصب کر دیا ہے؟

یزید فوراً اٹھا اور ایک چادر اس کے سر پر ڈالی اور اُسے واپس کیا اور کہا: اے ہند جاؤ! فرزندِ رسول اللہ پر نوحہ و زاری کرو، وہ قریش کے سردار تھے۔ ابنِ زیاد لہجہ نے اس کے معاملے میں جلدی کی حالانکہ میں نے اس کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ اس کے قتل پر راضی ہوں۔

کچھ دنوں بعد یزید نے اہل بیت کو اپنے محل میں ٹھکانہ دیا۔ دوپہر اور شام کے کھانے پر حضرت امام سجادؑ کو بلاتا اور ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھلاتا۔ بقولِ تاریخِ اہل بیتؑ پر جو حکومتی لوگ بطور نگران مقرر تھے انہیں نگرانی سے ہٹا دیا گیا۔ اہل بیت کو اپنے کام میں اختیار دے دیا گیا۔ بروایتِ نفسِ المہموم، ص ۴۶۰، بعض احباب کا بیان ہے: دمشق میں ایک مکان خالی کر دیا گیا اور اس میں اہل بیت کی رہائش کی گئی اور شام میں

کوئی ہاشمی یا قریشی جو بھی تھا، ماتی لباس پہن کر انھوں نے اہل بیتؑ کے پاس حاضری دی۔ اس طرح سات دن تک ماتم ہوتا رہا۔

کتاب ”ارشاد“ میں ہے: یزید نے حکم دیا کہ اس کے محل کے ساتھ جو مکان ہے وہاں اہل بیتؑ کو رہائش دی جائے۔ اس طرح اہل بیتؑ اس مکان میں چند روز تک رہے۔

کلمات امام سید سجادؑ در جواب منہال

جلالہ العیون، ص ۶۲۰، تاریخ، ج ۳، ص ۱۶۰، لہوف مترجم، ص ۱۹۳، انوار العمانیہ، ج ۳، ص ۲۵۲، فہم المہوم، ص ۳۵۹، ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۳۰: ایک دن حضرت امام سجادؑ بازار دمشق میں جا رہے تھے، منہال بن عمرو آپ کے پاس آیا اور کہا:

کَيْفَ اَمْسَيْتَ يَا بَنَیْ رَسُولِ اللّٰهِ

”آپؑ نے شام کیسے کی؟ باقی کیا حال ہے؟“

(انوار نعمانیہ میں ہے: کَيْفَ اَصْبَحْتَ؟) آپؑ نے فرمایا: میں نے شام اس صورت میں کی ہے جس صورت میں آل فرعون میں یواسرائیل کی شام ہوا کرتی تھی۔ فرعون ان کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو اپنا قیدی بناتا تھا۔

اے منہال! عرب غم پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمدؐ عربی ہیں اور قریش تمام عرب پر فخر کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ ان کے قبیلے کے فرد ہیں اور ہم اس نبیؐ کے اہل بیتؑ ہیں۔ ہمارے جوانوں کو قتل کر دیا گیا اور ہمیں قیدی بنا کر در بدر پھرایا جا رہا ہے، ہمارا حق غصب کر لیا گیا ہے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہیں اور صرف یہ کہہ سکتے ہیں:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۳۰ میں انوار نعمانیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل

ہوئی ہے، وہ یہ ہے: منہال کا بیان ہے، میں بازار دمشق میں کسی کام کے سلسلے میں جا رہا تھا۔ میری اچانک نگاہ امام زین العابدینؑ پر پڑی۔ آپؑ اس وقت عصا کے سہارے چل رہے تھے، میری نگاہ آپؑ کی پنڈلیوں پر پڑی۔ میں نے دیکھا آپؑ کی پنڈلیاں نہایت ہی کمزور ہو چکی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، وہ شک ہو گئی ہیں۔ ان سے خون بہہ رہا تھا، آپؑ کا جسم مبارک نہایت نحیف و زار ہو چکا تھا، آپؑ کے چہرے اور جسم پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے بے اختیار رونا آ گیا، آگے بڑھ کر عرض کیا:

يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟

میرے اس سوال پر، آپؑ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ آپؑ نے فرمایا: اس شخص کا کیا حال ہوگا جو یزید بن معاویہ ایسے آدمی کا قیدی ہو! اے منہال! ابھی تک ہماری خواتین نے جی بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ ابھی تک ان کے سروں پر چادریں نہیں ڈالی گئیں، شبانہ روز ان کا خورد و نوش، نوحہ و نالہ کے سوا کچھ نہیں۔ اے منہال! ہماری مثال وہی ہے جو غوا سرائیل کی تھی..... الخ۔

صاحب لہوف نے اس موضوع پر ہمدردی کے اشعار نقل کیے ہیں، وہ یہ ہیں:

يَعْتَلِمُونَ لَهُ أَهْوَاَ وَنَبِيْرٍ وَتَحْتَ أَرْجُلِهِمْ أَوْلَادُكَ وَضَعُوا

”عجیب امت ہے، اپنے نبیؐ کے منبر کی کڑیوں کا تو اکرام و

احترام کرتی ہے لیکن اس نبیؐ کی اولاد کو اپنے پاؤں کے نیچے جگہ

دیتے ہیں۔“

بِأَيِّ حُكْمٍ بَنُوهُ يَتَبَعُونَكَمُ وَفَعَزَّكُمْ أَنْتُمْ صَحْبَ لَهُ تَبِعُ

”یہ کون سی عدالت ہے، جس کی اتباع و پیروی کو تم اپنے آباء

اجداد کے لیے فخر سمجھتے ہو۔ اب تم اُسی کی اولاد کو کہتے ہو کہ وہ

تمہاری اتباع کریں۔“

یزید کا کشتی لڑنے کا مطالبہ

بروایت لہوف مترجم، ص ۱۹۴، نفس المہوم، ص ۴۶۱، تاریخ، ج ۲، ص ۳۲۳، ج ۳، ص ۱۶۰، جلاء العیون، ص ۶۲۰: ایک دن یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام کو اور عمرو بن امام حسن کو دربار میں طلب کیا۔ امام حسنؑ کے اس شہزادے عمرو کی عمر گیارہ سال تھی۔ جب یزید کی نگاہ جناب عمرو پر پڑی تو عمرو سے کہا: کیا تم میرے بیٹے خالد کے ساتھ کشتی لڑو گے؟

جناب عمرو نے فرمایا: کشتی سے کیا حاصل ہوگا اگر تو ہماری شجاء کا امتحان کرنا چاہتا ہے، تو ایک چھری مجھے لادے اور ایک چھری خالد کو دے دے۔ پھر ہم لڑیں گے اور تجھے ہماری شجاعت کا علم ہو جائے گا۔

یزید نے یہ سن کر کہا: جی ہاں تمہیں یہ شجاعت میراث میں ملی ہے۔

یزیدی خطیب کا خطبہ

بروایت لہوف مترجم، ص ۱۸۷، منتخب طریخی، ص ۴۹۶، جلاء العیون، ص ۶۱۳، نفس المہوم، ص ۴۳۹، ابن نما، ص ۱۰۲، بحار، ج ۴۵، ص ۱۳۷، تاریخ، ج ۳، ص ۱۶۱، عقل ابی جعفر، ص ۱۹۳: ان تمام صاحبانِ مقاتل نے روایت کی ہے: یزید اگرچہ بظاہر نادم و پریشان تھا اور ظاہری طور پر تو اہل بیتؑ کا احترام و اکرام کرنے لگا تھا لیکن اس کا خبث باطن اُسے مجبور کرتا تھا کہ جب بھی موقع ہاتھ میں آئے اہل بیت کو بغیر اذیت دیے نہ چھوڑے۔

ایک دن یزید نے امام سجاد علیہ السلام کو جامع مسجد میں بلایا اور اپنے پہلو میں دے دی، اپنے خطیب کو حکم دیا کہ وہ منبر پر جائے اور آلِ ابوسفیان کے مناقب بیان کرے اور امام علی علیہ السلام اور امام حسینؑ کی مذمت کرے۔

درباری خطیب منبر پر گیا۔ اُس سے جتنا ہوسکا آل ابوسفیان کی تعریف کی اور آل علی کے حق میں گستاخیاں کیں۔ امام سجادؑ برداشت نہ کر سکے اور خطیب کو آواز دی:

وَيْلَكَ أَيُّهَا الْخَاطِبُ : اِسْتَعْنَيْتَ مَرْضَاةَ الْمَخْلُوقِ بِسُخْطِ
الْمَخَالِقِ قَتَبُوْهُ مَقْعَدَكَ مِنَ النَّارِ

”اے خطیب تجھ پر غصوں اتونے بدوں کی خوشنودی کے حصول کے لیے اللہ کی ناراضگی کو اختیار کیا ہے۔ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا ہے۔“

پھر آپؑ نے یزید کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: اے یزید! مجھے اجازت دے میں اس منبر پر جاؤں اور چند باتیں کروں جن میں اللہ کی رضا ہو اور ان حاضرین کو اجر ملے۔
بقول ناخ: یزید نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ امام سجادؑ منبر پر جائے لیکن اس وقت مسجد میں جہاں اہل شام موجود تھے، وہاں گرد و نواح کے لوگ بھی موجود تھے، ان تمام لوگوں نے پسند کیا کہ یہ ہاشمی نوجوان منبر پر جائے اور وہ خطاب کرے اور وہ سب اس کا خطاب سنیں۔

وہ سب یزید کی طرف مخاطب ہوئے: اے امیر المومنین! کوئی حرج نہیں ہوگا، اجازت دے تاکہ ہاشمی نوجوان منبر پر جائے اور تقریر آل ابوسفیان کی فضیحت کی کوئی بات نہ کرے۔ اے یزید یہ نوجوان بچہ کیا کر سکتا ہے اور اسے کیا آتا ہوگا اور وہ کیا کہہ سکے گا؟

یزید نے کہا: اِنَّهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ قَدْ نَرَقُوْهُ الْعِلْمَ نَرَقًا ”یہ نوجوان اہل بیت کا فرد ہے انھیں علم اس طرح بھرا جاتا ہے، جس طرح پرندے اپنے بچوں کو دانہ بھرتے ہیں۔“ جب ہر طرف سے اصرار بڑھا تو یزید نے بہ جبر واکراہ اجازت دی۔

لیکن کامل بہائی، ج ۲، ص ۲۹۹ نے کچھ تفاوت کے ساتھ روایت کی ہے: امام زین العابدینؑ نے یزید سے کہا: مجھے اجازت دے تاکہ جمعہ کے دن میں خطبہ دوں گا۔

یزید نے کہا: ٹھیک ہے، جب محمد کا دن ہوا تو یزید نے ایک فصیح و شوخ خطیب کو حکم دیا کہ وہ منبر پر جائے، جس طرح ہو سکے، علی و حسین کی شان میں گستاخیاں کرے اور ان کے مخالفین کی تعریف و ستائش کرے۔

جب وہ خطیب منبر پر گیا تو اس نے اپنی پوری توانائی استعمال کی جو کچھ اس سے بن سکا عوام کے سامنے پیش کیا۔ جب اس نے اپنی گفتگو ختم کی تو امامؑ نے فرمایا: اب مجھے اجازت دے تاکہ میں خطاب کروں۔ اس ملعون کو ندامت و پشیمانی حاصل ہوئی۔

کہا: اجازت نہیں ہے۔ لوگوں کا اصرار بڑھا لیکن وہ نہ مانا۔ آخر یزید کے بیٹے معاویہ نے کہا: بابا جان! یہ نوجوان ہے، اسے اجازت دیں، اُسے کیا آئے گا۔ وہ کیا خطاب کر سکتا ہے؟ اس کے خطاب سے کیا ہوگا؟

یزید نے کہا: تمہیں معلوم نہیں ہے، اس کے خاندان کو علم و فصاحت میراث میں ملی ہے۔ مجھے خوف ہے اس کے خطاب سے انقلاب آ سکتا ہے۔
آخر کار یزید نے امام سجادؑ کو خطاب کی اجازت دے دی۔

حضرت امام سجادؑ کا تاریخی خطبہ

حضرت امام سجادؑ دارِ منبر سلونی منبر پر آئے۔ اہل شام اور شام کے دور و نزدیک کے لوگ سب حاضر تھے۔ دمشق کی جامع مسجد کچھ بھری ہوئی تھی، سب نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر امامؑ کی طرف دیکھا، اپنے کالوں کو امامؑ کی گفتگو پر مرکوز کیا۔ آپؑ نے سب سے پہلے خداوند تعالیٰ کی حمد و تعریف کی، پھر حضرت محمدؐ علیہ السلام اور ان کی آل پر درود بھیجا، پھر آپؑ نے اپنے خطبہ کا آغاز کیا:

اٰیُّهَا النَّاسُ اَعْطَيْنَا سِتًّا، وَفَضَّلْنَا بِسَبْعٍ، اَعْطَيْنَا الْوَلَمَّ
وَالْوَلَمَّ وَالسَّخَاةَ، وَالْفَصَاةَ، وَالشَّجَاعَةَ، وَالْمُحَبَّةَ فِي

قُلُوبَ الْمُؤْمِنِينَ وَفُضِّلْنَا بِأَنَّ مِنَّا النَّبِيَّ الْمُخْتَارَ مُحَمَّدٌ،
وَمِنَّا الصِّدِّيقُ وَمِنَّا الْعَلِيُّ ، وَمِنَّا أَسَدُ اللَّهِ وَأَسَدُ
رَسُولِهِ، وَمِنَّا سِبْطُ هَذِهِ الْأُمَّةِ، مَن عَرَفَنِي فَقَدْ
عَرَفَنِي وَمَن لَّمْ يَعْرِفَنِي أَنْبَأْتُهُ بِحَسْبِي وَنَسْبِي، أَيُّهَا
النَّاسُ أَنَا ابْنُ مَكَّةَ، وَمَعْنَى أَنَا ابْنُ نَهْرٍ مَزْمَرٍ وَصَفَاءُ، أَنَا ابْنُ
مَن حَمَلَ الرُّكْنَ بِأَطْرَافِ الرِّكَاءِ أَنَا ابْنُ خَيْرٍ مِّنَ التَّكْرَرِ
وَارْتِدَى، أَنَا ابْنُ خَيْرٍ مِّنَ ائْتَمَلَّ وَاحْتَفَى، أَنَا ابْنُ خَيْرٍ
مِّنَ طَافَ وَسَعَى، أَنَا ابْنُ خَيْرٍ مِّنَ حَكَمَ وَلَتَى، أَنَا ابْنُ
مَن حُولَ عَلَى الْبَرَاقِ فِي الْهَوَاءِ، أَنَا ابْنُ مَن أُسْرِى مِن
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، أَنَا ابْنُ مَن بَلَغَ
بِهِ جَبْرِئِيلُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى، أَنَا ابْنُ مَن دَنَى
فَتَدَنَى، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى، أَنَا ابْنُ مَن صَلَّى
بِمَلَائِكَةِ السَّمَاءِ، أَنَا ابْنُ مَن أَوْحَى إِلَيْهِ الْجَبَلُ مَا
أَوْحَى، أَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى، أَنَا ابْنُ عَلِيٍّ الْمُرْتَضَى،
أَنَا ابْنُ مَن ضَرَبَ خَوَاطِيمَ الْخَلْقِ حَتَّى قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ، أَنَا ابْنُ مَن ضَرَبَ بَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللَّهِ بِسَيْفَيْنِ
وَطَعَنَ بِرُمَحَيْنِ، وَهَاجَرَ الْهَجْرَتَيْنِ، وَبَايَعَ الْبَيْعَتَيْنِ،
وَقَاتَلَ بِبَدْرٍ وَخَنْدِيقٍ، وَلَمْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ، أَنَا
ابْنُ صَالِحِ الْمُؤْمِنِينَ، وَوَارِثِ النَّبِيِّينَ، وَقَامِعِ
الْمُلُوحِدِينَ، وَيَغْشُوبِ الْمُسْلِمِينَ، وَنُورِ الْمُجَاهِدِينَ،
وَتَرْبِيعِ الْعَابِدِينَ، وَتَاجِ الْبَكَايَيْنِ، وَأَصْبَرِ الصِّبْرَيْنِ،

وَأَفْضَلِ الْقَالِيَةِ ، مِنْ آلِ يَسَّ رَسُولِ رَبِّ الطُّلُوعِ ،
أَنَا ابْنُ الْمُؤَيَّدِ بِحَبْلِ لَيْلٍ ، الْمَنْصُورِ بِوَيْكَائِيلٍ ، أَنَا
ابْنُ الْمُحَامِي عَنْ حَرَمِ الْمُسْلِمِينَ وَقَاتِلِ الْمَارِقِينَ ،
وَالنَّاصِرِينَ ، وَالْقَائِمِينَ ، وَالْمُجَاهِدِ أَهْلَهُ النَّاصِحِينَ ،
وَأَفْخَرِ مَنْ مَشَى مِنْ قُرَيْشِ أَجْمَعِينَ ، وَأَوَّلِ مَنْ أَجَابَ
وَأَسْتَجَابَ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ، وَأَوَّلِ السَّابِقِينَ
وَقَاصِمِ الْمُتَعَدِّينَ وَمُيَبِّدِ الْمُشْرِكِينَ ، وَسَهْمِ عَنْ مَرْمَى
اللَّهِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ ، وَلِسَانِ حِكْمَةِ الْعَابِدِينَ ، وَنَاصِرِ
دِينِ اللَّهِ ، وَوَلِيِّ أَمْرِ اللَّهِ ، وَيُسْتَنَانِ حِكْمَةِ اللَّهِ ، وَحَبِيبَةِ
عِلْمِهِ مَسْنُونٍ ، سَخَى بِهِ بِهَلُولِ تَرْكِي ، أَبْطَحَنِي رَضِي
وَقَدَّامَ ، هُبَامَ ، صَابِرَ صَوَامٍ ، مُهَذَّبَ قَوَامٍ قَاطِمٍ
الْأَضْلَابِ ، وَمُقَرَّبِ الْأَحْرَابِ ، أَرْلَطَهُمْ عَنَانًا ، وَاشْتَهُمَ
جَنَانًا وَأَمْضَاهُمْ عَزِيمَةً وَأَشَدَّهُمْ شَكِيمَةً ، أَسَدَ بَاسِلٍ
يَطْحَنُهُمْ فِي الْحُرُوبِ إِذَا دَلَقَتِ الْأَيْسَنَةُ وَقَرَبَتِ الْإِغْصَنَةُ
طَحْنُ الرَّحَى ، وَيَنْدُوهُمْ فِيهَا ذُرُؤُ الرِّيحِ الْهَشِيمِ لَيْثِ
الْحِجَابِ وَكَنْشِ الْعِرَاقِ مَكِّي مَدَنِي ، خَيْفِي ، حَقِيقِي ،
بَذَوِي ، أَحْلِي ، شَجَرِي ، مُهَاجِرِي ، مِنَ الْعَرَبِ سَيِّدَهَا ،
وَمِنَ الْوَحَا لَيْقَهَا ، وَارِثُ الْمَشْعَرِينَ ، وَأَبُو السَّبْطَيْنِ
الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ، ذَاكَ جَدِّي عَلَى بَنِي أَبِي طَالِبٍ ، ثُمَّ
قَالَ أَنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ ، أَنَا ابْنُ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ ، أَنَا
ابْنُ خَدِيجَةَ الْكُبْرَى ، أَنَا ابْنُ الْمُقْتُولِ ، أَنَا ظَلَمَاءُ ، أَنَا

إِنَّ الْمَجْرُورِ الرَّأْسِ مِنَ الْقَفَا ، أَنَا ابْنُ الْعَطَّاقِ حَتَّى
قَضَيْتُ أَنَا ابْنُ طَرِيمٍ كَرَبَلَا ، أَنَا ابْنُ مَسْلُوبِ الْوَعْدَةِ
وَالرَّدَاوِ ، أَنَا ابْنُ مَنْ بَكَتْ عَلَيْهِ مَلَائِكَةُ السَّيِّئِ ، أَنَا
ابْنُ مَنْ نَاحَتْ عَلَيْهِ الْجَنُّ فِي الْأَرْهَضِ وَالطَّيْرِ فِي
الْهَوَاءِ أَنَا ابْنُ مَنْ رَأَسَتْهُ عَلَى السِّنَانِ يُهْدِي أَنَا ابْنُ مَنْ
حَرَمَتْهُ مِنَ الْوَرَقِ إِلَى الشَّامِ تُسْنِي .

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَلَهُ الْحُكْمُ إِنِّي تَلَانَا أَهْلَ
الْبَيْتِ بِبَلَاءٍ حَسَنٍ ، حَيْثُ جَعَلَ رَأْيَةَ الْهُدَى وَالْعُدْلِ
وَالنُّقْطَى فِينَا وَجَعَلَ رَأْيَةَ الضَّلَالَةِ وَالرَّدَى فِي غَيْرِنَا

”اے لوگو! ہم وہ ہیں، جس میں چھ چیزیں عطا کی گئی ہیں اور سات
چیزوں سے ہمیں کائنات پر برتری دی گئی ہے۔ ہمیں حکمت و
دانش، حلم و بردباری، حسن و جمال، فصاحت و شجاعت اور مومنین
کی محبت عطا ہوئی۔

وہ فضائل جو ہمارے پاس ہیں، کسی اور کے پاس نہیں۔
نبی احمد مختار ہم سے ہیں، صدیق اکبر حیدر کز اڑ ہم سے ہیں،
(حلم بردار) رسول جعفر طیار ہم سے ہیں۔ اسد اللہ ولید رسول
ہم سے ہیں۔ سبط اُمت فرزند ابی خنیس^② ہم سے ہیں۔

اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے، جو نہیں جانتا میں اُسے
بتانا چاہتا ہوں کہ میرا حسب نسب کیا ہے؟

اے لوگو! میں فرزندِ ملکہ و منی ہوں، میں فرزندِ رحم و صفا ہوں،

میں اُس کا فرزند ہوں، جس نے حجر اسود کو اپنے مقام پر رکھا۔^①
میں اُس کا فرزند ہوں، جو تمام بخا آدم سے افضل بھی ہے، اعلیٰ
بھی ہے۔ میں اُس کا فرزند ہوں جو ہر صاحب نعل اور برہنہ پا
کا ستید و مردار ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جو ہر طواف کرنے
والے سے بہتر، ہر سعی کرنے والے سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ میں
اُس کا فرزند ہوں جو تمام حجاج اور بکیہ ادا کرنے والے کا آقا و
مولا ہے۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جس نے براق پر سوار ہو کر کرات ساوی
کے صدیوں پر مشتمل مسافوں کو لکھوں میں طے کیا۔ میں اُس کا
فرزند ہوں جو صاحب معراج ہے، جو رات کو مسجد حرام سے چلا
اور مسجد اقصیٰ پر منزل کی۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جو جبریل امین کی ہر اسی میں سدرۃ
البتھیٰ تک پہنچا، میں اُس کا فرزند ہوں جس کی منزلت کبھی دنیٰ
فقدانی ہے اور کبھی فککان قَاب قَوْسَینِ اَوْ اَذُنِی ہے۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جس کی امامت میں ملائکہ آسمانی نے نماز
ادا کی، میں اُس کا فرزند ہوں، جس کی طرف رب جلیل نے
حالم معراج میں وحی فرمائی اور جو وحی فرمائی۔

میں محمد مصطفیٰ کا فرزند ہوں، میں علی مرتضیٰ کا فرزند ہوں، میں
اُس کا فرزند ہوں، جس نے شمشیر آبدار سے کفر و شرک کی ناک کو
رگڑا، وہی کفر و شرک جس کے خوف سے پکارا تھا: لا الہ الا اللہ

① اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جو حجر اسود کو دیوار کعبہ میں نصب کرنے کا مرحلہ آیا تھا تو قریب حق قریش
میں بھڑک اٹھا اور جانے تو اس مسئلہ کو خیر اکرم علیہ السلام نے بشت سے قبل حل کیا تھا۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جس نے دو گواروں اور دو نیزوں^① کے ساتھ جہاد کیا اور کفر و شرک کا صفایا کیا۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جس کو دو جہروں^② کا قرآنی تمغہ ملا۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جس کو دو ہتھوں^③ کا اعزاز ملا۔ میں اُس

کا فرزند ہوں، جو قلعہ بدر بھی ہے اور قلعہ خنین بھی ہے۔ میں

اُس کا فرزند ہوں، جس نے لمحہ بھر بھی اللہ کا انکار نہیں کیا۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جو مومنوں کا امیر ہے، میں اُس کا فرزند

ہوں، جو انبیاء کا وارث ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جس نے

کفر و الحاد کو چڑوں سمیت اکھاڑ پھینکا۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جو اہل اسلام کا سلطان ہے۔ میں اُس کا

فرزند ہوں، جو مجاہدین کی آنکھوں کی روشنی ہے۔ میں اُس کا

فرزند ہوں، جو عابدین کی عبادت کی زینت ہے۔ میں اُس کا

فرزند ہوں، جو خوفِ ربانی میں رونے والوں کا سر تاج ہے۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جو صبر و شکر میں اپنا جانی نہیں رکھتا۔ میں

اُس کا فرزند ہوں، جو بندگی و عبادت میں آلِ یسین کا فخر ہے۔

میں اُس کا فرزند ہوں جس کی تائید جبرائیلؑ نے اور نصرت

میکائیلؑ نے کی۔ میں اُس کا فرزند ہوں جس نے اسلام کی

پاسبانی کی۔

① دو گواروں اور دو نیزوں سے مراد یہ ہے کہ آپ نے رسولِ اسلام کی زندگی میں حویلی کے تحت گوار و نیزہ اٹھایا تھا اور رسولِ اسلام کے بعد تابعی قرآن کے تحت گوار و نیزہ اٹھایا اور تابعین، تابعین اور تابعین سے جنگ کی۔

② دو ہتھ: مکہ سے شعب الہی طالب اور مکہ سے مدینہ۔ ③ دو ہتھ: بیت مکہ و بیت شجرہ۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جس نے خوارج کو بیخ و بن سے نکال
پھینکا۔ میں اُس کا فرزند ہوں، جس نے اہل بغاوت کی بغاوت
کو کچل ڈالا۔ میں اُس کا فرزند ہوں، جس نے میدانِ صفین
میں منافقین کا صفایا کیا۔ وہ فخر قریشِ عرب ہیں۔ قریش کے ہر
فرد سے بہتر و برتر ہیں۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جس نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی آواز
پر لبیک کہا۔ میں اُس کا فرزند ہوں، جو اپنے اسلام پر سبقت
رکھنے والا ہے۔ میں اُس کا فرزند ہوں، جس نے سرکشوں کے
سرود کو کچلا۔ میں اُس کا فرزند ہوں، جس نے مشرکین کو درہم
برہم کیا۔ میں اُس کا فرزند ہوں، جو اللہ کے تیردوں میں سے تیر
تھے جس کا ہدف منافقین تھے۔

وہ عابدین کی حکمت کے لسانی تھے۔ وہ ناصرِ دین اللہ تھے۔ وہ
دلی امر اللہ تھے، وہ بستانِ حکمت اللہ تھے۔ وہ غنیمتِ علم اللہ تھے وہ
بحرِ جود و سخا تھے، وہ صفتِ اللہ تھے، وہ جامعِ جمعِ کمال و صفات
تھے، وہ ذکی تھے، اہلِ بی ① تھے، رضی ② تھے، وہ مقدم ③ تھے،
نہام ④ تھے، صابر تھے، صدام تھے، وہ مہذب تھے، توام ⑤
تھے۔ قاطعِ اصلاب تھے، مفرقِ احزاب تھے۔ جو ثابتِ اقدام
تھے، عزم میں ہرگز کمزور نہ تھے۔ وہ جھکنے والے تھے نہ کہنے والے تھے۔
وہ شیرِ پوٹ شجاعت تھے۔ جب نیزہ برداروں کی جماعت اُن پر
حملہ آور ہوتی اور گھڑسواروں کے گروہ درگروہ اُس پر اپنا گھبرا

① اہل بی: بلحاظ منسوب (دلی کی) ② رضی: رضی بقضا۔ ③ مقدم: ہر شخص میں پہلی قدم۔
④ نہام: بلحاظ بادشاہ، بہانہ آبی و سردار۔ ⑤ توام: عظیم امور سلطنت و معاشرہ۔

نک کر کے اپنی خون آشام نگاروں کے وار کرتے تو وہ انہیں اس طرح اپنے تابوتوں و محلوں کے ساتھ ہیں کر رکھ دیتے تھے، جیسے چلی گھوم کر گندم کے دانوں کو ہیں کر رکھ دیتی ہے، وہ مردانہ شجاع کی کثرت اور ان کی جوانی جنگی طاقت اور ان کے جوش و دلولوں کو اس طرح نکیر دیتے تھے، جس طرح حیر آندھیاں بھوسے کے ڈبیر کو فضاؤں میں نکیر دیتی ہیں۔

میں اس کا فرزند ہوں جس کی بیعت و شجاعت پر اہل حجاز نازاں ہیں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی سیادت و قیادت پر اہل عراق شاداں و فرحان ہیں، وہ ملکی ہیں، مدنی ہیں۔ خلی^① ہیں، خلی^② ہیں، بدری ہیں، اُحدی ہیں، فہری ہیں۔

وہ تمام مہاجرین عرب کے آقا و مولیٰ ہیں، میدان کارزار میں بڑھ چڑھ کر حملے کرنے والے ہیں، وہ وارث مشرین^③ ہیں، ابوسطلین (الحسن و الحسین) ہیں۔ بچی میرے دادا علی ابن ابی طالب ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: میں فرزند فاطمہ زہرا ہوں، میں فرزند سیدہ نساء عالمین ہوں، میں ملیکہ العرب خدیجہ الکبریٰ کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں، جو کشتہ^④ ظلم و جفا ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو مذہب من القضا^⑤ ہے۔

① خلی: بہہ خیف سے نسبت دی گئی ہے، بہہ خیف مٹی میں ہے۔

② مشرین: مشر الحرام اور مٹی کو کہتے ہیں۔

③ پشتوں کو مستحق کرنے والے معیار و کوئی۔

④ میدان جنگ میں حملہ آوروں کو حرق کرنے والے۔

میں اُس کا فرزند ہوں جس نے وقت شہادت کہا: اَنَا عَطَشَانٌ۔
میں اُس کا فرزند ہوں، جس کو خون میں نہلا کر بے گور و کفن چھوڑ
دیا گیا۔ میں اُس کا فرزند ہوں، جس کے بدلہ مبارک کو لوٹا
گیا۔ میں اُس کا فرزند ہوں، جس پر زمین پر جنوں نے اور
فضاؤں میں پرندوں نے فوج و عہدہ کیا۔

میں اُس کا فرزند ہوں، جس کے سر کو ٹوک شان پر بلند کیا گیا، میں
اُس کا فرزند ہوں جس کے اہل بیت کو کوفہ و شام کا قیدی بنایا گیا،
اے لوگو! وہ معبود برحق بلند و بالا ہے۔ تمام حمد و ثنا اُسی کے لیے
ہے۔ اُس ذات نے اپنے رسول کے اہل بیت کا احسن طریقے
سے احسان لیا ہے، ہمیں اُس ذات نے اپنی ہدایت، مدد اور
تقویٰ کا پرچم قرار دیا ہے۔“

صاحبِ نفسِ المہوم نے کامل بھائی کے حوالے سے روایت کی ہے: جب
وارث منبر سلونی خطبہ دے رہے تھے، جب آپؑ نے اَنَا اَنَا کا پُر فصاحت انداز اپنایا تو
جامع مسجد دمشق اپنے اژدہام کے ساتھ بٹنے لگی، حاضرین کی ڈھانسیں نکل گئیں، لوگ
دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ مسجد میں کھرام برپا تھا۔ ہر دل داغ دار تھا، نالہ و فریاد کا
سماں بندھ گیا۔ بڑبڑانے والیں بائیں سامنے دیکھا تو مار گزیدہ کی طرح تڑپنے لگا۔ اُس
نے بدترین خوف محسوس کیا کہ کہیں یہی اژدہام اُنھ کے اس پر اس کی دنیا تاریک نہ
کر دے تو مؤذن کی طرف چھا، فوراً اذان کہی^① تاکہ علم کا اُبلتا ہوا چشمہ خاموش
ہو جائے اور منبر سلونی کے وارث کے خطاب کو روک دیا جائے۔

مؤذن گل دستہ اذان پر آیا اور اللہ اکبر کی صدا لگائی۔

① خدا جانے نماز کا وقت تھا یا وقت سے پہلے نماز کے لیے سرکاری مؤذن نے حاکم کے حکم پر اذان دے

امام اخطاب نے فرمایا: کوئی چیز خداوند تعالیٰ سے بڑی نہیں ہے۔
جب مؤذن نے کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَوَّابٌ نے فرمایا: میرا گوشت
دوست گواہی دیتا ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔
جب مؤذن نے کہا: أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ۔ پیار امام نے بالائے
منبر یزید کی طرف منہ کیا اور فرمایا: اے یزید! یہ بتا یہ ”محمد“ جس کا نام اذان میں ہے
اور مؤذن کہہ رہا ہے، یہ میرا نانا ہے یا تیرا؟ اگر تو اپنا نانا کہے تو تو نے جھوٹ بولا اور کفر
کیا۔ اگر تو کہے کہ محمد میرا نانا ہے تو تو پھر بتا اس محمد کی حرمت کو کیوں قتل کیا؟
یزید کے پاس امام کے اس سوال کا جواب نہ تھا اور نہ جواب دیا۔
چونکہ مؤذن اذان و اقامت مکمل کر چکا تھا یزید جماعت میں شامل ہو گیا اور نماز
عمر ادا کی۔

مکتب ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۲۹ نے کہا ہے: ایک مختل مظلومہ میں جو
الفاظ درج ہیں وہ یہ ہیں:

ثُمَّ بَكَى وَرَمَى الْعِمَامَةَ مِنْ رَأْسِهِ بِهَا إِلَى الْمُؤَذِّنِ
امام حجاز نے اپنے سر مبارک سے عمامہ اتارا اور مؤذن کی طرف پھینکا اور فرمایا:
اے مؤذن! تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں، چند دقیقہ کے لیے اذان میں توقف کر، مؤذن نے
توقف کیا، امام نے یزید کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے یزید! یہ بتا ”محمد“ تیرے نانا
ہیں یا میرے؟ اگر تو انھیں اپنا نانا کہے تو تو نے جھوٹ بولا، تمام لوگ تمھیں جھوٹا کہیں
گے۔ اگر محمد میرے نانا ہیں تو پھر تو بتا فرزندِ پیغمبر کو کیوں قتل کیا؟ اور مجھے کیوں جیم کیا؟
یزید نے کوئی جواب نہ دیا اور کہا: لَا حَاجَةَ لِي فِي الصَّلَاةِ ”مجھے نماز کی
ضرورت نہیں“ آخر نماز پڑھے مسجد سے باہر نکل گیا۔ امام منبر سے نیچے اتر آئے۔ تمام
لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور آپ سے معذرت کرنے لگے۔

خطبہ دیگر

بحار ج ۳۵، ص ۱۷۲، عوام، ج ۱۷، ص ۳۰۹ میں کتاب احمر کے حوالے سے

روایت موجود ہے۔ اس روایت کے راوی اوزاعی کا بیان ہے: جس دن امام زین العابدینؑ کو سید الشہداء کے سر کے ساتھ شام لایا گیا تو بڑے نے اپنے ایک مبلغ خلیب سے کہا کہ اس نوجوان کا ہاتھ پکڑ اور منبر کے قریب بٹھا اور خود منبر پر جا کر لوگوں کو بتا کہ اس کا دادا اور والد کس طرح اپنی رائے میں (نحوہ ہالہ) نے تھے اور حق و حقیقت سے دور تھے اور ہمارے اوپر کتنے مظالم ڈھائے۔ خلیب منبر پر گیا، ہر قسم کی بڑائی کی نسبت ان اعلیٰ ہستیوں کی طرف دی۔

پس جب خلیب نے منبر چھوڑا تو امام علی بن الحسینؑ کھڑے ہوئے، خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور غمخیز پر درود و سلام بھیجا، پھر فرمایا:

مَعَاشِرَ النَّاسِ مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي ، وَمَنْ لَمْ
يَعْرِفَنِي فَأَنَا أَعْرِفُهُ نَفْسِي: آتَا ابْنُ مَكَّةَ وَمَنْعَى، آتَا
الْمَرْوَةَ وَالصَّفَاءَ، آتَا ابْنُ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى، آتَا ابْنُ مَنْ لَا
يَخْفَى، آتَا ابْنُ مَنْ هَلَا فَلَسْتُ غَلَا، فَجَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهِى،
وَكَانَ مِنْ رَبِّهِ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى، آتَا ابْنُ مَنْ صَلَّى
بِمَلَائِكَةِ السَّمَاءِ مَنَعَى، آتَا ابْنُ مَنْ أَشْرَى بِهِ مِنْ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، آتَا ابْنُ عَلَى
الْمُرْتَضَى، آتَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ، آتَا ابْنُ حَبِيبَةَ
الْكُبْرَى، آتَا ابْنُ الْمُقْتُولِ ظُلْمًا، آتَا ابْنُ الْمَجْرُورِ
الرَّاسِ مِنَ الْقَقَاءِ، آتَا ابْنُ الْعَطَّاشِ حَتَّى قَضَى، آتَا ابْنُ
طَرِيحٍ كَرَبَلَاءِ، آتَا ابْنُ أَسْلُوبِ الْوَعَامَةِ وَالزَّكَاةِ، آتَا ابْنُ

مَنْ بَكَتْ عَلَيْهِ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ، أَنَا ابْنُ مَنْ نَاحَتْ
عَلَيْهِ الْجَنُّ فِي الْأَرْضِ وَالطَّيْرُ فِي الْهَوَاءِ، أَنَا ابْنُ مَنْ
رَأَسَهُ عَلَى السِّنَانِ يُهْدَى، أَنَا ابْنُ مَنْ حَرَمَهُ مِنَ
الْعِرَاقِ إِلَى الشَّامِ تُسَلَّى، أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَلَهُ
الْحَمْدُ إِنَّمَا أَهْلُ الْبَيْتِ بِبِلَاءٍ حَسَنٍ، حَيْثُ جَعَلَ
رَأْيَهُ الْهُدَى وَالْعَدْلُ وَالنُّقْطَى فِينَا، وَجَعَلَ رَأْيَهُ
الضَّلَالَةَ وَالرَّدَى فِي غَيْرِنَا فَضَلَّمْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ بِسَبِّ
خِصَالٍ: فَضَلَّمْنَا الْوَلَمَ، وَالشَّجَاعَةَ وَالسَّاعَةَ وَالْمُحِبَّةَ،
وَالْمُحَلَّةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَتَيْنَا مَا لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ مِنَ
الْعَالَمِينَ مِنْ قَبْلِنَا فِينَا مُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَتَنْزِيلِ
الْكِتَابِ.

قَالَ: لَمْ يَفْرَغْ حَتَّى قَالَ الْمُؤْمِنُونَ: اللَّهُ أَكْبَرُ (فَقَالَ
عَلِيٌّ: اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا فَقَالَ الْمُؤْمِنُونَ) أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ عَلِيٌّ: أَشْهَدُ بِهِ تَفْهَمُ بِهِ.

قُلْنَا قَالَ الْمُؤْمِنُونَ: أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ
عَلِيٌّ: يَا زَيْدُ هَذَا جَدِّي أَوْ جَدُّكَ؟ قُلْتُ: جَدُّكَ
فَقَدْ كَذَّبْتَ، وَإِنْ قُلْتُ جَدِّي قُلْنَا قَتَلْتَ أَبِي وَسَيِّئْتَ
حَرَمَهُ وَسَيِّئْتَنِي؟ ثُمَّ قَالَ: مَعَاشِرُ النَّاسِ: هَلْ فِينَكُمْ مَا
أَبُوهُ وَجَدُّهُ رَسُولُ اللَّهِ؟ فَعَلَّتِ الْأَصْوَاتُ بِالْبُكَاءِ

(اس دوسرے خطبے کا ترجمہ پہلے خطبے کے ضمن میں موجود ہے۔
اس خطبہ اور پہلے خطبہ میں کہیں کہیں کچھ الفاظ کا تفاوت ہے)

حضرت سیکنہ کا خواب

مقتل منتخب م ۴۹۴، مفتح الاحزان للکن نما، م ۱۰۴، مقتل مشرجم، ابی خضف، م ۱۹۱، بحار ج ۴۵، م ۱۹۴، عوالم، ج ۱۷، م ۴۶۰، مختصر الآمال، م ۳۱۷، فہم المہوم، م ۴۵۳، انوار الہمامیہ، ج ۳، م ۴۵۴، جلاء الہیون، م ۶۱۷، اسرار المشافہۃ، م ۵۱۵، ریاض القدس، ج ۲، م ۳۲۲، ستون ۲، تاریخ، ج ۳، م ۱۶۸، ان تمام صاحبان نے اس روایت کو نقل کیا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ کہیں کچھ تفاوت ہے۔

جناب مگر کا بیان ہے یہ ان دنوں کا بیان ہے: جب یزید اہل بیت کے حق میں نرم ہو چکا تھا اور بہتر سلوک کر رہا تھا۔ تو ایک دن حضرت سیکنہ نے یزید سے فرمایا: کل رات میں نے خواب میں دیکھا ہے اگر تم چاہو تو سنا دوں؟

یزید نے کہا: ہاں سناؤ۔
جناب سیکنہ نے فرمایا: کل رات میں دیر تک نماز و دعا میں مصروف رہی اور رات کا ایک حصہ بیدار رہی۔ کثرت گریہ کی وجہ سے بہت تھک چکی تھی۔ اس دوران مجھے نیند آگئی تو میں نے عالم خواب میں دیکھا: آسمان کے دروازے اچانک کھل گئے۔ آسمان سے زمین تک نور ساطع ہے۔

صاحب جلاء الہیون کے بقول بہشت سے کثرت کے ساتھ حوریں آسمان سے زمین کی طرف آئیں، میں نے ناگاہ ایک بہت بڑا باغ دیکھا جو نہایت ہی سرسبز تھا، اس میں کجور کے درخت تھے اور مختلف قسم کے پھول مہک رہے تھے۔ اس باغ کے درمیان میں ایک بہت بڑا محل تھا جو بہت بلند اور خوبصورت تھا، پھر میرے سامنے پانچ نورانی بزرگوار آئے، جو اس محل میں داخل ہو گئے۔ اس دوران میں نے ایک حور سے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ تو اُس نے کہا: یہ محل تمہارے بابا کا ہے۔ میں نے پوچھا: پانچ بزرگوار جو اندر چلے گئے ہیں یہ کون ہیں؟ اُس نے کہا: جو آگے جا رہے تھے وہ

جناب آدمؑ نے، دوسرے جناب نوحؑ نبی تھے تیسرے جناب ابراہیمؑ خلیل اللہ تھے اور چوتھے جناب موسیٰؑ کلیم اللہ تھے، پانچویں جو بہت عظیم و پریشان تھے اور اپنی ریش مبارک کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے۔ اے سیدنا! کیا تو نے انہیں پہچانا وہ کون تھے؟ میں نے کہا: نہیں۔ وہ آپؐ کے نانا حضرت رسولؐ خدا تھے۔ میں نے پوچھا: یہ سب کہاں چلے گئے ہیں؟ اُس نے کہا: یہ سب بزرگوار تمہارے بابا امام حسینؑ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے کہا: واللہ! میں بھی وہاں جاتی ہوں اور اپنا حال اپنے نانا کو بتاتی ہوں اور ان سے شکایت کرتی ہوں۔ ابھی میں اس سوچ بچار میں تھی کہ اپنے سامنے ایک خوبصورت آدمی کو دیکھا جو نہایت معنوم تھا، اُن کے ہاتھ میں تلواری تھی، میں نے پوچھا: یہ بزرگوار کون ہیں؟ اُس حور نے کہا: تمہارے دادا علی ابن ابی طالبؑ ہیں، پس میں ان کے قریب ہوئی۔

ایک اور روایت ہے کہ وہ حضرت رسولؐ اللہ تھے۔ میں نے کہا: اے جد بزرگوار! ہمارے مردوں کو قتل کر دیا گیا ہے، ہمارا خون گرایا گیا ہے، ہماری عزت کو ضائع کیا گیا ہے۔ ہمیں بے پلان و بے کجاہ اڈتوں پر سوار کیا گیا ہے اور بڑید کے پاس لایا گیا ہے۔ پس حضرت رسولؐ اللہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ان پیغمبرانِ گرامیؑ سے فرمایا: اے پیغمبرانِ خدا! ذرا دیکھو میری امت نے میرے فرزندوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس دوران اُس حور نے مجھے کہا: تم نے اپنی شکایت سے رسولؐ خدا کو زلا دیا۔

پس رسولؐ اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس قبر میں لے آئے۔ جب میں اس قبر میں داخل ہوئی تو وہاں میں نے پانچ خوبصورت ترین خواتین کو دیکھا جو اپنے حسن و جمال، خلقت عزت و عظمت میں اپنے نور و صفات میں اپنی مثال آپ تھیں۔ انہی کے درمیان ایک اور بڑھیتی و عظمت خاتون تشریف فرما تھیں، جو اپنے حسن و زیبائی میں ان تمام سے عظیم تر تھیں۔ وہ سیاہ لباس میں ملیں تھیں، معنوم و غم زدہ اور پریشان حال

تھی۔ ان کے ہاتھ میں خون آلود قمیص تھی، جہاں وہ جاتی باقی خواتین وہاں جاتیں، جہاں وہ بیٹھتی باقی ان کی تقلید کرتیں، تمام خواتین ہر طرح سے اس کا اکرام و احترام کرتیں۔

میں نے اُس حد سے پوچھا: یہ خواتین کون ہیں؟ اُس نے کہا: ان میں ایک حضرت حمأ ہیں، دوسری جناب مریم ہیں، تیسری جناب خدیجہ الکبریٰ ہیں، چوتھی جناب سارہ ہیں۔ ایک روایت کے مطابق جناب ہاجرہ ہیں اور جس کے ہاتھ میں خون آلود قمیص ہے اور یہ سب لوگ جس کی عزت کرتے ہیں وہ آپ کی دادی جناب فاطمہ زہرا ہیں۔ پس میں اپنی جہد بزرگوار کے پاس گئی اور ان کے حضور کہا: اے دادی جان! میرے بابا کو قتل کر دیا گیا ہے اور مجھے یتیم کر دیا گیا ہے۔ پس انھوں نے مجھے اپنے سینہ سے چسپاں کیا اور خوب رونیں۔ ان کے رونے سے باقی خواتین نے بھی رونا شروع کیا۔ انھوں نے میری دادی سے کہا: اے فاطمہ! قیامت کے دن تیرے اور یزید کے درمیان خداوند تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔^①

پھر میں نے دیکھا آسمان کے دروازے کھلے اور ملائکہ کی افواج زمین کی طرف آئیں اور انھوں نے میرے بابا کے سر مبارک کی زیارت کی۔ پھر آسمان کی طرف واپس چلے گئے۔

جب یزید نے یہ خواب سنا تو اپنے منہ پر طمانچہ رسید کیا اور رونے لگا: اور کہنے لگا: مالی ولقتل الحسین ”ہائے مجھے حسینؑ کے قتل سے کیا کام۔“

ایک روایت میں ہے اُس نے اس خواب کو سنا، کوئی پرواہ نہ کی اور چلا گیا۔

① تاریخ اور مشیر الاحزان میں ہے: پس انھوں نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا: اے یکساں خاموش ہو۔ نے میرے جگر کو ڈھی کر دیا ہے۔ میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا ہے۔ یہ ہوا بن خون آلود حیرے بابا کا ہے، میں اُسے اُس وقت تک اپنے سے جدا نہیں کروں گی جب تک خدا سے ملاقات نہ کروں۔ بقول ابن نما: میں خواب سے بیدار ہوئی۔ میں نے چاہا یہ خواب راز رکھوں گی لیکن میں نے اپنے کمر والوں کو بتایا تو خواب راز نہ رہا۔

زوجہ یزید ہند کا خواب

جلال الجعونی، ص ۶۲۱، تاریخ، ج ۳، ص ۱۷۱، بحار، ج ۴۵، ص ۱۹۶، حوالہ، ج ۱۷، ص ۲۲۲: صاحب جلال الجعونی نے یہ روایت کتب مستبرہ سے نقل کی ہے: یزید کی بیوی ہند کا بیان ہے، جب شہدائے سرشام میں لائے گئے تو میں نے ایک رات خواب میں دیکھا: آسمان کے دروازے کھل گئے اور فوج در فوج ملائکہ زمین کی طرف اترنے لگے اور سید الشہداء کے سر مبارک کے قریب آتے اور کہتے:

السلام علیک یا ابا عبد اللہ، السلام علیک یا ابن رسول اللہ

پھر میں نے ایک بادل کو دیکھا، جو آسمان سے زمین کی طرف آیا اور اس بادل میں بہت سے لوگ تھے اور ان کے درمیان ایک حسین و جمیل مرد تھا، جو صباحت اور نورو صفا میں منکب آفتاب تھا۔ جب وہ زمین پر آئے تو دوڑ کر سید الشہداء کے سر کے قریب آئے اور لب و دندان مبارک کے پوسے لیے اور نوحہ و زاری کرنا شروع کیا۔ اور کہنے لگے: اے فرزند ولید! تجھ پر درپائے فرات کا پانی بند کر دیا گیا۔ ان لوگوں نے تجھے نہیں پہچانا۔ میرے فرزند گرامی میں تیرا نانا رسول اللہ ہوں، یہ تیرے بابا علی مرتضیٰ ہیں، یہ تیرے بھائی حسن مجتبیٰ ہیں اور یہ تیرے چچا جعفر طیار ہیں، یہ جناب عقل ہیں، یہ حمزہ و عباس ہیں اور آپ نے اپنے تمام اہل بیت کا نام لیا۔

ہند کہتی ہے: میں خائف و ترساں بیدار ہوئی تو فوراً سید الشہداء کے سر منور کے قریب آئی تو دیکھا، اُس سے نور ساطع ہے، جو آسمان کی طرف جا رہا ہے، میں نے خیال کیا کہ یزید کے پاس جاؤں اور اُسے بیدار کروں اور اپنا خواب بیان کروں، جب وہاں گئی تو میں نے اُسے اپنے بستر پر نہ پایا۔ پھر میں نے اُسے تلاش کرنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا وہ ایک تاریک کمرے میں دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہوا ہے اور

نہایت حیران و پریشان ہے اور کہتا ہے: مالی و للحسین "میرا حسین" سے کیا کام تھا؟ جب میں نے اسے اپنا خواب سنا تو اس کا خوف دگنا ہوا اور زمین پر گر پڑا اور کوئی جواب نہ دیا۔

جب صبح ہوئی تو اس نے اہل بیت کو طلب کیا اور انھیں اختیار دیا کہ شام میں رہو یا واپس مدینہ چلے جاؤ۔ اہل بیت نے فرمایا: ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم یہاں امام مظلوم کا ماتم کریں۔ اس نے کہا: جو کچھ چاہو کرو۔ ایک گھر اہل بیت کے حوالے کیا گیا۔ اہل بیت نے ماتمی لباس پہنا پھر شام کی تمام ہاشمی اور قریشی خاتنیں نے اہل بیت کے پاس حاضری دی اور اہل بیت کے ساتھ ماتم و سوگداری میں بھرپور ساتھ دیا۔ اس مقام پر سات روز تک عہدہ و نوحہ کی مجالس برابہر ہوتی رہیں۔ آٹھویں دن اہل بیت کو طلب کیا اور محضرت کی اور اپنی طرف سے نوازشات جاری کیں۔^①

اسباب سفر اہل بیت برائے مراجعت از شام

صاحبہ محسن الامیر، ص ۲، ج ۱۶۶ نے کہا: جب اہل شام نے سر مقدس سے معجزات باعرات و خوارق عادت ملاحظہ کیے تو ان کے طابع منفعل ہوئے۔ اس کے علاوہ زبانی نے عرق القلوب، ص ۳۳۱ میں روایت نقل کی ہے۔ حضرت زینبؓ نے یزید سے کہا: شہداء کے سر مجلس تعزیت میں بیچے جائیں۔ یزید نے کہا: اب جو کچھ چاہو وہی ہوگا۔ اہل بیت کے لیے ایک گھر مقرر کیا گیا۔ ہنس شام میں رہنے والی تمام قریشی اور ہاشمی عورتیں ماتمی لباس پہن کر اہل بیت کے پاس تعزیت کے لیے حاضر ہوئیں۔ یزید نے غم دیا: شہداء کے سروں کو پشتوں میں رکھ کر اہل بیت کے پاس بیچے جائیں۔ جب مجلس ماتم منعقد ہوئی اور شہداء کے سر لائے گئے تو اہل بیت میں ایک فظہ و فریاد نالہ و آہ و زاری کی آواز دی بلند ہوئی جو آسمان تک جا پہنچی۔ جناب زینبہ عالیہؓ نے سید الشہداء کے سر کو اٹھایا اور اپنے منہ کے سامنے بلند کیا۔ جناب فاطمہؓ نے اپنے برادر علی اکبرؓ کا سر اٹھایا۔ جناب یکتہ نے اپنے برادر علی اصغرؓ کا سر اٹھایا اور اپنی بھولی میں رکھا۔ اور قاسم نے جناب قاسمؓ کا سر لیا۔ تمام بیٹیوں نے سر کے بال کھولے، گریبان چاک کیے، بین کرنا شروع کیے۔ سات روز تک یہ بے بس شہیدانِ کربلا پر نوحہ و زاری کرتے رہے۔ آٹھویں روز یزید نے انھیں طلب کیا۔

علاوہ اربابِ مل خاصہ و علمائے مجدد و نصاریٰ کی سرزنش اور لعنت و طامست نے اہل اسلام کی آنکھیں کھولیں۔ ہر طرف جھج چا ہونے لگا کہ مسلمانوں نے اپنے نبیؐ کے فردِ غ کو قتل کر دیا اور اس کے اہل بیتؑ کو قیدی بنا لیا۔ کافروں کا یہ دردِ زبان من گیا تھا۔ شہر کے دوسرے مقامات میں جہاں لوگ اکٹھے ہوتے تو یزید پر زبانِ طعن و لعن نکلتی حالانکہ بھی وہ لوگ تھے جنہوں نے چند روز پہلے سیدِ شہدائے کمل پر جشن منایا تھا۔

یہ وہ تمام حوالے تھے جن کی بنا پر یزید اور اہل شام نام و پریشان ہوئے۔ اس کے علاوہ حضرت سیدہ کے خواب نے بھی یزید کی آنکھوں کو کھولا اور حضرت امامِ سجادؑ کے تاریخی خطبے نے اہل شام کو جھجھوڑا اور خوابِ غفلت سے بیدار کیا اور یزیدی ایمان چلے گئے۔

برداشتِ ابوجعفر اہل شام نے اپنی دکانیں بند کر لیں اور بازاروں میں آنا چھوڑ دیا اور اہل بیتؑ کی تعزیت کی مجالس قائم کیں۔ جب یزید کو اس انقلاب کا پتہ چلا تو اس نے حکم دیا: قرآن مجید کو تین پاروں میں تقسیم کیا جائے۔ جب لوگ مسجد میں نماز کے لیے آئے تو بعد از نماز یہ قرآنی اجزاء لوگوں میں تقسیم کیے جائیں تاکہ لوگ قرآن پڑھنے میں مصروف ہو جائیں اور اہل بیتؑ کے بارے میں کوئی بات نہ کر سکیں۔ لیکن اس کی یہ کوشش بھی نتیجہ خیر ثابت نہ ہو سکی۔ آخر اس نے اپنی خیریت اس امر میں سمجھی کہ اہل بیتؑ کو شام سے مدینہ روانہ کر دیا جائے۔

دوسرے یزید برائے امامِ سجادؑ

میر الاحزان، ص ۱۰۶، البیہق، ترجم، ص ۱۹۳، بحار، ج ۴۵، ص ۱۴۳، محکم، ج ۱۷، ص ۴۳۳، تاریخ، ج ۳، ص ۱۷۲: ان تمام صاحبان نے نقل کیا ہے: یزید نے اہل بیتؑ کو طلب کیا اور حضرت امامِ سجادؑ سے کہا: اپنی کوئی تین حاجات بیان کرو، وہ میں ضرور پوری کروں گا۔

امام جہاڑ نے فرمایا: مجھے میرے بابا کا سرا لادنا کہ میں اس کی زیارت کر سکوں۔
 دوسری حاجت جو مال ہمارا لنگر نے لوٹا ہے وہ واپس کر دو۔
 تیسری حاجت یہ ہے اگر تو مجھے قائل کرنا چاہتا ہے تو کوئی آئین آدمی مقرر کر جو
 اہل بیت رسول کو مدینہ پہنچا دے۔

یزید نے کہا: اب تم اپنے بابا کا سر بھی نہ دیکھ سکو گے۔ رعیت ہات تمہارے قتل
 کی میں تمہیں قتل نہیں کروں گا، میں نے تمہیں معاف کیا ہے اور تمہارے سوا اہل بیت
 کسی اور کے ساتھ مدینہ نہیں جائیں گے، جو مال تمہارا لوٹا گیا ہے اس کی دگنی قیمت ادا
 کرنے کے لیے تمہارے ہوں۔

امام جہاڑ نے فرمایا: ہمیں تیرے مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے، جو مال ہمارا لوٹا
 گیا ہے، وہ واپس کرو کیونکہ ان اشیاء میں حضرت فاطمہ زہراؑ دختر خیمبرؑ کا مقصد، بار اور
 بھرا ہوا ہے۔

یزید نے جب یہ سنا تو حکم دیا: یہ اشیاء لائی جائیں تاکہ اہل بیت کو واپس کی
 جائیں۔ اس نے دو سو دینار اپنی طرف سے دیئے۔ امام جہاڑ نے وہ دینار لیے اور وہیں
 خزانہ تقسیم کر دیئے۔

اس وقت یزید نے اہل بیت سے کہا: اگر تم چاہو تو شام میں رہ سکتے ہو ورنہ
 مدینہ چلے جاؤ۔

اہل بیت نے جواب دیا: ہم چاہتے ہیں امام حسینؑ کے لیے مجلس تعزیت و ماتم
 بچائیں۔ یزید نے کہا: تمہیں اختیار ہے..... الخ۔

اہل بیتؑ کی مدینہ روانگی

جلال الحسن بن، ص ۶۲۲، ناخ، ج ۳، ص ۱۷۳، ح ۱۷۲، ج ۱۷۱، ص ۲۲۲: یزید نے
 اہل بیتؑ کو آٹھویں روز اپنے پاس بلایا، محضرت کی، اپنی طرف سے حمایت و لوازمات

جاری کیں اور شام میں رہائش کی دعوت دی لیکن آل عمر نے اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ پھر اس نے اہل بیتؑ کے لیے مائے سرمدیہ محل حرم کرائے اور ضروری ساز و سامان سز مہیا کیا، اخراجات کے لیے مال بھی پیش کیا۔

بقول ناخ: یزید نے جناب ام کلثومؑ کی طرف منہ کیا اور کہا: یہ مال تمہارے ان مصائب کا عوض ہے، جو تم پر وارد ہوئے ہیں۔ جناب ام کلثومؑ نے فرمایا:

مَا أَقْلُ حَيَاتِكَ وَأَجَلُكَ وَنَجْوَاكَ: تَقْتُلُ ابْنِي وَأَهْلِي
بَيْنِي وَتَقْطَعُنِي عَوْضَهُمْ

”تو کتنا بے حیا ہے اور کتنا سنگ دل ہے، تو نے میرے بھائی اور اہل بیتؑ کو قتل کر ڈالا اور اب اس کا عوض (یہ چند ٹھیکریاں) دینا چاہتا ہے۔“

پس یزید نے امام سجادؑ سے کہا: خداوند تعالیٰ پر مر جانہ پر لعنت کرے۔ بخدا! اگر میں وہاں ہوتا حسینؑ مجھ سے جو مطالبہ کرتے میں پورا کرتا اور انھیں قتل نہ ہونے دیتا۔ چاہے میرے بیٹے بھی قتل ہو جاتے لیکن تقدیر خداوندی کے سامنے ہر طاقت بیچ ہے۔ اب آپ کی جو حاجات ہیں، میں حاضر ہوں اور مدینہ میں جو ضرورت پیدا ہو وہ میری طرف لکھیں میں پوری کروں گا۔

صاحب جلاء الاحیوان نے لکھا ہے: جناب شیخ مفید اور دوسرے اصحاب مقاتل کا بیان ہے: یزید نے نعمان بن بشیر جو صحابی رسولؐ تھے، اُسے طلب کیا اور کہا: اہل شام میں جو لوگ اپنی امانت و دیانت، شرافت و تقویٰ میں شہرت رکھتے ہیں انھیں اہل بیتؑ رسولؐ کے ہمراہ مدینہ روانہ کرو ضروریات سفر کا مکمل بندوبست کرو۔ مخالفین کا دستہ بھی ہمراہ کرو۔ لیکن ایک اور روایت کے مطابق یزید نے نعمان کو اہل بیتؑ کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا۔^①

① ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۳۶: نعمان شہر شام کے امراء میں شمار ہوتے تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق عمرو بن خالد کو ہمراہ کیا۔

صاحب تذکرہ الشہداء، ص ۴۳۱ نے نقل کیا ہے: یزید نے آٹھویں روز شاہی محل تیار کرائے اور انھیں تمام ضروریات سے بھر کر لیا۔ جب محل تیار ہو کر آئے تو یزید نے اہل بیتؑ سے کہا: میں نے آپ کے لیے سامان سفر تیار کر دیا ہے۔ اب آپ جہاں جانا چاہیں چاہے مکہ یا مدینہ یا کسی اور مقام پر جاسکتے ہیں۔ اہل بیتؑ نے قبول فرمایا اور کہا: ہم مدینہ جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے اس نے تمیں آدمی ہمراہ کیے، دوسری روایت میں ہے: پانچ صد نفر مقرر کیے۔ ایک اور روایت میں ہے: ایک ہزار آدمی مقرر کیے۔ اپنا خاص نمائندہ بھی ہمراہ کیا اور ان کے حق میں بہت زیادہ سفارش کی کہ ان کا خاص خیال رکھنا ہے۔ انھیں راتے میں کوئی تکلیف نہ ہو اور مکمل احترام کے ساتھ اہل بیتؑ کو شام سے روانہ کیا۔

یزیدی دربار میں قاتل سید الشہداء کی تلاش

روحۃ الشہداء ۱، ص ۳۰۸ و ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۳۳، تاریخ، ج ۳، ص ۱۷۲:

یزید نے امام شہداءؑ سے کہا: کوئی حاجت ہو تو پوری کروں؟
آپؑ نے فرمایا: میرے بابا کے قاتل کو میرے حوالے کرنا کہ میں اُسے قتل کروں۔

یزید نے کوفہ کے امرا کو بلایا اور کہا: حسینؑ کا قاتل کون ہے؟

ان لوگوں نے کہا: خولی بن یزید ہے۔

حکم دیا اُسے حاضر کیا جائے، جب وہ آیا تو پوچھا تو نے حسینؑ کو قتل کیا تھا؟
خولی بشیر بن سالک کی سیاست کو دیکھ چکا تھا، فوراً کہا: مجھے حسینؑ کے قتل سے کیا کام تھا؟ پھر اس نے ان لوگوں کی طرف رخ کیا اور کہا: بتاؤ کس نے قتل کیا؟ ان لوگوں نے کہا: سنان بن انس نے قتل کیا۔ جب اُسے بلایا گیا کہ تو نے حسینؑ کو قتل کیا ہے؟



اُس نے کہا: میں حسین کے قاتلین کو سزا دیتا ہوں۔ اس وقت یزید نے ہنر کر اور مد و جبر لہجہ میں کہا: آخر کس نے اُسے قتل کیا ہے؟ کون نے کہا: شمر ذی الجوشن نے، جب اس ملعون سے پوچھا گیا کیا تو نے حسین کو قتل کیا ہے؟ کہا: معاذ اللہ۔ یزید نے کہا: یہ تمام لوگ کہتے ہیں تو ہی قاتل ہے؟ اس نے کہا: یہ سب جھوٹے ہیں۔

اب یزید کے قتلے کا پارہ آخری ڈگری تک پہنچا۔ چچ کر کہا: میں یہ پوچھتا ہوں حسین قتل ہوا ہے اُس کا قاتل کون ہے؟

شمر نے آگے بڑھ کر کہا: میں جانتا ہوں کہ حسین کو کس نے قتل کیا؟ ہاں حسین کو اُس نے قتل کیا، جس نے اُس کے خلاف قبائل عرب کو جمع کیا، بیت المال کے دروازے کھولے، لشکر کو مسلح کیا اور کہا: جاؤ حسین سے جنگ کرو۔

یزید شمر کے اس جواب پر شٹنایا اور کہا: دفع ہو جاؤ تم سب پر خدا کی پٹکار ہو۔ اسرار الشہادہ ص ۵۲۳: جب یزید کی محل میں یہ بات آئی کہ اہل شام اُسے حسین کا قاتل یقین کرتے ہیں اور اُسے مجرم و ملزم ٹھہراتے ہیں تو اُس نے قتل حسین سے گدخلاصی کی چال چلی۔ حکم دیا تمام لوگ جامع مسجد میں جمع ہوں، جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو منبر پر گیا اور خطبہ دیا:

اے الہیان شام! تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے حسین کو قتل کیا ہے؟ یا میں نے اُس کے قتل کا حکم دیا ہے؟ حالانکہ نہ میں نے اُسے قتل کیا اور نہ اُس کے قتل کا حکم دیا، یہ سب ابن زیاد کی کارستانی ہے، اُس نے امام حسین کو قتل کرایا۔ بخدا! جس جس نے حسین کو قتل کیا میں اُسے قتل کروں گا۔

اس کے حکم پر قاتلان حسین کو جمع کیا گیا تو یزید نے شیت بن ربیع سے کہا: وای بر تو! تو نے حسین کو قتل کیا۔ کیا میں نے تجھے اس کے قتل کا حکم دیا تھا؟

شیخ بن ربیع نے کہا: خدا کی قسم! میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ خداوند تعالیٰ اس کے قاتل پر لعنت کرے بلکہ اس کا قاتل مصابر بن ریحہ ہے۔

پس یزید اس کی طرف متوجہ ہوا کیا تو نے قتل کیا تھا؟ کیا میں نے تجھے حکم دیا تھا؟ اس نے کہا: میں نے قتل نہیں کیا بلکہ قیس بن ربیع نے قتل کیا تھا۔ یزید اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا: میں نے قتل نہیں کیا بلکہ شمر نے قتل کیا تھا؟ جب شمر سے پوچھا تو اس نے سنان کا نام لیا۔ جب سنان بن انس غنی سے پوچھا تو اس نے خولی بن یزید اموی کا نام لیا۔ خولی نے بھی قتل کا انکار کیا کہ قاتل وہ نہیں ہے۔

یزید نے غضب ناک ہو کر پوچھا: کیا بات ہے تم سب ایک دوسرے کا حوالہ دیتے ہو لیکن کوئی بھی قتل کا اقرار نہیں کرتا تو اس دوران قیس بن ربیع نے کہا: (یہی روایت ناخ اور ابو جعفر نے بھی کی ہے) میں بتاتا ہوں، حسین کا قاتل کون ہے، اگر جان کی امان ہو؟

یزید نے کہا: ہاں بتاؤ تو قیس نے کہا: بخدا! حسین کا قاتل وہ ہے، جس نے اس کے خلاف پرچم بلند کیے، خزانوں کے منہ کھولے اور لوگوں میں درہم و دینار تقسیم کیے اور لشکر پر لشکر بھیجے۔

یزید نے کہا: وہ کون ہے؟ اس نے کہا: ”وہ تو ہے“۔ خدا کی قسم! تو ہی حسین کا قاتل ہے۔

یزید اس جواب پر تڑپا اور غضب ناک ہو کر اپنے قصر میں گھس گیا اور سید الشہداء کے سر کو طلائی طشت میں رکھا اور اس پر رومال ڈالا۔ طشت کو بغل میں لیا اور ایک تاریک کمرے میں جا بیٹھا اور اپنے منہ پر طماعتی رسید کیے اور اپنے آپ سے کہا: ہائے مجھے قتل حسین سے کیا حاصل ہوا؟ کاش ایسا نہ کرتا۔

پھر جب یزید کی امام سجاد علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اگر کوئی حاجت

ہو تو بیان کرو۔

آپؐ نے فرمایا: میرے بابا کا سر اور دوسرے شہدا کے سر میرے حوالے کر، تاکہ میں انھیں ان کے ابدان کے ساتھ دفن کروں۔

یزید نے کہا: تمہاری یہ حاجت روا ہے، کوئی اور حاجت ہو تو؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے اجازت دے تاکہ میں اہل بیتؑ کو مدینہ لے جاؤں تاکہ اپنے جد بزرگوار کے روضہ مبارک پر جا کر اللہ کی عبادت میں زندگی بسر کروں۔

یزید نے کہا: آپ جاسکتے ہیں۔ اگر کوئی اور درخواست ہو تو کہو؟

آپؐ نے فرمایا: کل جمعہ ہے، مجھے اجازت دے تاکہ منبر پر جاؤں اور خطبہ دوں۔ یزید نے کہا: ٹھیک ہے کل خطبہ دینا لیکن جب وقت آیا تو یزید ایٹانے عہد نہ کر سکا۔ ایک شامی خطیب کو جو اپنے تئیں بڑا فصیح خطیب تھا خطبہ کے لیے مقرر کیا۔ منادی کرائی کہ تمام لوگ جامع مسجد میں جمع ہوں۔ جب لوگ نماز جمعہ کے لیے حاضر ہوئے تو خطیب منبر پر گیا اور آل ابوسفیان کی تعریف کے پل بانٹ دے اور آل ابی طالب کی مذمت کی اور امام حسینؑ کے بارے کہا وہ حق پر نہ تھے بلکہ یزید حق پر ہے۔

امام زین العابدینؑ مرواشت نہ کر سکے اور اس خطیب کو آواز دی:

يَا شَامِي بَنَسْ خَطِيبُ الْقَوْمِ اَذَنْكَ

”اے مرو شامی! تو اس قوم کا کتنا برا خطیب ہے، رضائے مخلوق

کو تاراشکی خالق پر سبقت دی اور دنیا کو دین پر ترجیح دی۔“

آپؐ نے یزید سے کہا: کل تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا اب وعدہ وفا کر، تاکہ میں اللہ کی رضا میں خطبہ دوں، جو سامعین کے لیے اجر و ثواب کا موجب بنے۔

یزید نے کہا: منبر پر جانے کی ضرورت نہیں، یہاں کھڑے ہو جاؤ جو کچھ کہنا چاہتے ہو، کہو۔

اہل شام نے اپنی آوازیں بلند کیں۔ اشراف شام نے یزید سے کہا: امام کو اجازت دو تاکہ اہل حجاز کے انداز سخن سے محفوظ ہو سکیں اور ہمیں حجازیوں کے فصاحت و بلاغت کا اندازہ ہو سکے کہ وہ فصاحت و بلاغت میں کتنا مقام رکھتے ہیں؟

یزید نے کہا: اے اہل شام! یہ نوجوان بنو ہاشم کا چشم و چراغ ہے اور بنو ہاشم پورے عرب سے اصح ہیں۔ ممکن ہے وہ منبر پر جائے اور آل اہل بیت کی ناک رگڑ دے اور امویوں کی مٹی پلید کر دے۔

شامی اکابرین نے کہا: ابھی وہ خورد رسال ہے اکہنہ مشق خلیب نہیں ہے۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں وہ اپنے نانا یزید رگوار کی احادیث بیان کرے تاکہ ہم اس سے وعظ و نصیحت حاصل کریں۔

اب یزید کے لیے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ آخر اسے اجازت دینا پڑی اور امام نے وہ خطبہ دیا جس نے اہل شام کی آنکھیں کھول دیں اور مضبوط و محکم اموی تخت و تاج ہچکے لے کھانے لگا۔ (خطبہ گذشتہ صفحات میں موجود ہے)

داخلہ اہل بیت در کر بلا اور ملاقات جابرؓ

جب اہل بیت شام سے روانگی کے بعد کر بلا پہنچے تو وہ کیا اربعین کا دن تھا؟ یا کوئی اور تاریخ تھی؟ تو اس امر میں علماء کے درمیان بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ارباب مقاتل کی ایک جماعت نے کسی تاریخ اور دن کا کوئی تعین عیش نہیں کیا۔ بس مطلقاً فرمایا ہے کہ اہل بیت شام سے کر بلا پہنچے۔ وضاحت نہیں فرمائی کہ کب پہنچے؟

①..... مثال کے طور پر جب ہم نے عقل ابی جعفر مترجم کا مطالعہ کیا تو انہوں نے ص ۲۰۰ پر اور اسرار شہادہ کی ورق گردانی کی تو ان دونوں ارباب نے یہی لکھا: وقت روانگی اہل بیت یزید نے نالی کثیر دیا جو کچھ لٹکر نے کر بلا میں لوٹا تھا، اس کا کئی گنا

ادا کیا۔ اس کے علاوہ زیورات اور لمبوسات ضروریات کے ساز و سامان بھی دیئے۔ اُس نے حکم دیا: اُوٹوں کا انتظام کیا جائے اور شاہانہ انداز میں حرمین کیا جائے اور خوبصورت ترین اور آرام دہ کپاوے ان پر رکھے جائیں۔ ساربانوں پر اپنی طرف سے مگران مقرر کیا اور پانچ سو محافظین کا دستہ ہمراہ کیا کہ وہ انھیں مدینہ پہنچا دیں اور وہ مگران ان محافظین اور دوسرے لوگوں کو اہل بیتؑ کے محمولوں سے دُور رکھتا۔ وہ کبھی آگے بھیج دیتا اور کبھی پیچھے۔ ان لوگوں نے تمام راستے میں خدمت کا وِپراحت ادا کیا۔

راستے میں اہل بیتؑ نے فرمایا: وہ راستہ اختیار کرو جو کر بلا جاتا ہے۔ یہی ساربان اہل بیتؑ کو کر بلا لے آئے۔ جب وارد کر بلا ہوئے تو جابر بن عبد اللہ انصاریؓ ایک جماعت کے ساتھ زیارت امام حسینؑ کے لیے وہاں آچکے تھے۔ ان دونوں کی وہاں ملاقات ہوئی۔

جب اہل بیتؑ کے محل کر بلا کی حدود کے اندر آئے تو ان کی نگاہیں شہدا کی قبور پر پڑیں تو فوراً محمولوں سے اترے۔ پھر ایک دفعہ غم کی تجدید ہوئی۔ کر بلا کے یوم عاشورا کے مناظر دل و دماغ میں گھوم گئے۔ حزن و آلام کی تازہ لہر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آہ و بکا کی دلخراش صدائیں بلند ہوئیں، گریبان چاک کر ڈالے، سر کے بال کھول دیئے۔ دل کے ارمان نکالنے شروع کیے۔

سادانوں نے شہدا کی قبور پر جی بھر کر بین کیے۔ چند دن کر بلا میں اقامت کی۔ پھر وہاں سے مدینہ کی طرف کوچ فرمایا۔

②..... مشیر الاحزان میں ابن نمانے ص ۱۷۰ پر کہا ہے: جب اہل بیتؑ امام حسینؑ کر بلا میں داخل ہوئے تو انھوں نے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ اور بنو ہاشم کی ایک جماعت سے ملاقات کی۔ یہ تمام لوگ زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ یہ اتفاق ہے کہ ایک ہی وقت میں یہ سب لوگ کر بلا میں وارد ہوئے۔

⑤..... لہوف مترجم، ص ۱۹۶، بحار، ج ۳۵، ص ۳۶، فہم المہوم، ص ۳۶،
حسن الامیر، ج ۲، ص ۱۱۱، اسرار العبادہ، ص ۵۲۵، ان تمام ارباب نے روایت نقل کی
ہے: جب اہل بیت امام حسینؑ شام سے روانگی کے بعد عراقی سرزمین پر پہنچے تو قافلہ
کے راہبر سے کہا: وہ ہمیں کربلا کے راستے پر لے جائے۔ پس اہل بیت جب محل میں
پہنچے تو جابر بن عبداللہ اور بنو ہاشم کی ایک جماعت سے ان کی ملاقات ہوئی۔ یہ تمام
لوگ زیارت کی غرض سے آئے تھے۔ پس یہ تمام لوگ ایک ہی وقت میں کربلا وارد
ہوئے، لوحہ و گریہ و نالہ و ماتم کے ساتھ ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ دلوں کے زخم
تازہ ہوئے۔ اس طرح مجلس تعزیت برپا کی۔ مقتل کربلا کے اطراف میں آبادیوں کی
خواتین نے ان مجالس میں شرکت کی۔ اس طرح چھ روز تک گریہ و ماتم ہوتا رہا۔

⑥..... علامہ مجلسی نے جلاء الحین، ص ۶۲۲ پر لکھا ہے: جب اہل بیتؑ
سرزمین عراق میں داخل ہوئے تو انھوں نے اپنے قافلے کے مسئول سے درخواست کی
کہ وہ انھیں کربلا لے چلے۔ پھر وہ وہاں سے مدینہ جائیں گے۔ تو اسی نے کوئی
اعتراض نہ کیا۔ جب وہ کربلا پہنچے تو جابر بن عبداللہ، بنو ہاشم کے ایک گروہ کے ساتھ
بغرض زیارت کچھ دیر قتل کربلا میں پہنچ چکا تھا۔ وہاں ان دونوں گروہوں کی ملاقات
ہوئی۔ ان سب نے مل کر لوحہ و زاری کی۔ ان کے اس اجتماع اور ان کے لوحہ و نالہ کی
آوازیں کو دیکھ اور سن کر دیہات کی مستورات کی ایک کثیر تعداد وہاں جمع ہو گئی۔ کئی دن
تک مجالس تعزیت برپا رہیں۔ پھر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

بیس صفر کی تردید کرنے والے ناقلین

ناقلین کے ایک گروہ نے تصریح کی ہے: جب اہل بیتؑ کربلا میں وارد
ہوئے تو صفر کی بیس تاریخ تھی، امام حسینؑ کا چہلم تھا، قتل کرنے کے بعد لکھا۔ یہ
اگر حقیقت سے بعید ہے جیسا کہ ان ارباب مقاتل نے تفصیل پیش کی ہے:

①..... سید بن طاووس نے اقبال میں ص ۵۸۹ پر لکھا ہے کہ میں نے شیخ طوسی کی مصباح المتجدد ص ۵۵۱ میں یہ روایت دیکھی ہے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام حرم امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جب مدینہ پہنچے تو صفر کی بیس تاریخ تھی اور مصباح کے علاوہ دوسری کتاب میں لکھا کہ صفر کی بیس تاریخ کو شام سے کربلا پہنچے۔ یہ دونوں روایات حقیقت سے بعید ہیں۔

②..... علامہ مجلسی نے اپنی کتاب زاد المعاد میں اعمال ماہ صفر میں لکھا ہے: اس ماہ کی بیس تاریخ اس بات کی شہرت رکھتی ہے۔ یہی روزِ اربعین ہے اور سید الشہداء کی شہادت کا چہلم ہے۔ زیارتِ اربعین نقل کرنے کے بعد لکھا: اسی روز زیارتِ اربعین کی تاکید اس لیے کی گئی ہے کہ امام زین العابدین اہل بیت کے ساتھ اسی روز ملک شام سے کربلا پہنچے۔ شہدا کے سروں کو ان کے ابدان کے ساتھ اسی روز ملحق کیا گیا لیکن یہ روایت بھی بعید از حقیقت ہے۔

وَرُودِ اہْلِ بَیْتِ کَرْبَلَا بِرُوزِ اَرْبَعِیْن کی روایت کرنے والے ناقلین

①..... صاحب جنات الخلود نے ص ۳۳ پر لکھا ہے: اسیرانِ اہل بیت اپنی رہائی کے بعد بیس صفر کو کربلا پہنچے۔ شہدا کے سروں کو ان کے ابدان سے ملحق کیا گیا۔ جابر بن عبد اللہ انصاری جو زیارت کے لیے کربلا آئے تھے ان سے ملاقات کی۔

②..... صاحب روضۃ الشہداء نے ص ۳۱۲ پر روایت نقل کی ہے: امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد گرامی اور دوسرے شہدا کے سروں کے ساتھ جب کربلا تشریف لائے تو صفر کی بیس تاریخ تھی۔ ان تمام سروں کو ان کے ابدان کے ساتھ ملحق کیا گیا۔

③..... منتخب طریقی ص ۳۹۸ پر یہ روایت نقل ہوئی ہے: اہل بیت کی خواتین نے اپنے قافلے کے مسئول سے کہا: تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں تو ہمیں کربلا کے راستے پر لے جا۔ ہم کربلا سے ہو کر بصرہ پہنچ جائیں گی۔ اہل بیت کے مطالبے پر وہ

انھیں کر بلا لے آیا۔ جب وہ کر بلا پہنچے تو صفر کی بیس تاریخ تھی۔ وہاں جابر بن عبد اللہ انصاری نے بنو ہاشم کی ایک جماعت کے ساتھ ملاقات کی۔ مجلس تعزیت برپا ہوئی، نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس طرح تین روز تک ماتم عزائم پارہی۔

♦..... جناب علامہ شیخ بھائی نے اپنے رسالہ توضیح المقاصد ص ۳۷۳ پر نقل کیا ہے: جابر بن عبد اللہ انصاری برائے زیارت روزِ اربعین کو کر بلا پہنچے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ اسی روز اہل بیت بھی کر بلا میں وارد ہوئے۔

♦..... تذکرۃ الشہداء، ص ۴۳۷، اسراغینی کی روایت ہے: اہل بیت نے نعمان مسئول قافلہ سے کہا: تجھے خدا کی قسم! ہمیں کر بلا والے راستے سے مدینہ لے جا، تاکہ ہم اپنے شہداء سے تہجد و عہد کر لیں۔ نعمان نے کہا: آپ کا فرمان سر آنگھوں پر۔ یہ صفر کی بیس تاریخ تھی اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا چالیسواں دن تھا، اس لیے اس روز کو اربعین کہا جاتا ہے۔

روزِ وادِ اہل بیت مدینہ بروزِ اربعین کی روایت کرنے والے ناقلین

ناقلین کی ایک جماعت نے اس امر کی تصریح کی ہے۔ اہل بیت اپنی رہائی کے بعد جب شام سے مدینہ پہنچے تو صفر کی بیس تاریخ تھی۔

♦..... شیخ طوسی نے مصباح الحججہ ص ۵۱۱ پر اور مصباح کفعمی نے ص ۵۱۰ اور سید ابن طاووس نے اقبال میں ص ۵۸۹ پر، شیخ طوسی کی مصباح کی روایت نقل کی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے حرم میں صفر کو مدینہ پہنچے۔

♦..... حاج شیخ عباس قمی نے مفاتیح الجنان ص ۲۹۳ پر لکھا ہے: بقول شیخ مفید اور شیخ طوسی: حرمِ امام حسین علیہ السلام شام سے مدینہ میں صفر کو پہنچے۔

مورخین جنہوں نے ورود اہل بیت کی تاریخ معین نہیں کی

شیخ مفید نے ارشاد میں ۲۳۶ کی آخری سطر میں لکھا ہے: یزید نے نعمان بن بشیر سے کہا: ان خواتین کے لیے سامانِ سفر تیار کرو تا کہ انہیں مدینہ بھیجا جائے۔ جب اہل بیت کی روانگی آخری دیکھتے پر تھی تو یزید نے حضرت امام علی بن الحسین سے خلوت میں کہا: خداوند تعالیٰ ہر مر جانہ پر لعنت کرے۔ اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو آپ کے والد جو چاہتے قبول کرتا، میں ہر ممکن صورت انہیں موت سے بچاتا۔ لیکن تقدیر خداوندی میں یہی کچھ تھا۔ جب مدینہ جانا تو اپنی ضروریات مجھے لکھ رہا۔ اس نے امام اور اہل بیت کے لیے خلعت مقرر کیے۔ نعمان بن بشیر کو اس قافلہ کا مسئول بنایا اور اُسے ہدایات جاری کیں کہ انہیں رات کو لے کر چلنا، اپنے ہمراہیوں کو ان کے قافلے سے قاصطے پر رکھنا تا کہ ان کا پردہ قائم رہے۔ جہاں پڑاؤ ڈالو تو اہل بیت کے پڑاؤ سے دور ٹھہرنا اور محافظین کو مقرر کرنا کہ وہ ان کی محافظت کریں۔ تم اور تمہارے ہمراہی ان سے اتنے قاصطے پر رہنا کہ اگر انہیں قضا حاجت پیش آئے یا انہیں وضو کرنا ہو، ان کے لیے کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

نعمان نے قافلے کی قیادت کی اور تمام سفر اہل بیت سے مہربانی کے ساتھ پیش آیا۔ یزید کی طرف سے جاری شدہ تمام ہدایات پر عمل کیا۔ صاحبِ ارشاد نے یہی کچھ لکھا ہے۔ انہوں نے ورودِ کربلا کے دن کے بارے کچھ نہیں لکھا۔

روزی اربعین اور صاحبِ سناخ

سناخ، ج ۳، ص ۱۰۰ اور ص ۱۷۵ میں اس امر پر تفصیلی بحث موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: تمام ثقہ محدثین و مورخین کا اتفاق ہے کہ بعد از شہادت امام حسین علیہ السلام

عمر بن سعد نے سب سے پہلے شہدا کے سر ان کی زیاد کی طرف بھیجے، بعد ازیں اسیران اہل بیت کو کوفہ بھیجا۔ ان زیاد نے بعد از شامت و شامت اہل بیت کو حکم دیا انہیں زندان میں بند کر دیا جائے۔ پھر اس نے یزید کی طرف خط لکھا کہ اب اہل بیت اور شہدا کے سروں کے بارے اس کا کیا حکم ہے؟

یزید نے ان زیاد کو حکم دیا کہ اہل بیت اور سرہائے شہدا کو شام بھیج دے۔ کوفہ اور شام کے درمیان غلوٹ کے تھولے نے کافی وقت لیا۔ ان زیاد نے یزید کو خط لکھا پھر اس کے خط کا جواب کوفہ آیا، پھر ان زیاد نے اسیران اہل بیت کو شام روانہ کیا۔ یہ تمام امور کچھ عرصے میں پایہ تکمیل تک پہنچے، ان تمام امور کو پایہ تکمیل تک پہنچنے میں چالیس روز صرف ہوئے۔ پس اس صورت میں سرہائے لیے یہ کہنا کیا جائز ہوگا کہ ادھر اہل بیت کو شام پہنچنے پہنچنے چالیس دن لگے ہوں، ادھر یہ بھی کہیں کہ وہ روز اربعین کر بلا پہنچ گئے تھے۔ وہاں انہوں نے دل کے سارے ارمان نکالے، جی بھر کر گریہ کیا، نوے و مرے کہے، ایک دوسرے کو تحریت دی۔ وہاں اسی روز جاہر بھی کر بلا میں وارد ہوا ہوا اور آپس میں ان کی ملاقات ہوئی، تو اس صورت میں اگر ہم کہیں کہ اہل بیت یوم اربعین کر بلا پہنچے اور صفر کی بیس تاریخ تھی تو اس امر کو کوئی عقل مند قبول نہیں کرے گا۔ تاریخ نے ص ۶۷ پر لکھا ہے: کسی بھی مستبر کتاب میں یہ مرقوم نہیں ہے کہ اہل بیت روز اربعین شہادت سید الشہداء وارد کر بلا ہوئے اور روایت میں مطلق لفظ "اربعین" ہے۔ اول اربعین کی بات نہیں ہے۔ اربعین متعین نہیں ہے۔ جب اربعین اول اربعین میں متعین نہیں ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے اہل بیت کر بلا کسی عذر راستے سے وارد ہوئے ہوں۔

کتاب روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے کہ اہل بیت سید الشہداء کے سر مبارک اور باقی شہدا کے سروں کے ساتھ روز اربعین وارد کر بلا ہوئے، پھر وہاں سے مدینہ

تشریف لائے۔ صاحب حبیب السیر نے اسی کتاب کی بیرونی کی ہے لیکن کوئی صاحب عقل اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

مؤلف کا نظریہ یہ ہے کہ سید بن طاووس نے کتاب اقبال کے ص ۵۸۹ پر اس قول درود اربعین کر بلا کو بعید شمار کیا ہے۔

علامہ مجلسی نے ہمارے اور زاد المعاد میں فرمایا ہے: یہ امر حقیقت سے بعید ہے اور اس طرح دوسرے محدثین نے فرمایا ہے۔

ان تمام گزشتہ اقوال کو وقت نظر سے دیکھنے کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی قول بھی وحی ربانی کی منزلت نہیں رکھتا۔ ازراہ یقین کسی طرف کو ثابت نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ امر مسلم ہے: جب اہل بیتؑ کر بلا پہنچے جناب جابرؓ زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے: جابرؓ روز اربعین کر بلا میں زیارت سے مشرف ہوئے، کیونکہ وہ کوفہ میں جناب علیہؑ حوفی کے مہمان تھے اور جناب علیہؑ کا شمار کوفہ کے بزرگان میں سے ہوتا تھا۔ وہ کئی دفعہ شہادت امام حسینؑ کے بعد بغرض زیارت کر بلا آچکے تھے۔ ممکن ہے انھیں دفعت میں سے کسی ایک دفعہ میں سفر کر بلا میں ان ارباب کی امام زین العابدینؑ سے پہلی ملاقات ہوئی ہو، یہ دونوں حضرات تو مسلسل کوفہ سے کر بلا زیارت کے لیے آ رہے تھے۔ ان کی اس سلسلے کی کسی ایک آمد و رفت میں امام سجادؑ سے اس دن ملاقات ہوئی ہو، جس دن امام اپنے قافلہ کے ساتھ وارد کر بلا ہوئے ہوں۔

یہ قول موجب کفر ہے نہ موجب فسق۔ صاحبانِ مقال کا ایک دوسرے کے اقوال کو رد کرنا اور ایک دوسرے کی طرف جھل یا کم علمی کی نسبت دینا جائز نہیں ہے کیونکہ کوئی ایک ایسا مدرک نہیں ہے، جو وحی کی منزلت رکھتا ہو کہ جس کی مخالفت فسق اور دین و ایمان کی خرابی کا سبب ہو۔

جیسا کہ مرحوم حاج نوری نے مرحوم در بندی اور ملا مہدی نراقی کے بارے اپنی رائے قائم کی یا دوسرے ارباب مقال نے ایک دوسرے کے بارے کہا کہ فلاں کو کیا معلوم فلاں ایسا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سلسلہ اختلافی کچھ عجیب سا ہے۔ کسی نے بھی حفظ مراتب کا خیال نہیں رکھا۔ آپ اس امر کو دیکھنا چاہیں تو شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے شروع کریں۔ حاج نوری تک چلے آئیں پھر وہاں سے علامہ مجلسی اور محدث قمی اور دوسرے ارباب تک چلے آئیں۔ آپ ان سب کو ایک دوسرے سے اختلاف کرتا ہوا پائیں گے۔ اصل میں وجہ یہ ہے کہ اہل بیت عظام سے کوئی نص صریح صادر نہیں ہوئی۔ اگر صادر ہوئی ہے تو وہ محفوظ نہیں رہی۔ اس وجہ سے اقوال مختلف ہیں۔ تواریخ میں اختلاف ہے۔ جس شخص کو جو قول پسند آیا اُس نے وہی پیش کیا اور اُسی پر عمل کیا۔ ان شاء اللہ سب ماجور ہوں گے۔

لیکن چونکہ یہ دنیا دار مکافات ہے، جس نے جیسا کیا دیا پایا۔ حاج نوری نے دوسرے ارباب کو رد کیا۔ خداوند تعالیٰ کار ساز ہے۔ پھر شیعوں کے تمام طبقات نے حاج نوری کو رد کیا۔

تمام قارئین کرام اور محققین کے حضور التماس ہے۔ ہماری چند اصطلاحات ہیں، انہیں ہمیشہ پادرکھیں۔ جاؤ حق سے باہر نہیں جائیں گے، اپنی زبان کو دماغ کی مضبوط گرفت میں رکھیے گا۔ انسان بغیر مصوم کے جتنا بھی بلند ہو جائے، کامل و اکمل ہو جائے، پھر بھی کہیں نہ کہیں ادھر رہے۔

روز اربعین اور جامعہ بن عبد اللہ انصاریؒ

صاحبہ ایمان الشیخ، ج ۱۵، ص ۴۷ پر بشارة المصطفیٰ، جلد ۱، ص ۷۴ کے حوالے سے اپنی کتاب میں روایت نقل کی ہے۔ ان کے علاوہ اور باقلین بھی ہیں۔ امش نے علیہ عوفی سے سنا اور علیہ عوفی کا بیان ہے: میں جامعہ بن عبد اللہ انصاریؒ کے

ساتھ کوفہ سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے نکلا۔ جب ہم کر بلا وارد ہوئے تو جناب جابر مدینے فرات پر آئے، وہاں غسل زیارت کیا۔ بعد ازاں ایک چادر بلور لٹک استعمال کی اور ایک چادر مٹی مبالغہ شافوں پر ڈالی، ایسے جیسے احرام باندھا جاتا ہے۔ ایک قحلی کھولی، جس میں سہ کوئی قحی (ایک گھاس کی جڑ، جو رگڑنے کے بعد ایک خوشبو بن جاتی ہے)۔ اس نے اپنے اوپر اس کا چمڑکا ڈکھایا اور پھر قبر مبارک کی طرف رخ کیا۔ بغرض زیارت قدم اٹھانے شروع کیے لیکن ہر قدم پر ذکر خدا زبان پر جاری کیا۔ ہم دونوں اسی کیفیت کے ساتھ قبر مبارک پر پہنچے تو اس نے مجھے کہا: میرے ہاتھ کو قبر مبارک پر لے جا۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر قبر مبارک پر رکھا، اس نے اپنے آپ کو قبر مبارک پر گرا دیا اور بے ہوش ہو گئے۔ میں نے پانی چمڑکا تو ہوش میں آئے اور تین مرتبہ کہا: یا حسین، یا حسین، یا حسین۔ کیا حبیب اپنے حبیب کو جواب نہ دے گا؟ پھر محضرت کے اعجاز میں کہا:

إِنِّي لَكَ بِالْجَوَابِ وَقَدْ شَرَحْتُ أَوْ كَلِمَتِكَ عَلَى أَتْبَاحِكَ
”تو کیسے جواب دے سکتا ہے حالانکہ میرا یہ حدیثی گردن کے خون
سے رنگین کر دیا گیا۔ تمہارے سر کو بدن سے جدا کر دیا گیا۔“

أَشْهَدُ أَنَّكَ ابْنُ خَيْرِ النَّبِيِّينَ وَابْنُ سَيِّدِ الْمُؤْمِنِينَ
وَابْنُ خَلِيفَةِ التَّقْوَى وَسُلَيْلِ الْهُدَى وَخَلِيسِ أَصْحَابِ
الْكَسَاءِ وَابْنُ سَيِّدِ النَّبَلَاءِ وَابْنُ فَاطِمَةَ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ
وَمَا لَكَ لَا تَكُونُ هَكَذَا وَقَدْ خَلَقْتَكَ كَذَلِكَ سَيِّدِ
الْمُرْسَلِينَ وَرَبِّيتُ فِي جَبْرِ الْمُتَّقِينَ وَرُفِعَتْ مِنْ
قُدْسِ الْإِيمَانِ وَقُطِبَتْ بِالْإِسْلَامِ فَوُطِبَتْ حَيًّا وَطُبِتْ
مَيِّتًا غَيْرَ أَنَّ قُلُوبَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ طَبِيبَةٍ بِذِرَائِكَ وَلَا

شَاكَّةٌ فِي حَيَاتِكَ فَطَلَيْكَ سَلَامُ اللَّهِ وَرَحْمَتُهُ وَأَشْهَدُ
 أَنَّكَ مَضَيْتَ عَلَى مَا مَضَى عَلَيْهِ أَخُوكَ يَحْيَى بْنُ تَرْكِوِيَا
 ”میں گواہی دیتا ہوں کہ تو تمام انبیاء کے سردار کا بیٹا ہے اور
 امیر المومنین کا بیٹا ہے تو تقویٰ اور ہدایت و رہائی کے مرکز کا بیٹا
 ہے۔ تو اصحاب کساء میں پانچواں ہے، تو تمام قبیلوں کے
 سردار کا فردِ دہ ہے۔ تو کائنات کی عورتوں کی سیدہ فاطمہ زہرا کا
 بیٹا ہے۔ تو ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ احباب رسول اللہ سے تمہارا
 گوشت و پوست بٹا ہے، تو نے امام المہدیین کی جھولی میں تربیت
 پائی ہے۔ تجھے ایمان کا دودھ پلایا گیا ہے۔ اسلام کی آغوش
 میں تم پہلے بڑھے ہو۔ جب تم اس دنیا میں تھے تو پاک و پاکیزہ
 تھے۔ جب اس دنیا سے سدھارے تو پاک و پاکیزہ ہو۔ اے
 میرے آقا! تیرے حجر و فراق میں مومن کو کوئی سکون نہیں۔ حیرتی
 زندگی سراپائے یقین کا لہجہ تھی۔ آپ پر اللہ کے سلام ہوں۔ میں
 گواہی دیتا ہوں، آپ بھی اس راستے کے راہی ہیں، جس
 راستے پر تمہارے برادر جناب یحییٰ بن زکریا چلے گئے۔“

پھر جناب جابرؓ نے اپنی ٹاہیں قبر کے ارد گرد گھمائیں اور کہا:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيُّهَا الْأَرْوَاحُ الَّتِي حَلَّتْ بِفَنَاءِ الْمُحْسِنِينَ
 وَأَنَاخَتْ بِرَحْلَةِ أَشْهَدُ أَنَّكُمْ أَقْلَمْتُمُ الْجِلْوَةَ وَأَتَيْتُمُ الرُّكُوعَ
 وَأَمَرْتُمُ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَيْتُمُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَاهَدْتُمُ
 الْمُتَحِلِّينَ وَعَبَدْتُمُ اللَّهَ حَتَّى آتَاكُمْ الْيَقِينَ

”میرا سلام ہو، اے وہ ارواح جو حسی آستان پر اترے اور اپنی

سواریاں حسینؑ کی سوار یوں کے ساتھ اُتاریں۔ میں گواہی دیتا ہوں آپؐ نے نماز قائم رکھی، زکوٰۃ دیتے رہے، آپؐ نے نیکیوں کا حکم دیا اور ناپسندیدہ امور سے روکا اور طہرین کے ساتھ جہاد کیا۔ آپؐ نے اللہ کی بندگی کی، حتیٰ کہ منزل شہادت کو پا لیا۔ اُس ذات کی قسم، جس نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا نبی بنا کر بھیجا۔ ہم تمہارے ساتھ اس جہاد میں شریک ہیں، جو تم نے طہرین کے ساتھ کیا۔“

عطیہؓ کہتا ہے: میں نے جاہل سے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہیں، جبکہ نہ تو ہم ان کے ساتھ اس وادی میں اترے، نہ شمشیر اٹھائی۔ اس جماعت نے دین کی سربلندی کے لیے اور سید المرسلینؑ کے فرزند کی نصرت میں قتل ہونا پسند کیا، ان کی اولاد جہنم ہوئی، ان کی ازواج بیوہ ہوئیں۔

چلڑے نے جواب دیا: اے عطیہؓ! مجھے ذات احدیت کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؐ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَ مَعَهُمْ وَمَنْ أَحَبَّ عَمَلًا قَوْمًا أَشْرَكَ فِي عَمَلِهِمْ

”یعنی جس نے جس قوم سے محبت رکھی وہ اس قوم کے ساتھ محشور ہوگا اور جس نے جس قوم کا عمل پسند کیا وہ ان کے اس عمل میں شریک ہے۔“

مجھے اس خدا کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، میری اور میرے ان ساتھیوں کی وہی نیت ہے، جو امام حسینؑ اور ان کے جانثاروں کی تھی۔

عطیہ کہتا ہے: اس دوران مجھے شام کے راستے پر سیاہی نظر آئی۔ ایسا مظلوم ہوتا تھا کہ جیسے کچھ لوگ آرہے ہیں۔ میں نے جاڑ سے کہا: ہات کچھ ایسی ہے اب کیا کریں۔ جاڑ نے اپنے غلام سے کہا: جاؤ مظلوم کر کے آؤ آنے والے کون ہیں؟ اگر عرسہ کے لوگ ہیں تو ہمیں فوراً خبر دو تاکہ ہم پتہ حاصل کر لیں۔ اگر امام زین العابدینؑ ہیں تو ہمیں خبر دے اور پھر تو راہِ خدا میں آزاد ہے۔

غلام چل پڑا۔ ابھی کوئی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ غلام واپس آیا اور اُس نے پُر جوش انداز میں کہا: اے جاڑ! حرمِ رسول اللہؐ کا استقبال کر، امام زین العابدینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ تشریف لارہے ہیں۔

پس جاڑ نگے پاؤں، نگے سر آگے بڑھا اور امامؑ کے قریب ہوا۔ جب امامؑ کی نگاہ پڑی تو فرمایا:

أَنْتَ جَابِرٌ؟ تَوَجَّهَ جَابِرٌ إِلَى عَرَضَ كَيْفَ بَلَّيَ يَابْنَ رَسُولِ اللَّهِ
أَبُ نَزَلَ فَرَمَا:

يَا جَابِرُ هَهُنَا وَاللَّهِ قُبِّلَتْ رَهْجَانَا وَذَبِحَتْ أَطْفَالُنَا
وَسَيِّبَتْ نِسَاءَنَا وَحَرَّقَتْ خِيَامُنَا

”اے جاڑ! یہ وہ جگہ ہے، جہاں ہمارے مرد قتل کیے گئے، جہاں ہمارے بچے قتل ہوئے، جہاں ہماری خواتین کو قیدی بنایا گیا اور ہمارے خیم جلانے گئے۔“

صاحبِ ریاض القدس نے ج ۲، ص ۳۳۷ پر لکھا: اہل بیتؑ نے تین دن کر بلا میں اقامت فرمائی اور چوتھے روز مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی روز تمام خدوات نے شہدا کی قبور سے وداع کیا۔ اسی روز قبور پر وہ الوداعی نوحہ و دھہ بہ ہوا، جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

زبانِ حالِ عقیلہ قریش

رقم من و حوای تو از سرمی رود داغِ حُمت ز سینہ خواہرمی رود
 بر خیز تا رویم برادر کہ خواہرت تھا بسوی روضہ رضوان می رود
 خوام برم حیاں تو را در وطن دلی لیلہ ز روی مرقد اکبر می رود
 از روی تربت تو کہ دار الشفا ماست سوی حجاز عابدِ محضر می رود
 پہلوی چاک خورده ات از نیزہ شان ما را زیاد تا صفِ محشر می رود
 زان لعل لبِ طلاوت قرآن بگوئی فی از خاطر م بختِ سبیر می رود

”اے میرے برادر! میں مدینہ کی طرف جا رہی ہوں، لیکن تیری
 محبت مجھے مدینہ نہیں جانے دیتی۔ تیرے ساتھ مدینہ سے کر بلا
 آئی تھی اب واپس مدینہ تیرے بغیر کیسے جاؤں۔

اے برادر! تیری شہادت سے میرے مظلومانہ ذبح ہونے پر، جو
 میرا قلب مجروح ہوا ہے، وہ ایسا کاریِ رخم ہے، جو ختم ہونے
 والا نہیں ہے۔

اے برادر! اٹھو، میرے ساتھ مدینہ چلو۔ تیرے نانا کا روضہ
 تیرے انتظار میں ہے۔ تیرے بغیر تیری مظلومہ ہمشیرہ مدینہ
 جانے والی نہیں ہے۔

اے میرے بھائی! تجھ پر تو زور نہیں تو میرے ساتھ مدینہ نہیں
 چلتا۔ تیرے ان معصوم بچوں کو مدینہ لے جانا چاہتی ہوں، ادھر
 تمہارا انکار ادھر لٹا ہے، جو علی اکبرؑ کی قبر پر بیٹھی بین کر رہی
 ہے، وہ بھی مدینہ نہیں چلتی، اب بہن کدھر جائے؟

اے میرے ماں جانے! تیری تربت اب میری محبتوں کا مرکز

ہے۔ تیرا روضہ میرے سامنے ہے۔ یہی میری حیات ہے، یہی
میری کائنات ہے۔ اُدھر تیرا عابد تیار وہ بھی یہاں ڈیرے لگانا
چاہتا ہے۔ وہ بھی سوئے حجاز جانے سے انکاری ہے۔“

؟

وَرُوْد اہل بیتؑ در کربلا

صاحبِ تذکرۃ الشہداء جس ۴۳۸ پر فرمایا ہے: بعض اہلِ مقال کا بیان ہے:
جب اہلِ بیتؑ کا قافلہ کربلا پہنچا تو اُس وقت امام حسینؑ کی چھوٹی شہزادی جنابِ سیکندہ
حاجتِ نیند میں تھیں تو اچانک اُن کے مشام میں ترنجِ حسینی کی خوشبو آئی تو آنکھیں
کھول دیں اور اپنی پھوپھی جنابِ نعبہؑ عالیہ سے عرض کیا:

فہیم جانِ فزای کوی ہایم	مرا امدِ مشام جانِ دد آمد
مکالم کربلا شد عمہ نزدیک	کہ یوی ملک و نائب و خیر آمد
بگو شمع عمہ از گہارہ گور	صدای شیرخوارہ اصغر آمد
مہارِ ناقد را یکدم گھدار	باستقبالِ لیلِ اکبر آمد
مرانِ ای ساربانِ یکدم کہ داماد	سرِ راہِ عروسِ محضر آمد
مبا یکدم حسین را گو کہ از شام	نکوتِ نعبہ غم پرور آمد

”اے پھوپھی اماں! ہم کہاں ہیں، ابھی مجھے اپنے بابا کے کشن

کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ میرا گمان یہی ہے کہ ہم کربلا میں آچکے
ہیں کیونکہ باوجودِ مکمل و خیر کی خوشبو لیے ہر طرف چل رہی ہے۔

اے میری اماں! میرے کانوں میں علی اصغرؑ کی پیاری پیاری
آوازیں آرہی ہیں۔ ناقد کی مہار کو روکو، اُدھر دیکھو، میرے
برادر علی اکبرؑ اپنی ماں لٹلی کے استقبال کے لیے آ رہے ہیں۔
اے باوصبا! جلدی جا، میرے بابا سے کہہ تیری ہمیشہ شام سے

تیری گری کی طرف آ رہی ہے۔“

ہزار ای غم زدگان موسم افغان آمد
مردہ ای بی وطن بوی شہیدان آمد
بہر ای باد صبا زود خبر نزد حسین
گو کہ از شام بلا نوبت تالان آمد
گو بدنامد زجا خیز کہ از شام خراب
نوروز تو بعد نالہ و افغان آمد
مردہ از بہر طلی اکبر ناکام بہر
گو بہ عباس علمدار زجا خیز و یمن
ای صبا گو بہ حسین کہ پس از کشتن تو
مدتی از مدت ای شاہ اگر دور شدم
بہر بودیم بہ ہر درد و بلا با تو شریک
کر بلا کرب و بلا بود اگر قسمت تو
گر تن پاک تو غسل و کفن رفت بتلاک
سر تو گر بہ سر نیزہ کین گشت بلند
ساربان دست تو از تیغ اگر کرد جدا
ذاکرا چون کہ توئی چاکر و فرزند حسین
لاجرم اجر تو ہاشاہ شہیدان آمد

”اے مصائب و آلام کے طوفانوں کو جھیلنے والو! عالم مسافرت
میں گمٹ جانے والو! تمہارے لیے خوشخبری ہے جیسا کہ جناب
یعقوبؑ نبیؑ نے اپنے گمراہوں سے فرمایا تھا: مجھے اپنے پیوستہ
کی خوشبو آ رہی ہے۔ اسی طرح آج ہمیں اپنے پیاروں کی
خوشبو آ رہی ہے۔“

اے باد صبا! بڑی حیرت انگیزی کے ساتھ مظلوم حسینؑ کو خبر دے
تیری بہن شام کے زعمالوں کو آباد کرنے کے بعد آہ و زاری،

نوحہ و نالہ و فریاد کے ساتھ واپس آئی ہے۔

اے باوصبا! شہزادہ علی اکبرؑ کے پاس چلی جا اور انھیں کہہ دے:
اے شہزادے! اب ملٹی نیند سے اٹھو، تیری اجڑی ماں لیلیٰ
پریشان ہال کھڑی ہے، ان کا استقبال کرو۔ بعد ازیں جناب قبر
بنی ہاشم حضرت عباسؑ کے پاس چلی جا اور ان کے حضور کہہ شام
سے بہن ملنے آئی ہے۔

اے ہوا! جا میری ماں جائے حسینؑ مظلوم سے کہہ ٹھیک ہے تجھے
خالموں نے بے دردی سے ذبح کر ڈالا لیکن تیرے بعد جو ان
خالموں نے تیری بہن پر مظالم ڈھائے وہ ذبح ہونے سے بہت
ذمیر ہیں۔

اے میرے برادر! اے سلطان دین و دنیا! تجھے اکیلا سحرائے
کربلا میں بے گور و کفن چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ میری مجبوری تھی
کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دُور بہت دُور جنگلوں، صحراؤں کے
پُرکٹھن سفر اور سفر بھی تیرے قاتلوں کے ساتھ کر کے شام اور
بدترین شام کے بدترین بازاروں و درباروں میں پھرائے
جانے کے بعد بدترین زعمان کی قیدی بنی۔ اے میرے حسین!
یہ مجھ سے پوچھ اے بہن! تو مر کیوں نہیں گئی؟

ہاں میرے حسین! مر جاتی لیکن تیرے مشن کو ابدی زندگی دینے
کی خاطر زندہ رہی۔ آخر ان تمام منازل کو عبور کر کے تیرے
حضور پھر آج حاضر ہو گئی ہوں۔

اے میرے حسین! اگر تو حسینؑ ہے تو میں شریکہ الحسینؑ ہوں۔

تیرے ہر درد کی ساتھی، تیری ہر مصیبت کی ساتھی۔ جو کچھ تیرے
جئے میں آیا وہی میرے جئے میں آیا۔ اے میرے آقا!
مصائب میں، ہر درد و بلا میں نہ تو مجھ سے کم ہے اور نہ میں تجھ
سے کم ہوں۔

اگر زمین کربلا تیرے لیے کرب و بلا بنی تو بھر و فراق، قیدی و
اسیری کوفہ و شام کے درباروں، بازاروں میں حاضری میرا
مقدر بنی۔

اے میری ماں کے دلارے! اے میری آنکھوں کے تارے!
اگر تجھے خاک و خون میں نہلایا گیا، بے غسل و کفن صحرائے کربلا
میں چھوڑ دیا گیا تو ادھر اپنی بہن کے بازو کو دیکھ، چہرے کو دیکھ،
تن و بدن کو دیکھ، دشمن کے طمانچوں سے جن کا رنگ نیلا ہو چکا ہے۔
اگر تیرے مقدس سر کو لوک شان پر سوار کر کے بازاروں، شہروں
میں پھرایا گیا تو میرے سر پر مکانوں کی چھتوں سے پتھر برسائے
گئے۔

اے میرے مظلوم برادر! اگر جمال نے خنجر سے تیرے ہاتھوں کو
قطع کیا تو ادھر تیرے قاتلوں نے میرے ہاتھوں میں زنجیر پہنا
دیے۔

وَرُوْد اہل بیتؑ وِردِ مدینہ

میر الاخوان ابن نما، ص ۱۱۲: جب امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ کے قریب پہنچے
تو سوار یوں سے اتر پڑے اور سب پیدل ہو گئے اور خیمے لگا دیے۔

اہل بیتؑ کا ساربانوں کا شکریہ ادا کرنا

مقتل ابی جعفر، ص ۲۰۵: جب ساربانوں نے اہل بیتؑ سے واپسی کی اجازت چاہی تو اہل بیتؑ نے انھیں وہ تمام ساز و سامان و لباس و مال جو بڑید نے انھیں دیا تھا، وہ ساربانوں کے حوالے کیا لیکن انھوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے فرمایا: ہمارے پاس اس وقت بھی مال ہے اگر مزید ہوتا تو وہ بھی پیش کرتے۔ یہ لے لو، خداوند تعالیٰ اس میں برکت دے گا لیکن انھوں نے کہا: ہم نے آپ کی جو خدمت کی ہے یہ خدا کے لیے کی ہے۔ یہ آپ پر احسان نہیں، ہاں البتہ مدینہ سے شام کا راستہ طولانی ہے۔ اب یہ پانی کی مشکیں آپ کے کام کی نہیں ہیں، یہ ہمیں بخش دیں۔ اہل بیتؑ نے مشکیں ان کے حوالے کر دیں۔ اُن لوگوں نے اہل بیتؑ کو الوداع کیا اور رخصت ہو گئے۔

نعمان بن بشیرؓ سے اہل بیتؑ کا شکریہ

ناخ، ج ۳، ص ۷۷: جناب فاطمہ بنت امام علی ابن ابی طالبؑ نے جناب حقیلہ ہاشم زہنبؑ عالیہ کے حضور عرض کیا: آپؑ جانتی ہیں نعمان بن بشیر ہمارے قافلے کا گران رہا ہے۔ اس نے اس طویل راستے میں ہمارا ہر طرح کا خیال رکھا۔ ہمیں کوئی تکلیف نہ دی۔ ہمیں چاہیے کہ اُس کو اس کام کا وہ عظیم الشان صلہ عطا کریں، جو اُس کی فوثنودی کا باعث بنے۔

جناب زہنبؑ عالیہ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے لیکن آپ کو معلوم ہے، اس وقت ہمارے پاس کوئی مال نہیں، البتہ یہ طلائی زیورات ہیں، گلو بند ہیں اور نچال ہیں، یہ ان کی طرف بھیج دیتے ہیں۔

جب یہ ہدیہ نعمان کی طرف بھیجا گیا تو اس کے ساتھ اہل بیتؑ نے یہ خطام

بھی بھیجا، یہ معمولی سال ہے، جو بھیج رہے ہیں، یہ ہماری طرف سے قبول کرلو۔
جب یہ پیغام اور مال نعمان کو ملا تو اُس نے یہ کہلا بھیجا: اگر میں یہ کام اپنی دنیا
کے لیے کرتا تو پھر بھی اس سے کم تر مال پر راضی ہو جاتا لیکن میں نے جو خدمت آپ
کی کی ہے یہ صرف تغیر گرامی تغیر گرامی کے لیے کی ہے۔ اُس نے وہ تمام اشیاء واپس کر
دیں اور خود مدینہ سے واپس چلا آیا۔

صاحب ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۶۲ نے فصول المهمہ سے ایک روایت نقل
کی ہے کہ نعمان بن بشیر نے وہ ہدیہ قبول نہ کیا اور عرض کیا: اس خدمت کا عوض
مردوز قیامت میری شفاعت فرمائیے گا۔

اہل مدینہ کے لیے واپسی اہل بیت کی منادی^①

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے اہل بیت عظام کو ایک خیمہ میں بٹھایا اور آپ
دوسرے خیمہ میں تشریف لائے۔ وہاں بشیر بن جذلم (حذلم) کو بلایا اور فرمایا:
رَحِمَ اللَّهُ أَبَاكَ لَقَدْ كَانَ شَاعِرًا فَهَلْ تَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ مِنْهُ
”اے بشیر! تیرے والد ایک شاعر تھے کیا تم بھی شاعری کر سکتے
ہو؟“

اُس نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: مدینہ جاؤ اور انھیں امام حسین کی شہادت اور اہل بیت کی
آمد کی خبر دو۔ بشیر مدینہ آیا اور روضہ رسول پر پہنچا۔ اُس نے مدینہ پہنچنے پر سب سے
پہلا کام بھی کیا، باواز بلند گریہ کیا اور آواز دی:

يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مَقَامَ لَكُمْ هُنَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَأَذْمَعُنِي وَنَدَّائِي
أَلْبَسْنُمُ مِنْهُ بَكْرَبَلًا مُضْرَجٌ وَالرَّأْسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَازِ تَنَادُّ

”اے مدینہ والو! چھوڑو مدینہ کو، اب مدینہ میں کیا بچا ہے؟
مدینہ ویران ہو گیا ہے، مدینہ کے سردار حسینؑ کربلا میں مارے
گئے ہیں۔ اس وجہ سے میری آنکھوں سے سیلاب اشک جاری
ہے۔ ان کا جسم شریف زمین کربلا میں خاک و خون میں غلطان
ہے۔ بے کور و کفن چھوڑ دیا گیا اور اُن کے مہارک سر کو شہر و دیار میں
پھرایا گیا۔“

پھر کہا: امام زین العابدینؑ مدینہ سے باہر نزولِ اجلال فرما چکے ہیں۔ میں
ان کا قاصد ہوں، تمہاری طرف آیا ہوں، تمہیں بتاؤں کہ امام کہاں اس وقت تشریف
فرما ہیں؟

جب لوگوں نے سنا جہاں تھے، جیسے تھے، جس طرح تھے، جس حالت میں تھے،
زن و مرد سب نوحہ و آہ و زاری کرتے دوڑ پڑے۔ مدینہ کی تاریخ میں اس طرح کا
نوحہ و نالہ آج تک نہیں سنا گیا تھا۔ مدینہ کی تمام گلیاں نفوس سے بھر گئیں۔ ہر شخص بیمار
و مظلوم امامؑ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ (مشیر الاحزان، ص ۱۱۲ و ناخ، ج ۳، ص ۱۸۲)
بشیر کہتا ہے: میں نے ایک کنیز کو دیکھا جو امام حسینؑ پر نوحہ کر رہی تھی:

نمی سیدی ناع نعاہ فلوچما و امروضنی ناع نعاہ فافجما
فعیننی جوذا بالدموع واسکبا و جوذا بدمع بعد دمعکما معا
علی من دمی عرش الجلیل فزعزعا فاصبح صار المجد والدين اجدعا
”منادی نے ندا بلند کی: جس نے میرے دل کو زخمی زخمی کر دیا۔

وہ ندا تیری شہادت کی تھی۔ جس نے میری کائنات لوٹ لی۔
میں کہا کہوں اب مجھ پر کیا گزری ہے۔ اب میری آنکھوں سے
آنسوؤں کے سیلاب بہہ رہے ہیں۔ اے میری آنکھو! جتنا

ہوسکتا ہے شاہ شہیدان پر آنسو بہاؤ۔

اس کے ماتم سے عرش الہی بھی مل گیا۔ اس کے غم و الم نے اسلام اور تمام اہل اسلام کو ہمیشہ کے لیے مغموم و محزون کر دیا۔ وہ فرزند رسول اللہ ہیں اور رسول اللہ کے وحی کے فرزند ہیں۔ اب وہ ہمیشہ کے لیے ہم سے بہت دور چلے گئے ہیں۔

بشیر روایت کرتا ہے: ہمیں مدینہ سے واپس امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس پہنچا تو اُس وقت آپؑ خیمہ سے باہر تشریف فرما تھے۔ آپؑ کے ہاتھ میں رومال تھا۔ آپؑ کی آنکھیں برس رہی تھیں۔ آپؑ بار بار رومال سے اپنے آنسو صاف فرماتے۔ ایک خادم آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اُسی نے ایک کرسی اندر سے اٹھائی اور باہر لا کر رکھ دی۔ آپؑ کرسی پر تشریف لائے اور آپؑ پر گریہ مسلسل غالب تھا۔ آپؑ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ مدینہ والے برابر تعزیت و تسلیت کر رہے تھے۔ آپؑ کی دلداری کر رہے تھے لیکن آپؑ کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ آخر آپؑ نے سانس لیا اور اشارہ فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ۔ ہر طرف خاموشی ہو گئی۔ (لہوف مترجم، ص ۱۹۸، تاریخ، ج ۳، ص ۱۸۳)

جلال العمون، ص ۶۳۲: بشیر بن جہلم آپؑ کے رفقا میں سے تھے۔ انھوں نے کہا: جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو امام زین العابدینؑ نے ایک مناسب مقام پر نزول اجلال فرمایا۔ خیمے لگائے گئے اور اہل حرم کے پردے کا انتظام کیا گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اے بشیر! خدا تمہارے والد پر رحمت فرمائے وہ تو ایک شاعر تھے، کیا آپؑ بھی شاعر ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: مدینہ جاؤ اور سید الشہد آپؑ پر چند مرثیہ کہو، ان کی شہادت کی خبر دو اور ہماری آمد کی اطلاع دو۔

میں گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ آیا اور دھڑ دھڑ بول کر مدائے گریہ بلند کی اور

چند جاں سوز اشعار پڑھے۔ (اشعار کا ذکر گذشتہ صفحہ پر موجود ہے) پھر میں نے فریاد بلند کی: اے اہل مدینہ! امام علی بن الحسینؑ اپنی پھوپھیوں، بہنوں اور بقیہ اہل بیتؑ کے ساتھ مدینہ کے باہر تشریف فرما ہیں۔ میں ان کی طرف سے تمہیں اطلاع دینے کے لیے آیا ہوں۔

جب میری یہ صدا اہل مدینہ نے سنی تو تمام اہل مدینہ مرد و زن ہو ہاشم و انصار و مہاجرین اپنے گھروں سے برہنہ پاؤں سر نکلتے۔ اپنے چہروں پر طمانچہ مار رہے تھے، صدائے نوحہ و زاری بلند کر رہے تھے۔ مدینہ میں قیامت برپا تھی۔ ایسا دلخراش و جاں سوز ماحول منظر میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ تمام لوگ دوڑ دوڑ کر میرے ارد گرد جمع ہو رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے منادی کرنے والے! تم نے ہمارے سینوں پر زخم لگا دیئے، کون ہے تو؟ کہاں سے آیا ہے؟

میں نے کہا: میں شیرین جذلم ہوں۔ میرے آقا امام زین العابدینؑ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ امامؑ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ فلاں مقام پر تشریف فرما ہیں۔

جب لوگوں نے سنا تو پریشان ہال برہنہ سر و پا، گریہ و نالہ ان کی طرف دوڑے۔ میں ان کی طرف دوڑا۔ میں نے جتنا بھی اپنا گھوڑا تیز دوڑایا کہ ان کے پہنچنے سے قبل میں امامؑ تک پہنچ جاؤں لیکن اہل مدینہ نے تمام گلی کوچوں کو اپنے جھوم سے بھر دیا۔ اب اس جھوم کو عبور کرنا ایک مشکل مسئلہ تھا۔ آخر جب میں اہل بیتؑ تک پہنچا تو دیکھا: امام زین العابدینؑ کرسی پر تشریف فرما تھے۔ آپؑ کی آنکھیں اس وقت آنسو برسا رہی تھیں جس طرح سادون کا بادل برستا ہے۔ آپؑ کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے بار بار اپنے آنسو خشک فرماتے تھے۔ آپؑ کے ارد گرد ہر طرف سے نوحہ و گریہ کی دلخراش آوازیں آ رہی تھیں۔ نالہ و شیون کا اس قدر شور تھا کہ

کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ لوگ آ رہے تھے اور تحریت کر رہے تھے اور واحدینہ کی آوازیں بلند کرتے تھے۔ یہ سیلاب اشک اتنا بلند ہوا کہ ملاء اعلیٰ تک جا پہنچا۔ اُدھر ملاء اعلیٰ کی مخلوق کے آنسو سیلاب بن کر زمین کو گلوں کیے ہوئے تھے۔ آخر امامؑ نے اپنے گریہ کو ضبط کرتے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ وہ خاموش ہوں۔ لوگ خاموش ہوئے تو آپؑ نے انھیں خطاب فرمایا:

خطبہ امام سجاد علیہ السلام

میر الاحزان، ص ۱۱۳، لؤلؤ الاحسان، ص ۱۳۳، عقل مقرر، ص ۴۸۶، تاریخ، ج ۳، ص ۱۸۵، جلاء الحق، ص ۶۲۳، لؤلؤ مترجم، ص ۲۰۰۔ بھول تاریخ آپؑ نے فرمایا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ، الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ، مَلِكٌ يَوْمَ
الدِّينِ ، بَارِي الْخَلَائِقِ اَجْمَعِينَ ، الَّذِي بَعَثَ فَاَرْقَمَ
فِي السَّمَوَاتِ الْعُلَى ، وَقَرَّبَ فَشَهْدَ النَّجْوَى ، نَحْمَدُهُ عَلَى
عَظَائِمِ الْأُمُورِ ، وَفَجَائِمِ الدُّهُورِ ، وَالْمِ الْفَجَائِمِ ،
وَمَضَاضَةِ الْوَادِعِ ، وَجَلِيلِ الرُّمُورِ ، وَعَظِيمِ الْمَصَائِبِ
الْفَاطِقَةِ الْكَاطِفَةِ الْفَادِحَةِ الْبَاجِحَةِ ، أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ
وَلَهُ الْحَمْدُ ، إِنْتَلَانَا بِمَصَائِبِ جَلِيلَةٍ ، وَثَلَمَةٍ فِي الْإِسْلَامِ
عَظِيمَةٍ ، قُتِلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَعَتَرَتُهُ ، وَسَبِيَ نِسَائُهُ
وَصَنِيتُهُ ، وَكَارُ وَبِرَاسِهِ فِي الْبُلْدَانِ مِنْ فَوْقِ عَامِلِ
السَّنَانِ ، وَهَذِهِ الرُّبَيَّةُ الَّتِي لَمْ تَطْلُهَا رُبَيَّةٌ ، أَيُّهَا النَّاسُ
فَأَيُّ رِهَاجَاتٍ مِنْكُمْ يَسْرُونَ بَعْدَ قَتْلِهِ ، أَمْ آيَةُ عَيْنٍ
تَحْبِسُ وَمَعَهَا ، وَتَفُضُّ عَنْ إِنْهَامِهَا ، فَلَقَدْ بَكَثَ السَّيْمُ

الشِّدَادُ لِقَتْلِهِ، وَبَكَتِ الْبِحَارُ بِأَمْوَاجِهَا، وَالسَّنَوَاتُ
بِأَرْكَانِهَا، وَالْأَرْضُ بِأَرْجَائِهَا، وَالْأَشْجَارُ بِأَغْصَانِهَا،
وَالْحَيَاتَانِ وَلَحِمِ الْبِحَارِ، وَالْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ، وَأَهْلُ
السَّنَوَاتِ أَجْمَعُونَ أَيُّهَا النَّاسُ أَتَى قَلْبَ لَا يَنْصَدِعُ لِقَتْلِهِ،
أَمْ فَوَادٍ لَا يَبْتَغِي إِلَيْهِ، أَمْ أَتَى سَمْعٍ يَسْمَعُ هَذِهِ الظُّلْمَةَ
الَّتِي ثَلَمَتْ فِي الْإِسْلَامِ.

أَيُّهَا النَّاسُ أَصْبَحْنَا مَطْرُودِينَ، مُشْرَدِينَ، مَذْذُودِينَ،
شَاسِعِينَ عَنِ الْأَمْصَارِ، كَأَنَّا أَوْلَادُ تَرْكِ وَكَأَنَّا مِنْ
غَيْرِ جُزْمٍ اجْتَرَمْنَا، وَلَا مَكْرُومٍ اِزْتَكَبْنَا وَلَا ثَلَمَةٍ فِي
الْإِسْلَامِ ثَلَمْنَا مَا سَوَعْنَا بِهِذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ إِنَّ هَذَا
إِلَّا اخْتِلَافٌ، وَاللَّهُ لَوْ أَنَّ النَّبِيَّ تَقَدَّمَ إِلَيْهِمْ فِي قِتَالِنَا،
كَمَا تَقَدَّمَ إِلَيْهِمْ فِي الْوَصَايَةِ بِنَا، لَمَارَادَ وَعَلَى قُلُوبِنَا،
فَإِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ، مِنْ مُصِيبَةٍ مَا أَكْثَرَهَا وَأَوْجَعَهَا،
وَأَقْصَمَهَا، وَأَكْثَلَهَا، وَأَقْظَمَهَا، وَأَمَرَهَا، وَأَقْدَحَهَا فَعِنْدَ اللَّهِ
نَخْتَسِبُ فِيْمَا أَصَابَنَا، وَمَا بَلَّغَ بِنَا، إِنَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ
”تمام حمد و ثنا اس خداوند تعالیٰ کے لیے جو عاکین کا پروردگار
ہے، جو اپنی تمام مخلوق پر رحیم و مہربان ہے، جو روز قیامت کا
مالک ہے اور تمام مخلوق کا خالق ہے۔“

وہ اتنا بلند و بالا ہے کہ انسانی فہم و ادراک اپنے مضبوط ترین اور
برق رقاریم و بال کے ساتھ اس کی گندہ معرفت کی فضاؤں میں
داخل نہیں ہو سکتا اور وہ ذات اتنی قوی و توانا ہے جب انسانی دل

دماغ میں کوئی غصہ لہر اٹھتی ہے تو وہ اس کے تمام آگاہی سے بچ نہیں سکتی۔

میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ جس نے ہمیں مصائب کی کوہ گرائیوں سے دوچار کیا اور ابتلا و آزمائش کی بے کرانیوں میں ڈالا۔ ایسے درووں میں جلا کیا جن کی دوا نہیں۔ ایسی حیرانیوں و پریشانیوں سے آزمائش کی، جن کے سامنے انسانی کائنات بکھر کر رہ جاتی ہے۔ ایسے مصائب و آلام کے طوفانوں میں لاکھڑا کیا، جس کی انسان ترجیحی نہیں کر سکتا۔ ہم ان مصائب و آلام سے گزرے، جن کی مثال کائنات پیش نہیں کر سکتی۔

اے احبابِ گرامی! تمام حمد و سپاس معنوی و برحق کے لیے ہیں۔ اس ذات نے عظیم مصائب میں رکھ کر ہماری آزمائش کی جس سے اسلام کی مضبوط ترین عمارت میں دراڑیں پڑیں۔

(اسلام کے سید و سردار) امام حسین علیہ السلام اور ان کے جوانوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کی خواتین اور بچوں کو قیدی بنایا گیا۔ شہدا کے سروں کو لوہے کی ٹان پر نصب کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا۔ یہ وہ مصائب و احزان ہیں، جو اپنی مثال آپ ہیں۔

اے لوگو! ان جاں سوز مصائب کے مشاہدہ کے بعد کون سادل ہے، جس کے لیے کوئی خوشی باقی رہ گئی ہو۔ اور وہ کون سی آنکھ ہے، جو اس غمِ اندوز واقعہ کے سننے کے بعد آنسو نہ بہائے؟ میرے بابا مظلوم کی دردناک شہادت پر ساتوں آسمانوں نے

اپنی دستوں اور بلند یوں کے ساتھ گریہ و بکا کیا۔ سمندر اور دریاؤں نے اپنی تند و تیز موجوں کے ساتھ ماتم کیا۔ (میرے بابا کے مصائب پر) آسمان اپنے ارکان سمیت رویا اور زمین اپنی اطراف سمیت روئی۔

اشجار اپنی شاخوں کے ساتھ، مچھلیاں سمندروں دریاؤں کی موجوں میں، تمام ملائکہ اور تمام ساکنان ارض و سما اور جو زمین نے اپنے اپنے انداز میں گریہ کیا۔

اے لوگو! وہ کون سا دل ہے، جو اس مصیبت پر پھٹ نہ پڑے؟ اور وہ کون سا سینہ ہے، جو زخمی زخمی نہ ہو جائے؟ اور وہ کون سا کان ہے جو اس درد بھری خونی داستان سے لرزہ برآمد نہ ہو۔ اے لوگو! کیا تمہیں معلوم ہے؟ ہمارے ساتھ کیا کیا گیا؟ ہمیں وطن سے بہت دور کیا گیا۔ ہمیں ایک دوسرے سے جدا کیا گیا۔ ہمیں شہروں سے اس طرح نکالا گیا جیسے ہم اس معاشرے کے نہایت ذلیل اور گھٹیا قوم کے فرد ہیں۔ ہم نے نہ تو کوئی جرم کیا اور نہ کوئی ناپسندیدہ امر ہم سے جاری ہوا اور نہ اسلام کے کسی امر کی مخالفت کی۔ ہمارے جدا ہونے تو ہمارے اکرام و احترام کی دیت فرمائی تھی۔ اگر وہ ان لوگوں کو ہمارے قتل کی سفارش کرتے، بخدا یہ لوگ اس سے زیادہ ہم پر ظلم و ستم کر ہی نہ سکتے تھے، جتنا انہوں نے ہم پر مظالم ڈھائے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا: ہم اللہ کے لیے ہیں اور اس کی طرف ہماری مراجعت ہے۔ یہ مصائب کتنے بڑے ہیں اور وہ کتنے اذیت

ناک و دردناک ہیں۔ ان مصائب و آلام کی تنخیاں اتنی تلخ ہیں، جس کے سامنے کئی بچ ہے۔ پس ان مصائب کا عوض ہم اپنے پروردگار سے چاہتے ہیں، وہی ذات غالب بھی ہے اور صاحب انتظام بھی ہے۔“

اس دوران صوحان بن مصعب کے بیٹے نے معذرت کی کہ اب وہ زمین گیر ہو چکا ہے۔ اس سبب سے آپؐ کی نصرت سے محروم رہا۔ پس امامؑ نے اس کے طرز کو قبول کیا اور اس کے والد کے لیے دعا فرمائی۔

فتح طریخی، ص ۳۹۹، تاریخ، ج ۲، ص ۱۷۹، مرثیہ، ام کلثوم در مدینہ

مدینۃ جدنا لا تغلبینا	فبا الحسرات والاخزان جدنا
الا اخبر رسول اللہ فینا	بانا قد فجعنا فی أبینا
وان رجا لنا بالطف جرمی	بلا رهؤس وقد ذبحوا البنینا
واخبر جدنا انا اسرنا	ويعد الاسر یاجدا سیینا
ورھطک یا رسول اللہ اضحوا	عوا یا بالطفوف مسلینا
وقد ذبحوا الحسین ولم یراعوا	جناہک یا رسول اللہ فینا
فلو نظرت عیونک للاساری	علی اکتاب الجمال محملینا
رسول اللہ: بعد العیون صارت	عیون الناس ناظرۃ الینا
وکنت تحوطنا حتی تولت	عیونک ثارت الاعداء علینا
افاطم: لو نظرت الی السبایا	بناتک فی البلاد مشتتینا
افاطم: لو نظرت الی الحیاری	ولو ابصرت تمرین العاہدینا
افاطم: لو رأیت بنا سہاری	ومن سہر اللیالی قد عمینا
افاطم ما لقیتم من عداک	ولا قیوط ما قد لقینا

فقد دامت حياتك لم تزل
وعرج بالبقيم وقف و ناد
وقل ياعم يا الحسن المزكى
ايا عباد: ان اخاك اضحي
بلا رأس تنوح عليه جهراً
ولو عاينت يامولى ساقوا
على متن النياق بلاوطاه
مدينة جدنا: لا تقبلينا
خرجنا منك بالاهلين جمعاً
وكنا فى الخروج بجمع شمل
وكنا فى امان الله جهراً
ومولينا الحسين لنا انيس
فنحن الضالعات بلاكفيل
ونحن السائرات على المطايا
ونحن بنات ياسين وطاه
ونحن الطاهرات بلاخفاء
ونحن الصابرات على البلايا
الا ياجدنا: قتلوا حسينا
الا ياجدنا: بلغت عدنا
لقد هتكوا النساء وحملوها
ونزيب اخرجوها من غياها

الى يوم القيامة تندينا
ابن حبيب رب العالمينا
عيال اخيك اضحوا ضالعيننا
بعيداً عنك بالرمضا رهينا
طيور والوحوش الموحشيننا
حرباً لا يجدن لهم معينا
وشاهدت العيال مكشفيننا
فبا لحيرات والاحزان جئنا
رهينا لا رجال ولا بنينا
رهينا خاسرين مسلمينا
رهينا بالقطيعه خائفينا
رهينا والحسين به رهينا
ونحن النالعات على اخينا
نشال على جمال المفضينا
ونحن الباكيات على ابينا
ونحن المخلصون المصطفونا
ونحن الصادقون الناصحونا
ولا يرحوا جناب الله فينا
مناها واشتقى الاعداء فينا
على الاكتاب قهراً اجمعينا
وقاطم واله تبدي الاتينا

سکینۃ تشتکی من حر و جد تنادی الفوت رب العالمینا
 و زمین العابدینا بقید ذل و ہاموا قتله اهل الخثونا
 فکأس الموت فیہا قد سقینا فبعدہم علی الدنیا تراب
 و ہذا قصتی مع شرح حلی الا یاسامعون ابکوا علینا

”اے ہمارے نانا کے شہر اہم استقبال کے لائق نہیں، ہمارا
 استقبال نہ کر۔ سزے لٹنے والے اپنے شہر والوں کے لیے
 خوشی و مسرت کے سامان لاتے ہیں۔ ہم تو غم و آلام کی کوہ
 گراہیوں کے ساتھ آئے ہیں۔

ہمارے نانا رسول اللہ کو ہماری خبر دیجیے۔ اے نانا جان اہم ہر
 طرف سے ماتم و مصائب میں رہی ہیں۔ دشمن ہمارے ہاتھ کو
 دشمنان دیجے تھے اور جن کو ہم سختی تھیں اور روتی تھیں۔

اے نانا جان آ ہمارے جوانوں کو میدان کربلا میں خاک و خون
 میں غلطان کر دیا گیا۔ ہمارے بیٹوں کو بے دردی سے قتل کر دیا
 گیا اور ان کے اہل ان سے سروں کو جدا کر دیا گیا۔

ہمارے نانا بزرگوار کو یہ بھی بتائیے ہمارے مردوں کے قتل کے
 بعد ہمیں قیدی بنا لیا گیا۔ پھر قیدی بنا کر ہمیں شہر و دیار میں پھرایا
 گیا۔

یا رسول اللہ! تو تو اللہ کا رسول ہے، تو تو کائنات کی عزت و
 عظمت ہے۔ ان ظالموں نے حیرے اہل بیت کو قتل کرنے
 کے بعد ان کے اہل ان کو لوٹ لیا، انھیں بے گھر و گھر خاک و
 خون میں غلطان کر بلا کے صحرائیں چھوڑ دیا۔

اے نانا جان! حیرى رسالت کی قسم! حیرى اُمت کے ان
دردوں نے تیرا حیا بھی نہیں کیا۔ اگر انھیں حیرا حیا ہوتا تو حیرے
حسین کو جو حیرى گود کا پالا تھا، جس کو تو اپنے شانوں پر سوار کرتا
تھا وہ لوگ اس طرح بے دردی سے تین دن کا پیاسا قتل نہ
کرتے لیکن انھوں نے حیرے حبیب، حیرى آنکھوں کی خشک
کودخ کر ڈالا حالانکہ وہ جانتے تھے، حسین تیرا واسہ ہے۔

نانا جان! تو رب العالمین کا حبیب اور اُس کا پیغمبر ہے، حیرا
اکرام و احرام تو پودى کائنات پر واجب ہے۔ تو نے تو کائنات
کے ہر فرد کو اس کے حقوق عطا کیے ہیں لیکن حیرى اُمت نے
حیرے حقوق کی تو کوئی رعایت بھی نہ کی۔ اے کاش! حیرى
مبارک آنکھیں اپنی بیٹیوں کو رسن بستہ دیکھتیں! جب وہ بے کادہ
آؤنٹوں پر سوار کی گئیں اور انھیں درباروں، بازاروں میں بھرایا
گیا۔ خدا جانے آپ پر کیا گزرتی؟

یا رسول اللہ! ان ظالموں نے ہمارے خیام کو لوٹا، ہمارے سروں
سے چادریں چھینیں، ہمیں بے پردہ کیا، بھر حیرى بیٹیاں ہزاروں
کے جھوم میں بھرائی گئیں۔ پھر یہ حیرے اُمتی ہمارى طرف
دیکھتے تھے حالانکہ تو نے اُمت کی بیٹیوں کو پردہ دیا لیکن اُمت
نے حیرى بیٹیوں کو بے پردہ کو دیا۔ تو نے ہمارا تعارف کرایا تھا:
اے لوگو! میرى بیٹیاں صحت و طہارت کی شہزادیاں ہیں لیکن
دشمنوں نے ہمیں شہر بہ شہر بھرایا۔

شہزادى نے بھرپور انداز میں اپنے دل کے ارمان اپنے نانا کو

خطاب کر کے نکالے۔ پھر اپنے خطاب کا رخ اپنی والدہ کی طرف کیا۔ خط مراحب ہی وہی تھا جب آل محمد ہے۔ پہلے اپنے نانا کو خطاب کیا، پھر اپنی اماں کو خطاب کیا۔ مگر شہزادی نے فرمایا: اے اماں جان! تو کربلا کو کوفہ و شام میں ہو گئی اور اپنی قیدی بیٹیوں کو دیکھتی کہ نانا کی امت نے کیا سلوک کیا۔ ہمیں سرنگے درباروں، بازاروں میں پھرایا گیا۔ اماں جان! کاش تو ہماری حیرانیوں و پریشانیوں کو دیکھتی، جب ہر طرف بدترین دشمنوں نے ہمیں گھیر لیا تھا۔ ہم اپنے مردوں کا ماتم کرتی تھیں، ہم لوحہ و درہ پہ کرتی تھیں۔ کالم ہمیں لوگ ستان سے خاموش کرتے تھے۔

اماں جان! تو اپنے فرزند زین العابدین علیہ السلام کو دیکھیں وہ طویل ہو چکے تھے۔ وہ نحیف و نزار ہو چکے تھے، انھیں زنجیر پہنائے گئے، انھیں بھی بے کجاوہ اؤٹ پر سوار کیا گیا۔ جب وہ اپنی بیماری کی وجہ سے اؤٹ پر بیٹھے کے قابل نہ رہے تو رسیوں سے انھیں اؤٹ سے جکڑ دیا گیا، پھر اؤٹ کو دوڑایا جاتا تھا۔

اے اماں جان! حیرتی بیٹی تھے اپنے کون کون سے درد منائے۔ کوئی ایک دو ہوں تو اُن کا ستانا آسان ہے۔ جب درد کی داستان طویل ہو تو اُسے کس طرح ستایا جائے۔

اے اماں جان! حیرتی بیٹیوں کی چٹائی نہ ہونے کے برابر باقی ہے۔ اماں جان! جب کربلا میں ہماری کائنات لٹی اور ہمارا کچھ نہ بچا، ہماری حیات میں سوائے رونے دھونے اور گرہ آہ و

ذاری کے کچھ باقی نہ رہا۔ ہم رات دن بدترین دشمنوں کے زلف میں تھیں، سکون و آرام ملتا ہو چکا تھا۔ اس دوران ہماری خیندریں اڑ گئی تھیں۔ ایک تو کثرت کے ساتھ گریہ کی وجہ سے اور دوسرے جاگنے کی وجہ سے اب ہمیں کچھ بچائی نہیں دیتا۔

اماں جان! ٹھیک ہے اس اُمت کے لوگوں نے تجھے خوب درد دیئے۔ تجھے تیرے باپا کے وصال کے بعد سکون سے نہ رہنے دیا۔ تیرا حق لوٹا، تیرے دروازے پر لکڑیاں لائے، تیرا دروازہ گرایا گیا۔ تیرا پہلو ڈنکی کیا، محسن شہید ہوئے، تیرے نزدیک یہ بہت بڑے مصائب تھے جس کی بنا پر تو یہ مرثیہ کہتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئی۔

صَبَّتْ عَلَی مَصَائِبَ لَوْ أَنَّهَا

صَبَّتْ عَلَی الْأَيَّامِ حِزْنِ لَيْلَانَا

لیکن تیرے ان دشمنوں نے جو مظالم ہم پر توڑے اُن کے مقابلے میں تیرے مصائب ڈرتہ برابر بھی نہیں۔

کاش تو اس دنیا میں ہوتی اور قیامت تک تمہیں زندگی مل جاتی تو قیامت کے سورج کو طلوع ہونے تک شبانہ روز ہم پر ٹھہرہ کرتی۔

شہزادی رسولؐ نے اپنی والدہ ماجدہ کو اپنے احوال سنا کر اپنے خطاب کا رخ اپنے بچا بزرگوار جناب امام حسن علیہ السلام کی طرف کیا اور فرمایا:

اے خبر دینے والے! جا جنت البقیع میں چلا جا، وہاں رب

العالمین کے حبیب کے حبیب نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں
وہاں آواز بلند کر اور پکار کر کہہ:

اے چچا بزرگوار! اے ذہرا کے لاڈلے! تیرے اہل بیت تو
واپس آگئے ہیں لیکن تیرے ماں جائے، تیرے برادر عزیز،
مظلوم حسین واپس نہیں آئے۔

اے چچا جان! تیرے پیارے بھائی کو دھج کر بلا میں بے
دردی کے ساتھ ذبح کر دیا گیا۔ اُن کے جسم مبارک سے سر کو
خدا کر دیا گیا اور اُنھیں خاک و خون میں قحطان کیا گیا۔ اُن پر
پرندوں نے نعشوں میں اور وحشی حیوانوں نے جنگلوں میں ماتم
کیا۔

اے میرے چچا! اے میرے آقا! رسول اللہ کی بہو بیٹیاں تنہا
رہ گئی تھیں۔ سارے ناصر و مددگار مارے گئے تھے۔ رن بستہ
بے کباہہ اڈنوں پر سواری گئی تھیں۔

اے چچا جان! تیرا بھائی تجھ سے بہت دُور کر بلا کے گرم ٹیلوں
میں دفن ہو چکا ہے۔

اے چچا! تیرے برادر عزیز کا مبارک سر اُن کے بدن سے قطع
کر لیا گیا تھا۔ ان کی مظلومیت پر پرندے اور وحشی جانوروں
نے نوحہ و مدح بہ کیا۔

اے چچا جان! ہمیں ان ظالموں نے کر بلا سے کوفہ اور کوفہ سے
شام اس طرح سفر میں چلایا جس طرح چو پاؤں کو چلایا جاتا

اتنے لمبے طولانی اور مشکل ترین سفر میں اپنے نبی کی مجلسوں کو بے کجادہ آؤنٹوں پر سوار کیا۔ اے چکا جان! ہمارے سروں پر چادریں نہیں تھیں۔

اے ہمارے ناناکے شہر! ہمیں قبول نہ کر۔ ہم اب تیری فضاؤں میں اپنے پیادوں کے بغیر کس طرح شبانہ روز دعائی بسر کریں گے۔ اب جب واپس آئے ہیں تو سوائے حزن و اہم کے ہمارے پاس کیا رکھا ہے؟ جب ہم نے تمہیں الوداع کیا تھا تو اس وقت ہمارے تمام جوان اور بچے سب خیریت کے دامن کے ساتھ وابستہ تھے۔ اب جب واپس آئے ہیں تو ہمارے ساتھ یہاں سے جانے والے واپس نہیں آئے۔

جب ہم نے یہاں سے خروج کیا تھا تو ہمارا کتبہ و قبیلہ ہر آفت و مصیبت سے محفوظ تھا۔ اب جب واپس آئے ہیں تو ہر غم و اہم کو لے کر آئے ہیں۔

اس وقت ہم سب اللہ تعالیٰ کی امان میں تھے، اب جب واپس آئے ہیں تو خوف زدہ واپس آئے ہیں۔

ہمارے آقا ہمارے سردار حسینؑ، جو ہماری حیات اور ہماری کائنات تھے، انھوں نے دشتِ کربلا میں ڈیرے ڈال دیئے اور وہ ہمیشہ کے لیے وہاں کے ہو کر رہ گئے۔ ہم اکیلے واپس آ گئے ہیں۔ ہمارا سب کچھ لٹ گیا۔ ہمارا کچھ بھی باقی نہ رہا۔ اس طولانی سفر میں ہم اپنے بھائیوں پر نوحہ و مدہ بہ کرتی رہے ہیں۔

ہمیں سوار یوں پر اس طرح سوار کیا گیا۔ جس طرح غلاموں اور
کثیروں کو سوار کیا جاتا ہے۔ کہنے پر دشمن ان تمام متادل میں
ہمارے ساتھ رہا۔

ہم تو یسین و طہ کی بیٹیاں ہیں۔ ہم اب ہمیشہ اپنے پیاروں پر
روتی رہیں گی۔ آیت تلکھ تو ہمارے گھر میں نازل ہوئی۔ ہم ہی
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اہل بیت ہیں۔

خبر خدا کی تربیت تھی، جس تربیت کی بنیاد پر ہم نے ان عظیم
مصائب کو برداشت کیا ورنہ کوئی اور ہوتا تو مر جاتا۔ مصائب و
آلام پر مبر ہماری صداقت کی دلیل ہے۔ ہم نے ہمیشہ زمانے کو
حق و حقیقت کی نصیحت کی۔

اے نانا جان! یہ لوگ کتنے بے حیا و بے ضمیر ہیں۔ انھوں نے
حیرا حیا بھی نہیں کیا حالانکہ تم تو ان کے محسن تھے۔ تم نے انھیں
زندگی بخشی تھی۔ تیرے حسین کو بھوکا پیاسا ذبح کر دیا۔ انھیں
ذرا بھر بھی رحم نہ آیا۔

اے نانا بزرگوار! ان ستم کاروں نے ہم پر اپنی دل کی بھڑاس
ٹکالی۔ جو جو مظالم ہم پر کر سکتے تھے انھوں نے ان کے کرنے
میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اسی طرح انھوں نے اپنے دلوں کو
شعرا کیا۔ ان درندوں نے خدوات و عصمت و طہارت کی
شہزادیوں کو برہنہ سر دیار و امصار پھرایا۔ ایسے محلوں پر سوار کیا جو
بے پلان اور بے کچادہ تھے۔

حیری عزت و عظمت والی بنی حقیلہ قریش ثانی زہرا اور فاطمہ دختر

سید الشہد آ اور اہل بیت کی دوسری خواتین کی چادریں لوٹ کر
ان کے خیام کو آگ لگا دی۔ پھر یہ تمام بیٹیاں آہ و فغاں برپا
کرتی تھیں، ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا۔

اے نانا! حسین مظلوم کی صغیرہ بیٹی سیکڑہ روتی تھی، چلاتی تھی
اور فریادیں بلند کرتی تھی اور عالمین پروردگار کے حضور استغاثے
بلند کرتی تھی لیکن کوئی سننے والا نہ تھا۔ سب تماشائی تھے۔

حیران فرزند عابد پیار زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ وہ ہمارا آخری
سہارا تھا۔ ہم اس کے ساتھ ذمہ تھیں، ورنہ صفت دشمن نے
چاہا اسے بھی قتل کر دیا جائے۔

اب اس دنیا پر خاک! ہمارا کیا بچا ہے۔ ہر طرف ویرانی پھیل
چکی ہے۔ ہمارے جوانوں اور بچوں کو بے دردی سے قتل کر دیا
گیا۔ اب ہم ان کے ہجر و فراق میں تڑپنے کے لیے باقی
ہیں۔

یہ ساری ہماری درو کی ایک نہ ختم ہونے والی خوبی داستان ہے،
جو میں نے آپ کے سامنے کھول کھول کر بیان کر دی ہے۔ اے
سننے والو! یہ سننے کی داستان ہے، اسے سننے بھی رہو اور ہم پر
روتے بھی رہو۔“

جناب محمد بن حنفیہ کا استقبال اہل بیتؑ

صاحب تاریخ، ج ۳، ص ۱۷۸ نے کہا: میں نے علما کی تمام کتب کا
مطالعہ کیا ہے لیکن میں نے کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا کہ جناب محمد بن حنفیہ اہل بیتؑ
کے استقبال کے لیے مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ لیکن علامہ محمد صالح قزوینی

نے اس واقعہ^① کو اپنی کتاب مدار البرکاء فی مصیبة خاص آل العباء میں بیان فرمایا ہے: جب محمد بن حنفیہ نے سنا کہ اہل بیت مدینہ سے باہر تشریف فرما ہیں تو بڑی سرعت کے ساتھ اپنے گھر سے باہر نکلے۔ جب آپ کی نگاہ سیاہ ٹکوں پر پڑی تو گھوڑے سے اتر پڑے لیکن جو نبی اترے غسل کھا کر زمین پر گر گئے۔ اس دوران امام سجاد علیہ السلام کے حضور کسی نے عرض کیا: اُدھر دیکھو آپ کے چچا زمین پر گرے ہوئے ہیں، شاید وہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے قریب ہیں۔ جب آپ نے سنا تو فوراً ان کے قریب آئے اور ان کا سراپنی گود میں رکھا۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے بچے پر نگاہ پڑی تو ایک دردناک آہ کھینچی اور فرمایا:

يَا اِهْنِ اَجْحِي اَيْنَ اَجْحِي؟ اَيْنَ قُرُوْا عَيْنِيْ؟ اَيْنَ كُنُوْا
فَوَادِي؟ اَيْنَ خَلِيْفَةُ اَبِي؟ اَيْنَ الْحُسَيْنُ اَجْحِي؟
”اے بچے! میرا بھائی کہاں ہے؟ میری آنکھوں کا نور کہاں
ہے؟ میرے دل کا میدہ کہاں ہے؟ میرے بابا کا خلیفہ کہاں
ہے؟ میرے برادر حسین کہاں ہیں؟“

جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے رو کر فرمایا:

يَا هَمَّاءُ! اَتَيْتُكَ يَتِيْمًا! قَتَلُوْا رِجَالَنَا وَاَسْرُوْا نِسَاءَنَا
يَا لَيْتَ كُنْتُ حَاضِرًا حَيًّا تَرَا اَخِيْكَ يَسْتَقِيْنُكَ فَلَا يُعَاثُ
وَكَيْفَ يَسْتَعِيْنُ فَلَا يُعَانُ وَقَتَلُوْا عَطَشَانًا وَكُلُّ
حَيَوَانَاتٍ رَيَّانٍ

”اے چچا جان! میں یتیم واپس آیا ہوں۔ ان خالموں نے

① مدار البرکاء کے مؤلف حاج مولیٰ محمد صالح بن آقا محمد مرعاشی قزوینی ہیں جو کہ ۱۲۸۳ھ کو فوت ہوئے اور وہ شہید ثالث حاج مولیٰ محمد تقی کے برادر ہیں۔ طالعہ سپہر کی وفات ۱۲۷۷ھ یعنی ۱۲۹۷ھ بیان کی گئی ہے۔ (الذرائع ج ۲ ص ۳۲۱)

ہمارے سارے مردوں کو قتل کر دیا اور خواتین کو اسیر بنا لیا۔
اے چچا جان! کاش آپ میدانِ کربلا میں ہوتے، تمہارے
برادر بار بار استکانے بلند کرتے تھے لیکن کوئی ان کی نصرت
کرنے والا نہ تھا۔ اے چچا وہ نصرت کے آوازے بلند کر رہے
تھے لیکن کسی نے ان کی نصرت نہ کی۔ میرے بابا عیساے ذبح
کے محکمے حاکمہ فرات پر تمام حیوانات سیراب ہو رہے تھے۔

یہ سن کر محمد حنفیہ کی چیخ بلند ہوئی۔ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو
پوچھا: اے بھتیجے! تم پر کیا گزری؟ امام سجاد علیہ السلام نے اپنا حال بیان کیا۔ محمد حنفیہ روتے
بھی رہے اور سنتے بھی رہے۔

ابوحنیفہ کی روایت

ناخ، ج ۳، ص ۷۷: ابوحنیفہ نے روایت کی ہے۔ جب حضرت امام سجاد
اپنے چچا محمد حنفیہ کے گھر سید الشہداء کی شہادت کی خبر دینے تشریف لے گئے۔ جب
حضرت محمد حنفیہ نے حالات سنے تو اتار دئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں
آئے تو اپنی زور زبیب تن کی، شمشیر حمال کی، اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ پیٹھ پر
چڑھے، لوگوں نے دیکھا۔ آپ وہاں قایم ہو گئے۔ پھر آپ کو اسی زمانے میں دیکھا
گیا جس زمانے میں عمار ثقفی نے خروج کیا۔

یہ روایت حقیقت سے بعید ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مدینہ میں کھرام برپا تھا۔
ہر طرف نالہ و شیون کی آوازیں آرہی تھیں۔ اہل بیت رسولؐ مدینہ آچکے تھے۔ لرب
تقریب کے لیے حاضری دے رہے تھے۔ پورے مدینہ میں ایک زلزلے کی کیفیت
تھی۔ ادھر حضرت محمد حنفیہ کو اس امر کی اطلاع بھی نہ ہو اور وہ حجت خدا کے استقبال
کے۔ لہٰذا ہر نہ نکلیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ عقل سلیم اس کو تسلیم نہیں کرتی۔

روضہ مخیر علیہ السلام پر اہل بیت کی حاضری

تاریخ: ج ۳، ص ۱۸۸: تمام اہل مدینہ تعزیت کے لیے مدینہ سے باہر اہل بیت کے پاس آچکے تھے۔ جب اہل بیت مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو سوگواروں کا ہجوم بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ یہ تمام لوگ برہمہ سرو پا تھا۔ گریبان چاک، صدائے گریہ بلند کیے ہوئے تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سرزمین مدینہ میں زلزلہ آچکا ہے۔ یہ تمام لوگ اسی حالت میں مسجد نبویؐ میں پہنچے۔ عظیمہ قریش کافی دیر اُحضرتِ نعت نے اپنے عید بزرگوار حضرت رسول اللہ کے روضہ پر حاضری دی اور عرض کیا:

يَا جَدُّاهُ اَنَا نَاعِيَةٌ اِلَيْكَ اَيُّهَا الْحُسَيْنِ

”اے نانا جان اے رسول پروردگار میں آپ کے لیے اپنے برادر حسین کی شہادت کی خبر لائی ہوں۔“

جناب اُم کلثوم نے آگے بڑھ کر عرض کیا:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدُّاهُ اِنِّي نَاعِيَةٌ اِلَيْكَ وَلَكَ الْحُسَيْنِ
صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ

”اے نانا جان! آپ پر میرا سلام، میں میرے فرزند حسین کی شہادت کی خبر لائی ہوں۔“

روایت ہے، اس وقت رسول اللہ علیہ السلام کی قبر مبارک سے ایک درود تک آواز سنی گئی۔ پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے آگے بڑھ کر اپنا رخسار قبر مبارک پر رکھا اور رو کر عرض کیا:

انا جيک يا جداه يا خير مرسل	حبيبيک مقتول و نسلک ضائع
انا جيک محزوننا عليلا موجلا	اسيراً وما لي حامي ومدافع
سبيننا کما تسبي الائمةا ومسننا	من الضر مالا تحمله الاضام
ايا جد يا جداه بعدک اظهرت	امية فينا مکرها والشنائم

”اے جدنا دارا! ابے تمام انبیاء کے سید و سردار! اے تمام مرسلین کے سرمایہ افکار! یہ حیران فرزند عابد پیار حیرے حضور دیجیے لہجے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہے۔ حیرا حسین! مارا گیا ہے، حیری اولاد ذبح کر دی گئی ہے، حیری نسل ضائع کر دی گئی ہے۔

اے نانا جان! امیری زبان میں قوت گویائی ختم ہو چکی ہے کہ آپ کے حضور کیا کہوں اور کیا نہ کہوں؟ مجھ پر غم و حزن کی آندھیاں چلیں۔ ہر طرف پیاریوں نے حملہ کیا، درد کے بادل برسے، مجھے حیری محبت کے زنجیر پھٹانے لگے۔ چار سو دشمنوں کے گھیرے میں تھا۔ کوئی ایسا نہ تھا جو میری مدد کرتا۔

ہمیں اس طرح قید کیا گیا، جس طرح غلاموں اور کنیزوں کو قید کیا جاتا ہے۔ مصائب کی کوہ گراہیاں جو مجھ پر ٹوٹیں وہ ناقابل برداشت تھیں۔

اے نانا جان! تو عالمین کا رسول ہے لیکن اموی ہم بچ چڑھ دوڑے۔ ہمارا سب کچھ دیران کر دیا۔ ان کی مکاری و عیاری نے قلبہ حاصل کر لیا، ہماری حقیقت مظلوم کر دی گئی۔“

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا سید الشہد آپ پر گریہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے والد گرامی حضرت امام حسین علیہ السلام پر چالیس سال تک گریہ کیا حالانکہ آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات عبادت و غنودگی میں صرف کرتے۔ جب اظہار کا وقت ہوتا اور آپ کا خادم سامان اظہار آپ کے سامنے حاضر کرتا اور عرض کرتا: اے میرے سردار! بسم اللہ کیجیے، تناول فرمائیں کھانا حاضر ہے۔ آپ رو کر فرماتے: میں کیسے یہ طعام

کھاؤں جب کہ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کیے گئے، میں کیسے پانی پیوں جبکہ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شہید کیے گئے۔ آپ اس جملہ کا اس قدر تکرار فرماتے رہے اور گریہ بھی اس قدر کرتے کہ آپ کے آنسو پانی میں مل جاتے۔ آپ جب تک اس دنیا میں رہے آپ کا یہی معمول رہا۔

آپ کے ایک ظلام کا بیان ہے: ایک دن امام علیؓ کا بیان کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ ایک مقام پر آئے وہاں ایک سخت پتھر پر اپنی پیشانی رکھی۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے صدائے گریہ بلند کی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَقًّا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعْبُدًا وَبِرًّا ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنِّمَنَا وَتَضَعِينَا

پھر آپ نے اپنا سر جگہ سے اٹھایا تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک اور حاسنہ کو دیکھا جو آنسوؤں سے تر رہتے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا: اے میرے آقا! حالات خراب ہیں۔ اس کے علاوہ کثرت گریہ نے پہلے سے آپ کو کمزور کر دیا ہے۔ زیادہ نہ روئیں، برداشت کریں۔

آپ نے فرمایا: ارے ماتم پر افسوس کیا تو نہیں جانتا حضرت یعقوبؑ بن اسحاقؑ نبی تھے اور نبی زادے تھے۔ ان کے بارہ فرزند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ان کے ایک فرزند کو ان سے جدا کر دیا تھا حالانکہ وہ ذمہ تھے، اپنے اس بیٹے کے غم میں ان کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ ان کی کمر جھک گئی۔ کثرت گریہ سے ان کی پیشانی ختم ہو گئی۔ میری حالت تو یہ ہے میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بابا، اپنے بھائی اور اہل بیت کے سترہ جوانوں کو خاک و خون میں غلطان دیکھا تو پھر میں نہ روناؤں تو کون روئے؟

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس وقت تک نہ تو کسی ہاشمیہ نے اپنی آنکھوں میں سرمہ لگایا اور نہ زیب و زینت کی اور نہ ان کے چہ لمبے جلے جب تک ان زبَادِ قُل نہیں ہوا۔

سید الشہداء کا سر مبارک کہاں دفن ہے؟^①

میر الاحزان میں ابن نمائے ص ۱۰۶ پر لکھا ہے: لوگوں نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ سر مبارک سید الشہداء کہاں دفن ہے؟ لیکن ان تمام اقوال میں مورد و احاد قول یہ ہے کہ سر مبارک کو کربلا واپس لایا گیا اور بدن اطہر کے ساتھ قلعہ میں کیا گیا تھا۔

صاحب لہوف نے ص ۱۹۵ پر فرمایا ہے: روایت صحیح یہ ہے کہ سر مبارک کو کربلا میں بدن اطہر کے ساتھ دفن کیا گیا۔ طائفہ شیعہ کا عمل اسی روایت پر ہے۔

بحار، ج ۳۵، ص ۱۳۵: ہمارے علمائے امامیہ میں مشہور قول یہ ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام سر مبارک کو شام سے کربلا واپس لائے تھے اور اُسے جسد شریف کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

عوامل، ج ۱۷، ص ۳۵۳: علمائے امامیہ کے درمیان مشہور قول یہ ہے کہ امام علی بن الحسین سر مبارک کو واپس کربلا لائے تھے اور جسد مبارک کے ساتھ دفن کیا تھا۔ تذکرہ سبط ابن جوزی نے پانچ قول نقل کیے ہیں: اول کربلا، دوسرا: مدینہ، تیسرا: دمشق، چوتھا: مسجد رقبہ، پانچواں: قاہرہ۔ لیکن اشرع قول وہی ہے کہ کربلا میں سر کو لایا گیا اور بدن اطہر کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

محل مقرم، ص ۳۷۰: منادی سے روایت کی ہے کہ کواکب دربیہ، ج ۱، ص ۷۷

① میر الاحزان ابن نمائے ص ۱۰۶۔ قس الموم، ص ۳۶۶۔ لہوف مجرم، ص ۱۹۵۔ بحار، ج ۳۵، ص ۱۳۳۔

حسن الامام، ج ۲، ص ۱۰۸۔ عوامل، ج ۱۷، ص ۳۵۱۔ تاریخ، ج ۳، ص ۱۹۱۔ منتخب الخوارزمی، ص ۲۳۸۔

محل مقرم، ص ۳۶۹۔ تذکرۃ الخواص سبط، ص ۲۷۵۔ لؤلؤ الاحسان، ص ۲۳۷

میں ہے: تمام اہل اسیر علا کا اتفاق ہے کہ سر مبارک کر بلا لایا گیا اور جب مبارک کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

قول مشہور کے سامنے باقی اقوال کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ ایک روایت میں ہے کہ سر مبارک حضرت امیر المومنین علیؓ کی قبر مبارک کے ساتھ دفن ہے لیکن اس روایت کو صاحبان رجال نے رد کیا ہے۔ جب ابوبکر آلوسی سے سر مبارک کی جائے تدفین کے بارے میں سوال ہوا تو اس نے کہا:

لَا تَكَلِّبُوا رِأْسَ الْحُسَيْنِ بِحُزْنٍ لَرُبِّهِ أَوْ بِغُزْبٍ
وَدَكَّوْا الْجَوْنِمَ وَهَرَجُوا نَحْوِي فَمَشَّهْدُ بَقْلِي

”سید الشہداء کے سر مبارک کو مشرق و مغرب میں آپ کیوں تلاش کرتے ہیں؟ جسے سر مبارک کی تلاش ہے وہ میرے دل کے پاس چلا آئے، میرا مبارک میرے قلب میں دفن ہے۔“

حاج مہدی قزوینی حلی نے روایت نقل کی ہے: اس نے کہا:

سَلَا تَكَلِّبُوا رِأْسَ الْحُسَيْنِ فَإِنَّهُ لَا فِي حَنَى كَاوٍ وَلَا فِي وَادٍ
لَكِنَّا جَفَوُ الْوَلَاوِ يَذَلُّكُمْ فِي أَنَّ الْمُقْبُورُ وَسِبْطُ قَوَادِي

”سید الشہداء کے سر مبارک کو کسی قبر میں کسی وادی میں تلاش نہ کرو لیکن ولایت کی صفائی تمہاری رہبری کرے گی کہ سر حسین میرے دل میں دفن ہے۔“

جن احباب کو مزید تحقیق کی ضرورت ہے وہ اسی کتاب، جلد سوم میں اوّل اربعین کے عنوان سے تفصیل موجود ہے، رجوع فرمائیں۔ اس امر میں اب مزید وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

چند اہم باتیں

①..... ابصار احسن، ص ۳۷: جنگ کربلا میں تمام شہداء کے سراپے مہلبک
 اُن کے ابدان شریف سے جدا کیے گئے مگر وہ شہداء ایسے تھے جن کے سر بدن سے قلع
 نہیں کیے جاسکے تھے۔ ان دو میں سے ایک فتوۃ علی اصغر ہیں۔ اُن کا سراپا لپے جدا
 نہیں کیا گیا تھا کہ اُن کی شہادت کے بعد حضرت امام حسینؑ نے انھیں دفن کر دیا تھا۔
 دوسرے حضرت عُزَیْر بن یزید ریاحی ہیں۔ اُن کے قلعے نے اُن کا سر بدن سے جدا نہ
 ہونے دیا۔

لیکن رحلہ العصبیہ، ج ۳، ص ۷۷ میں یہ حوالہ دیا گیا ہے کہ اُن کا سر جدا ہوا
 تھا۔ دربار میں سید شہداء کے سر کے بعد اُن کا سر پیش ہوا تھا۔ اس لیے پہلے قول کو
 قبول کرنا مشکل ہے۔

②..... حضرت امام حسینؑ کے وہ اصحاب جو غیر از طلحین تھے وہ سب
 اکیلے آئے تھے سوائے تین نفر کے، جو اپنے خیال سمیت آئے تھے۔ ان میں سے ایک
 جناد بن حرث سلمانی، دوسرے عبداللہ بن عبید اللہ بن عبید اللہ بن عبید اللہ بن عبید اللہ
 مؤلف: جو تھے وہ ب تھے، جو اپنے خیال کے ساتھ آئے تھے۔

③..... تمام صاحبانِ مقال نے لکھا ہے: کربلا کے شہداء میں پانچ نفر ایسے
 تھے جو رسول اللہ کے صحابی تھے۔ ان میں تین صحابی کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کے نام
 یہ ہیں: انس بن حرث کالی، حبیب بن مظاہر اسدی، مسلم بن عجمہ اسدی اور وہ
 صحابی رسول اللہ کوفہ میں حضرت حسینؑ میں شہید ہوئے۔ وہ ہانی بن عروہ مرادی اور
 عبداللہ بن عطر عمیری ہیں۔

① تمام مؤرخین نے لکھا ہے۔ ② قطب الدین نے لکھا ہے۔ ③ صرف طبقات میں ذکر ہے۔
 ④ تمام مؤرخین نے لکھا ہے۔ ⑤ صرف ابن حجر نے لکھا ہے۔

۴..... میدان کر بلا میں جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو آپؑ کی شہادت کے بعد چار افراد نے نصرتِ حقیقی میں شہادت حاصل کی:

① سید بن ابی الطائف: یہ میدان میں مجروح ہو کر گر گئے تھے اور بے ہوش ہو گئے تھے۔ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو یہ ہوش میں آئے اس وقت اُس نے اہل بیتؑ کے نالہ و شیون کی آوازیں سنیں تو اُٹھے۔ انھوں نے اپنے جوتے میں ایک چھری چھپائی ہوئی تھی۔ اُس چھری کے ساتھ چھلوا کیا اور شہید ہو گئے۔

② سعد بن حرث ③ ابو الحنفیہ: یہ دونوں بھائی تھے۔ انھوں نے امامؑ کی شہادت کے بعد جہاد کیا اور شہید ہوئے۔

④ عمر بن ابی سعید بن عقیل: جب امام حسینؑ اپنے گھوڑے سے زمین پر آئے تھے اور عورتوں اور بچوں نے نالہ و فریاد بلند کی تھی تو انھوں نے خیمہ کے عود کو ہاتھ میں لیا اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ انھیں نقیض بن یاسر یا ہانی بن صوحہ حضرمی نے شہید کیا۔

۵..... سید اشعثؑ آ کے دو ایسے صحابی تھے جو میدانِ جگ میں زخمی ہو گئے تھے۔ یہ دونوں سید اشعثؑ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک سوار بن منعمؑ تھے۔ زخمی ہونے پھر قیدی بنا لیے گئے تھے۔ چار ماہ بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

دوسرے موقع بن ثمامہؑ سہیلوی وہ بھی زخمی ہو گئے تھے۔ اسیر ہوئے، ایک سال بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

۶..... کر بلا میں جھے ایسے شہید تھے، جو آخر میدان میں شہید ہوئے تھے خیمہ میں ان کی مائیں ان کو کرتا دیکھ رہی تھیں:

① شہزادہ علی اصغرؑ: آپؑ کی شہادت کے وقت آپؑ کی والدہ جنابِ رباب خیمہ میں انھیں دیکھ رہی تھیں۔

① جناب شہزادہ قاسم بن الحسن: آپ کی شہادت کے وقت آپ کی والدہ جناب رملہ خیام میں کھڑے ہو کر آپ کو دیکھ رہی تھیں۔

② جناب عون بن عبداللہ بن جعفر طیار: حقیقہ قریشی جناب نعب علیہا السلام اپنے خیمہ میں کھڑی تھیں اور اپنے شہزادے پر لگا ہوں مرکزہ رکھی تھیں۔

③ عبداللہ بن حسن: ان کی والدہ طلحہ کی بیٹی تھی۔ اپنے بیٹے کی شہادت کے وقت خیمہ میں کھڑی تھیں۔

④ عبداللہ بن مسلم: ان کی والدہ جناب رقیہ بنت حضرت امام علیؑ اپنے بیٹے کی شہادت کے وقت خیمہ میں موجود تھیں۔

⑤ محمد بن ابی سعید بن عقیل: یہ شہزادہ میہان جنگ میں لڑ رہا تھا تو اس وقت ان کی والدہ خیمہ کے نمود کو پکڑ کر کھڑی ہوئی تھیں۔ ترساں ولڑاں کبھی اس طرف دیکھتی کبھی اس طرف دیکھتیں۔ قید یا پانی نے ماں کے سامنے اس کے لاڈلے کو شہید کر ڈالا۔

⑥ عمر بن حناہ: اس کی والدہ نے انھیں جنگ کا حکم دیا۔ جب وہ میہان جنگ میں جنگ کر رہے تھے تو ان کی والدہ ان کی جنگ کو دیکھ رہی تھیں۔ جب وہ قتل ہوئے تو ماں کے سامنے قتل ہوئے۔

⑦ عبداللہ کلی: جناب طلحہ کے چھوٹے میہان جنگ میں جنگ کر رہے تھے ان کی والدہ انھیں جنگ پر تحریض کر رہی تھیں اور ان پر اپنی نگاہیں جمائے ہوئے تھیں۔

⑧ علی بن الحسین: ان کی والدہ جناب لیلیٰ ہیں۔ وہ خیمہ کے دروازے پر کھڑی انھیں جنگ کرتا دیکھ رہی تھیں۔

مؤلف کہتے ہیں: ممکن ہے اگر ہم وہب کی والدہ کو اس عنوان میں شمار کریں تو تعدادیں بنتی ہے۔

سرا نے بچے اور فرمایا: یُخَذُّ لِقَعْدٍ فَتَقُولُ: وَمِنْ خُصْمِهِمْ يَفْعَدُ الْوَيْلَاقَةَ بِحَلْكَ
وَأَبْوَنَ "خداوند تعالیٰ میرے قاتلوں سے اپنی رحمت کو ذور کرے اور قیامت کے دن
تیرا دادہ دے گا، آمین، آمین، آمین۔"

۵۔۔۔۔۔ وہ دس شہداء جن پر سید الشہداء نے نوحہ سرکاری فرمائی:

- ① حضرت علی اکبر ② حضرت عباس ③ شہداء حضرت قاسم ④ شہداء
- عبداللہ بن الحسن ⑤ شہداء عبداللہ بن حسین ⑥ جناب مسلم بن عویض ⑦ جناب
- حسب بن مظاہر ⑧ جناب یزید بن زید ⑨ جناب زبیر بن قین ⑩ جناب جون
- ⑪۔۔۔۔۔ تین سرحدی شہداء کی طرف بھیجے گئے:

① عبداللہ بن عبید اللہ کی شہادت کے بعد ان کا سر قلم کر کے سید الشہداء علیہ السلام
کی طرف بھیج دیا گیا۔ پھر وہ سران کی والدہ نے لے لیا۔

② عمر بن جنادہ کا سر آپ کی طرف بھیجا گیا۔ اس کی والدہ نے بیٹے کا سر لیا،
لے کر پھر عمر بن سعد کے لشکر کی طرف بھیج دیا اور ایک آدمی کو قتل بھی کر دیا کیونکہ اس
شہید کی والدہ نے غیمہ کی عمو ہاتھ میں پکڑی اور دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ لیکن
سید الشہداء نے روک دیا کہ عورتوں پر جنگ مباح ہے۔

③ عباس بن ابی حسیب شاکری: جب ان کو شہید کر دیا گیا تو قاتل آپس میں
جھگڑ پڑے۔ ہر ایک کہتا تھا: اس کو اس نے قتل کیا ہے تو عمر بن سعد نے فیصلہ کیا کہ اس
کو کسی ایک آدمی نے قتل نہیں کیا اس لیے ان کا سر امام کی طرف بھیج دیا گیا۔

میدانِ کربلا میں دو مجاہدہ

- ① جناب عبداللہ بن عبید اللہ کی والدہ انھوں نے اپنے بیٹے کی شہادت کے بعد
غیمہ کی عمو ہاتھ میں لے کر میدان میں آ گئی تھیں۔ سید الشہداء علیہ السلام نے روک دیا تھا۔
- ② جناب عمر بن جنادہ کی والدہ اپنے بیٹے کا سر پکڑ کر دشمن کے لشکر کی طرف

چیک دیا تھا۔ ہجرت میں نکاح پھر کر میدان میں آگئی تھی اور یہ راز پر حاکم تھا:

أَنَا عَجُوزٌ فِي النِّسَاءِ خَوِيْفَةٌ بَكِيْفَةٌ خَلَوِيْفَةٌ نَحِيْفَةٌ
أَضْرِبُكُمْ بِضَرْبَةٍ خَوِيْفَةٍ كُنْتُ لَيْسَ فَالِئِذَا الْفَرْيَفَةُ

”میں ایک بوڑھی عورت ہوں، اور نہایت ہی کمزور و نحیف و نازک

ہوں لیکن حسرت کا طعنه دہرا کی اولاد کے دفاع میں تم پر کاری

ضرب لگاؤں گی۔“

جناب دہب بن عبد اللہ کی بیوہ اپنے شوہر کی شہادت کے بعد میدان میں

آئی۔ اس طرح دہب کی والدہ بھی میدان میں اتری تھیں اور دو کوفیوں کو خیمہ کے صومر

سے قتل کیا تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے انہیں والہیں خلیام بھیج دیا تھا۔

کتاب روضہ المصیبتہ کی چھری جلد اپنے اختتام پر پہنچی۔

الحمد لله وله الحمد وصلى الله على محمد وآل محمد

خداوند مہمان کے حضور درخواست ہے کہ اس ناچیز کی اس خدمت کو بحرمت

حسین قبول فرمائے اور اپنے برادران و خواہران کے حضور التماس ہے حقیر کی لغزشوں

کی قلم حلو سے اصلاح فرمائیں گے اور اس حقیر کو اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں گے۔

بعض احباب نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں نے اس کتاب کی تالیف میں

کتنا عرصہ لگایا ہے۔ میں نے اس کتاب کا آغاز مفر ۱۳۱۲ھ میں کیا۔ ۲۱ رجب الاول

۱۳۱۳ھ میں مکمل کیا۔

علی کی بیٹی

قدم قدم پر چراغ ایسے ہلا گئی ہے علی کی بیٹی
 یزیدت کی ہر ایک سادش پہ چھا گئی ہے علی کی بیٹی
 کہیں بھی ایمانِ ظلمِ قہر ہو سکے گا نہ اب جہاں میں
 ستم کی بنیاد اس طرح سے ہلا گئی ہے علی کی بیٹی
 جب مسما حراج خاتون تھی کہ لفظوں کے کیمیا سے
 حسینیت کو بھی سانس لینا سکھا گئی ہے علی کی بیٹی
 بھگ رہا تھا دماغِ انسانیت، جہالت کی حیرگی میں
 جہنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علی کی بیٹی
 دکانِ وحدت کے جوہری دم بخود ہیں اس مجرے پہ اب تک
 کہ سنگریزوں کو آکھینے بنا گئی ہے علی کی بیٹی
 خبر کرو اہلِ جور کو اب حسینیت انتقام لے گی
 یزیدت سے کہہ سنہل جائے، آگئی ہے علی کی بیٹی
 نبیؐ کا دیں اب سنور سنور کے یہ بات تسلیم کر رہا ہے
 اُڑ کے بھی انہما کے وعدے بھاگ گئی ہے علی کی بیٹی
 نہ کوئی لشکر، نہ سر پہ چادر، مگر نجانے ہوا میں کیوگر
 غرورِ ظلم و ستم کے پرزے اڑا گئی ہے علی کی بیٹی

پہن کے خاکِ شفا کا احرام، سر پہند طواف کر کے
 حسینِ امیری لہو کو کعبہ بنا گئی ہے مٹی کی بنی
 کئی خزانے ستر کے دوران کر مٹی خاک کے حوالے
 کہ پتھروں کی جڑوں میں میرے چھا گئی ہے مٹی کی بنی
 یقین نہ آئے تو کوفہ و شام کی فضاؤں سے پوچھ لینا
 یزیدیت کے نقوش سارے مٹا گئی ہے مٹی کی بنی
 ابد ملک اب نہ سر اٹھا کے چلے گا کوئی یزید زادہ
 غرور شاہی کو خاک میں ہیں ملا گئی ہے مٹی کی بنی
 گزر کے چپ چاپ لاشِ اکبر سے پا رہند رسن پہن کر
 خود اپنے بیٹوں کے قاتلوں کو زلا گئی ہے مٹی کی بنی
 میں اس کے دد کے گدا گروں کا فلام بن کر چلا تھا حسن
 اسی لیے مجھ کو رنج و غم سے بچا گئی ہے مٹی کی بنی

